یا ایداع جدید ہو اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقید بقولہ لمالکہا لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنف رحمہ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کیے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا دوسرے شخص سے مودع ودیعت کا اقرار کریگا تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطون سے تاوان لازم آتا ہے اشرطیہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کرچکا ہو ۳ یہ کہنا نہ انکار مین نقل ہوا ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نلاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرا باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد یعنی جبکہ یہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہوا ورحالانکہ عقد جدید موجود نہین ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوے کیا کہ اسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اسنے ودیعت پھیردی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار ازراہ غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہ حلف المالک ما یعلم ذلک فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجائیگی کہ وہ اسکو یعنے ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کہالے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کہالے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فے المنہاج ہم قاضی مالک سے اسوقت قسم لیگا جبکہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر گواہ نلاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوے کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فے الطحطاوی ویضمن قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے مجکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہوا اور استحسان مین جبکہ اسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا (بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل دررعند عدم نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا درصورت نہ منع کردینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین باربرداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ہم جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کردیا ہو یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہوا ور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ انمین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اسکا حصہ دینا جائز ہے

بخلاف مضارب ... اسکا انکار کیا پھر خرید کیا ... تو تاوان نہ دیگا ١٢

ولو دفع ہل یضمن فے الدر نعم وفے البحر الاستحسان لا فکان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اُسپر تاوان آویگا یا نہین در رمین ہی کہ
ہان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اُسپر تاوان نہین پہر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ط طحطاوی نے
علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین مالا یقسم اقتسماہ و حفظ کل نصفہ
کمرتہنین و مستبضعین و وصیین و عدلی رہن و وکیلی شراء سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس ایسی چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اُسکو
بانٹ لین اور ہر مرد اُسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے
دو وکیلون کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہوجائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہی کہ انکو مثلاً ہزار درم
دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونون ہزار کو قسمت کرین پہر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اُسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر
اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنے دوسرے
مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اُس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اُسمین دافع پر تاوان
نہین بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہی جو تقسیم سے معیوب ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع
الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فے بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ
واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اُس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت
اُس شخص کی اپنے عیال مین سے دی جس سے اُسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اُس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین
برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اُسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہوجانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکورہ مفید
نہین لہذا معتبر نہین ہم عیال لا بدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اُسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی نے کہا
یہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا
نہین تو تاوان نہین اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی ہم یعنے اگر مودع غیر لا بدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اُس غلام کو سپرد کرے جسکے
دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہی یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اُسکی پشت راہ کی
طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہت متفاوت
ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اُسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہی اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید
بھی نہو وہ لغو اور باطل ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان نہ دے مودع کا مودع
مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنے فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد
اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہ امام رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال
المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجکو پھیر دی
تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہو گی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہوجانے مین اُسکی تصدیق ہوگی
اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنے اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے
کہا کہ غاصب نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی کذا فی المنح وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل

لغیرہ فقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبے مین ہے کہ جب دھوبی چوک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونون شخص یعنے
دھوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھیرنا اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی
سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضے ہین کذا فی الطحطاوی یعنے بتفصیل بحث ہے نہ روایت مذہب و عن محمد اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا یعالجہا فعطبت
من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے
جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج
سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنے مودع سے پھیر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کریگا انتہی ما فی المجتبے
بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے
تاوان لینا تو صریح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر و اذا ضمن المودع رجع علے الغاصب
وان علم علے الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھیر لے اگرچہ
مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ درصورت
علم کے رجوع نہین تو خبردار رہیو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک
شخص کے پاس ہزار درم ہین اسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکے ہین اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونون کے
گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونون کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور
واجب الادا ہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہون ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونون دعووں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل
للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے
اسنے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار
درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہین پہونچائے یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ فعل اسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ
چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ مین یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک
ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہین ہے جسکے نہ کرنے
سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ
فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے
سو اسنے کہا کہ مین نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے مین اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع
نے شروع سے کہا نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہین بر قول صحیح چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا
ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن
بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی اپنے گھر مین

یا کسی اور جگہ میں تو اُسپر تاوان آویگا اُم طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ میں نہیں جانتا کہ ضائع ہوگئی
یا ضائع نہیں ہوئی تو اُسپر تاوان نہیں ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جسمین دفن تھی تو اُسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے فروع مسائل ملحقہ شلاح کے ہدد والمودع
والوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی
جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اُسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے
مال دیدیا تو اُسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے ہم فتاوے عالمگیری میں ہے
کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اُسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو ندے تو اُسپر تاوان آویگا اگر اُسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور
اگر سب مال لے تو وہ معذور رہے اور اُسپر تاوان نہیں کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں
کذا فی العمادیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمیں نہیں خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم
لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہو اسٹر جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اُسکو بیچڈالے اور اگر حاکم
سے نکہے یہان تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اُسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوے عالمگیری میں ہے کہ اگر اُس شہر میں حاکم نہو تو
خود مودع اُسکو بیچڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ
احسان کرنے والا ہے یعنے مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان الا ان لہ ولایۃ بہذا التصرف صیرفیہ
مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت میں تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ مودع کو اُس تصرف کی یعنے
پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہوگا کہ کتب علم میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب (ورق گردانی ۱۲) اوراق میں ضرر نہوا اور یہ
اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور احتیاط یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس
طبق ودیعت رکھا سو اُسنے خم یعنے مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں اور اسکی
معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال کذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیہ کے
مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارے (یعنے چراغدان ۱۲) پر رکھے تو تاوان نہیں در صورت تلف ہو جانے کے ہم منارے سے مراد محل النور ہے وفیہا اودع صکا وعرف اداء
بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا در صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادائے بعض حق
معلوم ہے اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادائے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہین سو محمود نے زید کو
سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مرگیا اور اُسکا وارث
پچیس درم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو ندے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے
جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھ کر والا مجرد مثبت حق نہیں انتہی وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ
میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا کلام ظاہر اعدم براءت اس صورت میں ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث موتمن نہو چنانچہ
ودیعت میں یہی شرط ہے جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للامیر اخذ ودیعۃ العبد میان کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ
غیر کا مال ہو جبکہ مولے گواہ لاوے کہ یہ میرا مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہی جبکہ دونون عمل کرین م وصی سے وہ وصی مراد ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کذا
فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المسقف اذا حیل علیہ المستحقون فلیحفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر
وقف کے واسطے اجرت نہین بیٹھے ہوئے مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے بانٹنے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے
کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی وفی الوہبانیہ شعر ودافع الف مقرضا ومقارضا ٭ وربح القراض الشرط جاز ویحذر ٭ اور وہبانیہ مین ہی اور ہزار درم
قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہی اور ممنوع ہی م یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض مین
اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہی تو یہ شرط جائز ہی تو نصف بضاعت ٹھیریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت
فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہی کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہی پھر جب
شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونون کے واسطے ہی اور ٹوٹا بھی دونون پر ہی اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی شعر وان یدعی ذوالمال قرضا وخصمہ ٭ قراضا فرب المال
قد قیل اجدر ٭ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہی م اور دوسرا قول یہ ہی کہ مضارب
کا قول مقبول ہی اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہی کتاب الایداع سے پہلے شعر وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ ٭ کذلک فی الابضاع ما یتغیر ٭ اور اُسکے بالعکس دعوی
کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف مین حکم معتبر نہین ہی م بالعکس کی صورت یہ ہی کہ مضارب نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعوی
کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہی اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہی اور ابضاع کی یہ صورت ہی کہ صاحب مال
کہتا ہی کہ مین نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہی تو صاحب مال کا قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی شعر وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ٭ یصح ویحلف یفقد
یتصور ٭ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہی یعنی صادق ہی اور اس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہی م یعنی سوا ودیعت کے
مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہونا متصور ہی اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نسکا یا کہ وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وتارکہا فی قوم
الا صحیفۃ ٭ فراحوا واحنت الضمن المتاخر ٭ اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی
تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے م شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اُسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ اُٹھ گئے
تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی اشعار وتارک نشر الصوف صیفا فعث لم ٭ یضمن وقرض الفار بالعکس یوثر ٭ اذا لم السید ثقب من بعد علمہ ٭ ولم یعلم الملاک اہی
منقرم ٭ اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان لیا جاویگا اسواسطے کہ
اُسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اُسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مروی ہی جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند
کرے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہی م یعنی جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُس مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین
پھر اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اُسپر تاوان نہین اور اگر اُس مکان مین سوراخ ہی اور مودع اُسکو جانتا ہی تو اگر مالک نے مودع کو خبر کر دی سوراخ کی تو اُسپر تاوان
نہین اور اگر مالک نے خبر نہ کی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اُسپر تاوان ہی خلاصہ یہ ہی کہ تاوان دفع ہوتا ہی سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ
درصورت عدم اعلام مالک کے مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ لم یعلم کا بمعنی او ہی کذا فی الطحطاوی
قلت بقی لو سدہا مرۃ فتحہا الفار وافسدہ لم یذکر وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کر دیا سو چوہے نے اُسکو کھول دیا اور ودیعت
کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہی سو اسکو غور کرو م تفصیل مذکور یہ ہی بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتا دے یا مودع درصورت عدم اعلام
سوراخ کو بند کر دے تو تاوان اُسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبدالبر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہی تتمہ مراجعہ میں ہی کہ ودیعت پھیر دینے کا مؤنت

مالک پر ہی نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم و استغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہی عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہیں ماعون اُس چیز کو کہتے ہیں جسکی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری میں ثابت ہی کہ آن حضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اُسمیں اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہیں کہ مستحب ہی کذا ذکرہ ابو السعود آخرہا عن الودیعۃ لان فیہا تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت میں منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونوں امانت ہونے میں مشترک ہیں ہم یعنی عاریت میں تملیک زیادہ اور ایداع بھی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب ہیم اور مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیوں سے حق تعالی کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی میں اسواسطے کہ عاریت دینا نہیں ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند ہم یعنے مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالی کا وہ نائب ہوا فریادرسی میں تو رعایت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ای مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سواسی واسطے یعنے بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب میں اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہی ہم یعنی قرض نہیں لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونوں کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقے کا ثواب وہ چند ہوا اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ میں صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہیں کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے واذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیء قاموس عاریت لغت عرب میں عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یائے تحتانیہ مشددہ ہی اور اُسکی تخفیف بھی جائز ہی کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع میں عاریت عبارت ہی منافع کے مالک کردینے سے مفت بلاعوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلا گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جائے اسواسطے کہ اجارہ میں بھی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہیں بلکہ بعوض ہی افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت میں ظاہر کردیا اگرچہ قول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیری میں کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہیں بحر الرائق میں ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اُس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہیں تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ میں ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہیں ہوتا ہاں قبول کا ہے فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اُسنے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اُس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت کا امانت ہے یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجائے تو مستعیر پر تاوان نہیں اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہیں رہتی اجارہ ہوجاتی ہی ہم قابلیت انتفاع سے اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق میں نکل گیا اور یہ ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روٹی اور صابون اور شہد اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہیں بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لیے تو یہ قرض نہیں بلکہ عاریت ہی لیکن اسکو سوا

وجہ مذکور کے اُسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لاتفضی للمنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہی عمادیہ مین مشاع کی عاریت دینے اور اُسکے ودیعت رکھنے اور اُسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وقالوا علف الدابۃ علی المستعیر وکذا نفقۃ العبد اما الکسوۃ فعلی المعیر اور فقہانے کہا ہی کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہی اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اُسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہی وہذا اذا طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی ایضا لانہ ودیعۃ اور یہ لینے غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اُسوقت ہی جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اُسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہی اسواسطے کہ یہ ودیعت ہی نہ عاریت ہم طاہر یہ اباحت انتفاع ہی اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اُسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیے کہ یہ ویسی ودیعت ہی جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کردیا **وتصح باعرتک** لانہ صریح اور عاریت صحیح ہی اعرتک کے لفظ سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح اور کھلا ہوا ہی **واطعمتک ارضی** ای غلتہا لانہ صریح مجازا من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہی اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہی از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر ہم غلہ پیدا ہوتا ہی زمین مین تو غلہ حال ہی اور زمین اُسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازا متعارف ہی بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلاً زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہی **ومنحتک** بمعنی اعطیتک **ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ** اذا لم یرد بہ ای بمنحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ بلانیۃ والہبۃ بہا ای مجازا اور عاریت صحیح ہی اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہی اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ تکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہی تو عاریت کو مفید ہی بلانیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہی بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا **واخدمتک عبدی** اواجرتک داری شہرا مجانا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہی کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلاعوض درحقیقت عاریت ہی اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی **وداری لک** مبتدا لک خبر **سکنی** تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے عاریت صحیح ہی کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہی اور لک خبر ہی اور سکنی تمیز ہی ہم سکنی مصدر ہی بمعنی اقامت یا اسم ہی بمعنی اسکان صاحب دُرر نے کہا سکنی محکم ہی ارادہ نفع مین لہذا لام بمعنی ملک مراد نہوا **وداری لک عمری** مفعول مطلق ای عمرتہا لک عمری **سکنی** تمیزہ یعنی جعلت سکنیہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہی کہ داری لک عمری سکنی یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہی فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہی ہم اور یہ بھی احتمال ہی کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اُسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملادیا زیلعی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہی کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہی کہ اُسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہی بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہوا **ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء** اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہی جب چاہے اپنی چیز پھیر لے ولو موقتۃ معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہی اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کردیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہی ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہ ہی کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہی جس طرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا حکم یہ ہی کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونون کا حکم یہ ہی کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل وتبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لایاخذ الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اس صورت مین عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی

منھ مین نہین لیتا سوائے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم

العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری رفعہا وقیل نعم الا اذا شرط وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہا

واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ مین قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہوجاتی ہے اُس صورت مین جبکہ ایک شخص نے

دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیان رکھنے کے واسطے پھر دھنیان اُسپر نصب کین پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیون کا دفع کرنا جائز نہین اور قول

ضعیف یہ ہے کہ ہان دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرے بیع کے وقت مین کہتا ہون اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ و بزازیہ وغیرہا مین اور اسی پر

اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر مین اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہین کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد

اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہین آتا یعنے اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت مین تاوان نہین اگر تعدی سے بالاجماع تاوان

ہے تعدی کی صورتین یہ ہین کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد مین گیا اور اُسکو کوچہ مین چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت

رکھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اسکو غیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اسکو اور بیل کے ساتھ لایا

اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسکو چراگاہ مین چرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہان اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہین اور

اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک نہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل مین سوگیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھہ مین ہے سو وہ چھڑا لیا گیا تو اگر مستعیر بیٹھا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان

نہین اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر مین سو جانے سے تاوان مطلقاً نہین جبکہ مستعار چیز اُسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت مین اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی الجوہرۃ

وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت مین باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن مین باطل ہے برخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ

مین ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت مین تاوان لازم ہوجاتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشیء لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہین اسواسطے کہ شے

متضمن نہین ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند

ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہین ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہین رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار

ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہین مگر اُس صورت مین جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا

فی الطحطاوی واما المستاجر فیواجر ویودع ویعار ولا یرہن والمستاجر بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ کیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اُسکا

جائز نہین واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنے اُسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہین وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا

تملیکا لغیرہ بدون اذن سوا قبض اولا اور وہبانیہ مین نو مسائل نظم کیے ہین جنمین اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہین خواہ اُسنے قبضہ

کیا ہو یا نکیا ہو فقال اشعار وما لک امر لا یملکہ بدو ٭ ان امر وکیل مستعیر و موجر ٭ رکوبا ولبسا فیہما و مضارب ٭ و مرتہن ایضا وقال لوم ٭ سو صفاف وہبانیہ

نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہین دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص

مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہین اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی ماموری ہم مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملکہ کا اُسکی صفت ہے اور

وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہین جبکہ

عاریت مختلف ہوجاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہوجاتی ہو تو جائز ہے اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے

جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اُس قمیص کا پہنانا جائز نہین اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور

مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہین کذا فی الطحطاوی شعر و مستودع مستبضع و مزارع ٭ اذا لم یکن من عندہ البذر بیذر ٭

اور مستودع بفتح دال یعنی جسکے پاس امانت رکھی گئی ہو بضم میم اور ب کے نہ دیگا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت میں بیج ڈالا جائے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور مزارعت کے نہیں دے سکتا بلا اذن هم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہی کہ دوسرے کو بطور مزارعت زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر شعرو المساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لہ لیس بنکرہ میں کہتا ہوں اور دسواں مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل میں یوں مذکور ہی اور جائز نہیں عقد مساقات والیکو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دے یا اسکو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جائے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اُسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہو گیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف رحمہ کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہی اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا بعیر تاوان لے مستاجر سے سکت المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فضمن وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہی اور پانچواں مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچواں مسئلہ یہ ہی کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رہن رکھنے کا تو اسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہی چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے بھرلے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر الغرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا مال بھرلے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہی عاریت کا عاریت دینا خواہ اُسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو هم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہی جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہی کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ولعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وعزاہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر میں اختیار کی طرف نسبت کیا ہی ومثلہ ای کالمعار الموجر وہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصہ اور عاریت کی چیز کے مانند ہی اجارے کی چیز یعنی مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہی خواہ اُسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم نہی کے ہی تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اسپر آویگا کذا فی الخلاصہ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجر ہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو یا اجرت کرایہ کے مطلقاً بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے و ایا فعل اولا تعین مرادا او رجو فعل کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونے میں هم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہی اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول سواری کی تو اب اسپر بوجھ لاد نہیں سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن لغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ ابدا ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اسکے غیر میں اگر جانور ہلاک ہو جائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی وان اطلق المعیر او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء الا مرار اور اگر معیر او موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے بر خلاف کرنے میں مانند یا بہتر خلاف میں هم خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلاً دو من گیہوں لادنے کے واسطے پھر اسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

بھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہی کہ میں گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لادا یا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اسسے زیادہ اور ہمیں خلاف کی یہ صورت ہی
کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہوں لادے وکذا التقیید الاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کے مانند عاریۃ
الثمنین و المکیل و الموزون و العدد و المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استہلاک عینہا روپیہ اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کے وقت قرض
ہی بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہی اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت بمعنی قرض
ٹھہری معدود متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہی فیضمن المستعیر ہلاکہا قبل
الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر المیزان او یزین الدکان کان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دیئے ہوئے اشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہی نہ عاریت تو اگر روپیہ اشرفیا
کو عاریت لیا تاکہ انسے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھکے دوکان کی آرایش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہی نہ قرض یعنی ہو اسواسطے کہ اسمین استہلاک عین نہیں ولو اعارہ قصعۃ
ثرید فہو قرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہی اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہی تو یہ اباحت ہی ہم ثرید وہ کھانا ہی جو شوربے میں روٹی
ترکرنے سے مرتب ہوتا ہی جب قرض ہوا تو رد مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہی اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السہم ولا الضمان لان الرمی یجری مجری الاہلاک صیرفیۃ اور تیر کی
عاریت صحیح ہی اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاکی کے ہی کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہی مالک کی اجازت سے لہذا اسمین تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہی منفعت کے معلوم ہونے سے وله ان یرجع متی شاء لما تقرر
انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہی کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان
بالقیمۃ مقلوعین لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہی کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی ضمانا زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کرہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان
یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرالی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر مستعیر کو اتنا
تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگیا کھودنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا
اعتبار ہی کذا فی البحر مثلا درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہی اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے واذا استعارہا
لیزرعہا لم توخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا او لا وتترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاے
خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑی جائیگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان
کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایہ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ
دیتا ہوں اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہی اور بعد اسکے جمنے کے اسمین گفتگو ہی مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی
النہایہ ص قول مغنی یہی مختار ہی کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ ومونۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیرنا
اسپر واجب ہی فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مونۃ الرد علیہ نہایہ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اس وقت کے پھر عاریت
ضائع ہوگئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ہم اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہی اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ رہن الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہی کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہی کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مونۃ الرد علیہ
اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہی وکذا الموجر والغاصب والمرتہن مونۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسیطرح موجر اور غاصب

اور مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہو بسبب حاصل ہونے منفعت کے انہین کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی سو جو خرچ
لازم ہوتا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسیر ہو گا جسنے اسکو اخراج
کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ فتنفی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہو گا کذا فی المجتبی یعنی شرکت مین
رو راس المال کا خرچ اور مضاربت مین صاحب مال پر ہی اور ہبہ مین واہب پر کذا فی النہر وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا
مطلقاً یقوم علیہا ولا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح مین یا مالک کے چاکر
مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا
ہر یومیہ دار کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال مین داخل نہین ہوتا بخلاف نفیس کجوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے
پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہو گا و بخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ
اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہو گا بسبب
تعدی کرنے مستعیر کے بعد عاریت کے رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے
دینے مین انقضائے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقاً تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمین عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی
سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہے جبکہ بعد انقضائے مدت ہو
ہو نہ مطلقاً و بخلاف رد ودیعۃ و مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہین یعنی جب خود مالک کو پہونچاویگا تو تسلیم
ثابت ہو گی و اذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخص لیلائم البناء و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے
عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اسمین زراعت کرون تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل ہو ہے
ہم عاریت نامہ لکھنا فضل ہے نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہ ہے تا بتطاول مدت کے مستعیر عاریت لینے کا انکار نکرے العبد و ان المعاذون یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا
مالک ہے یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگرون کا دستور ہے کذا فی النہر و المحجور اذا استعار و استہلکہا یضمن بعد العتق غلام مجبور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے
آزاد ہونے کے بعد و لو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر غلام مجبور اپنے مانند دوسرے غلام مجبور کو عاریت دے سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال
تاوان دے و لو استعار ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن و الا ضمن لانہ اعارۃ
و المستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے مین ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکے
بدن پر ہے لباس وغیرہ سے تو مستعیر پہ تاوان نہین اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر
ضمان ہے یعنی اسواسطے کہ اسنے مال پرایا ضائع کیا تاوان کو ذکر وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے
رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اسپر تاوان نہین اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہین گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ
اور تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل و کذا القاضی و الوصی باپ کو جائز نہین اپنے لڑکے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب
نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہین ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمین بہ رجوع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت
دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب و اخذہ بغیر اذنہ و استعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون
اسکے اذن کے اور اس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ہم تو اسمین دو قول
ثابت ہوے جہز ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا
یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا باپ نے
اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج دائمی ہو کہ باپ اپنی جہیز کو
دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہو گاہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور رعایت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت
کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور مان اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ہم یعنی اگر مان یا ولی
صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم مان اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما ادعیہ
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اسکو فلانی چیز عاریت
دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیۃ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ
الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے تو موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علماء و
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف
کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن مولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزینہ
لینے والون کے وظائف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اُنکو دوبارہ دیگا وقف کے
مال سے چنانچہ حاشیہ اخی زادہ مین شرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو السعود رح سے اور مصنف رح نے اسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے
اسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل
انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال
قبضتہا فی حیاتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثون نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی سے تاوان واجب
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ہم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قرضے ادا یون امثال
سے ہوتا ہے تو ادعا ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بالسمجھا جاتا ہے اُس حق کا جو دیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت وظاہرہ

انہ لایصدق لافی حق نفسہ والافی حق الموکل وقدافتی لبعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لافی الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیہ فلیتامل عندالفتوے مین کہتاہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتاہی کہ وکیل کی تصدیق نہوگی نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہانے فتوی دیاہی کہ وکیل کی تصدیق اُسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیاہی تو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق یہ دلالت نہین کرتا بلکہ اُسکی عبارت سے یہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علی المیت تو افتاے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہ رہی کذافی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اُس صورت مین ہی جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذافی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہی معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین ہی اور اُسکے پاس ودیعت ہی غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر اُنکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہی کہ میت مرگیا اور یہ بیان نہ کرگیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ ادا ے کل دیون مین کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب وفی العاریۃ علی الذہاب والمجی لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہی یعنے اور پہونچانا بدون آنے کے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اُسکے آنے کا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اُسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اُسنے اُسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اُسپر ترکون نے مثلاً غارتگری کی تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہی رواج مین یعنی اور بلاتعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ولیسکن واذا خرج فی البناء للمالک اجر مثلہا مقدار السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلاعوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور جب وہ اس مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا دیسی زمین کا بقدر اُسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلاعوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہی جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کے وقت وکذالو شرط الخراج علی المستعیر بجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بہ سبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہی اجارے کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہی کہ قدر خراج مجہول ہی والحیلۃ ان یوجرہا الارض سنین معلومۃ ببدل معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہی کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے ادا ے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطا اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت لا یاثم بترکہ الافی القران لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب مانگ لی سو اُسمین غلطی پائی تو اُسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتاہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہی بخط مناسب قرآن ہم اصلاح مین بضاے مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی

ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک
کاغذ علیحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور بمحل خطا پر نشان کردے تا مالک اُسکا مطلع ہو کر درست کرے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادت ہے کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ
شعر وسفر رأی اصلاحہ مستعیرہ یجوز اذا مولاہ لا یتأثر ش اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین اُسکے مستعیر نے جو غلط کرنا معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک
آزردہ نہو وفی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات مین اگلی بیت ہے ہم معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور پہیلیان اور پہیلی
س ۰ وای معیر لیس یملک اخذ ما ٭ اعارہ وفی غیر الرہان التصور ش اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سوا اسمین یہ مسئلہ
متصور ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین [illegible] وہل واہب الابن یجوز رجوعہ ش
اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام
مالک نہین ہوسکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ش وہل مودع ما ضیع المال یخسر ہ اور ایسا کوئی
مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اُسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم
میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلاعوض سے ہو لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ہبہ لغت مین عبارت ہے فضیلت حاصل
کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو وشرعا تملیک العین مجانا ای بلاعوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کردینے سے
مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین ہم تملیک عین سے اباحت و عاریت ہبہ سے خارج ہوگئی اور بلاعوض سے اجارہ اور بیع نکلگئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا
ابن کمال نے تملیک حال کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب
نہین کہ عدم عوض شرط ہے اسمین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور
دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ
کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین [illegible] کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اُسنے دین پر قبضہ کیا
تو دین عین ہوگیا تو تملیک عین متحقق ہوگئی وسببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی ش ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر
دنیوی ہو چنانچہ عوض ومحبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید
والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھائے جس طرح اسپر یہ واجب ہے کہ اسکو
توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہوجائے اور وہ نہایت مذموم ہے
اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وہی مندوبۃ وقبولہا سنۃ
قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تاکہ باہم دوست
ہوجاؤ ہم اور کاہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہوجائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا وشرائط صحتہا
فی الواہب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ہبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنے والے مین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہین اگرچہ ملک کا سبب ہو وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرط یہ ہی کہ موہوب یعنی بخشی ہوئی چیز
ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع ممیز غیر مشغول لغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا صاحب نہر نے کہا ہی کہ قبض آومر دری ثبوت ملک کے واسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہی قبل قبض کے
بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہو نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رحمہ کے کلام سے نکلتا ہی کہ قبض صحت کی شرط ہی اور باقی شرائط موہوب
کی فتاوی عالمگیری میں یون مذکور ہی کہ موہوب موجود ہو ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو اس سال پیدا ہوں گے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال
معدوم ہین اور انہی میں سے یہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور انجملہ یہ شرط ہی کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی ورکنہا ہو الایجاب والقبول کما سیجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی چنانچہ آگے آویگا وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع
والفسخ اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہی یعنی سوا ان سات صورتوں کے
جو مذکور ہونگی وعدم صحۃ خیار الشرط فیہا فلو شرطہ صحت ان اختارہا قبل تفرقہما اور حکم ہبہ صحیح نہ ہونا شرط اختیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو
اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب کے کہم بہتر یہ تھا کہ مصنف رح یون کہتا وعدم صحتہا بخیار الشرط بقرینہ تفریع کے والاحاصل اسکا یہ ہی کہ ہبہ مطلقا صحیح ہی اور شرط باطل ہی وکذا الابراء
صح الابراء وبطل الشرط خلاصہ اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابراء کرے تو ابراء صحیح ہی اور شرط باطل ہی کذا فی الخلاصہ معلم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا اصوب ہی چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی والا شبہہ
عیب صحیح ہی وحکمہا انہا لا تبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح ویبطل الشرط اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ
آزاد کرے صحیح ہی اور شرط باطل ہی وتصح بایجاب کوہبت ونحلت او رہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مین نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتک
ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح اور مین نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو خلاصہ مین ہی کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق فرح اور خوش طبعی کے سو واہب نے
بلا مزاح ہبہ تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا بقول صحیح انتہی اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہی جسکو
مصنف نے متن کی دلیل سمجھا ہی اور یہ لازم اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین بخلاف
اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا بحر بخلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیرے کھانے کو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور اطعام
ہی اُسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر بووے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا او الاضافۃ الی ما یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا
وجعلتہ لک لان اللام للتملیک یا ایجاب مین اضافت ہو اُس جزو کی طرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مین نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے لیے
مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہی مح طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا او بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو بخلاف جعلتہ باسمک
فانہ لیس بہبۃ بخلاف اس قول کے کہ اسکو مین نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرایا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہی مح یہ قول غیر اظہر ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین
ظہیریہ سے منقول ہی کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی مین نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہی یہی قول اظہر ہی اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ مین
کذا فی الطحطاوی وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفیدہا ابۃ خلاصۃ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہی مگر اسوقت ہبہ ہی جبکہ اُسکے پہلے ایسا
کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ مح قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی اباحت یا نکاح سے ہی یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت
فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا دل راغب ہی
اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھپر یہ حلال ہی تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا واعمرتک ہذا الشئ
اور مین نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی مح عمری یہ ہی کہ فی الحال مالک کر دے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے سو تملیک صحیح ہی
اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے یہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ

کی مملوک ہی اور اُسکے وارثون کی ہی بعد اُسکے کذا فی الزیلعی **وحملتک علی ہذہ الدابۃ** ناویا بالحمل الہبۃ کما مر اور مین نے تجھکو اس جانور پر محمل کر دیا حمل سے ہبہ کی
نیت کر کے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا ہم حمل گاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی **وکسوتک ہذا الثوب**
اور مین نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا مم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا یا جبکہ اُسکو کپڑے کا مالک کر دیا اور عاریت مین اس طرح
نہین بولتے **وداری لک ہبۃ** اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر مم لفظ ہبۃ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر **او عمری تسکنہا لان قولہ**
تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیر الاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور
عمری کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر بننے کی لیاقت نہین رکھتا
تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اسطرح کہ اُسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے
لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے
موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر مم لفظ ہبۃ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا
خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر **وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ** نوازل اور حاصل کلام یہ ہی
کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہی کذا
فی النوازل **وفی البحر** اغرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو جاتا ہون اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی
مم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے بصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہین ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی
الطحطاوی **وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل الحنث**
بر دیگر حنث **بخلاف البیع** اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنے موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر
واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول کیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنے
اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ
بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جب تک قبول
نہ پایا جاوے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی **وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس** اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض
کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا مم قبض بجاے قبول کے اسواسطے
ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض مفید مجلسی
ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی **وبعدہ**
ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے **وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض**
بعدہ اور محیط مین ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بہ مجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اُسکے بھی
والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا
قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اسکی طرف بلند کیا یعنے سامنے کیا تو قبض نہوگا بسبب
اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر **وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار** اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

سامنے کر دے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع مین وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہا یا حوالہ کرنے سے ۱۱

اور درر مین ہے اور قول مختار یہ ہے ہونا قبض کا بیچ تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کر دیا تو قبض صحیح ہو گیا بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی النتف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہیں ہین بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہین ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد رحم و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین ۱۰ بدل سلم مین جبکہ بعض بدل کھوٹا ہو تو اگر کھوٹے درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصہ کے سلم باطل ہو گی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا کہ گیہون کی بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحلبی عن المنح

ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کر دیا قبض سے تو اُسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس مین اور بعد مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین نہ مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض صریح ہے اور ممانعت صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہان جا کر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہین تو نہین **وتتم الہبۃ بالقبض الکامل** اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ہم قبض کامل متقوم مین وہ ہے جو منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے یا موہوب پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل بہ تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر **ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب لا مشغولا بہ** ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب **والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع تمامہا وان شاغلا لا** اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر **فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح** تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گھر جسمین واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کر دیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر **وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل الملک لواہب لا مشغول بہ** اور اُسکے بالعکس ہین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین مین فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے نہ مشغول ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل **لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا** عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم منجملہ اسکی صورتون کے ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر مین ہے اور گھر تسلیم بھی کر دیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے گھر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تھا حقیقۃً تو اُسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی ملک ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی **کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ** تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اسواسطے کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی **وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا یجوز**

الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا
گھر ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اُس گھر مین رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ
صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ ومتاعہا فی ید الزوج فصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر
مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ زوجہ
نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمین رہتی ہی اور اُسکا اسباب اُسمین ہی اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر مین رہتا ہی تو یہ ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ زوجہ گھر
اور اسباب کے زوج کے ہاتھ مین ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیتہ الوہبانیۃ فقلت شعر ومن وہبت
للزوج دارا لہا بہا ٭ متاع وہم فیہا فصح المحرر اور مقررین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا
جسمین زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی ہم وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی ومن وہبت للزوج
دارا لہا بہا ٭ متاع وہم فیہا فقولان یذکر) یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمین رہتے ہین تو دو قول
اُسمین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا المتاع فی یدہ اور جوہرہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت
رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنی جب شاغل بطریق ودیعت
موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول پر تسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی
قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر
اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی رہا ومشاع لا یبقی منتفعا بہ بعد ان تقسیم کبیت وحمام
صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر
ہم مشاع لا یقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا بایمعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین
رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے
لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع مین جو قسمت پذیر ہی ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدر قہستانی نے کہا جسکی
قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور نہین تو قسمت پذیر ہی انتہی بحر الرائق مین ہی کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہی کہ جو
چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نمانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ
گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نکر سکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی
عامۃ الکتب وکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ
اکثر کتب فقہ مین ہی تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ شاع کا باطل ہونا مذہب ٹھہرا ہم درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ
عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہی ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز معتمد ہی یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کی طرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی
فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر ڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنے مانع قبض کامل

اشاعت بھی سو قسمت اور تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم
کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا

درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ
فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی آکد من لفظ الصحیح کما بسط المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درر مین ہی فصول سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے
اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے بزازیہ مین ہی برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا ہی عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے
اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ سلبی
مین ہا تقانی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے
نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ ہستا نفعا
ہی ورنہ جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی نہ محمد رح کے نزدیک اور
خلاف محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہین اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ

قال فی الدرر نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہان
جائز ہی اور شرنبلالیہ مین ہی اسپر اعتراض کیا ہی کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہو جاتا ہی قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسد بالاتفاق اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن
اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہین
بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین ہبہ

کو باطل کر دے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا وزرعا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما
یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونون کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی
مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ مین ہم زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے
یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شئ واحد کے مانند ہی پھر جب احد ہما مستحق ٹھہرا تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ مین تو

ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ولان الاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما
قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہوا تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند
ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہی اس قول مین سہو آگاہ
ہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین
ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی
ارض وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور اون کا ہبہ بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین بواسطے
کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہی ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنے مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کرکے ہبہ اور تسلیم کر دے تو
جائز ہی بسبب دور ہو جانے مانع قبض کامل کے وہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب سکے

اذن سے جدید کا ظاہر یہ ہی کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی بر و دہن فی سمسم و سمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید بر خلاف اُس آٹے کے جو گیہون مین بالقوۃ ہی اور اُس تیل کے جو تلون مین ہی اور اُس گھی کے جو دودھ مین ہی کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین ہوا سلیکہ وہ بالفعل معدوم ہی تو مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہین کذا فی الدرر وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوک ہو جاتا ہی قبول کے لینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین ہو ہبہ کے وقت اگرچہ اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جبکہ موہوب لہ قابض ہے ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہی یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہی ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہوگا بلا قبض جدید مستانف واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ دونون قبض ہم جنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنے کے اور ادنے اعلی کا نائب نہین ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہی کہ غصب سے قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہی اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی سے الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہی اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر اُنکے عیال مین ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہی کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ اور موت کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہی عقد سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ مین اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہی کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہی والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہی کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اُسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون مین سے ایک شخص ہی اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنے اُنکی پرورش اور حمایت مین نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہی اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لفوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہی اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش مین ہو ورنہ اگر پرورش مین نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ الیسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ حتے لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہی صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ نافع محض مین بالغ کے برابر ہی تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز انتہی مین کہتا ہون لیکن برجندی مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہی اور حالانکہ باپ موجود ہے

تو بعضون نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہین اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی ھم یہ استدراک ہے عند عدمھم کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام
وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وعزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہے برخلاف اُس قول
کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہے ھم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ
کے مضمرات سے نقل کیا ہے بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغرا سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی

لکن عبّنہ یحتملہ بوصل ولو بامہ والاجنبی ایضاً فتامل لیکن مصنف رح کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولو مع وجود ابیہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو
اُسمین تامل کرو ھم یعنی جسطرح مصنف رح کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وبقبضہ ولو ممیزا اسیطرح اگر اُسکو امہ والاجنبی سے وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے
کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح
ہے کذا فی السراجیہ وفیہا حسنات الصبی لہ وللابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ مین ہے صغیر کی نیکیاں اُسکے واسطے ہین یعنی اُسی کو ثواب ہے اُنکا اور اُسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ
کا ثواب ہے ھم بعضون کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اُسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہین کہ حسنات اُسکا کفارہ ہون لہذا
اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اُس
مال کا کھانا مباح ہے جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہین انتہی ما فی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہین مگر بضرورت
چنانچہ افلاس والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی مما یصلح للصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المھدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب ومن معارف

الام فللام قال ہذا للصبی او لا لوگون نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہے اور اگر ایسا
نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت دارون یا اُسکے دوستون سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب و دوستون سے ہے تو
تحفہ اُسکی ماں کے واسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہے یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او الام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ مین نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے
تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسیطرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ

لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اُسکو جائز نہین جبتک
کپڑے بنانے کے وقت یون بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہین ھم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اُسکے
حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنا لے کے وقت بیان کر دے کہ وہ عاریت ہین تا غیر کو دینا
ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ
اور مبتغی مین ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ھم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ
تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت مین مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہو گیا

کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی
وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اُسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کے
زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُنمین برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر
(۱) کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ھم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہے
اسکو زیادہ دیوے تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اُسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ میں اپنا مال امور خیر میں صرف کر ڈالوں تو یہ بہتر ہے اسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمد کا قول یہ ہے کہ بیٹی کا دو بیٹے کو
دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز و اثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال میں تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار
ہوگا ھم یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو کرنا چاہیے اور ہبہ
مذکور منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب وارث اسمیں میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر ورثہ تا موت قول ضعیف ہے واللہ اعلم ونیہا الاب لیس لہ
شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ میں ہے کہ باپ کو جائز نہیں اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا میں احسان ہے
یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وفیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتی لا یرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ میں ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب
اپنا ہبہ نہ پھیر لے ویقبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لہا بعد الزفاف ما وہب لہا صح قبضہ ولو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ فصح قبض الاب
کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح
میں بہ سبب نائب ہونے زوج کے اسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض لا کہ
شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اُسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ھم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر میں نکاح کے بعد وقبلہ ای الزفاف لا یصح
لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہیں بسبب نہونے ولایت کے وہب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع دو شخصوں
یعنی دو شریکوں نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ھم اسواسطے کہ دونوں شخصوں نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا
کذا فی الدرر والمنح وبعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغوں کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہیں بسبب
شیوع کے محتمل القسمۃ میں ھم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ میں اور وہ مبطل ہبہ
ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو جیسا کہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصوں کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قید کبیرین
لانہ لو وہب لکبیر وصغیر فی عیال کبیر او لابنیہ صغیر وکبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغوں کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ
کی عیال میں داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہیں بالاتفاق ھم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یوں ہے لو وہب لکبیر وصغیر والصغیر فی عیالہ
اور دونوں کتابوں میں محیط سے تعلیل مسئلہ یوں منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ
عیالہ کی ضمیر واہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ میں کذا فی الطحطاوی وقیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا
اور عدم جواز میں ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصوں سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھے
یا اجارہ دے تو جائز ہے واذا تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع
اور جبکہ دس درہم دو فقیروں کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضاے ذات اقدس الہی
ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ھم زیلعی میں ہے اور فقیر نائب ہے خداے تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتی لو قسمہا
وسلمہا صح نہ صحیح نہیں صدقہ دینا دو مالداروں کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم
مذکورہ کو قسمت کر کے اور دونوں کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ھم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے وہب لرجلین درہما صحیحا یکیلا
شخص نے دو مردوں کو ایک درہم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا
لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہیں کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہیں اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

منہ (؟)

اور ایک صغیر کو حال آنکہ وہ صغیر اس ایک بالغ کی عیال میں ہے یعنی واہب ہے

وہ در حکم اسباب کے ہی ومعہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما فانصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درہم ہین سو اسنے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اُن دو درہمون سے ایک درہم تجکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درہم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ اسمین جبر علی القسمۃ جائز ہی کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقاً اور اگر دونون درہم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایک درہم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہی اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہی اور اسیواسطے اگر دونون درہمون کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہی مطلقاً خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ لجارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواحد علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہو ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہی اور جائز ہی ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہی واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھپت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہی والا اُسکی صراحت نہین کلام مین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہی اسی طرح ہو ہبہ بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اسمین اور دوسرے مین جائز ہی انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہی رجوع فی الہبۃ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہی اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہی نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہی بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہین ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو ندیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اُسکو رجوع فی الہبۃ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریماً وقیل تنزیہاً نہایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہی ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی النہایۃ ہم حدیث مین وارد ہی اسکے مثل جو دیتا ہی پھیر لیتا ہی اُس کتے کی سی مثل ہی جو کھاتا ہی پھر جب آسودہ ہوتا ہی تو قی کرتا ہی پھر اپنی قی کو نگل لیتا ہی اور دوسری حدیث یہ ہی کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ ترحقدار ہی جب تک اُسکا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہی اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیٔ صح وکان عوضاً عن الہبۃ لکن سیجیٔ اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہی کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہین ہم موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ مین جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہ ہی کہ آنسو نے اُسکو زخمی کر ڈالا خزق بمعنی طعن ہی تو گویا اُنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب مین ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانے کی موجب ہو ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہی چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہو گیا لیکن خانیہ مین

اُسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اُسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہی اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود
نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول مین محیط مین ہی کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع
جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور
بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسی طرح جمیع حیوانات مین اور اسی طرح فتاوی عالمگیری مین ہی اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہ از قبیل
زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عدا زیادة فی کل الارض هو الارجح زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین اشبہ ملکیہ عمارت

اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت مین شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہی ولو عدا فی قطعة منها امتنع فیها فقط زیلعی
اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اُسی قطع مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ اگر خالی
زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین کل
مین نہ بعض مین اور اگر یہ زیادت مین معدود نہو یا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دکان نہایت صغیر بنادے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو
اُسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ

کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطة وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواته وعفو جنایته وتعلیم قرآن وکتابة

وقراءة ونقط مصحف باعرابه وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوها اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگنے اور کپڑے کے شوب کے اور
جوان ہوجانے صغیر اور سماعت بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجے کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم
تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلاً اور مانند امثلہ
مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر
موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہی جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسی کا عمداً خون
کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کردیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہی لہذا اُسکو
زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا وفی البزازیة والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ مین ہی اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر
نقصان کرے تو مانع رجوع نہین ہم عورتون کا حال حاملہ ہونے مین مختلف ہوتا ہی بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہی اور بعض دُبلی اور بدصورت تو

در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادة ففی المتولدة ککبر القول للواهب وفی نحو بناء وخیاطة وصبغ للموهوب له
خانیه وحاوی ومثله فی المحیط لکنه استثنی مالو کان لا یبنی فی مثل تلك المدة اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف
کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہوجانے مین واہب کا قول معتبر ہی اور مانند عمارت اور درخت اور رنگنے کے موہوب لہ کا قول مقبول ہی کذا فی الخانیہ
والحاوی اور مانند اسکے محیط مین ہی لیکن صاحب محیط نے اُس عمارت کو مستثنی کیا ہی جو بن نہین سکتی اسقدر مدت مین ہم توضیح اختلاف یہ ہی کہ مثلاً موہوب لہ
نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہین مین نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف

مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادة المنفصلة کولد وارش وعقر وثمرة فیرجع فی الاصل لا الزیادة زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع
نہین ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع کرے نہ زیادت مین ہم مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا
اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہی موہوب سے جدا اور زیادت

منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہین لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب
نہ پھیرے جب تک کہ اسکا بچہ اس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف رح کا قول ہے نہ امام رح کا تو اس سے
خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین
جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ مریض مدیون بمستغرق وہب امۃ فماتت
وقد وطیت ردہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ مین ہے مریض مدیون ہے جو سراپا مستغرق بدین ہے اسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مر گئی اور حالانکہ موطوءہ ہو گئی
خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیر دے اسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے م رد ہبہ بلحاظ حق غرما ہے والمیم موت
احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مر گیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین
فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ مین ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے م اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب
کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اسکی حیات مین مین نے قبضہ کیا
تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال اشعار کفارۃ
دیۃ خراج ورابع ٭ ضمان لعتق ہکذا النفقات ٭ کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا ٭ بموت لما ان الجمیع صلات ٭ اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہو جاتے ہین
موت سے تو یون کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسی طرح نفقات اور اسی طرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جانا ہے موت سے
اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین م سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کر دیا اور اسپر تاوان
لازم آیا بسبب اسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مر گیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظاً یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب
لہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے م طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی نیت کافی ہے یعنی بلا ذکر
موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اسکا
بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا م اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر
انہ عوض رجع کل بہبتہ اور اگر موہوب لہ یون ذکر نہ کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے وکذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع ولو العوض مجانسا
او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہے اسیواسطے عوض مین ہبہ کی شرطین مشروط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا
اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخون مین بجا بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ
تحریف ہے کاتبون کی م مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کی
دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو اسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہو جاوے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین کہ عوض دے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے م تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے
عوض دے تو جائز ہے ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو
پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر م وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہین ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر
قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من
المسلم بحر اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر م یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لایکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ ببعض عن الباقی لایصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الاخر ان کانا فی عقدین صح والالا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ہم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدل الجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ عوض اسکی صحیح نہو وکذا لو صبغ لبعض الثیاب اولت لبعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے سے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب سیر بھر ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے بایں شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف ادائے دین ہم یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان ومالا فلا الا اذا شرط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب بہما لا بالحبس ولا بالملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کرے یعنی مال دیکر مجکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی یہ مطالبہ نہین ہار دارا اور استخلاص کا حبس سے نہ لازمت سے سو اسمین تامل کرم شاید وجہ رجوع یہ ہو کہ عرف مین اُسکا ضمان لازم ہوتا ہو اور شارح نے بلفظ فتامل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا مین نظر ہو کذا فی الطحطاوی **وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض** اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے مم جو ہر ہ مین ہو کہ یہ رجوع نصف عوض اسوقت ہو جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی مین ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی **وبعکسہ لا** ما لم یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ **یتخیر لعدم سلامۃ العوض** اور بالعکس اُسکے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ مین رجوع نہین جب تک کہ باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کے رکھتا ہو ابتداءً تو بعض مین سو اسی طرح اُسکی صلاحیت بقا مین بھی رکھتا ہو لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے مم طحطاوی سے لکھا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی در صورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض مین بسبب سلامت نہ رہنے عوض کے **والمراد العوض الغیر المشروط فان المشروط فمبادلۃ** کما سیجیء **فیوزع البدل علی المبدل** نہایہ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہو جو غیر مشروط ہو عقد ہبہ مین سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہو یعنی درحقیقت وہ بیع ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق مین بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایۃ **کما لو استحق کل العوض حیث یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ** چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ مین رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہین یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہو **کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع** خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ مین زیادت ہوگئی تو رجوع نہ کرے کذا فی الخلاصۃ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہو **وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ہالکا وہو مثلی وبقیمتہ ان قیمیا** غایۃ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہو کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمتی والا ہو کذا فی الغایۃ **ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض** ولا یضر الشیوع لانہ طاری اور اگر نصف ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض مین رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہو وہ مضرت نہین کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہو

تنبیہ یہ آگاہ کرتا ہو شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بہ غیرہ وفروع المذہب مطلقۃ کما مر فتدبر مجتبی مین منقول ہو کہ عوض ہبہ مین یہ شرط ہو کہ عقد ہبہ مین عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہین ہو انتہی اور مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کے ہین چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے مم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہو کہ گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہو یعنی اور آٹا نہین ہوتا مگر بعد گیہون کے اور از انجملہ دو موہوب لونڈیون سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہو کذا فی النح **والخاء خروج الہبۃ عن ملک الموہوب لہ** اور خائے معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہو موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہو رجوع کا **ولو ہبۃ الا اذا رجع الثانی فلا اول الرجوع سواء کان بقضاء او رضی** کما سیجیء ان الرجوع فسخ حتی لو عادت بسبب جدید بان تصدق بہا الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول خروج عن الملک مانع ہو رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہو خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہو فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہین ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اُسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نکریگا **ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع** اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی مین رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع مین حاصل ہوا ہو نہ نصف باقی مین وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجا عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ لقولہ اور مصنف رح نے خروج مین بالکلیہ کی قید لگائی بایں معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اُسپر تفریع کی بقول آیندہ **فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اُسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہوگیا تو یہ مانع رجوع کا نہین ہم اسواسطے کہ قربانی کا

گوشت ملک مین داخل رہتا ہی تو خروج عن الملک ثابت نہوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ قربانی مذکورہ اور متعہ ادا ہوجاتا ہی محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہین اور صحیح یہ ہی کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہی ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کے مانند متعہ[1] اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام مین نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج وان وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج مین ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف رح ہم جب تک فقیر نے خیرات نہین پائی تب تک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لغریمہ او لولی

الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع خانیہ ایک غلام جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبۃ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکریگی اور امام رح کی ایک روایت مین جیسے نکاح عود نہین کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والزای الزوجیۃ وقت الہبۃ اور زا سے مجھے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأتہ لا کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا

تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اذ لا ید للمحجور اما الوصی لہا بعد موتہ فتصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہین ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اسکی مرض الموت مین ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہوجائیگا اسواسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہین اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کرجاے اپنی موت کے بعد یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض[2] کرادیا جاویگا کذا فی الکافی ہم ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہین رکھتی بسبب محجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی ہم محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی او لعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہین چنانچہ اپنی رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربائب[3] اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا ہم ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ مین رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ مین رجوع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونون یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہون تو رجوع جائز نہین باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونون شخصون مین سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہی رجوع فی الہبہ کا کذا فی البحر ہم غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم وقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع درر اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ بیالہ یا چکی سو دونون نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے مین رجوع جائز ہی بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والہاء ہلاک العین

---
[1] یعنی تمتع کہ اول عمرہ حج کے مہینون مین کرکے حلال ہوچکے پھر آٹھوین ذی الحجہ یا اس سے بیشتر احرام حج کا باندھے اور قران یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور حج مین حلال ہو ۱۲

[2] یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جاویگا ۱۲

[3] [illegible] یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے اسکی عورت کے ہمراہ آئی ہو ۱۲

[illegible]

الموہوب ہے اور واہب ہو نسے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ذک سے تلف ہوجانا عین کا یا اسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقاے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیے کہ خروج عن الملک معنی ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحہ کذا فی الطحطاوی عن المکی ولو ادعاہ ای الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال الواہب ہی ہذہ یمین حلف المنکر انہا لیست ہذہ خلاصہ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یون قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز نہین ہے کذا فی الخلاصہ کما یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی مسبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یون قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہین جبکہ بھائی دعوے کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ م یعنے جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ مین تیرا بھائی ہون تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہان مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمین قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا اگر دونون کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع مین م بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہین پھر جب اسمین اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لیگا بلا رضاے موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوب کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم م جبتک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ بتراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب مین ثابت ہے تو اسکا تصرف اسکی بیع اور عتق مین نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اسکے پاس تلف ہوجاے تو اسپر تاوان نہین کیونکہ اسکی ملک بنوز قائم ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہین اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع باحدہما بقضاء او رضی کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل واعادۃ لملکہ القدیم لا ہبۃ للواہب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین مین سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے م اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون قبض کے اور جبکہ قبض کرایگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلہذا لا یشترط فیہ قبض الواہب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ ہوگا اسیواسطے شرط نہین رجوع مین قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم وللواہب ردہ علی بائعہ مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا م یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر دی چیز دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض لغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے م یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا رد بالعیب بقضاء بلا قضاء سے اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا م چونکہ حق مشتری سلامت مبیع مین ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لیگا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃً لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جداگانہ تو افتراق

بیع اور ہبہ کا ظاہر ہو گیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب برجوعہ فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل
یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ہم زوایدِ منفصلہ
جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم
ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من الموانع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا
الاتفاق منہا جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اُس موضع میں جسمیں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں
تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ
اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہاں ہبہ ہے ثم قال وکل شی یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے
عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمیں اقالہ کرنا نافع نہیں
بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین
غیر مقبوض ہے وفی الدرر قضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل
ہو گیا تو رجوع عود کریگا مع زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہو سکتا مگر خروج عن الملک میں ہو سکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس
وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع
فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہو گئی اور اُسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ بھریگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اُسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرر یعنی
فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہو جاوے
پھر ایک مرد اُسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہنا لان
قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے
اور یہاں غرور نہیں بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے عدم عقد نہیں یعنی عقد معاوضہ نہیں والا عاریت اور ہبہ میں عقد ضرور ہے خلاصۂ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت
تلف ہو جائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان بھر لے تو مستعیر اُس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم وبیع انتہاءً فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ وتؤخذ بالشفعۃ
ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداءً وانتہاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے
تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیۃ سے
پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اُس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ
میں نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اُسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی تو رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسیطرح
خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوئی تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم
جائز نہوگا اور قبض شرط نرہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معیناً لانہ لو کان مجہولاً بطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداءً وانتہاءً

اور عوض مین مصنف رح نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو درصورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونون
اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب الواقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقف نے
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہین اور اگر استبدال اُسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے
اسکو ذکر کیا ہی وفی المجمع واجاز محمد ہبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہی اور
جائز کہا ہی محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اُس عوض کے جو قیمت مین برابر ہی موہوب کے اور شیخین رح نے اسکو منع کیا ہی مین کہتا ہون تو
شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ھم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رح کے
نزدیک جائز ہی اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہی کہ جب واقف نے
استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہی ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہی واقف کی شرط مین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے
تبرع اور احسان ہی اور وہ ممنوع ہی طفل کے مال مین احسان کرنے سے مطلقاً **فصل فی مسائل متفرقۃ** یہ فصل ہی ہبہ کے مسائل متفرقہ مین **وہب امۃ الا حملہا او علی
ان یعتقہا او یستولدہا او وہب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منہا ولو معینا کثلث الدار او ربعہا علی ان یعوض فی الہبۃ والصدقۃ شیئا منہا
صحت الہبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی الصور الباقیۃ لانہ بعض او مجہول والہبۃ لا تبطل بالشروط** لونڈی ہبہ کی سوا اُسکے حمل کے یا ہبہ کی
اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اُسکو آزاد کرے یا اُسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر مین سے کچھ واہب کو پھیر دے اگر بعض معین ہو
چنانچہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے مین سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہی اور پہلی صورت مین استثنا حمل باطل ہی اور باقی صورتون مین شرط
باطل ہی اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہی یا مجہول ہی اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے ھم مجہول ہونا پچھلی دو صورتون مین ظاہر ہی نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ اور
رابعہ مین تو ہدایہ کی تعلیل بہتر ہی کہ یہ شروط مقتضائے عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومیۃ
العوض اور نہ بھولیو اُس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ھم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی سراج مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس عقد کی شرط قبض ہی
تو شرط اُسکی مفسد نہین ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فی الطحطاوی **اعتق حمل امتہ ثم وہبہا صح ولو دبرہ ثم وہبہا لم یصح** لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ
بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہی اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی
ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہی کہ موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی درصورت عتق حمل واہب کی
ملک پر جنین باقی نرہا تو موہوب مشغول بملک واہب نرہا **کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین** بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد او ان مت بالفتح انت
فانت بری من الدین او ان مت من مرضک ہذا او ان مت من مرضی ہذا فانت فی حل من مہری فہو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہین تعلیق ابراء دین
کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آ دے یا تو مر جاوے تو تو بری الذمہ ہی دین سے یا زوجہ کا یون کہنا
اپنے زوج سے اگر تو مر جاوے اپنے اس مرض سے یا مین مر جاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہی ماخوذ نہین تو وہ باطل ہی کیونکہ وہ مخاطرہ اور
تعلیق ہی ھم بجئی غد مین مخاطرہ نہین مگر جب مجئی غد کو بقاے دین کے ساتھ لاحظہ کیجیے کذا فی الطحطاوی **الا بشرط کائن** لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان
لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق ابراکی بشرط محض صحیح نہین مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہی تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر
میرا دین تجھپر ہو تو مین نے تجکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہی وکذا ان مت بضم التاء فانت بری منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیہ اور اسیطرح یہ تعلیق کہ
اگر مین مر جاؤن تو تو اُس سے بری الذمہ ہی یا تو دین سے پاک ہی ماخوذ نہین اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیہ ھم مرض مخصوص مشار الیہ سے عرنا

یقینی نہیں لہذا شارح نے اُسکو وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہی لہذا اُسکو یہان ذمیت کہا جاز العمری للمعمر لہ ولورثتہ بعدہ لبطلان الشرط ہبہ بطریق
عمریٰ جائز ہی اور موہوب اُسکا مملوک ہی جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اُسکے اُسکے وارث کا مملوک کر دیا قسبب باطل ہونے ردکی شرط کے عمریٰ بضم اول یہ ہی کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اُسمین رہے پھر جب موہوب لہ مرجائے تو واہب یا اُسکا وارث اُسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب لہ
اور اُسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی لا الرقبیٰ لانہ تعلیق بالخطر رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہی خطر پر رقبیٰ بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہی
بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہی اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہی امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہی کہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ ہبہ بطریق رقبے صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن المضمرات واذا لم تصح تکون
عاریۃ شمنی لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی لمعمرہ فی حیاتہ وموتہ لا ترقبوا فمن ارقب شیئاً فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبے صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریۃ
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمریٰ اور عدم جواز رقبیٰ احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمریٰ تو اُسکا مال اُسکی زندگی اور
موت مین وہی شخص ہی جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اُس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبیٰ لینے والے
کی میراث ہی بعث الی امراتہ متاعاً ہدایا الیہا وبعثت ہی لہ ایضاً ہدایا عوضاً للہبۃ صرحت بالعوض او لا ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج
انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف وارادا الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضاً یسترد کل منہما ما اعطی اذ لا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفۃً
بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اُسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی
کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اُسپر اُسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلہ بھی نہیں یعنی اُسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استہلکہ
احدہما یضمن الآخر ضمنہ لانہ من استہلک العاریۃ ضمنہا خانیۃ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کر دیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اُسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کر ڈالے وہ اُسکا ضامن ہے کذا فی الخانیہ هم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم نہ
ہوگا کذا فی الطحطاوی ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراؤہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اُس شخص کو
جسپر دین ہی اور دین کا معاف کر دینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو
هم قبول کی اسواسطے حاجت نہیں کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہی اور اسقاط مین قبول شرط نہیں اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا
موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے اُس قبض کے جو متحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہیں لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط
وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہی بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہی مجلس اور غیر مجلس مین رد کر دینے سے اسواسطے کہ اسمین
معنی اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ هم معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہی یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین
معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہی لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام ردلا یرتد فی الصحیح
لیکن صیرفیہ مین ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہوگا هم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اُسپر یہ استدراک ہی بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہی کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دو قول مصحح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط لیکن مجتبیٰ مین ہی

صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے م یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک
لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی **تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک**
غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اُس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں
اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی م جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے
پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
ومنہ ما لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر
ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے م یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح
قول یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو ایسا جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسیطرح اشباہ میں ہے
کذا فی الطحطاوی **ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین** اور اس اصل پر جو ہم نے مذکور کی یہ حکم متفرع ہوتا ہے
کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ وہ دین اُسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین م یعنی وکیل بیع
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں **ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب**
الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ دائن
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ
تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے م تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ
ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مقر کو دیگا کذا فی المنح **وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک**
الدین ممن لیس علیہ باطل فتاملہ اور اسیطرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں
کہتا ہوں اور یہ اقرار مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہے تو اسکو تامل کر لے
م جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرا دین بسبب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی **وفی الاشباہ**
فی قاعدۃ تصرف الامام معزیا لصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام کے قاعدے میں
بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اُسی شخص کے
واسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ م مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق
کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جائے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا
اسکو دیا جائے جسکے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضا غیر کو اسمیں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی **والصدقۃ کالہبۃ**
بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطاے غیر واجب ہے اسیطرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں **وحینئذ لا تصح**
غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہے **ولا رجوع**
فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے تو کہا
ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہی اور جب تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی
بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسیر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دونون مین
باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغایرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغایرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے
تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق
چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان لیسالہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا ملکا لہ
ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے تملیک ارض محدود کی طلب کی
سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اُس زمین کا مین نے اُسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب لیسکا یہ ہی
کہ ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہی
کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج
وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا
جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تاکہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لانہ بالقیام بہ
فیہ فیفعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے
تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب
وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا لینا برتن مین مباح ہی یا نہین
جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اُسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو
اُسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو
مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا
مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعاقوا
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز
المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو
دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا نہین جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی
اگرچہ صاحب خانہ کا کُتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس
تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اُسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا تتمہ مین
ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اُسمین یہ لکھا کہ اُسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اُس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اُسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور
اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لاجبر علی الصلات اور اشباہ مین ہے کہ جبر نہین صلاون پر ہم صلات جمع ہے صلہ
کی اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ وعین موصی بہا ومال
وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہے شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اُس چیز مین جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال مین ہم تو مشتری پر
تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے و لہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر مقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی
صورت اداے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیاتنا الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت شعر وواہب
دین لیس یرجع مطلقا ÷ وابراء ذی نصف یصح المحرر ÷ اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مُحرر اور محقق ہے ہم ابرائے
نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص نے دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اُسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی شعر علی حجہا او ترک ظلمہ لہا ÷ اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر ÷ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر
یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اُسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہے وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا ÷ اذا نکاح اخری لم یرد یظفر ÷ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت سے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع
ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے شعر وان قبض الانسان مال مبیعہ ÷ فابراء یرد منہ کالدین اظہر ÷ اور اگر آدمی نے اپنے
مبیع کا مال یعنی ثمن اُسکا لیا پھر ثمن اُسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اُس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابراء ثمن کی یہ صورت ہے
کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اُسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اُسکو بائع سے پھیر لے گا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اُس سے دین پھیر لیگا شعر ومن دون ارض فی البناء صحیحۃ ÷
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ÷ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامله مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہے کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہے تو اسمین تامل کرو ہم اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہے شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے عمارت اُسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اوکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اُسنے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہو گیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب بنے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہر زادہ انہ لا یرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہر زادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ یردہ للابراء البطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ ظفر اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابراء کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کردیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو چنانچہ کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو چنانچہ گوشت اور مانند اُسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُسمین سے کچھ ندے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اُسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کے واسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اُس کے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علے سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؎

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمۂ اردو در مختار بار چہارم مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بعلو ہمتی منشی پراگ نراین صاحب مالک مطبع موصوف بماہ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۱۸۹۳ء چھپکر تیار ہوئی۔

نام کتاب	قیمت
تام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔	۶ پائی
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔	[illegible]
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی	[illegible]
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان۔	[illegible]
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔	[illegible]
قدوری۔	۶ ر
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبد الرحمن جامی۔	۱۵ ر
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔	۹
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	[illegible]
شرح مختصر وقایہ کو رہیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	[illegible]
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران۔	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان ارکان	۳ پائی
کتب فقہ عربی	
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبد اللہ بن محمد معروف۔	[illegible]
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا	

نام کتاب	قیمت
ابی المنصور الحسن بن یوسف۔	[illegible]
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ہے۔	[illegible]
کنز الدقائق۔	
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	[illegible]
فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ۔	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی۔	[illegible]
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات بتشریح ذیل۔	[illegible]
۱- جلدین اولین عبادات۔	[illegible]
۲- جلدین آخرین معاملات۔	[illegible]
ہدایہ مع شرح الکفایہ از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدیں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل۔	[illegible]
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	[illegible]
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	[illegible]

نام کتاب	قیمت
فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید۔	[illegible]
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔	[illegible]
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح کاغذ سفید۔	[illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی۔	[illegible]
شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔	[illegible]
ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	[illegible]
اشباہ و النظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول۔	[illegible]
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا تحشی جدید۔	[illegible]
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	۸ ر
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔	[illegible]
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین	[illegible]
(۱) جلدین اولین عبادات میں۔	[illegible]
(۲) جلدین آخرین معاملات میں	[illegible]
شرح الیاسی - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی۔	[illegible]

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ	
درسی متداول۔	۹/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعات	
مولوی تراب علی مرحوم۔	۶ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابو الحسن درسی	
متداول۔	۴/
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ	
جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم	
ومغفور کا چار جلدوں میں حامل المتن	
یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ	
اُسکا ترجمہ اُردو میں کاغذ سفید گندہ۔	عہ پ
ایضاً۔ کاغذ حنائی وسفید معمولی۔	نعہ پ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار	
مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید وحنائی۔	عہ/۱۲ پ
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن	
جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری	
لاہوری کاغذ سفید وحنائی۔	عا پ
ایضاً۔ جلد دوم کاغذ سفید وحنائی۔	عا پ
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ	
از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار	
مجلدات جیسا پوری شرح مع ترجمہ۔	
کاغذ سفید وحنائی۔	نعہ پ
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔	عا پ
جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسیٰ ر	
صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ	
اصول حدیث جرجانی وشمائل ترمذی جدید	عا پ
قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی	
شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری	
معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری	
شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	عہ پ
سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل	
دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث	
داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع۔	عا پ
دلائل الخیرات۔ با ترجمہ فارسی و	
اسمائے متبرکہ وخواص اسمائے حسنیٰ معروف	۸/
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ	
احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔	۳/
عناصر الخیرات۔ با ترجمہ اُردو از	
حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط	
درود کا مجموعہ۔	۱۱/
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمٰن۔	۸ پ
تفسیر مواہب الرحمٰن۔ پارۂ اول	
مؤلفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم	
فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ دوم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ سوم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ چہارم۔	عہ پ

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمٰن۔ پارۂ پنجم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ ششم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفتم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ نہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ دہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ یازدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ دوازدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ سیزدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ چہاردہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ پانزدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ شانزدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ ہفتدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ ہشتدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ نوزدہم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بستم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست ویکم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست ودوم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست وسوم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست وچہارم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست وپنجم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست وششم۔	عہ پ
ایضاً۔ پارۂ بست وہفتم	عہ پ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام	
از مولوی اکرام الدین۔	۲/

نزدیک اُسپر کچھ تاوان نہین یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجکو دے اگر مین راضی ہونگا تو اُسکو لونگا پھر اگر ضائع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ یہ قبض علے سوم الشرا ہوا سوم النظر باقی نہ رہا وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین اُسنے تامل اور غیر کے دکھانے کے واسطے دیا تھا اور یہ بیع نہین اور دوسری صورت مین اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہو اور خرید کرے اور یہ بیع ہے کذا فی النہر وعلے سوم الرہن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو کرنے کی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اُسکا ضمان لازم آویگا صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص پر دین تھا سو اُسنے گرو رکھنے کے قصد سے ایک چیز نکالی صاحب دین نے اُسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اُس چیز کی قیمت دین سے اقل ہے تو اُسکا ضمان لازم ہے اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو اُسکا ضمان لازم نہین ہے تو رہن کی گفتگو مانند حقیقت رہن کے ہوئی کذا فی الطحطاوی وعلے سوم القرض بالقرض مساو مرہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اُسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اُسکے مثلاً ایک تلوار دی کہ اُسکو دس پر رہن رکھدے پھر تلوار زید کے پاس ضائع ہوگئی تو زید پر دس روپے کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اُسمین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہے ایک یہ کہ دین ثابت ہے راہن کے ذمے پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت نہین دوسرے یہ کہ رہن مضمون بالاقل ہے اور یہان ضمان بقدر قرض مساوم علیہ ہے کذا فی الطحطاوی وعلے سوم النکاح لامۃ بقیمتہا نہر اور اگر قبضہ ہوا لونڈی کے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اُسکی قیمت کے ہے کذا فی النہر یعنے اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تا اُسکے مالک کے اذن سے نکاح کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اُسکے پاس تو اُسکی قیمت کا ضمان اُسپر لازم ہے **ویخرج عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ بالثمن** اور مبیع خارج ہوجاتی ہے بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمۂ عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہے تو ہلاکی درصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہے نہ قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ فرق ہے کہ ثمن وہ ہے جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شی کی تقویم ہو یعنے مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا العیب لا یرتفع کقطع ید یہ مانند معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا چنانچہ ہاتھ کا ٹنا ہم یہ تشبیہ ہے معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی درصورت خیار بائع یا درصورت خیار مشتری اسواسطے کہ تعیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورت مین موجب قیمت کا ہے اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمی لا المثلی لشبہۃ الربوا حدادیہ تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنے درصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہے بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود کے شبہہ کے سبب سے کذا فی الحدادیہ یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار دیا سو مشتری کے پاس کچھ عیب اُسمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اُسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ اور درصورت ثانی یعنے درصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا ولو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزمہ العقد لتعذر الرد ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہے جو زائل ہوسکتا ہے چنانچہ بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہے چاہے لیا ہے پھیر دے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو اُسکو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیر دینے کے کذا ذکرہ ابن کمال **ولا یملکہ المشتری** خلا فالہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا مالک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین لو لعود علے موضوعہ بالنقض تشبیہ زیبہ اور درصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک مشتری اُسکا مالک ہوجاتا ہے تا مبیع مانند سائبہ یعنے غیر مملوک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ جب بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی اُسکا

مالک نہو تو پھر مبیع پر سایہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سایہ وہ ہی ہین کسی کی ملک نہو اور نہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا
یہان موجود ہی اور اگر ملک مشتری ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضع پر لازم ہو بواسطہ منقوض ہونے فائدہ خیار کے قربت دار
کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہی اسواسطے کہ درصورت عدم
خرید کے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہو گی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے
جیسا صاحبین کا مذہب ہی تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے
خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہی اور دوسرا خلل
یہ ہی کہ اختیار اسواسطے مشروع ہوا ہی تا عاقد غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہو جاوے اور مبیع قریبی
قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہو جاوے بلا اختیار مشتری کے تو نظر اور تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہی بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہی شارح کے
اس قول کا والعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ثم لا یخرج شیئ منہما ای من مبیع و ثمن من ملک بائع او مشتر عن ملکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما
وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ
بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہو اور انمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھیگا تو
فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا اور بائع کا تصرف کرنا بیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجاے فسخ قولی ہی اور اگر دونون سے فسخ ثابت ہوا نہ اجازت
اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہو جاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہی ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح
وہذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اسحق عزک فخم اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہی دس مسئلون مین جنکو
علامہ عینی نے اپنے اس قول اسحق عزک فخم مین جمع کیا ہی بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہی الالف من الامۃ اشتراہا بخیار وہی زوجتہ
بقی النکاح الف اشارہ ہی امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خرید کیا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہی مشتری کی تو نکاح باقی ہی یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین زوجہ زوج کی
ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین
داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولے کے پاس بلا نکاح جائیگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جائیگی والسین من الاستبراء فحیضہا
فی المدۃ لا یعتبر استبراء اور سین اشارہ ہی استبراء سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہوگا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین
تو یہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع
کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین اور صاحبین کے نزدیک واجب ہی بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر من المحرم فلا یعتق من ح
اشارہ ہی محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم
ملک کے بخلاف صاحبین کے و ق من القربان لمنکوحۃ اشتراہا فلہ ردہا الا اذا انقصہا اور قاف اشارہ ہی قربان بالکسر سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط
خیار خرید کی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی مگر جب کہ اسمین نقصان لگ گیا ہو قربت سے ہم پھیر دینا اسواسطے
جائز ہوا کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہوگا مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو
یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو بوطی بکر مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی مانع رد کا مستوجب
قرار دیا ہی اور صاحبین کے نزدیک وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہو گیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو کو نقصان بھی لاحق نہو [illegible]

مین درایہ سے منقول ہی کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہوگا اگرچہ اُسمین کچھ نقصان نہوا
ہوا ہو ع من الودیعۃ عند بائعہ فہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہی ودیعت سے یعنے جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر
قبضہ کیا بائع نے اذن سے پھر اُسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب زائل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے
سے بواسطہ عدم ملک کے یعنے چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اُسکا امانت رکھنا صحیح نہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبضہ بائع کی
ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہی تو اُسکی ودیعت صحیح ہی اُسکا قبضہ مرتفع نہوا تو گویا مشتری
کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز من الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ
عیب درر وابن کمال ز اشارہ ہی زوجہ سے یعنے اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اور وہ مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری
کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہی کذا فی الدرر وابن کمال ہم
اسیطرح شرح وقایہ مین بھی ہی کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اُسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری
اُسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اُسکی مملوک ہوگئی د فی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم تنقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ
المصنف اور بحر الرائق مین خانیہ سے ہی کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اُسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے
لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی کذا فی
الطحطاوی ک من الکسب للعبد فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہی کسب سے یعنے اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اُسنے کچھ مال کمایا مدت
خیار مین تو وہ مال بائع کا ہی بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہی اور بصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہی کذا فی
الطحطاوی ت من الفسخ کبیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ت اشارہ ہی فسخ سے یعنی اگر لونڈی خرید کی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبرا
واجب نہین اسواسطے کہ استبراء واجب ہوتا ہی اُسوقت جب انتقال ہو ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین
گیا کیونکہ مشتری اُسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ من الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ
ابن الکمال اسلم المشتری خ اشارہ ہی خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا
تو وہ شراب بائع کی ہی کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اُسکا تابع ہوا ہی لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہی کہ مشتری مسلمان ہوگیا ہم شرح وقایہ مین بھی
اسلام مشتری مذکور ہی چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہی تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہی یعنی مشتری پر انتہی بائع اسواسطے
شراب مذکور کا مالک ہی کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اُسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کیواسطے
لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہی اور خیار باطل ہی اسلیے کہ اگر اختیار باقی رہے تو وہ پھیر دینے کا مالک رہے اور پھیر دینا تملیک ہی اور مسلم تملیک
خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م من الماذون لو ابراہ البائع عن الثمن صح استحسانا وبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما م رمز ہی
ماذون سے یعنے عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اُسکو ثمن معاف کردیا یعنے مدت خیار مین تو صحیح ہی بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا
باقی ہی اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونے کا اختیار رکھتا ہی یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک حالت
مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اُسکو رد کرنیکی ولایت ثابت رہے تو اُسکا رد کرنا تملیک بلا عوض ہوگا اور ماذون کو
تملیک بلا عوض کی ولایت نہین اور امام اعظم رہ کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہوا تو اُسکا رد کرنا امتناع ہوا تملیک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہی اسواسطے کہ جب اُسکی کوئی چیز ہبہ لیجاوے تو اُسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہی کذا فی شرح الوقایہ قلت وزیدت علی ذلک مسائل منہا
التعلیق کان ملکتہ فھو حر فشراہ بخیار لم یعتق مین کہتا ہون اور مسائل عشرۂ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہین از انجملہ تعلیق ہی جسکا اشارہ
ت ہی چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی پھر اُسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہوگا بسبب
عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت و استدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار ت اشارہ ہی استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ
یا اعارہ کے اختیار نہین ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اُسکا ساکن ہی بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت
مستدام ہوئی خواہرزادے نے کہا کہ امام کے نزدیک استدامت سکنی ملک عین کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہی جامع الفصولین مین ہی
کہ درصورت ابتدا اسکنی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہی صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام
باندھا یعنے درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنے مبیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہی اور اگر بائع کا اختیار ہی
تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والزوائد الحادثۃ فی المدۃ بعد الفسخ للبائع و اشارہ ہی زوائد کا یعنی جو چیزین زوائد پیدا ہون مدت
خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہین امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ اُنکا حدوث مشتری کی ملک مین نہین ہوا اور صاحبین کے نزدیک اُنکا مالک
مشتری ہی حلبی نے کہا زوائد عام ہین زوائد متصلہ اور منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علٰحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھوین مسئلے مین داخل ہی
یعنے کسب مین جسکی رمز کاف ہی ت والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا لفظ تقصدر ویضم الرمز الی الرمز ولم ارہ لاحد
فلیحفظ ت اشارہ ہی عصیر سے یعنے اگر دو مسلمانون نے شیرۂ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے
تو مناسب یہ ہی کہ ان مسائل خمسہ کو بلفظ تقصدر مرموز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور مین نے یہ نہین دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو
باین لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی اسحق عزک فخم تقصدر یعنے اپنی عزت کو رگڑ ڈال حق تعالی
کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگون کی تعظیم کر بقدر اُنکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگون کے نزدیک تو صدر نشین ہو
اجاز من لہ الخیار ولو اجنبیا صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما و فسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان المفسوخ
لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگرچہ صاحب اختیار اجنبی ہو اُسنے بیع کو نافذ کردیا تو صحیح ہی باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق
مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونون کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کردی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہین اسواسطے کہ فسخ شدہ چیز کو اجازت لاحق
نہین ہوتی ہم صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہی کہ اجازت عبارت ہی اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا
علم ضرور نہین مانند طلاق اور عتاق کے فان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو
فسخ کیا قول سے تو صحیح نہین جب تک دوسرا عاقد مدت کے اندر واقف نہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ہم اگر مدت مین بیع فسخ کی
اور اُسکے ساتھی کو علم نہوا تو بیع موقوف ہی طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہی اور
فسخ باطل ہی والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہی کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار
اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اُسکے غائب ہوجانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اُس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کیجاوے
کذا ذکرہ العینی ہم جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہین ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہوجائے
تو مجکو فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اُسکی یہ تدبیر ہی کہ اُس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اُسکی طرف سے مخاصم قرار دے

پھر صاحب اختیار بیع یا ثمن اُسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہین کذا فی النہر قیدنا بالقول لصحۃ
بالفعل بلا علمہ اتفاقاً لما افادہ بقولہ شارح کہتا ہے یعنے عدم صحت مین فسخ قولی کی قید لگائی بواسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق
چنانچہ اُسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صریح کیا ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہے کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کیے مثلاً
مبیع اگر غلام ہے اُسکو آزاد کر دیا یا اُسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہے اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا
تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہے یعنے منجملہ نقود نہ ہو اور مشتری اُسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح
وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہوجاتی ہے اُسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مرگیا تو بیع پوری ہوگئی خواہ بائع ہو یا مشتری
سو اگر بائع صاحب اختیار مرگیا تو ثمن اُسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اُسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوئی اور بائع نے
اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اُسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مرگیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہے کذا فی الطحطاوی اور
جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہے کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث کخیار رویۃ وتعزیر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہین ہوتا
مورث کا جیسے خیار رویت اور خیار تعزیر اور خیار نقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی
وارث کے فسخ کرنے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہوسکتی ہے اُسکی حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہے ارادے اور مشیت سے سو ارادہ مورث کا
اُسکی موت سے منقطع ہوگیا جیسے اور تصرفات اُسکے منقطع ہوگئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہے کہ ارث اُسمین جاری ہے جو انتقال پذیر ہے مانند اعیان کے
نہ اُسمین جسمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہے کہ خیار تعزیر یہ ہے کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے
انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التعزیر کی ظاہر الجث ہے مصنف کی اور خیار النقد بحث ہے صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ انکو
بطور نصوص مذہب ذکر نہ کرتا واما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لا انہ یرث خیارہ در ر فلیحفظ اور خیار العیب
اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے امور مذکورہ مین یہ نہین کہ مورث کے خیار کا
وارث ہوتا ہے کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہے تو خیار العیب وغیرہ
وارث کو کیون ثابت ہوتا ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہے
اسواسطے کہ مورث اُس مبیع کا مستحق ہے جو عیب سے سالم ہے اسی طرح اُسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اُسکا قائم مقام ہے تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہے بصفت
سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور
صاحب نقایہ نے تصریح کی ہے کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہے تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان
لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ ولو ابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج
داخل لشہوۃ القول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہوجاتی ہے مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے
اور بیع تمام ہوتی ہے آزاد کرنے سے اگرچہ بعض حصے کا اعتاق ہو اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہے چنانچہ تدبیر اور کتابت سے اور اسی طرح
ہر ایک اُس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین
اور چنانچہ شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر مین
لف ونشر مرتب ہے یعنے اجارہ ایسا تصرف ہے جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہے جو بدون ملک کے

حلال نہیں مشتری کا کرایہ مانگنا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اُسکو دوا پلانا کمیت کا سپانا مبیع کو بیچ کے واسطے پیش کرنا مکان کی درستی
شکست ریختہ کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہیں اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراہا بالخیار علی انہا بکر فوطیہا لیعلم اہی بکر ام لا کان اجازۃ
ولو وجدہا ثیبا ولم یلبث فلہ الرد بہذا العیب نہر وسیجی فی بابہ اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خرید کیا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے
پھر اُس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اُسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا تو
اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہو گیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب
کے باب میں آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کرسکیگا ماحصل جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف
کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے
اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے ولو فعل البائع ذلک کان فسخا ولو
اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو ایسا تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعۃ وان لم یاخذہا مسراج بہا ای بدار فیہا خیار الشرط
بخلاف خیار رویۃ وعیب مسراج اور بیع تمام ہو جاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطہ اُس گھر کے جسمیں خیار الشرط ہو اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المسراج
بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے کذا فی المسراج صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا اسوسطے
نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہو گئی بخلاف خیار الرویۃ اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے
خرید کیا اور اُسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اُسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرویۃ کے پھیر دے کذا فی الدرر
من المشتری اذا کان الخیار لہ لانہ دلیل الاجازۃ یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اُسکے واسطے مشروط ہو
اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے بیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں
ہو سکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہو گئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیدہ کلام الدرر وبہ جزم البہنسی الخیار لغیرہ
عاقدا کان او غیرہ بہنسی صح استحسانا وثبت الخیار لہما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ غیر شخص عاقد ہو یا غیر عاقد
کذا صرح بہ البہنسی تو یہ صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شارح نے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے
مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا ہے بہنسی نے ہم قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہو اسواسطے کہ خیار بخلاف احکام عقد
ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو خیار عاقد کے واسطے
لازم ہوا پھر اجنبی اُسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہو جاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے
اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے
واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے چلپی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کر تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہو چکا
کذا فی البحر طحطاوی نے کہا اُسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع
دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدہما من النائب والمنیب او نقض صح ان وافقہ الآخر پھر جبکہ نائب اور منیب میں سے ایک نے بیع کو
لازم کر دیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اُسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدہما وعکس الآخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت
دی اور دوسرے نے بالعکس اُسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اُسوقت تعارض نہ تھا اور

شخص متاخر کا فعل لغو ہے ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح زیلعی لان المجاز یفسخ والمفسوخ لایجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی زمان واحد میں پائی گئی
تو فسخ زیادہ تر ثابت ہے قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پذیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز الثانی
المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز اذ فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل بیع ابتداءً اور تعلیل مذکور پر
اعتراض وارد ہے کہ فسخ پذیر اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے
پر اور فیمابین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یون جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے
کہ فسخ الفسخ اجازت ہے بلکہ یہ دوسری بیع ہے سرے سے ہم نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولی ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع
کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولی ہے اور بعضون نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما
ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام میں اگر
ہر ایک کا ثمن جدا جدا مذکور کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جسمین اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بائع
نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجکو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا فصل او عین فقط او فصل
فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی جسمین اختیار شرط کیا تعیین نہ کی اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ مذکور کیا یا فقط
غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہو گی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے در صورت عدم تعیین و تفصیل کے
یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی در صورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور در صورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے ہم عدم تعیین اور تفصیل اس طرح کہ بائع نے کہا کہ مین نے
دو غلامون کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں سو واسطے کہ جسمین اختیار شرط ہے وہ خارج ہے بیع سے
اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جسمین خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیز میں ثمن مبیع پر برابر
منقسم نہیں ہوا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتأتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو اسمین بھی چارون
صورتین حاصل ہوتی ہین ہم یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو در صورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر
تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہے یا فقط تفصیل ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وکلہ ببیع بشرط الخیار فباعہ بلا شرط
لم یجز ولو وکلہ بالشراء والحالۃ ہذہ نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجیء فی الفضولی ولو کالۃ
فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خرید کرنے کے واسطے
بشرط خیار تو بیع نافذ ہے وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہوئی تو مامور پر نافذ ہو گی بخلاف فروخت
کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا تو مالک کی ملک بدون اسکی
رضامندی کے زائل نہین ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہو گی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور
خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیز وہ مین نہ مثلیات مین بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکے افراد مین تفاوت ہو چنانچہ
لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہون بلا تفاوت چنانچہ
مکیل اور موزون پھر جب مثلیات مین تفاوت نہوا تو انمین خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے وہو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے
واسطے مشروط ہو قول اصح مین کذا فی الکافی ہم مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے ان غلامون مین سے

ایک غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ انمین سے تو ایک کو پسند کرے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے مین نے ان غلامون سے
ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجکو دے قول اصح کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر
مین اسکو رد کیا ہے اس طرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تا مشتری سے غبن دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو لینے موافق اور مناسب
جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہین اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب تر معلوم ہے اسکا جواب شارح نے
آیندہ قول مین دیا لانہ قد یرث قیمیا او یقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بہذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ نہر اسواسطے کہ بائع کا ہے قیمت والی چیز کو بطور وراثت
کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اُسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اُس چیز کو نہین پہچانتا تو اُسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت مین بائع کو حاجت پڑی خیار
تعیین کی تا اُسکو اپنی منفعت اور مصلحت مین اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور مناط احکام نوادر پر نہین کذا فی الطحطاوی
فیما دون الاربعۃ لانہ فاغ الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید وردی و وسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزون سے کمتر مین بسبب حاجت روائی کے
تین چیز سے بواسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنے خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین مین بخوبی
متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین مین حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ مین خیار تعیین کرنا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار
شرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن مین تعیین کردے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے
بلا تعیین تو متعین کرنے کے واسطے اُسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اُسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت مین اور بعد اجازت
کے اُسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار شرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا
مشروط نہین قول اصح مین کذا فی الفتح ہم منح الغفار مین ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کر لیا اور قبضہ کیا پھر ایک مین عیب لگ گیا تو معیوب مین
بیع لازم ہو گئی ثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونون ساتھ ہی ہلاک ہو گئے تو دونون مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو
یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الاخر بل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصون نے
ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونون کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہو گیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اس طرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ
یا حلال نہین ہے بدون ملک کے تو دوسرا شخص اُسکو رد نہین کر سکتا بلکہ اُسکا اختیار باطل ہو گیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف
فی خیار الرویۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رویۃ الاخر او رضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور
صاحبین کا خیار الرویۃ اور خیار العیب مین تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہین بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے
عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کی عدم رد کی علت ہے یعنے اگر دو شخصون نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر
نہین سکتا یا ایک شخص نے بعد رویت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب مین راضی ہو گیا تو دوسرا پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ اگر
ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع مین نصفا نصف اسمین صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت
اُسکا مالک تھا اب اُسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلاشبہہ عیب ہے اسواسطے کہ مشترک مین ہر شریک بالاستقلال تصرف نہین کر سکتا کما یلزم البیع لو اشتری
رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبائعین فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ وردا خلافا لہما مجمع
چنانچہ بیع لازم ہو جاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردون سے یکبارگی اس شرط پر کہ دونون بائع مختار ہین بیع اور عدم بیع مین پھر ایک
بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع مین تنہائی جائز نہین بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہی اسواسطے کہ مشتری عیب
شرکت سے خود راضی ہوگیا **اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ** بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز
اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید کیا اُسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنے روٹی پکانا اور لکھنا اُسکا
پیشہ ہی پھر برخلاف اُسکے ظاہر ہوا اس طرح پر کہ اُسمین اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اُسکو اگر چاہے
تو پورے ثمن سے لے یا اُسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم درصورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل مین
کچھ ثمن نہین پڑتا کیونکہ اوصاف عقد مین تابع ہوتے ہین نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی از بسکہ لائق رغبت کے وصف ہی لہذا مشتری کو اُسکے نہ ہونے
سے رد بیع مین اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر مین پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہی یا اکثر لوگ بدخط
لکھ لیتے ہین اسقدر فعل سے اُسکو نان پز یا کاتب نہین کہتے کذا فی البحر **ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک** وکذا سائر الحرف اختیار
اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہین یعنے غلام مین وصف مشروط موجود نہین تو اُسپر قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیجائیگی یہان تک کہ اس
وصف کا موجود ہونا غلام مین مثلاً معلوم ہوجاوے اور یہی حکم ہی باقی پیشون کا کذا فی الاختیار **ولو امتنع الرد لسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب رجع بالتفاوت**
فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہوگیا ہو کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کیجاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونون قیمتون
مین اُتنا مشتری بائع سے پھیرے قول اصح مین ہم مثلاً کاتب کی قیمت سو درم ہی اور غیر کاتب کی ساٹھ درم تو اگر مشتری نے سو درم بائع کو دیے ہون
تو چالیس درم پھیرے **بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فسد لانہ شرط فاسد لا وصف**
حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہی یا اتنا دودھ دیتی ہی یا غلام اتنے
سیرون کی روٹی پکاتا ہی اتنے ورق لکھتا ہی تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہی وصف نہین ہی یہان تو اگر یہ شرط کریگا کہ مثلاً بکری دودھار ہی
یا شیردار ہی تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہی نہ شرط فاسد ہم حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہین ہو سکتا
کیونکہ احتمال ہی کہ حمل ہو یا ریح یا بیماری اسی طرح باقی شرائط کی حقیقت بالیقین معلوم نہین ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اِسپر
دلالت کرتا ہی کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد مین مفسد نہین حالانکہ ایسا نہین اسواسطے کہ نہر الفائق مین مصرح ہی کہ جمیع اوصاف کا عقد مین شرط کرنا
صحیح نہین بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہی کہ جس وصف مین غرر نہو یعنے اُسکے وجود مین تردد نہو تو اُسکا شرط کرنا جائز ہی اور جسکے وجود مین احتمال ہی اُسکا اشتراط
صحیح نہین مگر بمعنی برات وجود اس طرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہو انتہی وکذا فی الطحطاوی عن الحموی **والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار**
علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہی اگر بائع اور مشتری مختلف ہون شرط خیار مین بنابر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ خیار ثابت نہین ہوتا مگر شرط
کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا **کما فی دعوی الاجل والمضی** والاجازۃ والزیادۃ
چنانچہ مدت اور اُسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوی مین منکر کا قول معتبر ہم یعنی ایک عاقد مدت بیع کا مدعی ہی اور دوسرا منکر یا ایک
کہتا ہی کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہی یا ایک کہتا ہی کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہی یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہی اور دوسرا منکر تو ان
صورتون مین منکر کا قول معتبر ہوگا **اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی** ولا بینۃ لہ **فالقول للمشتری**
بیمینہ **وجاز للبائع وطیہا** ورد العقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اُسکے دوسری لونڈی پھیر دی یون
کہکر کہ یہ وہی خریدی لونڈی ہی بائع نے کہا وہ یہ نہین ہی اور بائع کے گواہ نہین تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اُس لونڈی سے قربت

کر ناجائز ہے کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا
واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اُسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فرج میں زیادہ احتیاط
لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعۃ فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی
لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھانے والا اسکا منکر ہے اور اُسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اُسکو حلال
ہے طحطاوی نے کہا ظاہر اعاریت اور اجارے کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن لکنہ نسی عندک فالقول للمشتری
لان الاصل عدم الخبز والکتابۃ وکان الظاہر شاہدا لہ اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اُسمین نہ پایا گیا اور مشتری نے اُسکو
پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا کہ اس کام کو تو یہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی
اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ھ صفات عارضہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ
عارضہ سے ہیں لہذا اُسمین مشتری کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبہ وخبزہ وکان یحسن ذلک
فنسیہ فی ید البائع ردہ علیہ لتغیر المبیع قبل قبضہ زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلہا شیء من الثمن اور اگر غلام کو خرید کیا
بلا شرط کتابت اور نان پزی کے اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے مبیع کے
قبل قبضۂ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری با اینہمہ اُسکا لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے
مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہوا کہ ظاہر مشتری نے اُسکو اسی وصف کے سبب سے خرید کیا تو باعتبار دلالت
حال کے مشروط کے مانند ہوا کذا فی البحر فروع مسائل لحقہ شارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار
للمشتری گھر بیچا ان چیزون کے ساتھ جو اُسمین داخل ہیں منجملہ دھنیون اور دروازون اور لکڑیون اور کھجور کے درختون کے پھر اُسمین یہ چیزین کچھ نہ نکلین تو
مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور اشیاے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم
اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں تو اگر گھر کو وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرویۃ البتہ اُسکو
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شری دارا علی ان بناءہا آجر فاذا ہو لبن او ارضا علی ان شجرہا کلہا مثمرۃ فاذا واحدۃ منہا لا تثمر او ثوبا علی انہ مصبوغ بالعصفر فاذا
ہو بزعفران فسد گھر کو خرید کیا اس شرط پر کہ عمارت اُسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خرید کی کہ اُسکے سب درخت پھلتے ہین سو
اُنمین سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خرید کیا اس شرط پر کہ اُسپر کسم کا رنگ ہے اور اُسمین زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صفات
مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہین اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشعبی ولو علی انہا بغلۃ مثلا
فاذا ہو بغل جاز ویخیر وبعکسہ جاز لا خیار لکونہ علی صفۃ خیر من المشروط مجتبی فلیحفظ لضابطۃ اور اگر خرید اس شرط پر ہوئی کہ مبیع خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے
اور اُسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا خیار یعنے پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے
کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہوا تو مشتری
کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ تر وصف ہو تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خرید ہو کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام
عیب دار خرید ہوا ہو اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اُسکو پھیر نہیں سکتا البیع لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلثین موضعا مذکورۃ فی الاشباہ بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے
بتیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھ مواضع مذکورہ کے سوا شرط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اُسکا یون ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہو یا ایسی شرط ہو کی

عقد مقتضی ہو بلا شرط تو اُسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہین اسی طرح وہ شرط ہو کہ ہرچند اُسکو عقد مقتضی نہین لیکن عقد کے مناسب ہو یعنی موجب عقد کے موکد ہو اسی طرح وہ شرط ہو کہ ہرچند مناسب عقد بھی نہین لیکن شرع مین اُسکا جواز ثابت ہو چنانچہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہو کہ ہرچند شرع مین اُسکا جواز وارد نہین لیکن اُسکا رواج ہو چنانچہ پھٹا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو درست کردے یا پُرانا پھٹا کپڑا خریدکرنا اس شرط پر کہ بائع اُسکو پیوند کردے کہ یہ قیاساً جائز نہین لیکن استحساناً جائز ہو چنانچہ تاتارخانیہ مین ہو اور مختارات النوازل مین ہو کہ مشروط مفسدہ معاوضات مین ربوا کے مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہو بلا عوض کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہو یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور ازان جملہ بیع بشرط کفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط بے عیبی بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہو تا کہ مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جائے اور از انجملہ پھیر دینا بیع کا اگر اُسمین عیب ہو اور از انجملہ گائے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا بخلاف شرط علی انہا مغنیۃ ان للتبری لایفسد وان للرغبۃ فسد بدائع بیع مین یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہو اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہو تو بیع فاسد نہین اور اگر رغبت کے واسطے ہو تو فاسد ہو کذا فی البدائع ھم سرود از بسکہ شرعاً حرام ہو لہذا اگر اُسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہو ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لوکان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع مین اُسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہو تو بیع فاسد ہو اور اگر بائع کی طرف سے ہو تو جائز ہو کہ حاملہ ہونا لونڈی مین عیب ہو تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برائت کے واسطے ہو یعنی اس عیب سے وہ پاک ہو تو اگر یہ شرط اُس شہر مین واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیون کی خرید مین رغبت مین اُنکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہو تو اب اس شرط حمل کو برائت عن العیب پر محمول کرنا نہین ہو سکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہو اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہو اور زیادتی موہوم ہو اس احتمال سے کہ معلوم نہین کہ حمل ہو یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرطا انہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط الاوصاف ان کل وصف لاغرر فیہ فاشتراطہ جائز لامافیہ غرر الا ان یرغب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہو تو بیع جائز ہو بنا بر قول اکثر فقہا کے مین کہتا ہون اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہو کہ جس وصف مین تردد نہو چنانچہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہو نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہو چنانچہ حمل مگر از راہ بے رغبتی اور بیزاری کے البتہ اُسکی شرط مفسد نہین وفی الخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی علم مایعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل مین ہو کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اُس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خرید کیا اس شرط پر کہ بائع نے اُسمین سیر بھر گھی لت کیا ہو اور تقابض بدلین ہو چکا اور مشتری اُسکو دیکھتا ہو پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اُسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہو اور مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہو پھر جب معائنہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خرید کیا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہو پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہو پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے تیار ہوا ہو تو مشتری کو اختیار نہین پھیرنے کا فروع اسکی کثیر ہین اور اعمار قصیر اگر تو اہل تقصیر سے ہو تو تکثیر بھی بے فائدہ ہو کذا فی النہر

باب خیار الرویة

یہ باب ہو خیار الرویۃ کے احکام مین یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہو من اضافۃ المسبب الی السبب وماقیل من اضافۃ الشیٔ الی شرطہ غیر ظاہر لما سیجیٔ ان لہ الرد قبل الرویۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کے ہو سبب کی طرف اور وہ جو بعضون نے کہا کہ منجملہ اضافت شیٔ کے ہو اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہو اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہو قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہو

ثبوت اختیار کی نہ شرط و ثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شئ بعینہ لانہا
معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرویۃ فتح خیار الرویۃ ثابت ہی چار مقام مین اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح مین
یعنے وہ صلح جو شئ معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے اسواسطے کہ ہر ایک ان چارون مین سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور اُن عقود مین جو فسخ کرنے
سے فسخ نہین ہوتے خیار الرویۃ مین نہین کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہی کہ جب دیون مین خیار الرویۃ نہوا تو مسلم فیہ مین نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ
مراد ہین تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اُسمین خیار ہی اور عقود غیر منفسخہ جیسا نکاح اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے
صح الشراء والبیع لما لم یرہ ای صحیح ہی مول لینا اور بیچنا اُس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہین دیکھا ہم خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الملتقی
والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر لذلک لم یجز اجماعا فتح و بحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الاصح الجواز اور اشارہ کرنا
مبیع کی طرف یا اُسکے مکان کی طرف شرط ہی جواز کی اور اگر مبیع یا اُسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہین کذا فی الفتح والبحر اور
اخی زادہ کے حاشیے مین قول اصح یہ ہی کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ اگر گیہون شہر مین دو جگہہ ہون تو بیع جائز ہی بلا اشارہ اور یہی اصح ہی
اور منتقی مین ہی کہ اگر گیہون غیر معین اور غیر مشار الیہ ہون تو بیع جائز ہی اگر بائع کی ملک مین ہون اور محیط مین ہی کہ اگر اپنے پاس کے گیہون بیچے اور اشارہ نہ کیا طرف
نہ کیا تو جائز ہی انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہین کہ بیع جائز ہی اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا
اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق مین بعد ذکر اشتراط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی
شرط جواز ہونے مین علی الخصوص بالاجماع کلام ہی واللہ اعلم ولہ ای للمشتری ان یردہ اذا راٰہ اور مشتری کو جائز ہی کہ مبیع کو پھیر دے جب اُسکو دیکھے
ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی مین مکحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہین دیکھا
تو اُسکو اختیار ہی جبکہ دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا
اور حدیث مین رویت سے علم بالمقصود مراد ہی بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل الآتیہ کے جنمین فقط رویت کفایت نہین کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے
معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اُسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اُسکو اختیار ہی سونگھنے کے وقت بعد رویت کے اسی طرح اگر کپڑا
کو دیکھکر خرید کیا پھر اُسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رویت معرفت مقصود مین کافی نہین اور اسی طرح اعمی کی خرید مین اختیار ثابت ہی جب کوئی مبیع کا حال
اُس سے بیان کرے تو اُسکے حق مین بیان شخص غیر بجاے رویت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ
بعد رویت کے مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اُٹھا لایا مشتری کے گھر تو اُسکو نہ پھیرے جبکہ اُسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہی کہ
جبکہ مبیع کو پہونچاوے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرویۃ بالنص ولا وجود للمعلق
قبل الشرط خیار الرویۃ ثابت ہی اگرچہ مشتری راضی ہوگیا ہو زبانی قبل اُسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہی رویت کے ساتھ بنص حدیث
مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہین قبل شرط کے ہم رضاے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رویت پائی جائے اسطرح کہ اُسمین تصرف کرے
تو اختیار اُسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرویۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع مبرما اور اگر مشتری
بیع کو فسخ کیا قبل رویت کے تو صحیح ہی فسخ اُسکا قول اصح مین کذا فی البحر بسبب نہ لازم ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع مستحکم ہی
نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رویت صحیح ہوا و یثبت الخیار للرویۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایہ لاطلاق النص مالم یوجد
اور خیار الرویۃ مطلقا ثابت ہی بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہی یہی قول اصح ہی کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھم اور غیر اصح یہ قول ہی کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہی رویت کے بعد وہو مبطل خیار الشرط
مطلقا ومفید الرضی بعد الرؤیۃ لا قبلہا فدرا اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہی جو خیار الشرط کا مبطل ہی مطلقا یعنی صراحۃ یا دلالۃ اور جو مفید ہی رضامندی کا بعد روئت
کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ھم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرؤیۃ
درر من خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہی لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے
کذا فی الدرر من باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اُسکے پاس بکنے لگا تو اُسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا
پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہی وشترط الفسخ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہی
تا نہ ہو کھانا نہ پڑے یعنی خریدے بائع کو اطمینان ہوتا ہی تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکھا نہ کھاوے ولا خیار للبائع
فالمبیع فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح مین ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت مین ملی اور اُسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی
تو بعد رویت اسکو فسخ بیع مین اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ مین تصریح ہی کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحطاوی نے
کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہرگز معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہی وکفی رؤیۃ ما یوذن بالمقصود
کوجہ صبرۃ ورقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہی جس سے مقصود معلوم ہوجاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منھ دیکھنا ھم یعنے
تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہوجاوے ڈھیر سے کیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہی یعنے
جیسے اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ کر لیا تو اب اُسکو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجاے کل کے ہی ہان اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا
تو اُسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری مین ہون تو یہان بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افرادین
تفاوت کثیر ہوتا ہی تو جب تک سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق مین ہی لونڈی غلام کی ہتھیلیان اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہین
شرنبلالیہ مین ہی کہ بنی آدم مین اگر جمیع اعضا دیکھے سواے چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہی کذا فی الطحطاوی ووجہ دابۃ ترکب وکفلہا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا
چہرہ اور اُسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہی قول اصح مین یعنی چہرہ اور پٹھا دونون کا دیکھنا ضرور ہی ھم سواری کی قید سے بکری گاے نکل گئی کہ اُسکا حکم آویگا ورؤیۃ ظاہر
ثوب مطوی وقال زفر لا بد من نشرہ کلہ وہو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپٹے کپڑے کی ظاہر کی تہ دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا اُس کپڑے کو
سب کھولنا ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ایسا کچھ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے مین
ثیاب کے ظاہر اور باطن مین بہت اختلاف ہوتا ہی کذا فی الفتح عن المبسوط وداخل دار وقال زفر لا بد من رؤیۃ داخل البیوت وہو الصحیح وعلیہ الفتوی جوہرہ
وہذا اختلاف زمان لا برہان ومثلہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا کافی ہی اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھریون کے اندر
بھی دیکھنا ضرور ہی اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہی نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہی باغ کا کنجان
درخت ہون یا متفرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ بنا بر انکی عادت کے ہی اسواسطے
کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف نہ ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی مین یا قدیم یا جدید ہونے مین بخلاف ہمارے دیار کے کہ اُنمین نہایت تفاوت ہوتا ہی اسواسطے
مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ اور سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہین تو اب ان سب کا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہی دیار مصر اور شام اور عراق
مین تو معلوم ہوگیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہی نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات مین بھی خارج سے دیکھنا کافی نہین کذا فی النہر وکفی
جس شاۃ لحم اور گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہی یعنی اگر گوشت کے واسطے وہ بکری یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہی اسواسطے

اس طرح سے کمی اور زیادتی گوشت کی معلوم ہوجاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو خیار ثابت ہے اسواسطے کہ گوشت کا دبال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے
کے معلوم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاۃ قنیۃ للدر والنسل مع ضرعہا ظہیریۃ اور جو گوسفند یا لودودھ اور بچہ لینے کے واسطے ہوتو اسکے
تمام بدن کا دیکھنا تھنون کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریۃ وضرع بقرۃ حلوب وناقۃ لانہ المقصود جوہرہ اور گاے اور اونٹنی شیردار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ
وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار وصحنہا علی المفتی بہ
لما مر اور رویۃ دہن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہین خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا موجب قول مفتی بہ چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکھنا تیل کا شیشے
مین کافی نہین بسبب وجود حائل کے وکفی رویۃ وکیل قبض اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا اور وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہے
میرے بن دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے مین ووکیل شراء اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل
ہوکر فلانی چیز خرید کر لا رویۃ رسول المشتری وبیانہ فی الدرر کافی نہین رویت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر مین ہے ہم صورت رسالت یہ ہے
کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہونچادے قبضہ کرنے کا تو وکیل قبض کی رویت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رویت امام کے نزدیک مسقط
خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھ کر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیرہ وہو
کالبصیر الا فی اثنی عشرۃ مسئلۃ مذکورۃ فی الاشباہ اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر
کے مانند ہے مگر بارہ مسئلون مین جو مذکور ہین اشباہ مین ہم ازانجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہین اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقا
نہین اور نہ لائق قضا نہ امانت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ مین دیت نہین بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نماز مین مکروہ ہے مگر اسوقت مکروہ
نہین جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہین اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم مین نے نہین دیکھا او وصف مبیع
بجاے اسکی رویت کے ہے کما فی الاشباہ وسقط خیارہ بجس مبیع وشمہ وذوقہ فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے
اور اسکے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز مین جو معلوم ہوجاتی ہے اس سے یعنے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبد وکذا کل ما لا یعرف بجس
وشم وذوق عد رویۃ اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے
سے معلوم نہین ہوتی اسمین ذکر وصف بجاے رویت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بابلغ وجوہ ممکنہ لازم ہے اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف
بمنزلہ رویت ہے اونظر وکیلہ ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار لہ یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے
لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہین بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہوگیا تو اسکا اختیار
بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی ہذا کلہ اذا وجدت المذکورات کشم الاعمی وکذا رویۃ البصیر وجہ الصبرۃ ونحوہا منہ
قبل شرائہ ولو بعدہ ثبت لہ الخیار بہا ای بالمذکورات لانہا مسقطۃ کما غلط فیہ البعض فیمتد خیارہ فی جمیع عمرہ علی الصحیح مالم یوجد منہ ما یدل
علی الرضی من قول او فعل او تعیب او یہلک بعضہ عندہ ولو قبل الرویۃ یہ سب کچھ اسوقت ہے جب کہ اشیاے مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے
کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرلے کے یعنے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے
ڈھیر یا چہرۂ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے اختیار ثابت
ہے یہ نہین کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہین جیسا کہ بعضون نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے
وہ چیز نہ پائی جائے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل دیت ہو

ھم وصورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہے مثلاً
دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرویۃ فزرع
بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنے کا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو
خیار الرویۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہے کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لم یکن لہ خیار
ولا عیب لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرویۃ کے اور نہ خیار
کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کردیا کذا فی النہر ھم طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہے جو
شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہے جب تک مشتری کے پاس دوسرا عیب نہ پیدا ہوا ہو اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا
ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون
کپڑے خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہے اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنی چند چیزین
یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہے ولو اشتری ما راٰہ حال کونہ قاصد الشرائہ عند رویتہ فلو راٰہ لا لقصد شرائہ ثم شراہ قیل له الخیار
ظہیریۃ ووجہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عولنا علیہ عالما بانہ مرئیۃ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم
بعدم الرضی درر فلا خیار لہ اذا تغیر فبحر اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہے
تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے
کہا کہ اسکو اختیار ہے کذا فی الظہیریہ اور اسکی وجہ ظاہر ہے اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہے
مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے ہمنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نجانے کہ اسکو مین دیکھ
چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ھم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہے اسطرح کہ دیکھی چیز کے خرید نے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے
یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے یہ جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہے اور مصنف نے اپنے اس متن مین نیت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی
کہ قوت دلیل موجب اعتماد تقیید مذکور کی ہوئی یعنی اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہے اور صورت عدم علم کی یہ ہے کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی
خرید کی اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہے جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا
نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا رای اثوابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار کذا لو کانا ملفوفین وثمنہما متفاوت لانہ ربما
یکون الاردی بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرویۃ ثابت ہے اور
اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہے اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من اثیاب
عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر منجملہ ثیاب ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہو گئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے
کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ
فالقول للمشتری عملا بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہوگا قسم کے ساتھ جب کہ
بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہو جانے مین یہ اسوقت ہے کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر پر عمل کرنے
سے اور ظہیریہ مین ہے کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہے اور فتح القدیر مین ہے کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہے ھم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

ظاہر القلیل ہو یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہو لہذا قول بائع معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہو لہذا مشتری کا قول معتبر
ہوا شرنبلالی نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہو باعتبار اختلاف اشیاء کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہو اور جانورون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہو جیسا چارہ
وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ
لانہ ینکر الرؤیۃ جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو اگر دونون اصل رویت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہو رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہی
وکذا لو انکر البائع کون المردود مبیعا فی بیع بات لو فیہ خیار شرط او رویۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین
بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرویۃ ہو تو مشتری کا قول معتبر ہو ہم یعنے بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا تو مشتری
کا قول معتبر ہو اور بیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بظہور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ خیار
عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاول لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہو تو بائع کا قول معتبر ہو اور فرق یہ ہو کہ مشتری فسخ
بیع مین منفرد ہو اول قسم مین یعنی جسمین مشتری کا قول معتبر ہو یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنی خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب
مین عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی
واشتری عدلا من متاع ولم یرہ وباع او لبس منہ ثوبا بعد القبض او وہب وسلم ردہ بخیار عیب لا بخیار رویۃ او شرط الاصل ان رد البعض
یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرویۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین
اور ایک کپڑا اسمین سے بیچا بعد قبض کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہو خیار العیب سے نہ خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے
قاعدہ اسکا یہ ہو کہ بعض مبیع کا پھیر دینا موجب تفریق صفقہ کا ہو اور تفریق بعد تمام ہو جانے بیع کے جائز ہو نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرویۃ صفقہ
تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرویۃ بعد سقوطہ عن الثانی لا کخیار شرط وصححہ قاضی خان وغیرہ
اور کیا عود کرتا ہو خیار الرویۃ بعد اسکے ساقط ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہو کہ عود نہین کرتا جیسے خیار شرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان
وغیرہ نے صحیح کہا ہو یعنی اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور اسپر موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اسکی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب
فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اسکو بائع اول کی طرف پھیر نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہو کہ رضا پر دلالت کرتا ہو اور خیار الرویۃ کا مبطل ہو اور جب چیز ساقط ہو گئی تو اسکا عود بلا سبب
قوی نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خرید کی تو بائع ثمن کو قبل رویت کے
طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبی اور اگر عاقدین نے باہم خرید فروخت کی عین کی بعوض عین کے
مثلاً کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہو اس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن البحر شری جاریۃ بعبد والف فتقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرویۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لا خیار فی الدین خرید کی
لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرویۃ کے تو بیع باطل نہوگی لونڈی مین بقدر
حصہ ہزار درم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اختیار ثابت نہین دین مین یعنی زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر
بثوب لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی الشفعۃ ولوالجیۃ ارادہ کیا زمین
کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہو کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو زمین کے
ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کر چکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہو جاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقہ کے

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ مین کذا فی الولوالجیۃ ھ طحطاوی نے کہا یہان تفریق عقد سے کچھ ضرر نہین اسواسطے کہ اگر مشتری دونون مبیع کو رد کرتا تو بھی مستحق کپڑے کو لیتا گواہون سے اسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال مین ماخوذ ہی علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اُسکے اقرار کرنے سے شری شیئین وواجد بہا عیبا ان قبضہما رد المعیب والا لا امام اگر خرید کیا دو چیزون کو اور ایک چیز مین عیب ہی اگر دونون پر قبضہ کر چکا ہی تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہی اور نہین تو نہین چنانچہ گذر گیا ھ مذکور یہ ہو چکا کہ فقط مبیع کا پھیر دینا خیار العیب مین بعد قبضہ کرنے کے جائز ہی بسبب تمام ہوجانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ ناتمام ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم

باب خیار العیب

یہ باب ہی خیار العیب کے احکام مین ہو لغتہ ما یخلو عنہ اصل الفطرۃ السلیمۃ عیب لغت عرب مین وہ چیز ہی جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت مین داخل ہو و شرعا ما افادہ بقولہ اور اصطلاح شرع مین حقیقت عیب وہ ہی جسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا من وجد بمشتریہ ما ینقص الثمن ولو یسیرا جوہرہ عند التجار المراد بہم ارباب المعرفۃ بکل تجارۃ وصنعۃ قالہ المصنف اخذہ بکل الثمن او ردہ جسنے اپنی خریدی چیز مین ایسی چیز پائی جس سے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگرون کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو کذا فی الجوہرہ تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اُسکو پھیر دے سوداگرون سے وہ لوگ مراد ہین جنکو شناخت ہی ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی اپنی شرح مین ھ تو معلوم ہوا کہ فقہ مین عیب اُسکا نام ہی جس سے قیمت کم ہو جاوے دستکارون کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع مین نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب صادق آتا ہی اگرچہ منفعت مین کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست نوکر اور غلام کا عیب مین داخل ہی تجار کو عام اسواسطے کیا کہ اگر بیع مصنوعات سے ہوتی ہی تو وہان کاریگرون کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت مین اُسکے لوگ معتبر ہین اور صنعت مین اُسکے اہل کا اعتبار ہی انتہی اور یہ مراد نہین کہ عیب وہ ہی جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہین اگرچہ اُنکی تجارت اور صناعت مین سے نہو مشتری کو رد کا اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہی اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا ہان اگر بیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہو گا تو بقدر اُسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اُسکے لینے کا ارادہ کریگا اور مسئلہ خیار العیب مین چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہی اول یہ ہی کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو ۲ مشتری کے پاس ۳ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۴ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھونا النادر صورت عدم نقصان تو عیب نہ ثابت ہوگا ۵ عدم اشتراط براءت ایک عیب یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زوال پذیر نہو قبل فسخ کے سوا اگر زائل ہو گیا ہی چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جائے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہو گا کذا فی الطحطاوی و مالم یتعین لما سالک محال الیمن فاحرما او احدہما در صورت عیب اُسوقت تک اختیار ہی جب تک مساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردون مین سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونون نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہی بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے کذا فی الحلبی وفی المحیط وصی او وکیل او عبد ماذون شری شیئا بالف وقیمتہ ثلثۃ آلاف لم یردہ بعیب بخلاف خیار الشرط والرویۃ اشباہ للاضرار بیتیم وموکل ومولی وفی النہر ینبغی الرجوع بالنقصان کوارث شری من الترکۃ کفنا ووجد بہ عیبا ولو تبرع بالکفن اجنبی لا یرجع اور محیط مین ہی وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خرید کی اور قیمت اُسکی تین ہزار ہین تو رد مبیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیہ کے کہ اُسمین رد مبیع کر سکتا ہی کذا فی الاشباہ وصی وغیرہ کو رد مبیع جائز نہو بسبب ضرر ہونے یتیم اور موکل اور مولی کے اور نہر الفائق مین کہا ہی لائق یون ہی کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہی مانند اُس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خرید کیا اور اُسمین عیب پایا اور کفن دینے مین شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہین وہذہ احدے ست مسائل لا رجوع فیہا بالنقصان مذکورۃ فی البزازیۃ اور یہ لینے عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہی اُن چھ مسئلون سے جنمین رجوع بالنقصان نہین جو مذکور ہین بزازیہ مین وذکر فی شرحنا للملتقی معزیا للقنیۃ انہ قد یرد بالعیب ولا یرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح مین قنیہ سے نقل کرکے مذکور کیا ہی کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہی اور ثمن نہین پھیر لیا جاتا ھ چنانچہ

غلام کو بیچ کیا اور اُسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ میں نے ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے
ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہے تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہیں پھر اگر مشتری نے غلام میں عیب پایا اور اُسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہیں پھیر سکتا
بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہے کیونکہ وہ امین ہے اور امانتدار ہے کذا فی النہر عن القنیہ کالاباق الا اذا ابق من المشتری
الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام میں بھاگنا عیب ہے مگر جب کہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اُسی شہر میں بائع کے پاس گیا
اور اُسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہیں یعنی اگر دوسرے شہر میں بائع کے پاس بھاگ گیا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور
والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہے بیل کے بھاگنے میں کہ عیب ہے یا نہیں اور قول بہتر یہ ہے کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہے ہم اسمین تین قول ہیں ایک قول کو
تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہیں تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہے دو تین بار کا بھاگنا عیب نہیں اور ظاہرا اور جانوروں کا
بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ابن ملک۔ قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام
کے فرار سے جائز نہیں کذا فی شرح ابن ملک و القنیہ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئا للاکل من المولی او لیسیر کالفلس والفلسین چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا
اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چراوے مولی سے یا کمتر چیز چراوے چنانچہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہیں ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے
یا کھانے سے زیادہ چراوے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چراوے تو عیب ہے ولو سرق عند المشتری ایضا فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعا اور اگر غلام
نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیرے بسبب اُسکے منقطع ہونے کے دونوں چوریوں سے ملا کر ہم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہے
کہ غلام کے ہاتھ کاٹنے سے تنہا اُسکی نصف قیمت ہے اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنی ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب منقسم نصف
ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنی ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع بأخذہ رجع بثلاثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین
ربع اُسکے ثمن کے پھیرے یعنی پون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغرا ای مع التمییز وقدر بخمس سنین او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرہ فلو لم یاکل ویلبس
وحدہ لم یکن عیبا ابن ملک وکبرا لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف بسبب ہیں طفلی
اور جوانی میں اسواسطے کہ طفلی میں بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہے اور جوانی میں بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور
پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہے طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہے اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہے یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پہننے لگے اور پورا
بیان اسکا جوہرہ میں ہے سو اگر وہ بذات خود نہ کھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اُسکے حق میں عیب نہیں کذا فی شرح ابن ملک فمتی اتحد الحال
بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے میں اس طرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہو بائع کے پاس سے
پھر مشتری کے پاس سے دونوں بار کا بھاگنا اسکی طفلی میں ہو یا جوانی میں تو مشتری کو اُسکا پھیر دینا جائز ہے بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی میں
دونوں کے پاس سے بھاگا تو اُسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی میں قصور عقلی اور جوانی میں بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہوا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہے
فقط مشتری کے پاس حادث نہیں ہوا کہ رد ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لانہ عیب حادث اور اختلاف حالت کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ
وہ نیا عیب ہے ہم یعنی جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس حالت طفلی میں اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت میں تو اب مشتری اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ
طفلی کا سبب فرار کم عقلی ہے اور جوانی کا سبب فرار شرارت اور بدذاتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا ہے سوائے اُس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز
نہیں مگر اُس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کعبد حم عند بائعہ ثم حم عند مشتریہ ان من نوعہ لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آئی بائع کے پاس پھر تپ آئی مشتری کے
پاس اگر یہ تپ اُسی تپ کی قسم سے ہے تو اُسکو پھیرنا جائز ہے اور اگر دوسری قسم سے ہے تو جائز نہیں کذا فی شرح العینی ہم خانیہ میں مذکور ہے کہ نوع حمی سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی

وقت مین دونون کے پاس تپ آئی ہو اور اگر اسکے غیر وقت مین تپ آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین یہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی وبقی لو وجدہ

یبول ثم تعیب حتی رجع بالنقصان ثم بلغ ہل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم فتح باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر

پیشاب کرتا پایا پھر اُسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیر لے

مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب لقواعد مذہب یہ ہی کہ ہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون

ہو اختلال القوۃ التی بہا ادراک الکلیات تلویح اور چونکہ جنون یعنی دیوانہ ہونا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی الفتح

ھم یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اُس قوت کے اختلال سے جو ممیز ہی اشیاء حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی

کذا فی الطحطاوی وبہ علم تعریف العقل انہ القوۃ المذکورۃ ومعدنہ القلب وشعاعہ فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہو گئی کہ عقل عبارت

ہی قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اُسکا نام عقل ہی اور اُسکے کان دل ہی اور اُسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر وہو لا یختلف

بہا الاتحاد سببہ بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اُسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیوب کہ مذکور

ہو چکے یعنے اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح العینی ھم جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون

ہوا طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی ومقدارہ فوق

یوم ولیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اُسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی

اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر ولا بد من معاودتہ عند المشتری فی الاصح والا فلا ردالا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ

فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول اصح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین رد مبیع بلا معاودت

جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح ھم ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اُس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی

کہ کا ہے زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا ان توجب نقصانا وعلیہ الفتوی واعتمدہ فی النہر مین

کہتا ہون لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی ھم پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان

قاضی اور مفتی مخیر ہین الحبل عیب فی بنات آدم لا فی البہائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص والعمی

والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور کوڑھ اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان

عیوب ہین وکذا الادر وہو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنی دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی ھم

بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا والعنۃ والخصاء عیبان اور ظاہر ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انہ خصی فوجدہ فحلا فلا خیار لہ جوہرہ

اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اُسکو تندرست پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا

تو مشتری وطے سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والذفر نتن الابط وکذا نتن الانف بزازیۃ والزنا والتولد منہ کلہا عیب فیہا لا فیہ ولو امرد فی الاصح خلاصۃ

اور بخر یعنے گندہ دہنی اور ذفر یعنے گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیۃ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ سب عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین

اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول اصح مین کذا فی الخلاصہ ھم امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوے کہ مقصود کے مخل ہین یعنے لونڈی کی خرید سے

ہم بستری اور طلب ولد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ اشیا اُسکے مخل او مانع نہین خواہ غلام امرد ہو

یا غیر امرد الا ان یفحش الاولان فیہ بحیث یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین بشدت ہون اس طرح پر کہ میان سے

پاس آنے کی مانع ہوں تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی اویکون الزنا عادۃ له بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو بطرح کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہی غلام مین بھی واللواطة بها عیب مطلقاً اور لواطت لونڈی مین عیب ہی مطلقاً یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر اسواسطے کہ مانع ہم بستری ہی کذا فی البحر وبه ان مجانا لانه دلیل الابنة وان باجر لا قنیه اور لواطت غلام مین عیب ہی اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت اُبنہ کی دلیل ہی اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ هم اُبنہ اُس علت کا نام ہی جسمین ایسی چل ہو سیر زمین کہ بدون منی کے قرار نہ پڑے اور یہ سخت عیب ہی یہان تک جانورون مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علت اُبنہ کی دلیل نہین بلکہ حرص مال کی علامت ہی اور یہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقاً عیب نہین شرعاً اسواسطے کہ شرعاً اقبح اور معیوب تر ہی زنا سے وفیها اشتری حمارا تعلوه الحمران طلوع فعیب والا لا وقنیہ مین ہی کہ خریدا کیا گدھا جسپر گدھے چڑھتے ہین اگر برضامندی اُسکی یہ فعل ہوتا ہی تو عیب ہی کہ مرض کی دلیل ہی اور نہین تو عیب نہین واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد والا ان قل بزازیہ اور زنخا اور جھلا ہونا نرم آواز بناکر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ و الکفر بها قسامه وکذا الرفض والاعتزال بحر بحثا عیب فیهما ولو المشتری ذمیا سراج اور سب قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال کذا فی البحر بحثا لانصاً عیب ہی لونڈی غلام مین اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج هم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضیٰ کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہین وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافر مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض لبنت سبعة عشر وعند هما خمسة عشر ویعرف بقولها اذا انضم الیه نکول البائع قبل القبض وبعده هو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہی اور عدم حیض معلوم ہوتا ہی لونڈی کے کہنے سے جبکہ اُسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہی کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلثة اشهر عند الثانی اور مسموع نہو گا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کمتر مین ابو یوسف کے نزدیک اور امام اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کمتر مین دعوی مسموع نہو گا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہی نہ صغیرہ اور آئسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو بموجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضة والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہی نہ عادت کی کھانسی هم بحر الرائق مین ہی کہ مرض کی کھانسی عیب ہی قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب فی الحال لا المؤجل بعتقه فانه لیس بعیب کما نقله مسکین عن الذخیرة اور لونڈی غلام پر اُس دین کا ہونا عیب ہی جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اُسکی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اُسکو مسکین نے ذخیرے سے نقل کیا ہی هم دین مؤجل بعتق وہ ہی جو غلام پر خرید کرنے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولی لکن عمم الکمال وعلله بنقصان ولائه ومیراثه لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہی اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہی هم وجہ نقصان ولا اور میراث یہ ہی کہ ارباب دیون مولی اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیها فهو عیب معراج کسبل وحوص وکثرة دمع والثؤلول بثلثة کذنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعه ثالیل قاموس وقیده بالکثرة بعض شراح الهدایة اور بال اور نزول آب آنکھ مین اور اسی طرح ہر مرض آنکھ مین عیب ہی کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کو یہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکا اور مسا ثؤلول بثا سے مثلثہ بر وزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول باشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اُسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسے مین کثرت کی قید لگائی ہی یعنے مسون کی کثرت عیب ہی نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہی اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک اُنگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو اُنگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب اُنگلیون کا قطع ہونا ہتیلی کے ساتھ ایک عیب ہی والعسر وہو من یعمل

بیسارہ فقط الا ان یعمل بالیمین ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اوجہ شخص کہ فقط اپنے بائین ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے جیسا کہ
فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہین بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرب خمر جہرا وقمار ان عدعیبا اور پیری اور شراب پینا علانیہ
اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند اسکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہونا اگر
بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہون ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہونا عیب نہین اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے
صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہین اور قاضی خان کے فتاوی مین ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہونا زمان سابق مین عیب تھا اب ہمارے زمانے مین عیب
نہین کذا فی الطحطاوی وعدم نخق حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور
کم کھانا جانورون کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ مین ہے کہ ترک نماز غلام مین موجب بیع
نہین وفیہا لو ظہران الدار مشومۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ مین ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد
بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے مین خواہش نہین کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب لو علی الذقن او الشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ
براءنا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہین حق تعالی ہمکو اُنسے بچائے آمین
حدث عیب آخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض رجع بحصتہ من الثمن ووجب الارش واما قبلہ فلہ اخذہ اوردہ بکل الثمن مطلقا
پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سواگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب
قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو لے حصہ نقصان کو کم کرکے یا اسکو
پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی نے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ اوردہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ
معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم ہے یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہین یا
نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اُسکی پانچ صورتین ہین بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے
فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہو چاہے اُسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر
عیب مشتری سے ہوا تو اُسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہین کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو لے سب ثمن دیکر اور
اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اُسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اُسکو ترک
کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اُسکو عیب
قدیم کے سبب سے پھیر نہین سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل
سے ہو تو بجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب
ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اُسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچون صورتون
مین جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا استثنے کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے اسمین پھیر دینا ممکن نہین لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا
بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یون کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برہن البائع علی حدوثہ والمشتری علی قدمہ
فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اُسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہین
ہم نہر الفائق مین قاضی خان کی شرح سے مصرح ہے کہ درصورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ

تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھ بھی رجوع نہین کر سکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اُسکے فعل سے ہم عینی کے کلام مین تناقض ہی شرح کنز مین بعد بیت مذکور ہوا
شرح مجمع مین قبل رویت حلبی نے کہا روایت صحیح یہی حق ہی و الا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تک اور مسائل سابقہ مین یعنی بیع اور موت و اعتاق
اور تدبیر مین کچھ فرق نہین رہتا و الاصل ان کل موضع البائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا یرجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہی کہ جہان کہین بائع کو
مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیر لے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے و الا پھیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ہم بحرالرائق
مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہی اور جب
رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا
اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی الطحطاوی و فیہ الفتوی علی قولہما فی الاکل اقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے
قول پر ہی اکل طعام مین اور ثابت رکھا ہی اُسکو قہستانی نے ہم ذکر فتوی عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا شرح تحویض او لبطیخ کجوز و قثاء فکسرہ
فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علف الدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خرید کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ
یا ککڑی کھیرا پھر اُسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہی اگرچہ جانورون کا چارہ ہو سکے تو اُسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہی اگر اُسمین سے بعد عیب
دریافت ہونے کے کچھ نہ کھایا ہو یعنی بعد کچھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جب کہ بائع اُسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع
نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اُسکا عیب جان گیا قبل اُسکے توڑنے کے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی
وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اس طرح پر کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو
کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ
عندہما نہر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ہم نہایہ مین ہی
کہ صاحبین کا قول اصح ہی قلیل وہ ہی جس سے اخروٹ خالی ہوتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین
مشروح ہی اور سرخسی نے کہا کہ تین عشرہ مین بیسے سو مین کذا فی النہر الفائق و فی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب
عندہما و بہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اُسکو مشتری نے کھایا پھر اُسکے بائع نے اُسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو
پھیر لے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہی ہم یعنی ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو
بائع سے پھیر لے کذا فی الطحطاوی و باع ما اشتراہ فرد المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو رد علیہ بقضاء لانہ فسخ لم یحدث بہ
عیب آخر عندہ فانہ یرجع بالنقصان مثلا زید نے بیچا اُسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے
تو زید اُسکے بائع کو یعنے خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہی اصل بیع کا تا وقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا
عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیر لیگا ہم مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر
مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اُسکے پاس پیدا ہوا اور اُسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اُسکے بائع سے
یعنے مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ و ہذا لو بعد
قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رویۃ او شرط در رادر یہ یعنے رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اُس وقت ہی جب کہ مشتری
ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے بیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقا خواہ بقضا ہو یا برضا پھیر سکتا ہی

غیر الرضی مین مانند رد خیار الرویۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرویۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی بعینہٖ اُسکے بائع پر مطلقاً جائز ہی خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہی رد مطلق مین اور ارضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اُسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحطاوی ولہذا اذا باعہ قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہ یعنے جواز رد اُسوقت ہی جب کہ مشتری اول نے اُسکو بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہوا سواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہی رضامندی کی وہذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہی بسبب نہ تعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہی کذا فی شرح المجمع هم بحر الرائق مین ہی کہ مبیع مین عین ہونے کی قید لگائی تا صرف سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ اُسمین رد بیع فسخ ہی بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقدون مین تو جبکہ دینار درم سے مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اُسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دے کذا فی الطحطاوی ولو رد برضاہ بلا قضاء لا وان لم یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اُسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول صحیح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہی اور وہ بیع جدید ہی ثالث یعنی بائع کے حق مین کذا فی النہر اور قول غیر صحیح یہ ہی کہ جو عیب حادث نہو سکتا ہو چنانچہ زائد اُنگلی تو اُسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہی کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط الثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرہن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ویدفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اُس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہو بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اُسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دے اگر گواہ نہون و ان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ثم اگر مشتری اُسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرہم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اُسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی تحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہی ماسواے حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندہما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرہن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برہن حلف باللہ ما ابق قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہو جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس مشروط ہی چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اُسکے بائع سے جب وہ اُس عیب کے بالفعل موجود ہونے کا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس سے تو اگر یہ امر گواہی سے ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اُسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر پہونچا بسبب مختلف ہونے کے پختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنی طفلی مین گرپختگی قسم نہین اور جوانی مین عیب ہی کذا فی ساقاھم اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اُس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اُسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اُسنے گواہون سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجائیگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کا باقی وعلم حکمہ معلوم کرکہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب مخفی ہے
جنانچہ بجا اُگنا اور اُسکا حکم معلوم ہوچکا ہم یون معلوم ہوچکا گاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہے اور گاہے شرط نہین اور
اُسکو اختیار ہے قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اُسکے پاس پیدا ہوا کما تقدم گرنجگی کے مانند وہ عیب ہے جو معلوم ہو بدون تجربہ اور آزمایش کے جنانچہ بزاز
بول فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وصمم واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم یدع الرضی ہے اور دوسری قسم عیب ظاہر ہے
جنانچہ یک چشمی اور لنگی اور زیادہ یا کم انگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب تیقن ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس
جبکہ بائع نے یہ دعوی نہ کیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہوگیا تھا ہم اسی طرح اگر بائع نے دعوے کیا کہ مشتری اس عیب کا واقف تھا خرید کے
وقت یا اُسنے ابراء عیب کا دعوے کیا سو اگر اُسکا دعوے ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہوسکتا والا مشتری سے قسم
لیجائیگی پھر اُسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہے کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل والاشابۃ عند بالعدد
قول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطبا کے جنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہے ایک عادل طبیب کا قول اور اس عیب کے
ثابت کرنے کے واسطے اُسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہے ہم اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اُسکو دریافت کرے کذا فی النہر عن البدائع
وما یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم تحلف البائع عینی اور جوتھی قسم وہ عیب ہے جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین جنانچہ عورت کی شرمگاہ کی گانٹھ
تو ایک عورت کا قول کافی ہے پھر بائع سے قسم لیجائے کذا فی العینی ہم عینی مین یون مذکور ہے کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت کا قول کافی ہے
پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہے تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہے کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس ما لا ینظرہ الرجال
والنساء ففی شرح قاضی خان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو
قاضی خان کی شرح مین ہے کہ خرید کی لونڈی اور مشتری نے دعوے کیا کہ وہ خنثی ہے تو اُسمین بائع سے قسم لیجائے یعنے جب اُسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت
تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ ببعض بیع من غیر الغیر
کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی اور مثلی مین مختار ہے چاہے باقی مین بیع قائم رکھے
چاہے پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ہم کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہے اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہے بلکہ کل سے
قیمی اور مثلی مراد ہے کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما مجئی اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو مشتری مختار قیمی مین
نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہے نہ مثلی کی جنانچہ آویگا ہم یعنے اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو جنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی مین مختار ہے چاہے اُسکے حصے کے موافق ثمن دیکر رکھے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شی واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو
بھی اُسکو باقی مین اختیار ہے اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین جنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اُسمین بعض
مستحق غیر ہو تو اُسکی تبعیض مین ضرر نہین تو باقی کا لینا مشتری کو لازم ہے اُسمین اختیار پھیرنے کا نہین کذا فی النہر وان شری شیئین فقبض احدہما
دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدہما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر تو اُسکا حکم وہ ہے جو ما قبل
قبض کا حکم ہے یعنے اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہے وہو ای خیار العیب بعد رویۃ العیب علی التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی
غریب بحر اور وہ یعنے خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہے یعنے فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی مین ہے سو غریب ہے
یعنے قول ضعیف ہے کذا فی البحر ہم حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہے یعنی اب

لہ [illegible] ۱۲

اسکو پھیرنے کا اختیار نہین کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد مالم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے
جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو چنانچہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح
وفی الخلاصۃ لو لم یجد البائع حتی ہلک رجع بالنقصان اور خلاصہ مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہان تک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر
نقصان ثمن سے پھیر لے و اللبس والرکوب والمداواۃ له وبه عیبی رضی بالعیب الذی یداویه فقط مالم ینقصه برجندی اور پہننا اور سوار ہونا رضامندی
ہی عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج مین صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہی فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نہ کردیا ہو
کذا فی البرجندی ہم یعنے اگر مبیع غلام ہی اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہی کیونکہ یہ دلیل ہی اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام مین دو بیماریان ہین اور ایک
بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہو گیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ مین درد تھا
اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہو گیا یا آنکھ مین اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہین سکتا اسواسطے
کہ مشتری کے پاس اسمین دوسرا نقصان پیدا ہو گیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید
رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہی ومنه العرض علی البیع الا الدراہم اذا وجدہ زیوفا فعرضها
علی البیع فلیس برضی کعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیه ام لا وعرضه علی المقومین لیقوم ومنجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہی مبیع کا بیچنے کے واسطے سوا
دراہم کے جب کہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہین چنانچہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ
اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہی یا نہین یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والون کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہین ہم اور منجملہ دلائل
رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہی بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہی کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہی نہ اول بار کا استخدام کذا فی النہر ولو قال البائع
اتبیعه قال نعم لزم ولو قال لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکه بزازیہ اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہی اسنے کہا ہان تو بیع لازم ہو گئی اب
خیار العیب سے نہین پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہین تو بیع لازم نہین اسواسطے کہ ہان کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہی اور نہین کہنا بائع کی ملک
ثابت رکھنا ہی کذا فی البزازیہ یعنے یہ چیز میری مملوک نہین اسواسطے کہ مین اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہی لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء
العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بد له منه ای الرکوب لعجز او صعوبة رضامندی نہین سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے
چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہی بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ہم یعنے
مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہین جا سکتا یا جانور سرکش ہی کہ بدون سوار ہونے کے نہین ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی
کی نہین تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہی وہل ہو قید للاخیرین او للثلاثة استظهر البرجندی الثانی واعتمدہ المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرہم
الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہی یا تینون کی قید برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہی اور اسی پر مصنف نے
اعتماد کیا ہی اپنی شرح مین درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہوکر اور اسکے غیر اور مصنفین نے اول کو قوی کہا ہی ہم مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا لا بد له
قید ہی اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاد نے بحر الرائق مین اعتماد کیا ہی انتہی لو اول سے اخیرین مراد ہین اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجای اول
ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہی کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین اطلاق ہی اور دوسرے مین تفصیل ہی کذا فی الطحطاوی ولو قال
البائع رکبتها لحاجتک وقال المشتری لا بل لردہا فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے
کہا نہین بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہی کذا فی البحر وفی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها فهو عذر اور فتح القدیر مین ہی

کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اگر بوجھ لادا تو یہ عذر ہے یعنے بعد سفر کے اُسکو پھیر سکتا ہے طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر
نہین سکتا ہے اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہوجانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ پھیر سکتا ہے بقیاس اُسکے چارہ لادنے کے پس اس
تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہے اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع او احدہما متعدد ولیتوزع الثمن علی تقدیر الرد او فی عدد المقبوض
فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد
مین کہ ایک ہے یا چند عدد تا قیمت منقسم ہوجاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
وہ قابض ہے اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہے ہر طرح مقدار مبیع مین یا اُسکی صفت مین یا تعیین مین ہم عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت کہ دو غلام
خریدکیے بائع نے مشتری سے کہا کہ تو نے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ
فقال البائع لیس ہو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع وعرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو
پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اُسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اُسکو پھیرے
خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہے کذا فی الفتح ہم اختلاف
طول اور عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہے تو اُسمین مشتری کا قول معتبر ہے چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہے ظہیریہ سے خلافا للمشارح کذا فی الطحطاوی
واشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما وحدہ صفقۃ واحدۃ خرید کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین بصفقۃ واحدۃ خرید کین کہ اُنمین سے فقط ایک
چیز سے انتفاع متصور ہے ہم شارح نے تصحیح کردی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہے نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہے کہ دونون کا ثمن جدا جدا
مذکور نہین کیا اور اگرچہ جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہے فقبض احدہما ووجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض
اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور اُسمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونون کو
لے یا دونون کو پھیرے ہم یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اُسمین تفریق صفقہ ہے قبل تمام ہونے کے
اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہے اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون
چیزون پر قبضہ کرلیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیرے بیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہوجانے صفقہ کے اسواسطے
کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا ای زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما بالآخر بحیث لا یعمل
بدونہ ووجد ببعضہ عیبا فان لہ ردکلہ او اخذہ بعیبہ لانہ کشئ واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وہو الصحیح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون
اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا
ہل گیا ہے کہ کام نہین کرتا بدون اُسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہے کہ سب کو پھیرے یا عیب دار کو بھی
رکھے اُسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاے مذکورہ شی واحد کے مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو بنابر قول اظہر کے کذا فی العنایۃ اور یہی صحیح
ترہے کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطئہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی
ماء ہا وہو جزءہا خرید کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اُسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب پایا تو اُسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ
وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ مشتری نے بسبب قربت کے اُسکی منی نکالی اور منی اُسکا جسم و بدن ہے
ہم یعنے اگر اب پھیر دے تو ایسا ہے کہ گویا اُسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ ثیبہ ہی ہو لیکن چونکہ مقدمہ ہی وطی کا لہٰذا حکم وطی مین ہی ولو الواطی زوجہا ان ثیبا ردہا وان بکرا لا بحر اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہی اگر وہ ثیبہ ہی
تو اسکو پھیر دیگا اور اگر باکرہ ہی تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنے اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے
بسبب نہ جائز ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومة المحبیة لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا لم یرد بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی والملتقط الثیوبة
لیست بعیب الا اذا شرط البکارة فیرد بالعدم المشروط اور منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے
بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیرنے اور حاوی اور ملتقط مین ہی کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جب کہ بکارت شرط کی ہو تو اسکو پھیر دے اگر
ثیبہ ہو بسبب نہ ہونے مشروط کے ہم منظومہ کی روایت مین مراد یہ ہی کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہو تا ما قبل کے موافق ہو جاوے اور حاوی
اور ملتقط کی روایت اسپر محمول ہی کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا
البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع ولیعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال المانع درر فیردہا مع
النقصان علے الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہی اسواسطے کہ امتناع رد بسبب بائع کے حق کے
تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے بواسطے عود کرنے
ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر ہم نقصان کے ساتھ پھیر دے یعنے جبکہ
پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اسقدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشتری البائع الغائب واثبتہ
عند القاضی فوضعہ عند عدل فاذا ہلک ہلک من المشتری الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب بلا خصم ینفذ علی
الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اُس چیز مین جو خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے مبیع کو شخص معتمد کے
پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہوگا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اُسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا اسواسطے
کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہی بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین مین کتاب المفقود مین نفاذ کی روایت
کی تصحیح ہی اور کتاب القضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہی شرح حموی مین ہی کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی غیر
حنفی المذہب مراد ہی جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہی اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی رائے پر قرار دے سکے حالانکہ اُسکے واسطے کوئی
رائے نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنے امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردة والقطع
او سرقة ورجع بنصف ثمنہ مجمع واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اُسکا ہاتھ کاٹا گیا اُس سبب سے جو واقع ہوا تھا
بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیر لے یعنے مقطوع اور مقتول کا ثمن مقطوع کو
رکھے اور اُسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ہم اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری کے پاس
اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیرے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیرے اور اگر بائع اُسکا پھیر لینا قبول کرے تو یون
ثمن پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعة بعضہم علے بعض وان علموا بذلک لکونہ کالاستحقاق لا
کالعیب خلافا لہما اور اگر اُسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا تو بعض بائعین بعض سے
رجوع کرین یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیرے اگرچہ اُنکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے مانند استحقاق کے
نہ مانند عیب کے بخلاف صاحبین کے ہم یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے نزدیک

مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیرے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہی کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراءة من کل
عیب وان لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا تصح عنده وتصح عندنا لعدم افضائه الی المنازعة ویدخل فیه الموجود والحادث
بعد العقد قبل القبض فلا یرده بعیب اور صحیح ہی بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی
کے اسواسطے کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے اُنکے نزدیک صحیح نہین اور ہمارے نزدیک صحیح ہی اسواسطے کہ عدم تعین براءت مین منازعت کو نہین پہونچاتی اور
اس شرط مین داخل ہی وہ عیب جو موجود ہی قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری بیع کو پھیر نہین سکتا مع براءت عیب کی یہ صورت ہی کہ بائع نے
مشتری سے کہا کہ مین نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ مین بری الذمہ ہون ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو نہین پھیر سکتا
اسواسطے کہ غرض اس شرط سے یہ ہی کہ عقد لازم ہوجائے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی
براءت سے خواہ بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اُسکا واقف ہو یا نہو اُسکی طرف اشارہ کیا ہی انکیا ہو وخصه محمد ومالک بالموجود کقوله من کل عیب به اور محمد اور
امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہی نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یون کہنا بائع کا کہ مین بری الذمہ ہون اسکے ہر عیب سے عیب موجود کے
ساتھ بالاتفاق مخصوص ہی تو اُسمین عیب حادث بالاجماع داخل نہین کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت مین مشتری
پھیر سکتا ہی ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ مین بری الذمہ ہون اس عیب سے جو پیدا ہو تو صحیح ہی ابو یوسف
کے نزدیک اور فاسد ہی بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا محتمل اضافت کا نہین تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف کی یہ دلیل ہی کہ غرض
اس سے ایجاب بیع ہی اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اُسمین نرہے کذا فی الحلبی ابراه من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی الباطن واعتمده المصنف
تبعا للاختیار والجوهرة لانه المعروف فی العادة وما سواه فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض پر محمول ہی اور بعضون نے کہا کہ باطن کے
مرض پر محمول ہی اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہی اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ داء عادت مین مرض باطنی مین مشہور ہی اور سوائے
بیماری باطن کے عرف مین مرض مشہور ہی ہم مذہب مشہور یہی ہی کہ داء مطلق مرض ہی اسواسطے کہ لغت مین ظاہر اور باطن دونون کو داء کہتے ہین لیکن
عرف مین پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہین چنانچہ تلی یا فساد حیض کی بیماری کذا فی المنح ولو ابراه من کل غائلة فهی السرقة والاباق والزنا اور اگر بائع نے
ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہی ہم ہرچند لغت مین غائلہ بمعنی شر اور بدی ہی لیکن یہ تخصیص عرفی اسواسطے ہی کہ مدار احکام
عرف پر ہی اشتری عبدا فقال لمن ساومه ایاه اشتره فلا عیب به فلم یتفق بینهما البیع فوجد مشتریه به عیبا فله رده علی بائعه شرط
ولا یمنعه من الرد علیه اقراره السابق لعدم العیب لانه مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا
تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمین کوئی عیب نہین پھر دونون مین بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام مین عیب پایا تو اُسکو پھیر دینے کا
اختیار ہی اُسکے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اُسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہی ترویج سے ہم
یعنے آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہی تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہین لہذا اُسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا چنانچہ مولے کا
کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہین بلکہ شتم پر محمول ہی اور رد بیع کی شرط گواہ ہین یا اقرار بائع کا یا انکار قسم کذا فی الطحطاوی
ولو عینه ای العیب فقال لا عور به او لا شلل لا یرده لاحاطة العلم به الا ان لا یحدث مثله فلا اصح به زائدة فوجدها فله رده للتيقن بکذبه اور اگر مشتری
مذکور نے عیب کا نام لیا اور یون کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہی کہ اس غلام مین عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہین
اور اُسنے خرید لیا اور پھر وہی عیب اُسمین ظاہر ہوا تو اب مشتری اُسکو پھیر نہین سکتا بسبب دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام

اگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہین ہو جاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اُسکی زائد اُنگلی نہین پھر مشتری نے زائد اُنگلی اُسمین پائی تو اُسکو
اس صورت مین پھیر دینا جائز ہی باوجود نفی عیب مذکور کے بسبب متیقن ہو جانے اُسکے جھوٹ کے **قال لآخر عبدی ہذا آبق فاشترہ منی فاشتراہ**
وباع من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول مالم یبرہن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع
الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہی تو اُسکو مجھسے خرید کرلے سو اُسنے اُسکو مول لیا اور دوسرے
شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اُسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اُسکو پھیر نہین سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہون سے ثابت نہ کرے
کہ وہ اُسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہین بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہی اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے
اقرار کا مصدق نہین ہو سکتا کذا فی الطحطاوی **واشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لانہ استخدام**
خرید کی شیردار لونڈی سو اُسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اُسمین عیب پایا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا
ہم یعنے اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہی بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار شروح مجمع وحررناہ فیما
علقناہ علی المنار بخلاف اُس بکری کے جو کم شیر تھی سو اُسکے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوہا تا اُنمین دودھ جمع ہو رہے اور مشتری
گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہی تو اس بکری کو نہ پھیرے اُسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار
کذا فی شروح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہی منار کی شرح مین **کما لو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضا استحسانا**
لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان نوع آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من القن
بحر چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہی اور مبسوط مین ہی کہ استخدام بعد دریافت
ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہین اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہی تنگی نہین اور
استخدام آزمایش کے واسطے بھی ہوتا ہی کہ مملوک لائق کار ہی یا نہین اور بزازیہ مین ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہی
اگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہین اور صغری مین ہی کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہین مگر مملوک پر زبردستی کرکے
خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہی نہ غیر کی مملوک پر **قال المشتری لیس بہ ای بالمبیع**
اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد اُنگلی یا مانند
اسکے ویسا عیب نہین جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کرچکا تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہی بدون
قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہی کیونکہ اُنگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہی
جو بائع کے پاس موجود تھا **باع عبدا وقال للمشتری بریت الیک من کل عیب بہ الا الاباق فوجدہ ابقا فلہ الرد ولو قال**
الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد ولا وصفہ بہ فلم یکن اقرارا باباقہ للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون
راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اُسکو
مشتری نے بھگوڑا پایا تو اُسکو پھیرنے کا اختیار ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین اُسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوائے اسکے بھاگنے کے
تو پھیرنے کا اختیار نہین اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہین کی اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا تو اُسکا
قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اُسکی طرف نسبت کیا تو اُسنے خبر کردی کہ وہ بھگوڑا ہی تو مشتری

دراہم مشتری کو دے اور مشتری اُسکو نہ پھیرے تو جائز ہی اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا اور بحر الرائق مین کہا کہ یہان تک ظاہر ہوگیا کہ خیار العیب ساقط ہو جاتا ہے
وقت بیع یا وقت قبض کے دریافت ہونے سے یا راضی ہو جانے سے بعد بیع اور قبض کے اور اشتراط برات ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس
وھو ان یصطلحا ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ لا یصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یجوز اور بالعکس اُسکے وہ یہ ہی کہ دونون اسپر صلح کرین کہ مشتری چند
دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہین سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہی ہم سوداگرون کی اصطلاح مین
اُسکو ہمقانہ کہتے ہین سو معلوم ہوا کہ حرام ہی کیونکہ رشوت ہی ابو نصر بغدادی کی شرح قدوری مین ہی کہ رشوت اور ہدیہ مین یہ فرق ہی کہ رشوت وہ ہی جو ایک شخص دوسرے
کو کچھ دے بشرط اُسکی اعانت کے اور ہدیہ مین اعانت شرط نہین وفی الصغری ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم بری او ظہر ان لا عیب فیہ فللبائع ان یرجع بما
ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور صغری مین ہی کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے مصالحہ کر لیا کچھ مال پر پھر وہ عیب زائل
ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اُسمین کچھ عیب نہین تو بائع کو جائز ہی کہ جو دیا ہی اُسکو پھیر لے اور اگر عیب زائل ہو مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہین کذا فی القنیہ
رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان المبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا یساوہ لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل مبیع کے
عیب سے تو موکل کو یہ بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اُسمین موجود ہی قیمت مین برابر ہو ثمن مسمی کے اور اگر قیمت اُسکی ثمن معین سے برابر نہو تو
موکل کو بیع لازم نہین چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہین چھپانا عیب
کا مبیع یا ثمن مین اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہی مگر دو صورت مین حرام نہین الاولی الاسیر لو شری شیئا ثمہ ودفع الثمن مغشوشا جاز
ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہی کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہان یعنے دار الحرب مین خرید کرے اور کھوٹا ثمن دے تو جائز ہی اگر وہ آزاد ہو نہ غلام ہم اشباہ مین
جہان سے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یون ہی کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہی اگر اسیر آزاد ہوا اور اگر غلام ہو تو جائز نہین
انتہی اور اسی کے موافق قاضی خان مین یون ہی کہ ایک مرد نے قیدیون کو اہل حرب سے خرید کیا تو اُنکو کھوٹے اور مغشوش درم دینے جائز ہین اسواسطے کہ احرار
کی خرید در حقیقت خرید ہی نہین اور اگر قیدی غلام ہین تو کھوٹے درم دینے جائز نہین انتہی تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہی نہ مشتری غور کر لے کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے
اشباہ کی عبارت مین دھوکا کھایا کہ اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہی کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے
حاکم کے ظلم مین جائز ہین کذا فی الاشباہ ہم جبایات بباء موحدہ نہ بنون جیسا کہ بعضے غلط سمجھے ہین اور وہ جمع ہین جبایت کی جبایت وہ ہی جو لوگون سے بظلم مال لیا
جاوے کذا فی الطحطاوی وفیہا رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ مین ہی کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہی سب لوگون کے
حق مین مگر دو صورت مین فسخ نہین ہم سب کے حق مین فسخ ہی یعنے بائع اور مشتری کے حق مین فسخ ہی اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہی نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد
مبیع مشتری کے مملوک ہین تو اُنکو اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک
صورت یہ ہی کہ اگر بائع نے ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہین ہوتا ہم صورت اُسکی ذخیرہ مین یون ہی کہ غلام بیچا ایک مرد نے
ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کیا بقید ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا خیار الرویۃ یا خیار الشرط
یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو حوالہ باطل نہین استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اُسکو باطل کریگا انتہی ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع
شارح کی عبارت مین فرع ہی بنا بر غالب کے کذا فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ المشتری بعد الرد بالعیب بقضاء من غیر المشتری لو کان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان فسخا لجاز دوسری صورت
یہ ہی کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اُسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہین قبل اُسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ہم غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہی کیونکہ مبیع اُسکے پاس ہی اور

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ اراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہے وفی البزازیۃ شری عبدا فضمن لہ رجل عیوبہ فاطلع علی عیب وردہ لم یضمن لانہ ضمان
العہدۃ وضمنہ الثانی لانہ ضمان العیوب وان ضمن السرقۃ والحریۃ او الجنون والعمی فوجدہ کذلک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہے کہ ایک غلام خرید کیا اور ایک مرد
اُسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اُسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہے اور ضمانت
عہدہ امام کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف نے اُسکو ضامن کہا ہے اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہے اور ضمان عیوب جائز ہے اور اگر وہ مرد دزدی یا
آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اُسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہے وفی جواہر الفتاوی شری ثمرۃ کرم والکن خطافہا
لغلبۃ الزنابیر ان بعد القبض لم یردہ وان قبلہ فان نقص المبیع بتناول الزنابیر فلہ الفسخ لتفرق الصفقۃ علیہ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ خرید کیے پھل انگور کے اور
ممکن نہین اُنکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہے اور پھل کم ہو گئے
ہون بھڑون کے کھا جانے سے تو اُسکو فسخ بیع مین اختیار ہے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنی جسقدر پھل خرید کیے تھے وہ پورے باقی نرہے بھڑونکے کھا جانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہے بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہے کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہے تا انتفاع اور
حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالف دین ہے اور فاسد مشتق ہے فساد سے جو ضد صلاح ہے اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کیطرف راجع ہے
اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اُسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہے کہ مال متقوم ہوا اور اُسکا جواز اور صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد
ہونا اُسکی صحت کا مانع ہے کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہے تعداد اسباب کے سبب سے
کذا فی النہر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروہ وقد یذکر فیہ بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہے باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل اور مکروہ کو
بھی شامل ہو گئی اور گاہے اسباب مین بعض اقسام بیع صحیح کے بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہے اشتراک کے قول سے اور عرف سے عرف
فقہا مراد ہے کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ اُنکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل
بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہے اور فقہ مین بیع باطل وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع نہون اور حکم باطل عدم ملک ہے قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہے
مکروہ لغت مین ضد محبوب ہے اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہے جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہے بسبب مجاور کے چنانچہ بیع اذان جمعہ کے وقت
کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فہو مبطل وما اورثہ فی غیرہ فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہے اور جو خلل پیدا کرے رکن کے
سوا اور امور مین وہ مفسد ہے بیع کا ہم شرح بدیع مین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اس طرح
کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اُسکے ہونے کے
مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہے بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہے جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اُسکے ثمن مین خلل
واقع ہوا اس طرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سود ہو یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اُسمین ایسی شرط ہو جو مقتضائے عقد کے مخالف ہے تو اس طرح کی بیع فاسد ہے
نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے انتہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہے رکن بیع اور اُسکے محل مین وہ مبطل ہے تو فقہاء کے مقصد
کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہے رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انھین دونون چیزون پر ہے اور اصل شی اُسی کا نام ہے
جسپر اُس شی کی بنا ہوا اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہے جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو چنانچہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہے عقد کی کیونکہ وہ مقصد
کے تابع ہے اور چنانچہ شرط مخالف مقتضائے عقد ہے کذا فی الطحطاوی بطل بیع مالیس بمال المال مایمیل الیہ الطبع ویجری فیہ البذل

باب البیع الفاسد

بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہو اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح و بیع امۃ تبین انہ
ذکر الضمیر لتذکیر الخبر عبد و عکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہو جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنے اس غلام
کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہو بخلاف جانوروں کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثے من بنی آدم
جنسان حکما فیبطل و فی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح و یتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز اور عدم جواز کا یہ ہو کہ نر اور مادہ بنی آدم مین
دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع
صحیح ہوگی اور مشتری کو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہم آدمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھیرے
کہ مرد اور عورت کے خرید کرنے مین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر مذکر خرید کیا اور وہ مادہ
نکلی تو بیع صحیح ہوگی و متروک التسمیۃ عمداً و لو من کافر بزازیہ و کذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہو جسکے ذبح کرنے وقت
نام خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہو جو متروک التسمیۃ کے ساتھ ملاکر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیۃ کا حرام
ہونا نص قرآنی سے ثابت ہو ہم متروک التسمیۃ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہو اگر ذابح اسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا ہر مسلم کے دل مین ہو تو اگر
کوئی کہے جبکہ متروک التسمیۃ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کی بیع جائز ہو صاحب کافی نے اسکا جواب
دیا کہ متروک التسمیۃ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہو اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین و بیع الکراب
و کری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء و شجر فیصح اذا لم یشترط ترکہما ولوالجیہ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہو اسواسطے
کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہو تو بیع اسکی صحیح ہو بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنے
ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمین ہل چلایا یا اسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ
فسخ ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی و ما فی حکمہ ای حکم لیس
بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیع ہؤلاء باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض ابتداء فصح بیعہم من انفسہم و بیع قن ضم الیہم درر
اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہو یعنے جو چیز کہ مال نہین ہو چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہو یعنے باعتبار انجام کار باطل ہو
اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہو اور اس
مملوک کی بیع صحیح ہو جو انکے ساتھ ملاکر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہو کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہین اور ام ولد
اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار
کے انکی بھی بیع باطل ہو اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہو کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کردیا اور سبب حریت مدبر مین فی الحال
متحقق ہو کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہو اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہو تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل
ہوجاوین کذا فی الطحطاوی و قول ابن کمال بیع ہؤلاء باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع و عدم نفاذ القضاء ببیع
ام الولد و صحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء آخر امضاء او ردا عینی و نہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل
موقوف ہو تضعیف کی ہو اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضا ہے مکاتب ہو قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضاء ہے
ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہو مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہو کہ قضاء بیع ام ولد دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہو

حکم اول کے جاری رکھنے مین یا رد کرنے مین کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر
محمول ہی جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم ندیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری
کردیا ہو م بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول مین مختلف فیہ تھا عمر فاروق اُسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر
بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہوگا یا نہین بعضون کے نزدیک رافع نہین اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلاف کا فصول استروشنی مین ہی
کہ قضاے بیع ام ولد مین دو روایتین ہین اظہر الروایتین یہ ہی کہ نافذ نہین اور جامع مین یون ہی کہ قضاے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی اگر وہ جاری
کردے تو نافذ ہی والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہی کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولدہم ولاء کہم وفی بیع معتق البعض کحر اور سراج مین ہی کہ ام ولد اور مکاتب و مدبر کی
اولاد انکے مانند ہی عدم جواز بیع مین اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہی بطلان بیع مین **وبطل بیع مال غیر متقوم** ای غیر مباح الانتفاع بہ ابن کمال فلیحفظ
اور باطل ہی بیع مال غیر متقوم کی یعنی وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہین کذا صرح ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے م ابن کمال نے کہا کہ تلویح
مین مذکور ہی کہ تقوم دو قسم ہی تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز جیسا کہ شکار اور گھاس مال متقوم نہین اور تقوم شرعی یعنی جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہی
کذا فی الطحطاوی **وخمر وخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا** بل بالخنق ونحوہ فانہا مال عند ذمی کخمر وخنزیر مال غیر متقوم چنانچہ شراب اور سور اور مردہ
جانور جو خود بخود نہین مرگیا بلکہ گلہ دابنے اور مانند اُسکے جیسا کہ مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہی کفار ذمیون کے نزدیک جیسے شراب اور سور
وہذا ان **بیعت بالثمن** ای بالدین کدراہم ودنانیر ومکیل وموزون بطل فی الکل وان بیعت کعین کعرض بطل فی الخمر وفسد فی العرض فیملکہ بالقبض
بقیمتہ ابن کمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے چنانچہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو
بیع اور ثمن ہر ایک مین بیع باطل ہی یعنے قبضہ کرنے سے بھی مملوک نہین ہوسکتے اور اگر انکی بیع ہوئی بعوض عین یعنے متاع اور اسباب سے تو
شراب وغیرہ مین بیع باطل ہی اور اسباب مین فاسد ہی تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اُسکی قیمت دیکر کذا صرح ابن کمال **وبطل بیع قن ضم**
الی حر وذکیۃ ضمت الی میتۃ ماتت حتف انفہا قید بہ لتکون کالحر وان سمی ثمن کل ای فصل الثمن خلافا لہما اور باطل ہی بیع اس مملوک کی
جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جو ملایا گیا اُس مردار کے ساتھ جو خود بخود مرگیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن مذکور ہو
بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہوجاوے عدم مالیت مین مسلم اور ذمی دونون کے نزدیک و
مبنی الخلاف ان الصفقۃ لاتتعدد بمجرد تفصیل الثمن بل لابد من تکرر لفظ العقد عندہ خلافا لہما فظاہر النہایۃ یفید انہ فاسد اور امام اور صاحبین کی
بناے خلاف یہ ہی کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہین ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ تعدد مین مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین
کے کہ اُنکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ مین کافی ہی اور نہایہ کا ظاہر اسکا مفید ہی کہ بیع عبد بضم حر اور بیع ذبیحہ بضم میتہ فاسد ہی **بخلاف**
بیع قن ضم الی مدبر ونحوہ **او قن غیرہ وملک ضم الی وقف** غیر المسجد العامر فانہ کالحر بخلاف العامر بالمعجمۃ الخراب فلمد براشباہ من قاعدۃ اذا اجتمع
الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا مدبر اور اُسکے مانند ام ولد اور مکاتب کے ساتھ یا غیر کے غلام کے ساتھ اور بیع مال مملوک کی
جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سواے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملکر بکے گی تو اُسکی بیع باطل ہی جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہی
بخلاف ویران مسجد کے کہ اُسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہی جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہی چنانچہ یہ تصریح اشباہ مین ہی منجملہ اُس قاعدے کے کہ جب حرام اور حلال
مجتمع ہون تو حرام ہی غالب ہوتا ہی **ولو محکوما بہ** فی الاصح خلافا لما افتی بہ المولی ابو السعود اگرچہ لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو بھی ملک کی بیع
صحیح ہی قول اصح مین برخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے م مفتی مرحوم کا یہ فتوی ہی کہ اگر لزوم وقف کا قاضی نے حکم کیا تو اُسکے ساتھ

ملک کی بیع فاسد ہی نہر الفائق مین اس قول کو رد کیا ہی اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہی فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانہا مال فی الجملۃ تو صحیح ہی
بیع بقدر اُسکے حصے کے غلام مین مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام مین غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک مین وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام
اور وقف فی الجملہ مال ہین ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح عینی اور اگر ایک گانون بیچا اور وہان کے مساجد اور مقابر کو بیع سے استثنا
نہ کرلیا تو بیع صحیح نہین کذا فی العینی م بحر الرائق مین محیط سے منقول ہی کہ اگر قریہ بیچا اور اُسمین کے مساجد اور مقابر کو استثنا نہ کرلیا تو قول اصح یہ ہی کہ ملک
مین بیع صحیح ہی اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنابر عادت کے مستثنیٰ ہین طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولی ہی اسواسطے کہ جو عرف مین معلوم ہی وہ
مشروط کے برابر ہی کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہی بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو م غیر عاقل کی قید اسواسطے
لگائی کہ صبی عاقل کی بیع اور شرا منعقد ہی اور اُسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین
وبعر واکتفی فی البحر بمجرد خلطہ تراب اور باطل ہی بیع آدمی کے پیشاب اور گوہ کی جسپر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہوا ور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہی
جیسے گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہی اور بحر الرائق مین اکتفا کیا ہی بمجرد اُسکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے م طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط
گوہ مال نہین اور خالص مٹی مال نہین پھر دونون کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور
خلط سے انتفاع جائز ہی نہ بدون خلط کے وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی
بیع باطل ہی بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اُسکو سور کے بال کی بحث مین مذکور کیا ہی فبیع مالیس فی ملکہ
لبطلان بیع المعدوم ومالہ خطر العدم اور باطل ہی بیع اُس چیز کی جو آدمی کی ملک مین نہین ہی بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمین نیستی کا خطرہ
لگا ہی م معقود علیہ کی شرط یہ ہی کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اُسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اُسکے پاس
نہین تو وہ نہ اُسکی ملک ہی نہ مقدور التسلیم ہی اور جسمین نیستی کا خطرہ لگا ہی اُسکی بیع بھی جائز نہین چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمرا اور زرع قبل از ظہور اور
بیج خربوزے کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر کے اور کھلی تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح
لانہ علیہ الصلوۃ والسلام نہی عن بیع مالیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہین اُسکی بیع بطریق سلم باطل نہین بلکہ وہ صحیح ہی اسواسطے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اُسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہین اور رخصت دی سلم مین م اصحاب سنن نے حکیم بن حزام سے روایت کی کہ
مین نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خرید کرنے کو آتا ہی اور میرے پاس وہ چیز نہین ہوتی سو کیا مین اُس سے بیع کیا کرون پھر اُسکو
بازار سے خرید کردیا کرون فرمایا لا تبع مالیس عندک یعنی نہ بیچ اُسکو جو تیرے پاس نہین ہی کذا فی التیسیر وباطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وہو المال اور باطل ہی وہ بیع جسمین نفی ثمن کی تصریح ہی بسبب نہونے رکن کے یعنے مال م اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور
ہوگا والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو ہلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ الفتوی
اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہی یعنے مشتری بیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہین ہوتا تو مشتری پر تاوان نہین اگر بیع اُسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان رینے کی تصحیح کی ہی بعضون نے کہا اسی قول پر فتوی ہی م حموی مین ہی کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہی اور قنیہ مین
وجہ صحت یہ مذکور ہی کہ مشتری نے اُسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین مین قاضی خان سے منقول ہی کہ ضمان
دینا صحیح ہی تو خلاصہ یہ ہی کہ دونون قول مصحح ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاہا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل
وقیل فاسد وصحح اور قنیہ مین ہی کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضون کے نزدیک باطل ہی اور بعضون کے نزدیک فاسد ہی اور قنیہ کی وصایا مین ہی کہ بیچنا وصی کا یتیم کے مال کو

بہ نقصان صریح باطل ہے اور بعضون کے نزدیک فاسد ہے اور اسی کی ترجیح ہے بعضون کے نزدیک ہم فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ در صورت باطل ہونے کے بعد قبض
مبیع مملوک نہین اور فاسد مین مملوک ہے و فی التف بیع المضطر و شراءہ فاسد اور تف مین ہے کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص
کھانے یا پانی یا لباس کی طرف باضطرار حاجتمند ہے اور بائع اشیاے مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خریدکرنا نہایت
ثمن کو کم کرکے کذا فی النہر ابوداؤد مین علی مرتضیٰ سے روایت ہے کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے جضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے
کذا فی التیسیر **وفسد بیع ما سکت** ای وقع السکوت فیہ **عن الثمن** اور فاسد ہے وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے
یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے خرید کیا اور دونون نے ثمن کو ذکر نکیا تو بیع فاسد ہے اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہے چنانچہ مذکور ہوچکا کیونکہ بیع
بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی بقدر اسکی قیمت کے فاسد ہے ہم یعنے بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہے **وفسد بیع عرض** ہو المتاع القیمی ابن کمال **بخمر وعکسہ**
فینعقد فی العرض لا الخمر کما مر اور فاسد ہے بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین جہ مرت
چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت ہے متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین **وفسد بیعہ ای العرض**
بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک المشتری للعرض لما مر انہم مال فی الجملۃ اور فاسد ہے بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور
مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین تقابض بدلین کرینگے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین
بخلاف شراب یا سور یا مردار کے **وفسد بیع سمک لم یصد لو بالعرض والا فباطل** لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہے بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ مین
نہ آئے شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر دراہم اور دنانیر یا مکیل اور موزون سے ہو تو بیع باطل ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم صدر الشریعہ نے
شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو سزاوار یہ ہے کہ بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہے اسواسطے کہ وہ مال غیر
متقوم ہے اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہے اور احراز یہان حاصل نہین **او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ** للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی
پھر ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنی حوض وغیرہ مین کہ اسمین سے گرفتار نہین ہوتی مگر جال کے حیلے سے تو بیع فاسد ہے بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے **وان**
اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرویۃ اور اگر مچھلی پکڑلیجائے بدون حیلۂ جال کے تو بیع اسکی صحیح ہے اور مشتری کو خیار الرویۃ ہے **الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ**
فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہے بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند
کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری ہے اور موجب ہے ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہے بحر الرائق مین ہے کہ جب مچھلی حوض مین کسی
آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور کے ہے یعنی درصورت تسلیم صحیح ہے والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہین بوسطہ
عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہے جبکہ انسان نے وہ حوض شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی **ولم یجز اجارۃ**
برکۃ لیصاد منہا السمک بحر اور جائز نہین اجارہ حوض اور تالاب کا تاکہ اسمین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر **وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ**
من یدہ اما قبل صیدہ اصلا فباطل لعدم الملک اور فاسد ہے بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل
انکے شکار کرنے کے تو باطل ہے بسبب عدم ملک کے ہم یعنی اگر چڑیا کو پکڑ کے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہے اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو بیع اسکی
بیع فاسد ہے اور اگر ہنوز اسکو نہین پکڑا تو بیع باطل ہے اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہے مچھلی کے مانند کذا فی البحر **ولو**
کان یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا و رجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہے کہ اڑجاتی ہے اور پھر آتی ہے پلٹ کر جیسا کہ چنانچہ پالتو کبوتر تو اسکی بیع اڑنے کی حالت مین
صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین ہم وجہ صحت یہ ہے کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہے

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہین چنانچہ تجویز ہلاک بیع قبل قبض مانع نہین پھر درصورت عروض ہلاک کی بیع فسخ ہوتی ہے اسی طرح بیان
درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق مین کہا آمین نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے
ولہذا بندۂ گریختہ کی بیع جائز نہین انتہا مین کہتا ہون کہ جواز بیع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہین اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی
طائر کی تو مقدور التسلیم ہوا اور قدرت التسلیم کا دعویٰ بعد عقد کے لازم نہین اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہوجاویگی بخلاف بندۂ گریختہ
کے کہ عادت مین اُسکا عود کرنا معتاد نہین کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنی پیٹ کے
بچے کی اور بحر الرائق مین اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے باتباع صاحب دُرر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان
اور حموی مین اُسکو باطل کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اُسکی خرید سے جو جانورون کے پیٹ مین ہو تا وضع رواہ احمد والترمذی
وابن ماجہ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی والامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبۃ ووصیۃ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سوائے اسکے
حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنی لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے ولبن فی ضرع وجزم
البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ ہین ۱ معلوم نہین کہ تھن مین
دودھ ہے یا ریح ۲ اختلاف دوہنے کی کیفیت مین غالبًا نزاع واقع ہوگا ۳ جائز ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے
مال سے اسطرح پر کہ تخلیص اُسکی مقصود نہین ۴ امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کی کذا فی الطحطاوی ولولو فی
صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطرۂ نیستی کے یعنے اُسکا وجود اور مقدار معلوم نہین وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی
ومالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اُسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو مبیع غیر مبیع
سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج لو سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج مین ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کردیا مشتری کو بعد عقد
کے تو بیع منقلب ہوکر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مرانہ معدوم عرفا اور اسی طرح جس چیز کا کہ اتصال پیدائشی ہو
جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اُسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اشیائے مذکورہ عرف مین معدوم ہین وانما صححوا بیع
الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باغصانہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخون کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے
فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے
تو بائع اور مشتری کی ملک مین اختلاط ہوتا ہے خلاصۂ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ
گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت مین اس تعلیل یعنے تعامل اور رواج کی کچھ حاجت نہین
کیونکہ وہ دونون درخت اوپر سے بڑھتے ہین تو ملک مشتری بائع کی ملک سے مختلط نہین ہوتی لیکن قنیہ مین ہے کہ توت کی بیع اُسوقت صحیح ہے
جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ باع اوراق توت لم تقطع قبلہ سنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشبہ موضع قطعہ عرفا
اور قنیہ مین ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہین ہوا قبل بیع کے ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہین ہوا تو بیع جائز نہین اسلیے
قطع کرنے کا مکان عرف مین مشتبہ ہوگا تو نزاع متصور ہے وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر
اور کڑی معین کی جو چھت مین منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہین ہوتی کذا صرح ابن کمال ہم معین شہتیر اور
کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اُسکی تسلیم مین لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین مین دو علتین ہین ایک لزوم ضرر

دوسری جہالت ہے ابن کمال نے عدم انقلاب بصحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح نے زاہدی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب بصحت
نقل کیا ہے واللہ اعلم (کذا فی الطحطاوی) و ذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطع وسلم قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کرباس جاز لانتفاء
المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اُس کپڑے سے جسکو پھاڑنا مضر کرتا ہے چنانچہ عمامہ اور قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اُس کپڑے سے پھاڑ دیا یا کرسی کو
چھت سے کھود دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر صحیح ہو جائیگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا مضر نہو جیسا کہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز ہے بسبب
نہونے مانع کے ہم مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر بدون حاصل نہیں لہذا اُسکی بیع جائز ہوئی اور جب کہ قمیص وغیرہ سے بائع نے ایک
گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہوگئی کہ مفسد بیع زائل ہوگیا بعد اُسکے موجود ہونے کے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا فلو قطع او قلع اسلئے کہ
بھی حکم مفہوم ہوتا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کردیا و ضربة القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی
قانص بقاف و نون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ مین نے تیرے ہاتھ اُسکو بیچا جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے مین
نکلے تو یہ بیع جائز نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اُسکے احتمال ہے کہ شکار جال مین آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمة الغواص اور فاسد ہے بیع غواص
کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمة و صاد مہملہ غوطہ مارنے والا صورت اُسکی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ مین ایکبار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو
موتی وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہوئی والبیع فیہما باطل للغرر بحر و نہر والکمال وابن کمال قال المصنف
وقد نظمہ ملا خسرو فی سلک الفاسد فیتعین فی المختصر و یجاب بان یراد بہ الباطل لانہ مالیس فی ملکہ کما مر اور جال لگانے اور غوطہ مارنے مین بیع باطل ہے
غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح مین کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر مین اس بیع کو فاسد کی لڑی مین پرویا سو یہی
بھی انتظام ہوگیا اس مختصر مین اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ بیع اس قسم سے ہے جو بائع کی ملک مین نہیں چنانچہ گذر گیا کہ جو چیز
آدمی کی ملک مین نہین اُسکی بیع باطل ہے سوائے سلم کے فالاظہر انتہی و بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع ومثلہ العنب بالزبیب عنایہ
للنہی و شبہة الربوا قال المصنف فلو لم یکن رطبا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ وہ بیع ہے تر کھجور کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے
برابر اُسکے پیمانے کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اُسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر لگا ہے خشک انگور سے کذا فی النہایہ
بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہ سے بسبب احتمال کمی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر پختہ کھجور نہو بلکہ گدر ہو تو بیع
مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنے اختلاف جنس مین شبہہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب مین تفسیر مزابنہ یون مذکور ہے کہ بیع الثمر بالمثلثہ علی
رأس النخل بتمر بالتاء المثناة لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر بثاء مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونون کو شامل ہے
حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب لہذا تفسیر مزابنہ بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسة للسلعة
اور فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی بیع مین ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا مغرب مین ہے کہ بیع الملامسہ او بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ
جبکہ تونے میرا کپڑا چھوا یا مین نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہوگئی اور منتقی مین امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے مین تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو
سو جبکہ مین تجکو چھوؤں اور ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تأمل
چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے بلا خیار الرؤیة اور یہ سطرح ہے کہ مثلاً اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہوا ہو والمنابذة ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا
ڈالنا مشتری کے سامنے ہم منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب مین کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تأمل بلا خیار
فسخ والقاء الحجر علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع رسم القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہان چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اُسپر

ایک شخص نے پانی سیچ کر گھاس جمائی ہو تو اُسکی بیع جائز ہے کیونکہ وہ اُسکا مالک ہے چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہے اور یہی قول ہے اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتہا فلانہا علی استہلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارے کا بطلان اسواسطے ہے کہ یہ اجارہ شئی مباح کے استہلاک پر ہے کذا صرح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گاے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہوگا کذا فی البحر ہذا اذا نبت بنفسہ وان انبتہ بسقیہ وتربیتہ ملکہ وجاز بیعہ عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہے جب کہ گھاس خود رو ہو اور اگر اُسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اُسکا وہ مالک ہے اور اُسکی بیع جائز ہے کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال

وبیع القصیل والرطبۃ علی ثلثۃ اوجہ ان لیقطعہ او لیرسل دابتہ فتاکلہ جاز وان لیترکہ لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہے اگر اسواسطے ہے کہ اُسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اُسمین چھوڑے کہ اُسکو کھالے تو بیع جائز ہے اور اگر اسواسطے ہے تا مشتری اُسکو قائم رکھے تو جائز نہین ھ قصیل بقاف وصاد مہملۃ خوید ہے اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہے ولایت مین اُسکو بوتے ہین فارسی مین اُسکو سپست کہتے ہین وحیلتہ ان یستاجر الارض

لضرب فسطاط او لایقاف دواب او لمنفعۃ اخری کمقیل ومراح وتمامہ فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہے کہ زمین کو اجارہ سے اپنے خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کے باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ آدھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے ٹھہلانے کے واسطے اجارہ لے اور پورا بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہے یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی وہان کی گھاس بھی

وبیع دود القز ای الابریسم وبیضہ ای بذرہ وہو بذر الفلیق الذی فیہ الدود اور جائز ہے بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنے اسکے بیج کی جسکو عرب بذر الفلیق کہتے ہین جسمین ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے والنحل المحرز وہو دود العسل اور جائز ہے بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم کی اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ اُسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وہذا عند محمد وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وابن ملک وخلاصہ وغیرہا اور یہ یعنے ریشم کے کیڑے اور اُسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ مالک اور شافعی اور احمد کا اور اُسی قول کا فتوی ہے کذا فی العینی وابن ملک الخلاصۃ وغیرہا نحل محرز کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہے حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہے اگرچہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی الشرح الحموی اور ریشم کے کیڑے کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ لائق انتفاع ہے اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہے کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع العلق وبہ یفتی للحاجۃ مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑی اور جونک کہتے ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب حاجت اور ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرہا من الہوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب ومافی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع بجلدہ او عظمہ والحاصل

ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمدہ المصنف وسیجی فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون کے سوائے ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ اُنکی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور اُن حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ اُنکی بیع جائز نہین سوائے مچھلی کے اور اس جانور کے جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اُسکا بیان باب المتفرقات مین آویگا فرع مسئلۃ ملحقۃ شارح کا انما تجوز الشرکۃ فی القز اذا کان البیض منہما والعمل منہما او منہما انصافاً او اثلاثاً فلو دفع

بذر القز او البقرۃ او الدجاجۃ لاخر بالعلف مناصفۃ والخارج کلہ للمالک لحدوثہ من ملکہ وعلیہ قیمۃ العلف واجر مثل العامل عینی ملخصاً ومثلہ دفع البیض کما لا یخفی شرکت ریشم مین جائز نہین مگر جب کہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون شریکون کے ہون اور عمل یعنے پرورش بھی دونون سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون مین آدھا آدھ ہو یا تین تہائی تو اگر ایک نے ریشم کا بیج یا گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین نصفا نصف پر چرائی کے بدلے تو جو ریشم یا بچے گائے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے مملوک ہونگے بواسطے

کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اُسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہی اور بائع کو اُسکی بیع مکروہ ہی تو حلال اور پاک نہین ثمن اُسکا اور بال اُسکا پانی کو
بقول صحیح فاسد یعنے نجس کر دیتا ہی بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہ حکم ہی اُکھاڑے ہوے بال مین اور تراشا ہوا بال طاہر ہی کذا فی الغنایہ سور کا بال سرے پر
سخت ہوتا ہی اُنگلی کے مقدار اور بعد اُسکے نرم ہوتا ہی تاگے مین گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم مین موچی اُس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے
اب سوزن سے سیتے ہین وعن ابی یوسف یکرہ الخرز بہ لانہ نجس ولذا لم یلبس السلف مثل ہذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل ذالک فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ لہم
بہا الا نحفی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مکروہ ہی موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہی اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو
قہستانی نے ذکر کیا ہی اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماے سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین اُسکی کچھ حاجت نہین
یعنے بسبب سوزن وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین ہم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الکلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ در صورت عدم ضرورت یعنی جبکہ اُسکے
سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اُس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو بالعرض ولو بالثمن فباطل ولم یفصلہ ہنا
اعتمادا علے ما سبق قالہ الواقی فلیحفظ اور فاسد ہی بیع جانور مردار کی کھال کی اُسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع [illegible]
ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہی اور مصنف یعنے صاحب دُر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نہ کی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا
ذالی محشی دُر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد الانسان والخنزیر والحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اُسکی بیع
جائز ہی مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ تعالی حرمت
علیکم المیتۃ وہذا جزء ہا اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اُسکے پاک ہو جانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہی سواے اُسکے کھانے
کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالی کے اس قول کے کہ تمپر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزء ہی مردہ کی وفی المجمع
ونجیز بیع الدہن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہی کہ ہم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور اُس سے فائدہ لینا سواے
کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے ہم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سواے مسجد کے ودک عبارت ہی چربی اور ہڈیون کے گودے سے
کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیوۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہی جسمین زندگی
حلول نہین کرتی چنانچہ اُسکا پٹھا اور اُون چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ مین ہم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ
اُنمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہی اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے لیے جائز ہی
کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ
باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربوا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اُسکا خرید کرنا اُس سے
جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کمتر ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے
فاسد ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ کوئی چیز مثلا دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نہ کیا پھر اُسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اُس چیز کا نرخ ارزان
ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کے ہم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو
یہ فائدہ ہوا در صورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہی کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہے
قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا
تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا یجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما فی غیر عبدہ ومکاتبہ اور

خرید کرنا اُسکا جسکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اُسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہی تو اُسکا خرید کرنا بھی
جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہی سوا اُسکے غلام اور مکاتب کے والابد
لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد او نسر ورہی
عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو
ہر طرح بیع جائز ہی خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہی اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے
کمتر ثمن سے خرید کیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ہنا وفی قضاء دین و شفعۃ واکراہ ومضاربۃ ابتداء وانتہاء
بقاء وامتناع مرابحۃ ویزاد زکوۃ وشرکات وقیم متلفات وارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین
آٹھ مسئلون مین از انجملہ یہ مقام ہی اور ادائے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا اور بقا کے اور امتناع مرابحہ مین
اور چار مسائل مذکورہ پر زیادہ کئے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء تلف شدہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو صحیح بیان کیا ہی مصنف نے
اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کرکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہی کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اُسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی
کمتر قیمت ہی دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادائے دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دراہم
دین تھا سو اُسنے ادائے دین مین پہلو تہی کی پھر اُسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہی کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور
غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہین کر سکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہی کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار
درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اُسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ
کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اُسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہی تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہی اور اگر کیلی
یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اُتنی ہی بیع ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت
منعقد کیا اور فائدہ بیان کر دیا پھر مضارب کو اُتنے درم دیئے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہی اور فائدہ برقرار ہی شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور
بقائے مضاربت ہی اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہی کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اُسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اُسکو ایک دینار سے مول لیا تو اُسکا
بطور مرابحہ بیع نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہی تو مرابحہ ممتنع ہی اور زکوۃ کی یہ صورت ہی کہ ضم دراہم کا دنانیر
سے کرنا اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہی اور شرکات کی یہ صورت ہی کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون
تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیائے متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہی چاہے دراہم سے اُسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور
جنایات کی دیت کی یہ صورت ہی کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہی اور ہاشمہ مین عشر ہی اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہی اور جائفہ مین ثلث ہی اور دیت یا
ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیائے مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ کل عوض
ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہی کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے
قبل اُسکے مقبوض ہونے کے تو اُس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اُسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اُسمین تصرف کرنا
قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اُسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے جائز ہی خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو
تعیین سے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو جیسا نقد اور اُسکی علت یہ ہی کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ اصل بیع مین بیع ہی

نہ ثمن وصح البیع فیما ضم الیہ کان باع بعشرۃ ولم یقبضہما ثم شراہ مع شئ آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فیقسم الثمن علی قیمتہما ولا یشیع الفساد لانہ
طاری ولمکان الاجتہاد اور صحیح ہے بیع اُس چیز مین جو ملائی گئی اُسکی طرف چنانچہ تخت بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اُسکو دوسری چیز یعنے مثلاً
کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو بیع اول یعنے تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنے کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اُسکی قیمت پر
منقسم ہوگا اور بیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہان تک کہ اگر
قاضی اُسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لان مقتضے العقد
طرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر
کہ بائع تیل کو تول دے اُسکے ظرف کے ساتھ اور اُس سے کم کرڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضائے عقد کم کرڈالنا ہی برتن کے
وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اُسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کرڈالنے وزن ظرف کے
کہ وہ جائز ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہو جائے ہم زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق
مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے
تو اُسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے
تا مقدار مبیع معلوم ہو جاوے غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہو جاوے مبیع کے ساتھ ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض
او منکر اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اُسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ہم
طحطاوی نے کہا او قدرہ کا واو بمعنی او ہے یعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ گاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذوات مختلف ہوتی ہین لہذا مترجم نے
اسی کے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جب مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اُسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا
کہ میرا ظرف اُسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار
مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے
زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح اور صحیح ہے
بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین ومن قسمۃ الوہبانیۃ شعر ولیس لہم قال الامام تقاسم * بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر * اور
وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اُسکی بیع بھی مذکور ہے
یعنے بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو جاوے کہ کوچہ نافذہ یعنے شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی
الطحطاوی وفی معایاتہا وارتضاہ فی الغاز الاشباہ شعر ومالک ارض لیس یملک بیعہا * بغیر شریک ثم لو منہ لینظر * اور
وہبانیہ کے سوال مشکل سکت مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اوسکو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین
سوا اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اُسمین تامل ہے یعنے ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ہم عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور
مشایخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے حدا بین لہ طول وعرض
اولا وہبتہ بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اُسکے حدود یعنے طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اُسکا ہبہ بھی صحیح ہے واذا لم یبین یقدر بعرض
باب الدار العظمے اور جب کہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کی برابر ٹھہرایا جاوے

هم بهتر یہ تها کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنے اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اُس سے پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ
مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ ہوتا ہی جسکو ہند مین پھاٹک بولتے
ہین واللہ اعلم لا بیع مسیل الماء وہبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے مکان کی بیع اور نہ ہبہ اُسکا بسبب
اُسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان مسیل مین پھیلتا ہی اُسکی مقدار معلوم نہین ہم مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنے وہ مکان
جسمین پانی بہتا ہی چنانچہ نہر یا سطح یعنے چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنے وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اُسکی
بیع اور ہبہ جائز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اُسکی حدود مذکور نہون تو اُسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسئیل یعنے پانی بہنے کا حق مراد ہی
تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکے بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان
یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور زمین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل
اعتبار ہو اور اُسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اُسکی بیع جائز ہی چنانچہ سرخسی
نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اُسکے حدود مذکور ہون تو بھی اُسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ وحاشیۃ للحسن الچلپی
وصح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف ومقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشائخ شمنی وفی اخری لا وصححہ ابو اللیث اور صحیح ہی
بیع حق مرور یعنے راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور اسی
روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اُسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ہم حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ
صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اُسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اُس شخص نے اپنی زمین اور حق
مرور کو بیچا تو یہ بیع صحیح ہی کذا فی الطحاوی وکذا بیع الشرب وظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ وشرح وہبانیہ وتحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح شرب
بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا
بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشائخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشائخ بخارا کا مختار ہی کذا فی الفتح
اور ظاہر الروایۃ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ وشرح الوہبانیہ اور ہم اُسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب مین لا تصح بیع حق التسییل وہبتہ
سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقد مر بطلانہ صحیح نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اُسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین
ہو بسبب مجہول ہونے اُسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اُسکے بطلان کی
وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وہو اول یوم من الربیع تحل فیہ الشمس برج الحمل وہذا نیروز السلطان ونیروز
المجوس یوم تحل فی الحوت وعدہ البرجندی سبعۃ فاداکم بینا فالعقد فاسد ابن کمال اور صحیح نہین بیع اُس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز
تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے اور یہ نوروز سلطان ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین
آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور
تصریح نہ کی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنے بسبب مجہول ہونے مدت کے والمہرجان
ہو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل خریف کا جسمین
آفتاب برج میزان مین آوے ہم مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہی نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطرهم وفطر اليهود وصومهم فالتقابذكر احدهما سراج اور نصاریٰ کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت اور یہودیوں کے روزہ نہ رکھنے
اور رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہیں مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیوں کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم يدر المتعاقدان
نیروز وما بعده فلو عرفاه جاز بیع اسوقت صحیح نہیں جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہوں اور اگر دونوں اوقات مذکورہ کو جانتے
ہوں على التحقيق تو بیع جائز ہے یعنے اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہ رہی بخلاف فطر النصارى لجهالته بعد ما شرعوا فی صومهم للعلم به وهو خمسون يوما بخلاف
نصاریٰ کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور دو یعنے صوم نصاریٰ
کی مدت پچاس دن ہیں ہم در ریں تمرتاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہیں اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی میں پچپن دن کی
اور قہستانی میں سینتیس دن مسطور ہیں ولا الى قدوم الحاج والحصاد للزرع والدياس للحب والقطاف للعنب لانها تتقدم وتتاخر
اور صحیح نہیں بیع حاجیوں کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کوبی یعنے کھلیان باڑنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ
میں تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہی تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنها اى عن هذه الآجال ثم اجل الثمن الدين اما تاجيل المبيع
او الثمن العين ففسد ولو الى معلوم شمنى اليها صح التاجيل اور اگر مطلق بیع کی یعنے بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ
میں مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور بیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ہم ثمن دین کی
اس طرح تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا پس مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے
جو صلب عقد میں واقع ہو کذا فی النہر كما لو كفل الى هذه الاوقات لان الجهالة اليسيرة متحملة فی الدين والكفالة لا الفاحشة چنانچہ ضامن ہونا
ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کمتر جہالت دین اور ضمانت میں محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیرہ چنانچہ ہبوب ریح اور قدوم غائب او اسقط
المشترى الاجل فی الصور المذكورة قبل حلوله وقبل فسخه وقبل الافتراق حتى لو تفرقا قبل الاسقاط تاكد الفساد ولا ينقلب جائزا اتفاقا
ابن كمال وابن ملك لجهالة فاحشة كهبوب ريح ومجىء مطر فلا ينقلب جائزا وان ابطل الاجل عينى یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ
مذکورہ میں قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہانتک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاویں قبل اسقاط
مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جائیگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صح ابن کمال و ابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے
اور مینھہ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کردے کذا فی العینی او امر المسلم ببيع خمر او خنزير او شراءهما
اى وكل المسلم ذميا او امر المحرم غيره اى غير المحرم ببيع صيده يعنى صح ذلك عند الامام مع اشد كراهة كما صح مر لان العاقد يتصرف باهليته و
انتقال الملك الى الآمر امر حكمى وقالا لا يصح وهو الاظهر شرنبلالية عن البرهان یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنے وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب
یا سور کے بیچنے یا خرید کرنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنے یہ توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک
صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنے ذمی وکیل پہلی صورت میں اور غیر محرم وکیل دوسری صورت
میں تصرف کرتا ہے بیع اور شرا میں اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف امر حکمی ہے اور صاحبین نے کہا کہ
بیع مذکور صحیح نہیں یعنے باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ہم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے ساتھ
ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ در صورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اسکو زمین پر بہا دے اور سور کو چھوڑ دے اور در صورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے
کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط اعلف علے الغیر قرار او صحیح نہیں یعنے فاسد ہے وہ بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا بیع بشرط عطف ہے نیز وزیر ہم بلکہ

اُسکو اتنا وقت دے تو قول اظہر فساد ہو اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اُسکو ذکر کیا ہو اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہو کشرط
ان لا یبیع عبر ابن کمال بان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو
مشتری نہ بیچے اور ابن کمال نے یون تعبیر کی ہو کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ اہلیت استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہو
او لا یقتضیہ لکن یلائمہ کشرط رہن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہو عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا
شرط کرنا کذا صحح ابن ملک سے ہم یعنے بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھے یا اس شخص کو
ثمن کا ضامن دے تو بیع صحیح ہو ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بہ تسمیہ تو اگر مسمیٰ اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ
دونون اُسکی تعیین مین مجلس عقد کے اندر راضی ہوجادین اور قبل تفرق مشتری اُسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین بیع کو
باطل کردین حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری
العرف بہ کبیع نعل ای صرم سماہ باسم مایوول الیہ عینی علے ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وہو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب استحسانا
للتعامل بالکسر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اُسپر دوال لگاوے اور اُسی کے مانند کیلین
جڑنا ہی کھڑاؤن کا اس شرط سے بیع صحیح ہی بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے
کذا فی العینی شراک بکسر اول عبارت ہی سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یاے تحتانیہ یعنے وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہو صرم بفتح صاد معرب ہی
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی وہذا اذا علقہ بکلمۃ علے وان بکلمۃ ان بطل البیع الا فی بعت ان رضی فلان حوقتہ کخیار الشرط اشباہ من الشرط والتعلیق
وبحر من مسائل شتے یہ یعنے شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اُسوقت ہی جب کہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرطیہ تعلیق ہوگی تو بیع سب
صورتون مین باطل ہی مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہو اور اُسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط کے
مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی عبر ابن کمال باذن بائعہ صریحا او دلالۃ
بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اُسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحًا ہو یا باعتبار دلالت حال کے
اس طرح کہ مشتری اُسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجاے رضاے بائع اذن بائع مذکور ہی علم ابن کمال نے اذن
ذکر کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضاے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہی اور امر بائع شامل ہی بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے
ملک ثابت ہوتی ہی باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے مانند بجاے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم مع حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل آئی اور اُسکا
حکم پہلے مذکور ہو چکا ہم بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبض سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اُسکے پاس مبیع ہلاک ہو تو اُسپر
تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہی اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہی اور اسی پر فتوی ہی وحینئذ فلا حاجۃ لقول الہدایۃ والعنایۃ وکل من عوضیہ مال کما
افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا کما مر حقق اخراجہ بذلک فتنبہ اور اُسوقت مین یعنی جبکہ بیع باطل
بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نرہی اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے
دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اُسکو ابن کمال نے بیان کیا ہی لیکن سعدی نے جواب دیا ہی اس طرح کہ جب
فاسد شامل ہی باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہو گیا خبردار رہنا

۵۰
فی القاموس القبقاب
نعل تتخذ من خشب
حاشیۂ ...
احکام ...

هم حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہے کہ باطل کی افراد سے وہ ہے جو اس قید سے بھی خارج نہیں ہوتی یعنے بیع خمر اور خنزیر کی نہ اہم سے کہ یہ بیع
باطل ہے باوجودیکہ دونوں عوض مال ہیں تو اس قول کا خلاف کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہے کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہے جو قبض سے ملک کو مفید ہو
اور جاننا کہ ایسا نہیں کذا فی الطحطاوی (ولم ینهه البائع عنه ولم یکن فیه خیار شرط) اور بائع نے مشتری کو نہی نہ کی ہو قبض سے اور اس میں خیار شرط نہو
هم نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضا سے بائع منتفی ہے اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہے اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے تو
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح میں خیار الشرط سے ملک نہیں ہوتی تو بیع فاسد میں بطریق اولی نہوگی بلکہ یعنے بیع فاسد میں جبکہ مشتری بائع کے
امر سے درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا هم یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد
قبض مذکور آزاد کرے تو صحیح ہے اور اگر مکاتب کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو ہبہ دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے
جاریہ خارج نہوتی تو استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہے نہ ذات کا (الا فی ثلث فی بیع الهازل و فی شراء الاب من ماله لطفله
او بیعه له کذلک فاسدا لا یملکه حتی یستعمله) یعنے تین صورت میں بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہیں ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع میں اور باپ کے خرید کرنے
میں اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے میں طفل سے اسی طرح یعنے اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے هم بحر الرائق
میں یہ مسئلہ محیط سے بایں عبارت منقول ہے باع عبدا من ابنه الصغیر فاسدا او اشتری عبده لنفسه من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضه ویستعمله انتهی
یعنے باپ نے بطور بیع فاسد اپنے غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر
قبضہ نکرے اور استعمال میں نہ لاوے اسواسطے کہ قبض دونوں صورتوں میں باپ کا ہے تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو
استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت میں مستعمل ہو اگر شارح یوں کہتا کہ فی بیع الاب من ماله لطفله فاسدا او شرائه لنفسه من مال طفله کذلک لا یملکه حتی یقبضه ویستعمله
تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی (والمقبوض فی ید المشتری امانة لا یملکه به) اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہے مشتری کے ہاتھ میں وہ امانت ہے مشتری اس
قبض سے اسکا مالک نہوگا هم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ تخلیہ قبض نہیں کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ تخلیہ قبض ہے اور خانیہ میں اسکی تصحیح ہے چنانچہ
فتح القدیر میں کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق میں ہے کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
(واذا ملکه تثبت کل احکام الملک الا خمسة لا یحل له اکله ولا لبسه ولا وطیها ولا ان یتزوجها منه البائع ولا شفعة لجاره لو عقارا) اشباہ اور جبکہ
بیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سوا ان پانچ حکموں کے حلال نہیں مشتری کو اسکا کھانا اگر مبیع طعام ہو اور نہ پہننا
اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہیں نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہیں اسکے پڑوسی کو اگر مبیع زمین ہو
کذا فی الاشباہ هم مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہے تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہے فسخ
سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہیں بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے
وفی الجوهرة وشرح المجمع ولا شفعة بها فهی سادسة اور جوہرہ اور شرح مجمع میں ہے کہ شفعہ نہیں بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی
یعنے اگر زمین بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار میں دوسری زمین معرض بیع میں ہوئی تو مشتری اسکو حق شفعہ نہیں لے سکتا (بمثله ان مثلیا
والا فبقیمته) یعنے ان بعد هلاکه او تعذر رده یوم قبضه لان به یدخل فی ضمانه فلا تعتبر زیادة قیمته کالمغصوب مشتری قبض سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیکر
اگر مبیع مثلی ہے یعنے کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہیں تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی قیمت تھی اسواسطے کہ
بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان میں داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی یہ ہے

بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو
آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہون یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہون کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اس طرح کے امر کرنے سے
قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اُسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہین وما فی الخانیہ علے خلاف ہذا الروایۃ
او غلط من الکاتب کما بسطہ الطحاوی اور جو خانیہ مین برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ طحاوی نے اُسکو شرح بیان
کیا ہے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اُسکی طرف سے آزاد
کردیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہون اور بکری کا مسئلہ کذا فی النہر او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استہلکہ حین وقفہ واخرجہ عن
ملکہ وما فی جامع الفصولین علے خلاف ہذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے بیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو
مستہلک کیا جبکہ اُسکو وقف کیا اور اُسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین مین برخلاف اسکے ہین سو صحیح نہین چنانچہ مصنف نے
اپنی شرح مین اُسکو مفصل بیان کیا ہے ہم جامع الفصولین مین یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہین تاوقتیکہ
عمارت بنادے انتہی نہر الفائق مین اُسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے (غلط قرار دینے سے) اور بحر الرائق مین اُسکو عدم تحصیل (حکم) قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی
الطحطاوی او رہنہ او اوصی او تصدق بہ لنفذ البیع الفاسد فی جمیع ما مر وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا بیع
فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہوجاویگی جمیع تصرفات مذکورہ مین یعنے بیع یا ہبہ
یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق العبد کے
اُس سے مگر چار صورت مین جو اشباہ مین مذکور ہین ہم اشباہ مین ہے کہ عقد فاسد بتعلق حق العبد سے لازم ہوجاتا ہے اور فساد مرتفع ہوجاتا ہے مگر
چند مسائل مین اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اُسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی
پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اُسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اُسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کردیا انتہی چونکہ کلام
متن کا تصرف مشتری مین ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہین اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن مین موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود
شارح کے آیندہ قول مین موجود ہے کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح بیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ ونکاح
کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ہم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح
مین اخراج عن الملک نہین وہل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیہ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہوجاتا ہے اُسکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار ہے
کہ ہان باطل ہوجاتا ہے کذا فی الولوالجیہ ہم بیان گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کردے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ مین اور
کلام ولوالجی قبل از قبض مین مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی للحصفادی متی زال المانع کرجوع ہبۃ وعجز مکاتب وفک رہن عاد
حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہوجاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت
سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے
قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہین
ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما فیخلفہ الوارث بہ یفتی اور حق فسخ باطل نہین ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اُسکا
خلیفہ ہوگا فسخ کرنے مین اسی کا فتوی ہے وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمن المنقود بخلاف فساد الشراء من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

کہ عقد متعلق بمال متعین یعنے جاریہ ہو تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اسکا ثمن فی ذمہ واجب ہوا
تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہے اس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ معقود و بدل
امانات مین جبکہ اسمین امانت دار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جبکہ عرض یا نقد
مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہے یعنی اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہے
جب تک بیع مقایضہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہے کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بان
باعہ بازید لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع مین جو متعین ہو تعیین [illegible]
مذکور کو زیادہ تر ثمن سے بیچے بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول
مین منحصر ہے اور اگر مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین کے عقد ثانی مین کما طاب ربح
مال ادعاہ علے آخر فصدقہ علے ذلک فقضی ای ادفاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شئی کان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا
والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہے نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی
تصدیق کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہے
کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہے بملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہے وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہے نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع
اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوے کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعیین ہے نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے
دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو انکو ادا کر اسنے ادا کیے پھر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو
حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہے پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر
جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہے اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی
الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہے چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین
عمل کرتا ہے چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر
مدعی مذکور عمداً دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہے ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار
مین تصریح کی ہے کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہے اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو [illegible] کے نزدیک حلال ہے نہ ابویوسف
کے نزدیک تو اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور یہان کلام ظن مدعی پر محمول ہے یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہے پھر معلوم ہوا کہ
مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہے اسکو غور کرے انتہی وفیہ الحرام ینتقل
فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب
للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہے کہ حرام انتقال کرتا ہے ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہو
اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین
خبث ہے دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اسکے عقد کے فساد کے سبب سے
اور جسنے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہے بسبب اسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی

خریداری حرام ہی مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اُسکی قیمت ادا کرے یا مالک اُسکو معاف کردے تو اب اُسکو مول لینا درست ہی کذا فی الطحطاوی وفی حظر الاشباہ
الحرمۃ تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر مین ہی کہ حرمت متعدد ہوتی ہی اُسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق مین نہین هم
اگر حرمت کا علم ہو تو اشخاص متعددہ مین بھی متحقق ہوتی ہی سوائے وارث کے یعنے اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اُسکے حق
وہ مال حلال ہی وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وتحققہ ثمہ اور ظہیریہ مین حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہی کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو اور
ہم اسکی تحقیق کرینگے اُسکے مقام مین هم یعنے اگر وارث جانتے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصون کا مال بسر قہر یا غصب یا رشوت لیا ہی تو اُسپر واجب ہی کہ اُنکو
یا اُنکے وارثون کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہی مجتبی مین ہی کہ مورث مر گیا اور کسب اُسکا حرام ہی تو میراث حلال ہی پھر لکھا
کہا کہ ہم اس روایت کو نہین لیتے ہین بلکہ میراث وارثون پر مطلقاً حرام ہی انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہی اگرچہ
ارباب اموال کو نہ جانتا ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف **بنی او غرس فیما اشتراہ** فاسدا شروع فیما یقطع حق الاسترداد من الافعال الحسیۃ بعد الفراغ
من القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اُسمین جسکو فاسد خرید کیا تو اُسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور
فسخ ممتنع ہو گیا شارح کہتا ہی یہ شروع ہی اُن مسائل مین جنمین حق استرداد قطع ہو جاتا ہی افعال حسیہ کے سبب سے بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنے
اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا بعد اُسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے
اور درختون کو اُکھاڑے اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہی کمال الدین نے هم کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا یہ جو امام کی دلیل ہی امتناع فسخ مین
کہ عمارت بنانے اور درخت لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہی سو ممنوع ہی اسواسطے کہ اجارہ مین اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قطع واجب ہی تو ظاہر ہوا کہ بنا اور
غرس گاہے دوام کے واسطے ہوتا ہی اور گاہے نہین وتعقبہ فی النہر بحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہی یعنی دفع کیا ہی نہر الفائق
مین بواسطہ حاصل ہونے بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے هم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہی اُس سے دوام مقصود
ہوتا ہی بخلاف اجارہ کے کیونکہ اُسمین تسلیط نہین تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہی انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اُسوقت مسلم ہو جبکہ
بائع کے حق کے سبب سے فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہی کہ اُسنے اپنا حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہی تو اب کچھ
فرق نرہا بیع اور اجارہ مین وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہی ہر ایک وہ زیادتی
جو مبیع سے متصل ہی اور اس سے پیدا نہین ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے مین اور پیسنا گیہون کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری
هم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ منجملہ زیادت غیر متولدہ ہی بنظر مرد کی منی کے فلو متصلۃ کولد او متولدۃ کسمن فلہ الفسخ وتضمینہا باستہلاکہا سوی منفصلۃ
غیر متولدۃ جوہرہ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنے غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے گھی تو اُسکو فسخ کا اختیار ہی اور اُسکا تاوان دے اُسکے
استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرہ هم زیادتی منفصل غیر متولد چنانچہ کسب خلاصہ یہ ہی کہ چارون قسم کی زیادتی مین سے فقط متصل
غیر متولد زیادتی مین فسخ ممتنع ہی اور مشتری پر قیمت واجب ہو نہ باقی مین وفی جامع الفصولین ونقص فی ید المشتری بفعل المشتری او المبیع او بآفۃ
سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین مین ہی کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے
ہاتھ مین مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے دیت کے ساتھ یعنے بقدر نقصان کچھ مال مشتری سے
لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مسترد ہو گی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع مختار ہی یعنے چاہے مشتری سے نقصان کا موا خذہ
کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا باس بہ لتعلیل النہی بالاخلال

هم انتقال حرمت مال
درحق وارث درصورت
لاعلمی شمول صاحب مجتبی
مطلقاً حرمت ثابت ہی
وارث [illegible]
ذکر بیع مکروہ [illegible]

بالسعے فاذا انتفی اور مکروہ تحریمی ہی صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے جانے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے تعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ہم قرآن مجید مین منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین کذا فی العنایہ والنہایہ اور شرح زیلعی اور بحرالرائق مین اُسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنی اسواسطے کہ نص [illegible] کذا فی الطحطاوی وقد خص منہ من لاجمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اُسی سے بیع اُسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اُسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی [illegible] عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ اُنپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ویسکن ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہی لاڑیاپن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہی اُسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اُسمین نہین تاکہ اُسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیاپن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہی ہم یعنے حرمت لاڑیلے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لاتناجشوا یعنے لاڑیاپن نکرو اور یہ نہی عام ہی بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علی ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کردینا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین والسوم علی سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکائے پر اگرچہ شخص غیر کا فر ذمی یا مستامن ہو صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن اُسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لائق تنفر ہی وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوٰۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنی کراہت مول چکانے کی مول پر اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی مقدار ثمن پر یا مہر پر درصورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ مین ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ دو شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آئے اور مول زیادہ کردے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کیونکہ اُسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہوچکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انس سے روایت ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اُسنے کہا کیون نہین ایک کملی ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جس مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اُنکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے اُنکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خریدکرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین اُنکو بعوض ایکدرم کے خرید کرتا ہون رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونون چیزین اُسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلھاڑی [illegible]

پاس خرید کر لاسو وہ لایا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسمین اپنے دست مبارک سے نیبٹ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیان لا کر اور بیچا کر اور مین تجکو
پندرہ دن نہ دیکھون اُسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اُسکو دس درم حاصل ہوے سو اُسنے کچھ درمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے مُنھ مین ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی م یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہندمین مشہور ہی
اصل ہی و تلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہی اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہی م تلقی جلب کی صورت
اسبیجابی نے یون ذکر کی ہی کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہی اور اہل شہر قحط مین گرفتار ہین سو وہ شخص قافلے مین جا کر ملا اور اُنسے سب غلہ خرید لیا
اور شہر مین آ کر اُسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر مین آتا تو اہل شہر کو کشاکش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہی اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہوتا
تو مکروہ نہین اور بعضون نے کہا صورت اُسکی یہ ہی کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کر لے در حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہین تو
یہ خرید جائز ہی لیکن مکروہ ہی بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وہذا اذا کان یضر باہل البلد او یلبس السعر علی
الواردین لعدم علمهم به فیکره للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اُسوقت ہی جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والون پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب اُنکی لاعلمی
کے تو یہ مکروہ ہی بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت مین اور بسبب دھوکھا دینے کے دوسری صورت مین اما اذا انتفیا فلا یکره اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہون
تو تلقی جلب مکروہ نہین وکره بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال لا کر نیچے صحیح مسلم وغیرہ مین
جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نکرے اور چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے
آدمیون کو بعضون سے وہذا فی حالة قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت مین ہی اور اگر قحط نہو شخص بیرونی کا مال بیچ دینا بطریق دلالی
کے مکروہ نہین بسبب منعدم ہونے ضرر کے م یعنی قحط کی حالت مین باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اُس سے کہا کہ تو بیع مین جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا
تو اسواسطے مکروہ ہی کہ اسمین اہل شہر کو ضرر رسانی ہی بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انهما السمسار والبائع لموافقته آخر
الحديث دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض ولذا عدی باللام لا بمن بعضون نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہی اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر چنانچہ مجتبی مین ہی
کہ حاضر سے مراد دلال ہی اور بادی سے بائع بہ سبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ روزی دے بعضون کو بعضون سے اور اسی واسطے
بیع کا تعدیہ لام سے ہوا نہ من سے م یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی سنن ابو داؤد مین لا یکره بیع من یزید لما مر ویسمی بیع الدلالة مکروہ نہین بیع
من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمین پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف مین بیع الدلالہ کہتے ہین کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان مین اُسکو
نیلام بولتے ہین اُسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہی لہذا کہتا ہی کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ دیتا ہی ولا یفرق عبر بالنفی مبالغة فی المنع
للعنه عليه الصلوة والسلام من فرق بين والدة وولدها واخ واخيه رواه ابن ماجه وغیرہ عینی وعن الثانی فساده مطلقا وبه قال زفر والائمة الثلثة بین صغیر غیر بالغ وذی
رحم محرم منه ای محرم من جهة الرحم لا الرضاع کابن عم هو اخ رضاعا فافهم اور جدائی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اُسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب
نسب کے ہو نہ رضاعت سے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اُسکو بوجھ لے شارح کہتا ہی مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع مین بسبب
لعنت کرنے نبی علیہ الصلوة والسلام کے اُسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اُسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اُسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا
اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ یہ بیع فاسد ہی ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو م نفی مین مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو
محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر مین غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہی جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنے
قریب البلوغ بھی صغیر مین داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعه ولو علی مال وبیع ممن حلف بعتقه او کان المالک کافرا لعدم مخاطبته بالشرائع

او متعدد و لد الآخر لطفله او مکاتبه فلا باس به او تعدد محارمه فله بیع ما سوے واحد غیر الاقرب والابوین والملحق بهما فتح مگر جب کہ تفریق بسبب اعتاق اور
اُسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اُس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام مبیع کے آزاد کرنے
کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہین یا مالک متعدد ہون اور اگر دوسرا غلام اُسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق مین کچھ مضائقہ
نہین یا غلام کے محارم چند ہون تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہی سواے ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جو ملحق بوالدین ہی کذا فی الفتح ھ اگر صغیر کی دادی ام
عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہی نہ دادی کی کیونکہ وہ مان کے برابر ہی او بحق مستحق کخروجہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو چنانچہ ایک غلام کا
مستحق نکلنا یعنے زید کے پاس دو غلام محرم ہین اور ایک غلام اُنمین دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہین وکدفع احدهما بالجنایة وبیعه بالدین
او باتلاف مال الغیر ورده بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالغیر اور چنانچہ دینا دو مین سے ایک غلام کو بسبب اُسکے ارتکاب جنایت کے اور
بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کر ڈالنے سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق
جائز ہی اسواسطے کہ مالک کو جو تفریق غلام صغیر اور اُسکے محرم مین منع ہی تو بنظر دفع ضرر غیر کے ہی صغیر سے نہ غیر کے ضرر مین ھ یعنی منظور شرع یہ ہی کہ صغیر سے ضرر
دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اُسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہین کہ غیر کو یعنے مالک کو ضرر پہونچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہو تو درصورت جنایت غلام کے
پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورت مین قرضخواہون کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت مین معیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین
والزوجین فلا باس به خلافا لاحمد فالمستثنے احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین برخلاف امام احمد بن حنبل
کے مذہب کے تو مستثنے گیارہ ہین ھ یعنے صغیر اور اُسکے محرم نسبی مین تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہین مگر گیارہ صورتون مین جائز ہی ۱ اعتاق ۲
توابع اعتاق ۳ اُسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنیکی قسم کھائی ہو ۴ جب کہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہون ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص
ہون ۷ جبکہ محرم صغیر غیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت مین ۹ بیچنا غلام کا غلام مدیون کے دین مین ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر مین ۱۱
پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق مین بارھوین صورت یہ زیادہ کی ہی جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اُسکی مان اُسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق ببیع
وغیرہ من اسباب الملک کصدقة ووصیة یکرہ بشراء الا من حربی ابن ملک وبقسمة فی المیراث والغنائم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہی بیع سے
اور اُسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہی مگر حربی سے خرید مکروہ نہین کذا ذکرہ ابن ملک اور میراث اور غنائم
مین قسمت کرنے سے تفریق مکروہ ہی کذا فی الجوہرہ ھ ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمین ایک صغیر ہی چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچتا ہی تو واجب
یہ ہی کہ دونون غلامون کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونون بھائی اُنکا ثمن قسمت کر لین اور اسیطرح غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہی کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری
کے ہی کذا فی الطحطاوی اب آگے شارح بیع مکروہ کا حکم بیان کرتا ہی بعد ذکر بیوع مکروہہ کے واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منهما ایضا بحر وغیرہ لدفع الاثم مجمع
اور معلوم کر کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہی یعنے جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہی ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہی کذا فی البحر وغیرہ بسبب
دور کر ڈالنے گناہ کے کذا فی المجمع وفیه صح شراء کافر مسلما ومصحفا مع الاجبار علی اخراجهما عن ملکه وسیجیء فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجمع مین یہ بھی روایت ہی
کہ ہم صحیح کہتے ہین شراء کافر مسلمان غلام اور مصحف کو اخراج عن الملک کی اجبار کے ساتھ اور یہ مسئلہ متفرقات مین آویگا واللہ تعالے اعلم یعنی اگر کافر مسلمان غلام
یا مصحف کو خرید کرے تو یہ خرید صحیح ہی باطل یا فاسد نہین لیکن کافر جبر کیا جائیگا کہ اُنکو اپنی ملک مین نہ رکھے تا مسلمان ذلت سے اور قرآن حمید اہانت سے محفوظ ہے واللہ اعلم
بالصواب **فصل فی الفضولی** یہ فصل ہی بیع فضولی کے احکام مین ھ فضولی نسبت ہی فضول کی طرف جو جمع ہی فضل بمعنی زیادت کے چنانچہ نہاری اور عربی مناسبتہ ظاہرہ
مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہی کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک شئی پر موقوف ہی یعنی فاسد مین قبض پر اور موقوف مین اجازت پر کذا فی الحلبی ذکرہ فی النہر

بعد الاستحقاق لانہ من صورہ اور کنز مین بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتون مین سے ہے دوم وجہ اُسکی یہ ہے
کہ مستحق دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور جسنے تیرے ہاتھ بیچی اُسنے بلا اذن میرے بیچی سو یہی بعینہ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ بیع فضولی کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ مبیع غیر کا حق ہے وھو من یشتغل بما لا یعنیہ فالقائل لمن یامر بالمعروف انت فضولی یخشی علیہ الکفر فتح وفی بعنی فضولی
لغت مین اُسکو کہتے ہین جو مشغول ہو بیفائدہ کام مین تو جسنے کہا اُس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اُسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے
کہ امر بالمعروف شرعاً واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اُسکو فضولی کہنا ظاہر النفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوئی اسواسطے کہ اس
کلام سے نفی وجوب مقصود نہین ہوتی واصطلاحا من یتصرف فی حق غیرہ بمنزلۃ الجنس بغیر اذن شرعی فصل خرج بہ نحو وکیل ووصی اور اصطلاح فقہ مین فضولی
وہ ہے جو اپنے غیر کے حق مین تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر مین بمنزلہ جنس کے ہے کہ اُسمین وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہین اور
بغیر اذن شرعی فصل ہے جس سے مانند وکیل اور وصی کے جنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے کل تصرف صدر منہ تملیکا کان کبیع وتزویج او اسقاطا کطلاق
واعتاق ولہ مجیز ای لہذا التصرف من یقدر علی اجازتہ حال وقوعہ انعقد موقوفا جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو جنانچہ بیع اور تزویج
یا اسقاط ملک ہو جنانچہ طلاق اور عتاق اور حالانکہ اُسکا مجیز ہے یعنے اُس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اُسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے
کے وقت مین تو یہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ہم یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اُسکا کسی عورت سے نکاح کر دیا یا اُسکی
زوجہ کو طلاق دی یا اُسکا غلام آزاد کر دیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھیگا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا وما لا مجیز لہ حالۃ
العقد لا ینعقد اصلا بیانہ صبی باع مثلا ثم بلغ قبل اجازۃ ولیہ فاجاز بنفسہ جاز لان لہ ولیا یجیزہ حالۃ العقد بخلاف ما لو طلق مثلا ثم بلغ فاجازہ بنفسہ لم یجز لانہ
وقت العقد لا مجیز لہ فیبطل مالم یقل اوقعتہ فیصح انشاء لا اجازۃ کما بسطہ العمادی اور جس تصرف کا کوئی مجیز نہین بحالت عقد مین تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل
اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی
اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد مین موجود تھا بخلاف اُسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ
بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اُسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنے صغیر بسبب عدم بلوغ
کے اہلیت طلاق کی نرکھتا تھا اور اُسکے ولی کو طلاق مین مطلق دخل نہین تو طلاق مذکور باطل ہوگی جب تک بعد بلوغ یون نہ کہے کہ مین نے طلاق واقع کی
تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے جنانچہ اُسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ہم ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ مین فضولی نہین کیونکہ
غیر کی ملک مین متصرف نہین لیکن چونکہ اُسکا تصرف اپنے مال مین نافذ نہین لہذا اُسکو فضولی قرار دیا وقف بیع مال الغیر ان اخیر بالغا عاقلا فلو صغیرا او مجنونا
لم ینعقد اصلا کما فی الزواہر معزیا للحاوی اور غیر کے مال کی بیع متوقف ہے اگر شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی
جنانچہ زواہر الجواہر مین ہے حاوی سے نقل کرکے وہذا ان باعہ علی انہ لمالکہ اور یہ یعنے توقف بیع اس صورت مین ہے اگر فضولی نے مبیع کو اس شرط پر
بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنے بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے اما لو باعہ علی انہ لنفسہ او باعہ من نفسہ او شرط الخیار
فیہ لمالکہ المکلف او باعہ عرضا من غاصب عرض آخر لمالکہ فالبیع باطل اور اگر اُسکو بیچا اس طرح پر کہ یہ مبیع میرا مال ہے یا اُسکو بیچا اپنی ذات سے یعنے
خود خرید کیا یا اُسمین اُسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو بیچا اُس شخص سے جسنے دوسری متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع
مغصوب کے تو بیع ان چار صورتون مین باطل ہے ہم ابو السعود نے حاشیۂ اشباہ مین ذکر کیا کہ دو شخصون نے ایک شخص کی دو متاع کو غصب کیا
پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاع مغصوب کی بیع کی پھر مالک نے اُس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ فائدہ

بیع کا مالک رقبہ اور تصرف ہی سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہی لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اُسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہی اور ظاہر ایسی حکم ہی دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کی کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کر کے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود مساوضات مین متعین نہین کذا فی الطحطاوی فالحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ہذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہی کہ فضولی کی بیع موقوف ہی مگر ان پانچ صورتون مین باطل ہی ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہو چکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہی قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو مشتری یعنی فضولی پر نافذ ہوگی مگر جب کہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہم جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اُسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہی نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اُس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہو جائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ہذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ہذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیہ وغیرہا یعنی خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اُس وقت ہی جبکہ اُسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ مین نے اُسکے ہاتھ بیچا تو اُسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیہ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہی کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہی کہ فضولی غاصب ہی بیع کا م حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنی فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ مصنف کے قول یعنی لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسیطرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہی اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا ئے باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہو چکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بحر فتح لکن ضعف المصنف الاولی لمخالفتہا الفروع المذہب لتصریحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ہو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہی کہ بیع فضولی کی موقوف ہی مگر تین صورتون مین باطل ہی جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اُسمین مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اُس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوبہ کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہی بسبب اسکے مخالف ہونے کے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ بیع غاصب کی موقوف ہی نہ باطل اور اُسکی تصریح ہی کہ بیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہی بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے بیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہی وانا الثانیۃ ففی النہر وینبغی الفساد الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قالہ شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہی اور فقط شرط خیار کا لغو کر دینا لائق ہی شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر جیسا کہ ہمارے اُستاد نے فرمایا یہ ہی کہ بیع فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہی اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وزدت علیہ مسئلتین من الحاوی وہما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون لا ینعقد اصلا الی ہنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہی اور مین نے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کیے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ یہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوتی

ای اول وجہ بطلان البیع ہذا ۱۲

باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہو و بیع الورثۃ الترکۃ المستغرقۃ علی اجازۃ الغرماء اور جیسا وارثون کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کے قرضخواہون کی اجازت پر موقوف ہو
و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین اذا باع بحضرۃ الآخر توقف علی اجازتہ او بغیبتہ فباطل اور دو وکیلون یا دو وصیون یا دو ناظرون مین سے ایک وکیل
یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہو دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت مین بیع کی تو باطل ہو واوصلہا فی النہر الی نیف و ثلثین و نہر الفائق
مین بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ہم نہر الفائق مین ارتیس قسمین بیع موقوف کی مذکور ہین از انجملہ مصنف اور شارح نے تیس قسمین ذکر کی ہین

و حکمہ ای بیع الفضولی لو لہ مجیز حال وقوعہ کما مر قبول الاجازۃ من المالک اذا کان البائع و المشتری و المبیع قائما بان لا یتغیر المبیع بحیث یعد شیئا
آخر لان اجازتہ کالبیع حکما اور حکم یعنے اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت چنانچہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جبکہ
بائع یعنے فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اس طرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے
برابر ہے ہم تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور دوخت ہوئی ہو والا اجازت مفید نہو گی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نرہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا
رنگین کرنے کے کہ اسمین اجازت مفید ہو گی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین لکن بحر الرائق مین اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی

الطحطاوی و کذا یشترط قیام الثمن ایضا لو کان عرضا معینا لانہ مبیع من وجہ فیکون ملکا للفضولی و علیہ مثل المبیع لو مثلیا والا فقیمتہ و غیر العرض ملک للمجیز
امانۃ فی ید الفضولی ملتقی - اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عرض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری
ٹھیرےگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عرض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہین تو قیمت اسکی واجب
ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنے منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ مین امانت ہے کذا فی الملتقی و کذا یشترط قیام صاحب المتاع
ایضا فلا یجوز اجازۃ وارثہ لبطلانہ بموتہ اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہین اجازت اسکے وارث کی اسواسطے باطل ہو جانے اجازت
کے اسکی موت سے و حکمہ ایضا ان اخذ المالک الثمن او طلبہ من المشتری یکون اجازۃ عمادیۃ اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور
اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیۃ و ہل للمشتری الرجوع علی الفضولی بمثلہ لو ہلک فی یدہ قبل الاجازۃ الاصح نعم ان لم یعلم انہ فضولی وقت

الاداء لا ان علم قنیۃ و اعتمدہ ابن الشحنۃ و اقرہ المصنف و جزم الزیلعی و ابن ملک بانہ امانۃ مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے
اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہان رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادائے ثمن کے وقت یہ نجانتا ہو
کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہین اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیۃ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح
اور درصورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہین و قولہ اسأت نہر لیس با صنعت او احسنت او اصبت علی المختار فتح اور مالک کا یون کہنا فضولی
سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النہر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ہم اور غیر مختار قاضی خان کا قول کہ احسنت

اور اصبت اجازت نہین کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہین کذا فی الطحطاوی و ہبۃ الثمن من المشتری و التصدق علیہ بہ اجازۃ اذا المبیع قائما عمادیہ
اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ و قولہ لا اجیز رد لہ ای للبیع الموقوف
فلو اجاز بعدہ لم یجز لان المفسوخ لا یجاز بخلاف المستاجر لو قال لا اجیز بیع الآجر ثم اجاز جاز اور مالک کا یون کہنا کہ مین اجازت نہین دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے
اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہین اسواسطے کہ منفسخ اجازت پذیر نہین ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ مین اجازت نہین دیتا اجارہ دینے والے کی بیع کو پھر بعد
اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے و افاد کلامہ جواز الاجازۃ بالفعل و بالقول و ان للمالک الاجازۃ و الفسخ و للمشتری الفسخ لا الاجازۃ و کذا الفضولی قبلہا فی البیع لا النکاح لانہ معبر محض

ولم یقبل قوله للتناقض فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر یا گواہ لایا غلام کے مالک کے
اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول مقبول نہوگا بسبب
تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہی یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہی م وجہ تناقض یہ ہی کہ عاقدین عاقلین کا
اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہی اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے کما لو اقام
البائع البینة انه باع بلا امر او برھن علی اقرار المشتری بذلک واصله ان من سعی فی نقض ما تم من جهته لا یقبل الا فی مسئلتین چنانچہ گواہ
مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اس طرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ جو شخص سعی کرے اُس چیز کے
توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہی تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہی مگر دو مسئلون مین مقبول م ایک مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے
غلام کو خریدا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اُسپر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول ہین
دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا اور اُسپر گواہ لایا
تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیر لے اور اُسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نرہے کذا فی الطحطاوی
وان اقر البائع المذکور ولو عند غیر القاضی بحر بان رب العبد لم یامرہ بالبیع ووافقه علیه علی عدم الامر المشتری انتقض البیع لان التناقض لا
یمنع صحة الاقرار لعدم التهمة فاذا توافقا بطل فی حقهما الا فی حق المالک للعبد ان کذبهما وادعی انه کان یامرہ فیطالب البائع بالثمن لانه
وکیل لا المشتری خلافا للثانی اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسی کے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اس طرح پر کہ غلام کے مالک نے
مجکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب
نہونے تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ
دونون کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہی نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے
مذہب کے یعنی اُنکے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہی سوا اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے بھرے کذا فی الطحطاوی وباع دار غیرہ بغیر امرہ وقبضها
المشتری نہر وانما وانما لهافی بناء المشتری فقید اتفاقی دُر اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارتین
چنانچہ کنز مین واقع ہی سو قید اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الدرر بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہی کیونکہ یہی محل نزاع ہی ثم اعترف البائع الفضولی بالغصب وانکر
المشتری لم یضمن البائع قیمة الدار لعدم سرایة اقرارہ علی المشتری پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت
کا تاوان نہ دیگا بسبب سرایت کرنے اقرار بائع کے مشتری پر م عدم سرایت اقرار بائع اُسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزاع دار کی علت ہی یعنے
مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہی کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین
اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دار کا ضامن ہی اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فان برھن المالک اخذها لانه نور دعواہ بها اور اگر مالک گواہ لایا
غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے باعہ فضولی وآجرہ آخر او زوجه او رھنه فاجیزا
معا ثبت الاقوی فتصیر مملوکة لا زوجة فتح غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے
فعل کی اجازت ہوئی ساتھی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہی نکاح سے اور اگر
دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے اجازت ہوئی

ساتھ ہی تو نکاح باطل ہوگا اور دونون مشتریون کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے مین اختیار ہوگا کذا فی الفتح سکوت المالک عند العقد لیس باجازۃ خانیۃ من آخر فصل الاقالۃ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فصل اقالہ کی اخیر سے

باب الاقالہ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام مین ہم مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے اور عقد فضولی درصورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے ہی لغۃ الرفع من اقال اجوف یائی اقالہ لغت مین رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہم بعضون نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامۂ نوح نے کہا کہ عرب بولتے ہین قلت البیع بالکسر گر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسکا مصدر ثلاثی یائی آتا ہے نہ واوی مجموع اللغت مین کہا قال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح وقاموس وغیرہما نے اسکو ق ی ل کے مادے مین مذکور کیا ہے نہ ق و ل مین وشرعا رفع البیع اور شرع مین اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا اور مٹا دینا وعمم فی الجوہرۃ فعبر بالعقد اور جوہرہ مین اقالہ کو عام کہا ہے تو یون تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وہذا رکنہا او احدہما مستقبل کا قلنی فتقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظون سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا استقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھسے اقالہ کر بائع نے کہا کہ مین نے تجھسے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ مین مول چکانا نہین تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصۂ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور حالانکہ بیع لفظ مستقبل سے منعقد نہین ہوتی خلاصۂ جواب یہ ہے کہ اقالہ اسمین درحکم بیع نہین اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ مین جاری نہین بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وہو المختار اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد نہوگا مگر دو ماضی لفظون سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضا بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن مین مذکور ہوئے یعنی مین نے تجھسے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھسے مین نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو مین نے اٹھا ڈالا ہم مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہین بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع ہو الصحیح بزازیہ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا تلفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہوگا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لابد من التسلیم والقبض من الجانبین اور سراجیہ مین ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن دونون جانب سے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الآخر فی المجلس ولو کان القبول فعلا کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک ولان من شرطہا اتحاد المجلس اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس مین اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک سواسطے کہ اقالہ کی شرطون سے اتحاد مجلس ہے ہم فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس مین واقع ہو اشتراط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ مین مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع کے امر مطلق سے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ مین اس ثمن پر نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ مین بھی نہین چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہوگی کیسبب نہ متحد ہونے مجلس کے وترضی المتعاقدین والورثۃ او الوصی اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثون یا وصی کی والمحل القابل للفسخ بخیار فلو زاد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافا لہما اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہے بواسطے خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب اور خیار رویت کے تو اگر مبیع مین ایسی زیادتی ہوگئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہوگا خلافا للصاحبین ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگنا درخت

ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ متارکہ یا تراد یعنی باہم رد کرنے کے ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا نہ جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے جیسے بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ میرے ہاتھ بیچ جسکو تو نے خرید کیا وثمرته فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا قضی له بها لکونه بیعا جدیدا وکان الشفیع ثالثهما اور اسکا ثمرہ یعنی حق ثالث مین اقالہ کی بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع مین ہے سو موضع اول یہی کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا بسبب اسکے ہونے کے بیع جدید تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول لعیب علمه بعدها لانه بیع فی حقه اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر مبیع نہین کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہے اسکے حق مین ہم یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع مین عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیر دے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہین اسواسطے کہ یہ اسکے حق مین بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی البحر والثالث لیس للواهب الرجوع اذا باع الموهوب له الموهوب من آخر ثم تقایلا لانه کالمشتری من المشتری منه اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین جبکہ موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونون مین اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراءه منه بالاقل اور موضع رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کمتر ثمن سے جائز ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہین دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی مین اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارة عبدا للخدمة بعد ما حال علیها الحول ووجد به عیبا فرده بغیر قضاء واسترد العروض فهلکت فی یده لم تسقط الزکوة فالفقیر ثالثهما اذ الرد بالعیب بلا قضاء اقالة اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس مذکورہ پر اور غلام مین کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئین مالک کے ہاتھ مین تو انکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہان فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ہم غلام مین خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو انکی خرید استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہین اور بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ بحکم قاضی رد کرنا سب کے حق مین فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوگی اور اجناس ہلاک ہوگئین تو زکوۃ واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق مین تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق مین تو بیع اول سے مرتفع ہوجاتا کذا فی الطحطاوی وزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانه حق الله تعالی فالله ثالثهما صدر الشریعة اور مواضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعہ ہم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا تو یہ اقالہ بمنزلہ بیع کے ہے حق ثالث مین تو بائع اول کو وطی اسکی جائز نہوگی مگر بعد استبراء کے والاقالة بعد الاجارة والرهن فالمرتهن ثالثهما نهر فی التسعة اور مواضع مذکورہ پر زائد ہے اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے تو مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النهر مواضع متن اور شرح کے نو ہوئے ہم نہر الفائق مین کہا کہ مجھسے سوال ہوا اقالہ بعد الرہن سے تو مین نے جواب دیا کہ اقالہ موقوف ہے بیع مانند ہے دلیل قول فقہا کہ اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق مین اور ثالث یہان مرتہن ہے اور اسیطرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا انتہی تو اقالہ بعد رہن کے اجازت مرتہن یا فک رہن پر موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ مرتہن اور مستاجر ثالث ہے کذا فی الطحطاوی والاقالة یمنع صحتها هلاک المبیع ولو حکما کآبق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا اگرچہ ہلاک حقیقی نہین بلکہ حکمی ہو چنانچہ بھاگ جانا غلام کا ہم اور اگر ہلاکی مبیع کی

بعد اقالہ کے ہووے تو اقالہ باطل ہو کر بیع پھر قائم ہوگی کذا فی البحر لا الثمن ولو فی بدل الصرف نہ ہلاکی ثمن کی بدل صرف مین واقع ہو ھ چونکہ اصل بیع مین مبیع ہی
ہی ثمن لہٰذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہی نہ ہلاکی ثمن کی وہلاک بعضہ یمنع الاقالۃ بقدرہ اعتبار الجزء بالکل اور بعض مبیع کا ہلاک ہوجانا مانع اقالہ کا نہین بقدر
باقی کے جزو کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے ھ از انجملہ یہ ہی کہ زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اسکے حصہ کے اقالہ صحیح ہی چنانچہ
شامی اسکو قنیہ سے مذکور کریگا ولیس منہ مالو شری صابونا فجف فتقایلا البقاء کل المبیع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہین اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہوگیا پھر
دونون نے اقالہ کیا بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہین واذا ہلک احد البدلین فی المقایضۃ
وکذا فی السلم صحت الاقالۃ فی الباقی منہما وعلی المشتری قیمۃ الہالک ان قیمیا ومثلہ ان مثلیا ولو ہلکا بطلت الا فی الصرف اور جبکہ احد البدلین
مقایضہ اور اسیطرح سلم مین ہلاک ہوجاوے تو اقالہ صحیح ہی باقی بدل مین اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہی اگر وہ قیمت والی چیز ہو اور مثل ہالک لازم ہی اگر وہ مثلی ہو
اور اگر دونون بدل ہلاک ہوگئے تو اقالہ باطل ہی مگر صرف مین باطل نہین ھ مقایضہ عبارت ہی بیع العین بالعین سے یعنی متاع کو بعوض متاع کے بیچنا اور صرف کا
استثنا منقطع ہی تقایلا فابق العبد من ید المشتری وعجز عن تسلیمہ او ہلک المبیع بعدہا قبل القبض بطلت بزازیہ متعاقدین نے اقالہ کیا پھر
غلام بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہووے بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہی کذا فی البزازیہ وان اشتری ارضا
مشجرۃ فقطعہ او عبدا فقطعت یدہ واخذ ارشہا ثم تقایلا صحت ولزمہ جمیع الثمن ولا شئی للبائع من ارش الشجر والید ان عالما بہ یقطع
الید والشجر وقت الاقالۃ وان غیر عالم خیر بین الاخذ بجمیع الثمن والترک قنیہ اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ کیا یا غلام خرید کیا
اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی اور تمام ثمن اسکو لازم ہی اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے
کچھ نہین اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہو تو وہ مختار ہی تمام ثمن کے لینے مین یا ترک کرنے مین کذا فی القنیہ وفیہا شری
ارضا مزروعۃ ثم حصدہا ثم تقایلا صحت فی الارض بحصتہا اور قنیہ مین ہی کہ زمین مزروعہ خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی زمین مین اسکے حصہ کے برابر
ھ یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک مین داخل ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقایلا بعد ادراکہ لم یجز اور اگر دونون نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہین اسواسطے کہ
عقد خوید پر وارد ہوا نہ گیہون پر کذا فی البحر وفیہا تقایلا ثم علم ان المشتری کان وطی المبیعۃ ردہا واخذ ثمنہا اور قنیہ مین ہی کہ دونون نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا
کہ مشتری نے لونڈی بیچہ سے وطی کی ہی تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے وفیہا مؤنۃ الرد علی البائع مطلقا اور قنیہ مین ہی کہ پھیر دینے کا خرچ بائع پر ہی ہر طرح
یعنے خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا ہو یا اسکے غیبت مین کذا فی المنح لیکن یہ اطلاق قنیہ کی عبارت مین پایا نہین جاتا کذا فی الحلبی وتصح اقالۃ الاقالۃ فلو تقایلا
البیع ثم تقایلاہا ای الاقالۃ ارتفعت وعاد البیع الا اقالۃ السلم فانہا لا تقبل الاقالۃ لکون المسلم فیہ دینا سقط والساقط لا یعود اشباہ اور صحیح ہی اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا
اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا اور بیع پھر آویگی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہین کرتا اسواسطے کہ مسلم مین مسلم فیہ دین ہی کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط
ہوا وہ پھر نہین آتا کذا فی الاشباہ وفیہا راس المال بعد الاقالۃ کہو قبلہا فلا یتصرف فیہ بعدہا کقبلہا اور اشباہ مین ہی کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہی جیسا قبل اقالہ کے
تھا تو اسمین تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز نہین جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہین ھ یعنے مسلم الیہ کو قبل قبض راس المال کے اسمین تصرف جائز نہین جیسے رب السلم کو
بعد اقالہ قبل قبض راس المال کچھ تصرف جائز نہین یعنی کوئی چیز راس المال سے خرید نہین کرسکتا کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلتین لو اختلفا فیہ بعدہا فلا تحالف وحکم راس المال
کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے یکسان ہی مگر دو صورت مین یکسان نہین ایک صورت یہ ہی کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال مین بعد اقالہ کے تو دونون پر باہم قسم
نہین ھ اس صورت مین مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونون قسم کھائینگے یعنے دو صورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا
قبل قبضہ الا فی الصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہوئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہی مگر صرف مین جائز نہین ھ اور اگر متفرق ہوے

قبل قبض راس المال کے قبل اقالہ کے تو جائز نہین اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہی قولہ الا فی الصرف استثناء منقطع ہی کیونکہ کلام راس المال مین ہی وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ اور اشباہ مین ہی کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد اور بطلان مین تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہی اور صحت اور فساد کے اختلاف مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من بائعہ باقل من الثمن قبل النقد وادعی البائع الاقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد مین کہتا ہون مگر ایک صورت مین مدعی فساد کا قول معتبر ہی جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنے کا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے ہم اس صورت مین مدعی فساد مشتری ہی کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہی اور بائع مدعی صحت ہی اسواسطے کہ ادعاء اقالہ مستلزم صحت بیع ہی کیونکہ اقالہ صحیح نہین مگر بیع صحیح مین تو باوجودیکہ یہان صحت اور فساد مین اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بالعکس تحالفا ان شرط فناء المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکے بالعکس ہووے یعنے بائع مدعی ہو کہ مین نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونون پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی اور شخص نے بائع کے ہاتھ مین ہلاک کر ڈالا ہو تو دونون پر قسم نہین ہم جبکہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام ہی مبیع کی اور جبکہ مشتری نے بائع کے ہاتھ مین مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ ممتنع ہوگا کذا فی الطحطاوی ورایت معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل مشتریہ نزلہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب بخلاصہ مین نے یہ مسئلہ دیکھا کہ انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اسکا پھل کھایا ایک سال پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین ہم نزل بضم نون وزاء معجمہ اگرچہ معنی روزی و مہمانی کے ہی لیکن یہان پھل انگور کا مراد ہی

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہی مرابحۃ اور تولیہ کے احکام مین لما بین المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع مثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا ہم یعنی ابتک اُن بیوع کا بیان تھا جنمین جانب مبیع ملحوظ تھا اب اُن بیوع کا بیان شروع ہو جنمین جانب ثمن ملحوظ ہی چنانچہ مرابحہ اور تولیہ اور ربوا اور صرف اور تقدیم اول کی ثانی پر اسواسطے ہوئی کہ بیع مین مبیع اصل ہی نہ ثمن نہر الفائق مین ہی کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہی کہ ناواقف محتاج ہی تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تو اُسکے مانند ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور بروایت صحیح ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اُونٹ خرید کیے حضرت نے فرمایا کہ ایک اُونٹ بطور بیع التولیہ ہمکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہی سو حضرت نے نہ لیا مگر ثمن دیکر ولم یذکر المساومۃ والوضعیۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ و وضعیہ کا ذکر نہ کیا بسبب اُنکے ظاہر ہونے کے ہم مساومہ وہ بیع ہی جسکے ثمن مین متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیون نہو تو اُسمین ثمن اول کی طرف التفات نہین اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضعیہ بیع ہی کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگرون مین کمتر ہی کیونکہ تجارت سے غرض استرباح المرابحۃ مصدر ہی رابح کا ہم عرب بولتے ہین باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا متاع کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کردیا وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ثمنہ بما قام علیہ وبفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع مین مرابحہ عبارت ہی اُس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہوگیا ہی منجملہ اسباب و متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جبکہ اُسکا ثمن یا قیمت اُتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ مملوک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مضمون مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہی کذا فی المبسوط ہم خلاصہ یہ ہی کہ مرابحہ فقط اسی مین منحصر نہین کہ مبیع بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ اُسپر دال ہی بلکہ ہر مملوک چیز مین مرابحہ جاری ہی سو اگر مبیع خریدی بائع کی ہی تو اُسمین مرابحہ یون ہی کہ ثمن سابق پر نفع بڑھا کر بیچے اور اگر بائع کو مبیع بطریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہی تو اُسمین مرابحہ یون ہی کہ اُس چیز کی قیمت اور مالیت پر نفع زیادہ کرکے بیچے طحطاوی نے

کماکہ عروض کی قیمت سے دراہم کو مرابحہ بدل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہین چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور حاشیہ زیلعی مین بدائع
سے ہے اسکا جواز منقول ہے غصب کی صورت مین کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اُسکی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہوگیا
غاصب کا تو اُسکو بیچنا بطور بیع مرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف مین تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر دیا حالانکہ مراد مصنف یہ ہے کہ
مرابحہ عبارت ہے بیع مملوک سے ساتھ ثمن اور زیادتی منفعت کے اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم والتولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی
اور کارساز مقرر کیا اور شرعا بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما اعنی القیمۃ وعبر عنہا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع مین تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اُسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد
ثمن حکمی سے اُس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن مین اکثر رائج ہے ہم جتنے کو خرید کرنا اُتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہرا یہ
تعریف بیع غاصب کو شامل نہ تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے لہذا شارح نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اُسکو بھی
شامل ہو جاوے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ عنہا کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہو نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے
وشرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا ملکہ المشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہونا عوض یعنی ثمن اول کا مثلی یا ہونا عوض کا قیمت والی
چیز مملوک مشتری کی ہم ثمن مثلی جیسے دراہم اور دنانیر اور کیلی اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط صحت ہوا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو چنانچہ کپڑا
بعوض غلام کے خرید کیا تو بیان مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہان اگر مشتری اُسی قیمت والی چیز کا مالک ہو جو عوض تھا بائع کی خرید
مین تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اُسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلا زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر
گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اُسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اُسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر مستصرفا ولو کان الربح شیئا معلوما ولو قیمیا
مشارالیہ کہذا الثوب لانتفاء الجہالۃ حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم
اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشارالیہ ہو چنانچہ کپڑا بسبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کریگا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچیگا تو جائز نہوگا
مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اُسکا مجلس عقد مین معلوم ہو جاوے تو اُسکو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی قسم دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اُسکا معلوم نہو لہذا
بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم
واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوۃ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکرم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملالے بائع
راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیون نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور رومال وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ
اُٹھالانے اور بھیڑ بکریون کے ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچائی کھیت اور
انگور کی اور اُسکی جاروب کشی اور بندون اور نہرون کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری قسم اور اسطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور معونتی مین ملانا
کرنے کی مزدوری اُسکے ثمن کے ساتھ ملادے کذا فی النہر واجرۃ السمسار والدلال علی مکان [illegible] المشروطۃ فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح
فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملادے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول مین مشروط تھی اسی قید کو تصحیح کیا ہے درر مین اور بحر الرائق مین اطلاق کو ترجیح دی ہے
سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتادے ہم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال مین کچھ فرق نہین صاحب قاموس نے کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہے
بائع اور مشتری مین لیکن عرف فقہا مین دونون مین فرق ہے سمسار وہ ہے جو شارح نے ذکر کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالبا نہر الفائق مین ہے کہ عدم ضم اجرت دلال
بالاجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانے کا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع مین زیادہ ہو جاوے
جیسے رنگ وغیرہ یا اُسکی قیمت مین زیادہ ہو چنانچہ حمل طعام اور خیاطت تو وہ ملائی جاویگی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگرون کے ملانے کی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار

اپنے عرف مین راس المال کے ساتھ ملاتے ہون اُسکو ملانا چاہیے ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ چیز اتنے کو پڑی اور یون نہ کہے
کہ مین نے اتنے کو خرید کی اسواسطے کہ یہ جھوٹ ہے مثلاً ایک کپڑا چار روپیہ کو خرید کیا اور ایک روپیہ اُسکی سلائی مین صرف ہوا تو مالک اُسکے بیچنے کے وقت یون کہے کہ یہ قمیص
یا یہ قبا مجکو پانچ روپیہ کو پڑی اور یون نہ کہے کہ مین نے پانچ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اُس صورت مین ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ
بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوہ اوباع برقمہ لو صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جبکہ شئ
موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہرا دے یا مبیع کو اُسکی رقم پر بیچے بشرطیکہ بیان رقم مین سچا ہو کذا فی الفتح ہم رقم عبارت ہے اُس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر
دلالت کرے بصدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہین پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہے تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم ہے مین اسپر اتنا نفع لیکر
بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس کو گیارہ بنا دیگا تو بیع صحیح نہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو للعلم والشعر وفیہ مافیہ فلذا
علله فی المبسوط بعدم العرف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ معلم علم اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت مین جو کچھ کہا ہے سو ہے اسی واسطے مبسوط مین عدم
ضم تعلیم کی اجرت مین عدم عرف کو علت قرار دیا ہے بعضے علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک مین زیادہ نہین ہو جاتی حال آنکہ یہ غلط ہے بلکہ
تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کرنے کا تو ملاوے ورنہ نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصا والدلالة والراعی اور نہ ملاوے
راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ولا نفقتہ لنفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ ہم یعنی جو سوداگر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت
مین سفر تجارت کے اندر اُسکو بھی اس بیع مین حساب نکرے ولا اجر عمل عمل بنفسہ او تطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اجرت اُس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً اپنا رنگ
اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل منت کر دیا اُسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکرا بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرح بہ الزیلعی کذا
للعرف والا فلا فرق لظہر فتدبر اور غلام گریختہ کے پکڑ لانے کی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اُجرت مخزن کے کہ اُسکو راس المال کے ساتھ ملاوے
چنانچہ فقہانے اُسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہین تو کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا بیت الحفظ اور مخزن مین تامل کر
ومایؤخذ فی الطریق من الظلم الا اذا جرت العادة بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کے ساتھ نہ ملاوے
اُس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ مین ظلم سے مگر اُسوقت ملانا چاہیے جبکہ رواج مین اُسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج یہی اصل ہے ضم اور عدم ضم مین چنانچہ معلوم کر چکا تو
عینی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ عموم اعتبار عرف اُسکو مقتضی ہے کہ
درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحة باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکولہ عن الیمین اخذہ
المشتری بکل ثمنہ اوردہ لفوات الرضی پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ مین اُسکے اقرار سے یا گواہون سے انکار کرنے قسم سے تو مشتری اُسکو پھیرے
اُسکے پورے ثمن سے یا اُسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اُس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اُسکو لینے نہ لینے مین
اختیار ہوگا نہر الفائق مین ہے خیانت یہ کہ ثمن کے ساتھ اُسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہین یا جو نو درم کو مثلاً خرید کی ہو اُسکو دس درم کی بتاوے وله الحط قدر الخیانة
فی التولیة لتحقق التولیة اور مشتری کو اختیار ہے مقدار خیانت کا کم کر ڈالنا تولیہ مین تا تولیہ متحقق ہو یا واسطے متحقق ہونے تولیہ کے ہم یعنی اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو
تولیہ ثابت نہو اسلیے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہین ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحة قبل ردہ او حدث بہ مایمنع منہ من الرد
لزمہ بجمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اُسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ مین اُسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہے رد کی
چنانچہ عیب یا زیادت مانعہ تو مبیع اُسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اُسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا ثم حدث آخر رجع
بالنقصان اور ہم اول ذکر کر چکے ہین کہ اگر راجب تولیہ مبیع مین عیب پاوے پھر دوسرا عیب اُسمین پیدا ہو تو قدر نقصان کو نہ پھیرسکے ہم مولی اسم مفعول ہے تولیہ سے رجوع

کفرش فار وحرق نار للثوب المشتری وقال ابو یوسف وزفر والثلثۃ لابد من بیانہ قال ابو اللیث وبہ ناخذ ورجحہ الکمال واقرہ المصنف افرمرابحہ نفع لیکر
بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہی بدون اسکے بیان کرنے کے کہ اُسنے بیچ کو باسلامت خرید کیا تھا سو اُسمین عیب لگ گیا اُسکے پاس لحوق عیب ناکی سے
بسبب آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ سے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمین کچھ نقصان نہو گیا ہو جیسا کہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا خرید سے کپڑے کو
شارح نے کہا لیکن بیان نفس عیب واجب ہی قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ
عیب ناکی کا بیان کر دینا مرابحہ مین ضروری ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہین اور کمال الدین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہی اور مصنف نے بھی اسی کو
اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی ہم بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہی تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ مین ہی کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہی تو اُسپر
بیان کر دینا واجب ہی بعضے مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہی کذا فی الطحطاوی وسراج ببیان
التعییب ولو الفعل غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید اخذہ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے
فعل سے عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ مین واجب ہی اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اُسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب
لگانے کا خون بہا اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ مین اتفاقی ہی نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر لتکسرہ بنشرہ وطیہ صیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف ولذا قال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے جیسا کہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہی بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کر ڈالنے سے اور اسی واسطے شارح نے جماع ثیبہ مین یہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہی جبکہ جماع سے اُسمین نقصان
نہو گیا ہو ہم ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہین پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہین تو اُنکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ
بکارت کا موجب ہی لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہان اگر ثیبہ مین جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا
اسواسطے کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہین ہوئی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اُدھار خرید کیا ہزار درم
سے اور بیچا سو درم کے نفع پر یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے
فان تلف المبیع بتعیب او تعییب فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو
علم ہوا مدت کا یعنی اسکو معلوم ہوا کہ بائع نے اُسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا حکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند
تولیہ کا حکم ہی جمیع مسائل مذکورہ مین ہم یعنی درصورت معیوب کر دینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہی اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت آسمانی سے
اور وطی ثیبہ مین بیان کرنا ضرور نہین اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہی اُدھار خریدنے مین بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بالفضل ما بین الحال والمؤجل بحر
مصنف اور ابو جعفر نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہی زیادتی کا جو ما بین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہی کذا فی البحر شرح المصنف ہم یعنی اگر ثمن حال مثلاً ایکسو
ہون اور ثمن مؤجل ایکسو پانچ تو مشتری بعد علم مدت کے پانچ درم بائع سے پھیر لے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ او بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری
بکم قام علیہ فسد البیع بجہالۃ الثمن وکذا الحکم فی المرابحۃ وخیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ الا بطل تولیہ کیا ایک مرد نے کسی چیز کا یعنی اُسکو بطور تولیہ بیچا بعوض
اُسقدر کے جتنا اُسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جس سے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہین کہ کتنا اُسپر پڑا تو بیع مذکور
فاسد ہی بسبب نہ معلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہی مرابحہ کا اور مشتری مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے مین بشرطیکہ مجلس عقد مین ثمن مذکور معلوم ہو گیا ہو اور اگر
مجلس مین نہ معلوم ہو تو بیع باطل ہی ہم بطلان بیع سے استقرار فساد مراد ہی کیونکہ یہ بیع باطل نہین فاسد ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا
یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم

وقال ان غرره ای غر المشتری البائع او بالعکس او غره الدلال فله الرد والا لا وبه افتی صدر الاسلام وغیره ثم قال وتصرفه فی بعض المبیع قبل علمه بالغبن
غیر مانع منه فیرد مثل ما اتلفه ویرجع بکل الثمن علی الصواب انتہی ملخصا جاننا اس بات کو کہ رد بیع نہین ظاہر الروایۃ مین غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش
وہ ہے جو قیمت ٹھہرانے والون کی قیمت مقرر کرنے مین داخل نہو اور اسی عدم رد کا بعضون نے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھوکھا دیا ہو یا نہ دیا ہو کذا فی القنیہ پھر
صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا اور غبن فاحش مین یہ پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے لوگون پر آسانی کرنے کے واسطے اور اسی قول پر کتاب المضاربۃ کے آخر روایات ہین
اور اسی کا فتوی ہے پھر صاحب قنیہ نے رمز لکھے اور کہا کہ اگر اسکو دھوکھا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکھا دیا یا اسکو دلال نے دھوکھا دیا تو اسکو بیع
کا اختیار ہے اور نہین تو نہین یعنی اگر اسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا تو رد بیع مین اختیار نہین اور اسی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور
تصرف کرنا مشتری کا بعض مبیع مین قبل دریافت ہونے غبن کے مانع رد بیع نہین تو مشتری اسکا مثل پھیر دے جسکو اسنے تلف کیا اور سب ثمن پھیر لے بنا بر صواب قول کے
انتہی قول القنیہ ملخصاً جسقدر تصرف کیا اسکے رد مثل کے ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ مین مصرح ہے لیکن شارح نے رد باقی کو ساقط کیا تا اسکا قول مردود
ہو جو قائل ہے کہ رد باقی جائز ہے اسکے حصے کے موافق ثمن لیکر کذا فی الحلبی بقی لو کان قیمیا الم اره باقی رہی یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور اسمین غبن فاحش ہو
مین نے اس مسئلہ کو صریح نہین دیکھا قلت وبالاخیر جزم الامام علاء الدین السمرقندی فی تحفۃ الفقہاء وصححہ الزیلعی وغیرہ مین کہتا ہون قول اخیر پر یعنی اگر غبن فاحش
فریب دینے سے ہے تو رد جائز ہے والا نہین یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا مین اور اسی کی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے نعم صاحب تحفہ نے کہا کہ ہمارے
اصحاب کہتے ہین کہ مغبون رد نکرے ولیکن یہ حکم اس مغبون مین ہے جسکو کسی نے دھوکھا نہین دیا اور اگر اسکو فریب دینے سے غبن ہوا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار
ہے انتہی صاحب تحفہ نے قول مطلق کو مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفی کفالۃ الاشباہ عن بیوع الخانیۃ من فصل الغرور الغرور لا یوجب الرجوع الا فی ثلث منہا
ہذہ اور اشباہ کی کتاب الکفالۃ مین خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکھا پڑنا موجب رجوع نہین مگر تین صورت مین از انجملہ ایک یہ صورت
ہے جو متن مین مذکور ہو چکی یعنی غبن فاحش سے رد ہے اگر اسکا دھوکھا دیا ہو وضابطہا ان یکون فی عقد یرجع نفعہ الی الدافع کودیعۃ واجارۃ فلو ہلکا ثم استحقا
رجع علی الدافع بما ضمنہ اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد مین ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ پھر اگر دونون تلف ہون پھر مستحق غیر نکلین
تو دافع سے پھیر لے جسقدر اسنے تاوان دیا ہے دافع شامل ہے بائع اور مشتری اور مودع اور موجر کو اسواسطے کہ ودیعت رکھنے والا اپنے حفظ مال سے اور موجر اجرت سے
منتفع ہوتا ہے ودیعت کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی یہ ظاہر کرکے کہ مین اسکا مالک ہون پھر ودیعت ہلاک ہوئی خالد کے ہاتھ مین پھر وہ
غیر کی مستحق نکلی تو مالک کو جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان بھر لے کیونکہ اسنے اسکو دھوکھا دیا اس بات مین کہ ودیعت میری ملک ہے اور صورت
اجارہ یہ ہے کہ مثلاً جانور اجارہ دیا یہ ظاہر کرکے کہ یہ میرا مملوک ہے پھر وہ مستاجر کے پاس ہلاک ہو گیا پھر مستحق غیر نکلا اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو مستاجر کو موجر سے بقدر ضمان پھیر
لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی ثم لا رجوع فی عاریۃ وہبۃ لکون القبض لنفسہ اور رجوع نہین فریب دینے سے عاریت اور ہبہ مین کیونکہ قبضہ عاریت اور ہبہ مین اپنی ذات کے واسطے ہے یعنی
جب مستعار اور موہوب مستعیر اور موہوب لہ کے پاس تلف ہو پھر وہ مستحق غیر نکلے اور مستعیر اور موہوب لہ سے مالک تاوان لے تو دونون شخص معیر اور واہب سے رجوع نہین کر سکتے
کیونکہ مستعار اور موہوب کا نفع مستعیر اور موہوب کی طرف راجع تھا نہ معیر اور واہب کی طرف الثانیۃ ان یکون فی ضمن عقد معاوضۃ کبایعوا عبدی او ابنی فقد اذنت لہ
ثم ظہر حرا او ابن الغیر رجعوا علیہ للغرور ان کان الاب حرا والا فبعد العتق اور دوسری صورت یہ ہے کہ غرور معاوضہ کے ضمن مین ہو چنانچہ مثلاً زید نے اہل بازار سے کہا کہ میرے غلام
یا میرے بیٹے سے خرید فروخت کرو مقرر مین نے اسکو تجارت کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ غیر کا بیٹا ہے نہ زید کا تو اہل بازار زید سے بھر لین بسبب غرور کے بشرطیکہ
باپ یعنی اذن دینے والا شخص آزاد ہو اور اگر وہ غلام ہو تو اسکے آزاد ہونے کے بعد بھر لین وہذا ان اضافہ الیہ واما مبایعۃ اور یہ یعنی دھوکھا دینے والے سے بھر لینا اسوقت ہے کہ جب
اسنے ماذون کی نسبت اپنی طرف کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ یہ میرا غلام یا میرا بیٹا ہے اور اسکے ساتھ خرید اور فروخت کا امر کیا ہے ومنہ لو بنی المشتری او استولدہا ثم

استحقاق رجع علی البائع بقیمۃ البناء والولد اور منجملہ غرور عقد معاوضہ کی یہ صورت ہے کہ اگر مشتری نے گھر مین عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کا
مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پھیر لے گا بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُسوقت ہے جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کر دے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہین کیا
مگر اُنکا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھیرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اُس قیمت کو پھیر لے
واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد بخلاف ارتہنی اور از انجملہ مسئلہ ہے جو باب استحقاق مین آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو خرید
کرنے کہ مین غلام ہون بخلاف یون کہنے کے کہ مجکو رہن رکھ لے تم یعنی اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب بغیبت معروفہ ہو تو فریب
دینے والے پر کچھ نہین والا مشتری اُسی سے پھیر لے اور وہ بائع سے کذا فی الطحطاوی معلوم رہے کہ درالمختار کے نسخ یہان مختلف ہین اکثر نسخون مین یون ذکر ہے اشترنی فانا عبد ارتہنی بعض نسخون
مین ہے بخلاف ارتہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اُس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ کتب فقہیہ مین مصرح ہے کہ خرید کرنے مین رجوع ہو
نہ رہن رکھنے مین واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امرأۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد المستحق و یجی آخر الدعوی تیسری صورت یہ ہے
جبکہ غرور بسبب شرط کے ہو جیسا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو لڑکے ولد کی
قیمت مخبر سے پھیر لے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوی کے آخر مین آویگا فرع مسئلہ لحقہ شارح کا ہل ینقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحقوق المجردۃ
لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت وقدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کیا انتقال کرتا ہے دعوی فریب
دینے سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اُسکا وارث اُسکو پھیر سکتا ہے یا نہین مصنف نے اپنی شرح مین عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح کرنے
فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہین ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ اور مشیت سے مین کہتا ہون کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ
اشباہ مین یون ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے اُستاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے مین کہتا ہون اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہین خیار الشرط مین درر سے نقل کر کے
لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض وایدہ بما فی بحث القول فی الملک
من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتامل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح مین جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر
کیا ہے وہ جو اُسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اُسکی طرف کہ دعوی غرور سے موروث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب
معونۃ المفتی مین کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اُسکی تائید کی ہے اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو قاعدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث
ردبیع کرتا ہے بسبب عیب بیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہین ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر ہم وجہ تائید یہ ہے کہ وارث کا مغرور بننا
اسکو مفید ہے کہ خیار الغرر موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہرا مورث کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ متی عاین ما یعرف بالعیان تنتفی الغرور فتدبر اور
ہمنے مقدم ذکر کیا ہے باب خیار الشرط مین خانیہ سے کہ جب اُسنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ نیستی ساقط ہو جاتا ہے غور کرلے

فصل فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتاجیل الدیون یہ فصل ہے بیع اور ثمن کے تصرف کرنے مین قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم
کرنے دونون مین اور دیون کی مدت مقرر کرنے مین صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان
کالمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اُس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہین قبل اس بات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اُسپر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ انفساخ
عقد کے بر تقدیر ہلاکی کے کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا
ریت سے تو اُسوقت مین غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین تو اُسکی بیع بالاتفاق قبل قبض کے صحیح نہین ہم امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی
قبل قبض کے جائز نہین کیونکہ حدیث شریف مین غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے شیخین کہتے ہین کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی مبیع کے انفساخ بیع محتمل ہو اور ہلاکی عقار مین نادر [illegible]

[illegible]

نادر کا کچھ اعتبار نہین فتح الغفار مین ہے کہ مصنف نے تعبیر بصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضاے بائع پر موقوف ہین تو بائع کو قبل کے
ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کالکتابۃ والاجارۃ و بیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کما سیجی جیسے بالاتفاق صحیح نہین کتابت
غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اُسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن مین آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف
عتقہ وتدبیرہ وہبتہ والتصدق بہ واقراضہ ورہنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وہو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے
اور اُسکے مدبر کرنے اور اُسکے ہبہ اور تصدیق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اُسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور
یہی اصح ہے ہم یعنے اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا تو اُسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح
ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہین مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہو سکتا ہے قبض مین تو قبضہ مامور بجاے قبضہ مشتری
ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کہ وہ مفید ملک نہین قبل قبض کے اور تملیک بیع قبل
قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہین کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک
بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز ومالا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ پذیر ہے
ہلاکی عوض سے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ بیع اور اجرت بشرطیکہ عین ہو نہ نقد تو اُسمین تصرف قبل القبض جائز نہین اور جو عقد کہ فسخ نہو ہلاکی عوض
سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اُسمین تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وہبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع
انتقض البیع ولو باعہ قبلہ منہ لم یصح ہذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الہبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف بیعہ قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوہرہ قلت
وفی المواہب وفسد بیع المنقول قبل قبضہ انتہی ونفی الصحۃ یحتملہما فتدبر اور بیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اُسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اُسکو قبول
کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہین اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ یہ مجاز ہے اقالہ سے یعنی اقالہ کو ہبہ بولنا بطریق
مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ
مین کہتا ہون اور مواہب الرحمن مین ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونون کو محتمل ہے غور کرے ہم یعنی بیع منقول کی
قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اُسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور صحیح اُسمین دونون محتمل ہین کیونکہ باطل کو بھی
غیر صحیح کہتے ہین اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ بیع کے دونون رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہین تو فساد آیا دوسری جہت سے [illegible]
انفساخ عقد درصورت ہلاکی مبیع اور اطلاق باطل کا فاسد پر بکثرت ہے واشتری مکیلاً بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریماً بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بالفساد وبانہ لا یقال لآکلہ
اکل حراماً لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط کیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اُسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اُسکو ناپ نہ لے اور البتہ علما نے
اُسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اُسکی کہ اُسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہین چنانچہ کمال الدین نے اُسکو مشرح
بیان کیا ہے حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانے والا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اُسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن ماجہ نے جابر سے روایت کی
نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اُسمین دو صاع جاری
ہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث مین ضعف ہے لیکن
بسبب کثرت طرق اور اجماع ائمہ اربعہ کے واجب العمل اور حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن
والعد لاحتمال الزیادۃ وہی للبائع اور مکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے ہم یعنی جب

مکیل اور موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط کیل اور وزن اور شمار کے تو اسمین تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہین کہ شاید
زیادہ ہو مثلاً بائع نے کہا کہ یہ چیز دس پیمانے یا دس سیر ہی تو اگر واقع مین وہ بارہ سیر ہوئی تو دو سیر بائع کا مال ٹھہرا لہذا مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب
ہوا تا غیر کے مال مین تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہی کہ اگر مبیع کم ہو شرط سے تو مشتری اُتنا ثمن کم کردے فتح القدیر مین کہا کہ معدود
عددی متقارب مراد ہی چنانچہ انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفۃ لان الکل للمشتری بخلاف بیع مکیل اور موزون اور معدود کے بطور تخمین اور اٹکل کے بلا شرط کیل اور وزن اور
شمار کے چنانچہ ایک ڈھیر گیہون کا خرید کیا تو اُسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہی تو اسمین احتمال زیادتی کا نہین وقید بقولہ غیر الدراہم والدنانیر
جواز التصرف فیہما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانہ لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانہ صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیہ وعلیہ الفتوی خلاصہ اور
مصنف نے موزون مین غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر مین بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے
کہ موزونات مین دوبارہ مشتری کے وزن کرنے کی حاجت نہین کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصہ م خلاصہ یہ ہی کہ بیع موزونات
مین دو صورت مین مشتری کو دوسرے بار وزن کر لینا شرط نہین ایک درہم اور دنانیر کے عقد صرف مین اسواسطے کہ اُنکی مقدار مقرری مین غالباً تفاوت نہین ہوتا اور
دوسرے بیع التعاطی مین تو جب مشتری نے دراہم دیے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی وکفی کیلہ من البائع
بحضرتہ ای المشتری بعد البیع لا قبلہ اصلا او بعدہ بغیبتہ فلو کیل بحضرۃ رجل فشراہ فباعہ قبل کیلہ لم یجز وان اکتالہ الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح وکفایۃ کرنا ہی
بائع کا کیل کرنا یعنی پیمانے سے ناپنا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقاً خواہ اُسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے تو اگر کیل ہوا
اجنبی مرد کے سامنے پھر اُسنے مکیل کو خرید کیا پھر اُسکو بشرط کیل بیچا قبل اُسکے کیل کرنے کے تو جائز نہین اگرچہ مشتری ثانی نے اُسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل
مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہ ٹھہرا کذا فی الفتح تو اُسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی م حضور مشتری مین کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ بیع معلوم ہو گی کیل سے
اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہوا کہ اُسوقت بائع اور مشتری کا اطلاق دونون صحیح نہین ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف
فیہ قبل کیلہ ووزنہ بجوازہ قبل القبض فقبل الکیل اولی اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہی اُسمین تصرف قبل اُسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل
قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہی یعنی کیل اور وزن تتمات قبض سے ہین پھر جب ثمن مین تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل تتمات بطریق اولی جائز ہوگا
لا یحرم المذروع قبل ذرعہ وان اشتراہ بشرطہ الا اذا افرد لکل ذراع ثمنا فہو فی حرمتہ ما ذکر کموزون والاصل ان الذرع وصف لا قدر فیکون کلہ للمشتری
الا اذا کان مقصودا او ستقنہ ابن الکمال من الموزون ما یضرہ التبعیض لان الوزن حینئذ فیہ وصف حرام نہین بیع مذروع قبل از پیمایش گز اگرچہ اسکو بشرط پیمایش خرید کیا ہو
مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب مذروع بیع وغیرہ کی حرمت مین موزون کے مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہی جو چند بار مذکور ہو گیا کہ گز وصف ہی نہ مقدار تو کل
مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنے ہر گز کا جدا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزون سے اُس موزون کو مستثنے کیا ہی جسکو
تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ اب موزون مین وزن مقدار نہ رہا وصف ہو گیا م مضرت تبعیض موزون چنانچہ تانبے وغیرہ کا برتن قطع سے لائق استعمال
کے نہین رہتا تو اسوقت مین موزون مین تصرف کرنا قبل اُسکے وزن کے جائز ہی اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب یہ تھا کہ اسکو وزن کی بحث مین شارح ذکر کرتا
کذا فی الطحطاوی وجاز التصرف فی الثمن بہبۃ او بیع او غیرہما لو عینا ای مشارا الیہ ولو دینا فالتصرف فیہ تملیکہ ممن علیہ الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیرہ ابن ملک
قبل قبضہ اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن مین تصرف کرنا جائز ہی بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اُسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہی متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن
دین ہو تو اسمین تصرف اُسکی تملیک کا ہی مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو اس طرح کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہی اور تملیک دین جائز نہین غیر
مدیون کو کذا صحح ابن ملک سوا التعیین بالتعیین لتکمیل اولا لعقود فلو باع ابلا بدراہم او بکر جاز اخذ بدلہا شیئا آخر قبل قبض لصرف ثمن مین جائز ہی خواہ ثمن معین ہو جاتا ہی تعین کرنے سے

کمین تا متعین ہوتا ہو تعیین سے چنانچہ نقود تو اگر اونٹ درم یا گیہون سے بیچا تو درم اور گیہون کے عوض کوئی اور چیز لینا جائز ہو ھم عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہم اونٹ
البقیع مین بیچتے تھے تو درم کی جگہہ دینار اور بجاے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی المنح وکذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر و
اجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان والدیون کلہا قبل قبضہا عینی سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ
خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہو ہر دین مین قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مہر اور اجرت اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کی
چیز خلاصہ یہ کہ تمام اثمان اور دیون مین قبل انکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہو کذا فی العینی سواے صرف اور سلم کے کہ انمین خلاف جنس ثمن لینا جائز نہین بسبب
فوت ہونے اسکی شرط کے ھم یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہو تو قبل اسکے تصرف اسمین جائز نہین وصح الزیادۃ فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من
المشتری او وارثہ خلاصہ ولفظ ابن ملک او من اجنبی اوصحیح ہو زیادہ کر دینا ثمن مین اگرچہ زیادتی اسکے خلاف جنس ہو زیادتی مجلس عقد مین ہو یا بعد اسکے مشتری کی طرف
سے زیادتی ہو یا اسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ ابن ملک نے کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو ھم اگر اجنبی کی زیادتی بامر مشتری ہو تو مشتری پر واجب ہو نہ اجنبی پر اگر
اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہو ورنہ باطل ہو اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذمہ کر لیا یا اپنے مال سے دینے کا اظہار کیا پھر
اگرچہ بامر مشتری تھا تو اجنبی مشتری سے پھیرے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر ان فی غیر صرف وقبل البائع فی المجلس ولو بعدہ بطلب خلاصۃ زیادتی ثمن کی صحیح ہو اگر غیر صرف مین
ہو اور بائع اسکو زیادتی کی مجلس مین قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ ھم صرف مین زیادتی اور کمی ثمن کی جائز نہین کیونکہ سود ہی
وفیہا لو ندم بعد ما زاد اجبر اور خلاصہ مین ہو کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد پچتاوے تو اسپر جبر کیا جاوے یعنی حاکم بزور دلاوے وکان المبیع قائما فلا تصح بعد ہلاکہ ولو
حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہو بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہین بعد ہلاک ہونے مبیع کے اگرچہ ہلاکی حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اسطرح پر کہ مشتری نے
اسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول مین ھم مبیع کو ہلاک حکمی اسواسطے کہا کہ اختلاف ایدی مثل اختلاف سلعہ کے برابر ہو اور اگر مبیع کے بعد بلا خرید ثانی ثمن زیادہ کر دیگا
تو بطریق اولی جائز ہو کذا فی الطحطاوی وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو باع بعد القبض او دبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف
ما لو آجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم والصورۃ وبعض المنافع اور خلاصہ مین زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہو یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی دار حکما
مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق مین اسطرح پر کہ مبیع مشتری کے ہاتھ سے خارج نہو گئی ہو مبیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری
مر گئی پھر مشتری نے زیادہ ثمن کر دیا تو جائز نہین بسبب فوت ہونے محل بیع کے بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو باجارہ دیا یا اسکو رہن رکھا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی
تو ان صورتون مین زیادہ کرنا جائز ہو بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض منافع مبیع کے ھم بعد ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ بیع اور تدبیر اور
کتابت اور موت ہلاک حکمی مین داخل ہین کذا فی الحلبی وصح الحط منہ ولو بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہو کم کر دینا ثمن کا یعنی بائع کیجانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور
قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہو بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتداے عقد سے
ثابت ہوئی تو باطل ہو تمام ثمن کا کم کر دینا ھم وجہ بطلان یہ ہو کہ اسمین اصل عقد کی تبدیل ہو کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا گرا دینا یا ہبہ ہو یا بیع بلا ثمن ہی تو فاسد ہو کذا فی الزیلعی واثر
الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہو تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک
اور حبس مبیع اور فساد صرف مین لیکن شفعہ مین تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہو نہ زیادتی کا ھم یعنی اگر اول دس کو خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن مین زیادہ کر دیے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم
پر کرے اور درصورت کم کر دینے ثمن کے باقی پر تولیہ و مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیرلے اور بائع کو حبس مبیع مین تا قبض زیادتی اختیار ہو
اور صرف مین زیادتی اور کمی مفسد عقد ہو اور شفعہ مین شفیع کو زیادتی اسواسطے لازم نہوئی کہ اسکا حق ثابت ہو چکا تھا بیع اول سے تو لزوم زیادت مین اسکے حق کا ابطال ہو اور
حالانکہ بائع اور مشتری اسکے ابطال کے مالک نہین وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی غیر سلم زیلعی وقبل المشتری اور مبیع مین زیادہ کر دینا صحیح ہو بائع کیجانب سے

مله یعنی یا لکون سکے منتفن
یعنی یا لیا ایسا کہ
غیر بیک آتی ۱۲

اور بائع کو اُسکا دینا لازم ہی بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ مین ہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اُسکو قبول کرے ھم زیلعی نے کہا مسلم فیہ مین زیادہ کرنا صحیح نہین کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہی
اُسکو تو موجود فرض کیا ہی مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ مین زیادہ کرنا اُسکی حاجت کا دافع نہین بلکہ موجب مزید حاجت ہی لہذا جائز نہین و یلتحق ایضاً
بالعقد فلو ہلکت الزیادۃ قبل قبض سقط حصتہا من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہی تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہوگئی قبل قبض
کے تو اُسکا حصہ ثمن سے ساقط ہوگا ھم مثلاً تین درم کو چھہ سیر جنس لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کردی پھر تین سیر تلف ہوئی قبل قبض کے تو مشتری کو
دو درم کا دینا لازم ہوگا ایک درم ساقط ہو جائیگا و کذا لو زاد فی الثمن عرضا فہلک قبل التسلیم انفسخ العقد بقدرہ قنیہ اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن مین اسباب زیادہ کردیا
پھر وہ تلف ہوگیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہوگا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ھم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن مین ایک کتاب
زیادہ کردی جسکی قیمت پچاس درم تھی پھر کتاب ضائع ہوگئی قبل التسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی مین بیع فسخ ہوگی کذا فی المنح یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہی
طحطاوی نے کہا چونکہ مبیع قائم ہی تو اُسکا مقتضی یہ ہی کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضمان دے واللہ تعالیٰ اعلم ولا یشترط للزیادۃ ہنا قیام المبیع فتصح بعد ہلاکہ بخلافہ فی الثمن
کما مر اور شرط نہین یہان کی زیادتی مین یعنی زیادت مبیع مین قائم رہنا مبیع کا شرط نہین تو زیادہ کرنا صحیح ہی بعد اُسکے ہلاکی کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اُسمین قیام
مبیع شرط ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا و صح الحط من المبیع ان کان المبیع دینا وان عینا لا یصح لانہ اسقاط و اسقاط العین لا یصح بخلاف الدین فیرجع بالدفع فی براءۃ
الاسقاط لا فی براءۃ الاستیفاء اتفاقاً اور صحیح ہی کم کردینا مبیع سے اگر مبیع دین ہو اور اگر مبیع عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہی اور اسقاط عین کا
صحیح نہین بخلاف دین کے کہ اُسکا اسقاط صحیح ہی تو پھیر لے جو اُسنے دیا تھا براءت اسقاط مین نہ براءت استیفا مین بالاتفاق ھم محیط مین ہی کہ متعین گیہون پیمانہ بھر
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چہارم گیہون ساقط کردیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہین اسواسطے کہ گیہون عین ہین یعنی متعین مشار الیہ ہین اور حالانکہ اسقاط
عین صحیح نہین اور اگر گیہون کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چہارم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہی اسواسطے کہ گیہون یہان دین ہین اور اسقاط دین
صحیح ہی انتہی براءت اسقاط کی مثال یہ ہی کہ مشتری کہے بائع سے کہ مین نے تجکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہ کہ مین نے تجکو بری الذمہ
کیا بطریق براءت استیفا اور قبض کے کذا فی الطحطاوی ولو اطلقہا فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اُسمین دو قول ہین یعنی جواز رجوع اور
عدم رجوع مین اختلاف ہی واما الابراء المضاف الی الثمن فصحیح ولو بہبۃ او حط فیرجع المشتری بما دفع علی ماذکرہ السرخسی فیتامل عند الفتوی بحر اور وہ ابرا جو ثمن کی طرف
مضاف ہو وہ تو صحیح ہی اگرچہ ابرا بطریق ہبہ یا کم کردینے ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اُسنے ثمن دیا تھا بموجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی
دینے کے وقت کذا فی البحر ھم یعنی شیخ الاسلام کے نزدیک براءت مین تفصیل ہی کہ براءت اسقاط مین رجوع ہی نہ براءت استیفا مین اور شمس الدین سرخسی کے نزدیک براءت ثمن بعد استیفا اور
قبض کے صحیح ہی تو بائع پر رد ثمن بعد قبض واجب ہی اور جب براءت استیفا مین رجوع جائز ہوا تو براءت اسقاط مین بطریق اولی جائز ہوگا اور جب اسمین اختلاف ہوا تو مفتی پر
تامل کرکے فتوی دینا لازم ہوا شارح نے جو مسئلہ سابقہ مین رجوع کرنا براءت اسقاط مین اور عدم رجوع براءت استیفا مین بالاتفاق علما نقل کیا ہی سو خلاف واقع ہی کذا فی
الطحطاوی وقال فی النہر وہو المناسب للاطلاق نہر الفائق مین کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق کے مناسب ہی وفی البزازیۃ باع علی ان یہبہ من الثمن کذا لا یصح ولو علی ان یحط
من ثمنہ کذا جاز للحوق الحط باصل العقد دون الہبۃ اور بزازیہ مین ہی بیع کی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کردے تو صحیح نہین اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ ثمن سے اتنا کم کردے
تو صحیح ہی بسبب لاحق ہونے اسقاط کے اصل عقد سے سوائے ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہین ہوتا والاستحقاق للبائع او مشتر او شفیع یتعلق بما وقع علیہ العقد
و یتعلق بالزیادۃ ایضاً فلو ردہ بنحو عیب رجع المشتری بالکل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اُس سے متعلق ہوتا ہی جسپر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہی تو
اگر عیب وغیرہ سے مبیع پھر جاوے تو مشتری سب پھیر لے یعنی ثمن اور زیادت ھم جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہی تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے
تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیرے اور جب شفیع مبیع کو مستحق شفعہ لے تو اُس زیادتی کے ساتھ لے جسکو بائع نے مبیع پر زیادہ کردیا بعد عقد کے کذا فی الطحطاوی ودرم ابائع

كل دين ان قبل المديون اور لازم ہی تعيين مدت ہر دين کی اگر مديون قبول کرے هم دين وہ ہی جو کہ گردن پر واجب ہو بسبب عقد يا استهلاک کے كذا في الطحطاوي عن السمرقندي
نہر الفائق مين ہی تاجيل ہر دين کی صحيح ہی خواہ ثمن بيع ہو يا سواے اسکے اسواسطے کہ صاحب دين کو معاف کر دينا جائز ہی تو تاخير مطالبہ بطريق اولى جائز ہوگی بشرط قبول
مديون او رجوع مديون مدت کو قبول کرے تو دين حال يعنی بلا مدت باقی رہيگا اور خانيہ مين ہی اگر مديون نے کہا کہ مين نے مدت کو باطل کيا اسکو چھوڑا تو دين حال ہو جائيگا اور اگر
مديون بولا کہ مين مدت سے بری ہون يا مجکو اُسکی کچھ حاجت نہين تو يہ قول ابطال اجل نہوگا انتہى ما في النهر الا في سبع على ما في مداينات الاشباہ بدل صرف وسلم وثمن عند اقالة
وبعدها وما اخذ به الشفيع ودين الميت والسابع القرض مگر سات صورتون مين تاجيل دين لازم نہين چنانچہ اشباہ کی مداينات مين ہی صرف کے دونون عوضون مين اور سلم مين
يعنی راس المال مين اور ثمن مين اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور اُس دين مين جسکے عوض شفيع نے شفعہ کيا اور دين ميت مين اور ساتوين قرض مين هم بحر الرائق مين ہی کہ
اگر مشتری شفيع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحيح نہين خلاصہ مين ہی کہ اگر مديون مرگيا اور دين حال ہو گيا اور داين نے اُسکے وارث سے دين کی مدت مقرر کی تو صحيح نہين نہر الفائق
مين ہی کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ مسائل مذکورہ مين تاجيل صحيح نہين نہ يہ کہ صحيح غير لازم ہی چنانچہ ظاہر بحر الرائق اسپر ناطق ہی کيونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ ملحق کيا ہی فلا يلزم
تاجيله تو تاجيل قرض کی لازم نہين هم وجہ اسکی يہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ و صلہ ہی ولہذا بلفظ اعارہ صحيح ہی اور جو تبرع کا مالک نہين وہ قرض دينے کا بھی مالک نہين چنانچہ وصی و صبی و ولی اور مکاتب اور
عبد ماذون پھر جب عاريت ٹھہرا تو اُسمين تاجيل لازم نہوئی کيونکہ معير کو اگر اُسنے عاريت کی مدت ٹھہرائی ہو تو پھير لينا قبل مدت کے جائز ہی اور باعتبار انتہا کے قرض معاوضہ ہی کيونکہ اُسمين
رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجيل صحيح نہين کيونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بيع دراہم سے اُدھار ہو اور يہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ يہ خلاف اجماع ہی لہذا علماء حنفيہ قائل ہوے کہ تاجيل
قرض صحيح غير لازم ہی كذا في الزيلعي وفي النهر يعنی اگر قرض مہينہ بھر کے وعدے پر ديا ہو تو مقرض مستقرض سے في الحال مطالبہ کر سکتا ہی الا في اربع اذا كان مجحودا تاجيل قرض لازم نہين مگر چار صورتون
مين لازم ہی جبکہ قرض مجحود ہو يعنی مستقرض انکار کرتا ہو در صورت عدم شہادت هم صورت اُسکی يہ ہی کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ مين تيرے قرض کا اقرار نہ کرونگا تا وقتيکہ تو اُسکی کچھ مدت نہ مقرر کر دے يا اصل
مال سے کچھ کم کر ڈالے پھر مقرض نے ايسا ہی کيا تو صحيح ہی تو اب مدت لازم ہوگی کہ اُسکا في الحال مطالبہ نہين کر سکتا يہ اُس صورت مين ہی جبکہ اُسنے پوشيدہ کہا ہو اور اگر علانيہ گواہون کے
رو برو يہ کہا تو مقر في الحال ماخوذ ہوگا كذا في الطحطاوي او حكم مالكي بلزومه بعد ثبوت اصل الدين عنده يا مالکی مذہب نے لزوم مدت کا حکم کيا ہو بعد ثابت ہونے اصل دين کے مالکی کے نزديک
او احاله على آخر فاجله المقرض او احاله على مديون مؤجل دينه لان الحوالة مبرئة يا مستقرض نے قرض کا حوالہ دوسرے شخص پر کيا تو مقرض نے محال عليہ کے واسطے کچھ مدت مقرر کر دی يا مستقرض نے اپنے
اُس مديون پر حوالہ کيا جسکا دين مؤجل ہی اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ کر دينے والا ہی مجمل کلام حوالہ کی دونون صورتين ملکر ايک مسئلہ ہی جيسے مسئلہ رابعہ يعنی وصيت مين دو صورتين ہين والرابع الوصية
اوصى بان يقرض من ماله الف درهم فلانا الى سنة فيلزم من ثلثه ويسامح فيها نظرا للموصي او اوصى بتاجيل قرضه الذي له على زيد سنة فيصح فيلزم چوتھی صورت لزوم تاجيل قرض کی
وصيت ہی يعنی ايک شخص نے وصيت کی کہ اُسکے مال سے ہزار درم فلانے شخص کو قرض ديے جائين سال بھر کی مدت پر تو وصيت لازم ہوگی اُسکے ثلث مال سے اور آسانی کيجائيگی سال کی
مدت مين بلحاظ قول موصی کے يا ايک شخص نے اپنے اُس قرض کی جو زيد پر ہی سال بھر کی مدت ٹھہرائی تو وصيت صحيح ہی اور مدت لازم ہی والحاصل ان تاجيل الدين على ثلثة اوجه باطل في بدل صرف
وسلم وصحيح غير لازم في قرض واقالة وشفيع ودين ميت ولازم فيما عدا ذلک واقره المصنف او تعقبه في النهر بان الملحق بالقرض تاجيله باطل در خلاصہ يہ ہی کہ تاجيل دين کی تين طرح ہی بدل صرف
اور سلم مين تو تاجيل باطل ہی اور تاجيل صحيح غير لازم ہی قرض اور اقالہ اور شفيع اور دين ميت مين اور تاجيل لازم ہی سوا ے دين مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقرير کو مصنف نے اپنی شرح مين
ثابت رکھا ہی ليکن نہر الفائق مين اُسپر اعتراض کيا ہی کہ ملحقات قرض يعنی اقالہ اور شفيع اور دين ميت کی تاجيل باطل ہی هم قول صاحب نہر کا سابق مين مفصلا مذکور ہو چکا قلت من حيل تاجيل القرض
كفالة مؤجلا فيتاخر عن الاصيل لان الدين واحد بحر ونهر فهي خامسة فتحفظ مين کہتا ہون در منجملہ تدابير تاجيل قرض کی ضمانت ہی قرض کی مدت ٹھہرا کر تو مطالبہ قرض کا اصيل سے ضمنا متاخر
ہو جائيگا اسواسطے کہ دين تو ايک ہی ہی كذا في البحر والنهر تو يہ پانچوين صورت عدم جواز تاجيل قرض سے مستثنے ہی اُسکو ياد رکھنا چاہيے هم يعنی اگر زيد نے مثلا سو درم خالد سے قرض ليے اور چاہا کہ ادا کے
قرض کی کچھ مدت مقرر ہو جائے تو اُسکا طريقہ يہ ہی کہ زيد محمود کو ضامن کرے اور محمود ايک سال يا ايک مہينے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمنا زيد سے مطالبہ ہٹ جائيگا ليکن نہر الفائق مين بحر سے منقول ہی
کہ ابو يوسف کے نزديک در صورت ضمانت قرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ نہوگا مگر مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہی تو شايد کہ حيلہ مذکورہ طرفين کے مذہب پر مبنی ہی والله تعالى اعلم وفي حيل الاشباہ

تاجیل دین المیت ان یقر الوارث بانہ ضمن ما علی المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا علیہما ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا والا امر الوارث
بالبیع للدین وہذا علی ظاہر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب الحیل مین تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہی کہ وارث اقرار کرے کہ وہ
یعنے وارث ضامن ہوا تھا میت کے دین کا اتنی مدت مقرر کرکے اور طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اُسکے کفیل پر دین موجل تھا اور طالب یہ اقرار کرے
کہ میت نے کچھ متروکہ نہین چھوڑا اور اگر متروکہ ہوگا تو اُسکے بیچ ڈالنے کا ادائے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہی کہ جب دین موجل فی الحال
واجب الادا ہو جاتا ہی مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہین ہوتا ہم عنقریب انہ مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین موجل ہو جاتا ہی اگرچہ اصیل پر دین
حال ہو تو اُسکے واسطے فقط التصدیق ضامن کافی ہی علاوہ اسکے اگر طالب کی مراد تاخیر ہی تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہین خلاف واقع ظاہر کرکے کذا فی الطحطاوی وقلت
سیجئ فی آخر الکتاب انہ لو حل بموتہ واداہ قبل حلولہ لیس لہ من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتاخرین مین کہتا ہون آخر کتاب مین آویگا کہ اگر دین مدیون کی
موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اُسکی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اُسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہین مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہی
متاخرین فقہا کا یعنے جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہی مدیون اور دائن کی بیع مین اُسمین سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ

فصل فی القرض یہ فصل ہی قرض کے بیان مین ہو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب مین وہ چیز ہی جسکو تو دے تا اُسکا تو تقاضا کرے ہم چیز عام ہی
قیمتی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہی بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہی قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وہو اخصر من قولہ اور شرع مین قرض وہ ہی
جسکو تو دے بجملہ مثلیات کے تا اُسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہی مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن یہ تعریف اُسپر بھی صادق
آتی ہی جسمین عین شے کا تقاضا ہوتا ہی چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وہبۃ
قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اُسکے چنانچہ
یون کہنا کہ مجکو اتنے درم دے تا مین تجکو مثل اُسکے پھیر دون دفع مال بمنزلہ جنس کے ہی اور مثلی کی قید سے قیمت والی چیز نکل گئی اور رد مثل کے قید سے مانند ودیعت
اور ہبہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہی کیونکہ ودیعت اور عاریت مین رد عین ہی نہ رد مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہی کہ دونون مین رد عین ہی نہ رد مثل وصح
القرض فی مثلی ہو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہی قرض مال مثلی مین مال مثلی وہ ہی جسکے تلف کر ڈالنے سے اُسی کے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی جیسا کیلی اور
وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ مین قرض صحیح نہین کذا فی العالمگیریۃ ظاہرا اینٹ پختہ اور خام عددی متقارب
ہی بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہین مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزون مین
چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہو جانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات مین رد مثل نہین ہو سکتا لہذا قرض اُن مین
صحیح نہوا فتاوی عالمگیری مین ہی متفاوت چیزون مین قرض صحیح نہین چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول مین لیکن حنا اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے
کچھ مضائقہ نہین واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض بقرض فاسد
ہو وہ بیع فاسد کے مقبوض کی برابر ہی تو اُس سے فائدہ لینا حرام ہی لیکن اُسکا بیچ ڈالنا حرام نہین بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے
گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہی انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی اُسمین اجازت نہین اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاوین کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض
الدراہم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقارب فصح استقراض جوز وبیض وکاغذ عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجئ تو صحیح ہی قرض لینا دراہم
اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اُس چیز کا جسمین پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہی یا اُسکا شمار ہوتا ہی بشرط تقارب مقدار پس صحیح ہی قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کرکے
اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر اور گن کر چنانچہ باب الربوا مین آویگا طحطاوی نے کہا کہ کاغذ کے استقراض سے فقہا نے عددگی اور کمی اور زیادتی کو معتبر نہین [illegible] فی القرض

ملک پر متفرع ہے یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہو گیا تو اب اُسکو اُسکا خرید کرنا ثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق مین ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین تا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی اقرض صبیا محجورا فاستہلکہ الصبی لا ضمان خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو تلف کیا تو اُسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسی طرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اُسکے پاس امانت رکھی اور اُسنے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند بیہوش ہے ہم ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان المستقرض عبدا محجورا لا یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وہو کالودیعۃ سواء خانیہ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اُس سے قرض کا مواخذہ نہین اُسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض و ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیہ وفیہا استقرض من آخر دراہم فاتاہ المقرض بہا فقال المستقرض القہا فی الماء فالقاہا قال محمد لا شیٔ علی المستقرض وکذا الدین والسلم بخلاف الشراء والودیعۃ فانہ بالالقاء یعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی وعزاہ لغریب الروایۃ اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے دراہم قرض مانگے سو مقرض اُسکے پاس دراہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈال دے اور اُسنے دراہم پانی مین ڈال دیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے رأس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈال دینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ مامور کے غیر کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت مین یعنی قرض اور دین اور رأس المال مین نہ دوسری صورت مین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت غریبہ نادرہ کی طرف نسبت کیا ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈال دے اور ثمن منقود کا پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی وفیہا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منہا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیٔ آخر فلو استقرض الدراہم المکسورۃ علی ان یودی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان آخر وکان علیہ مثل ما قبض اور خانیہ مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرط سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کے پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے پھوٹے دراہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت دراہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے پھوٹے دراہم کا دینا اور اسیطرح اُسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین محل الایفا شرط نہین اور قرض کا محل متعین ہے کذا فی الطحطاوی فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری جنس ادا کی بدون مشروط ہونے عمدگی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اُسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص تر کے قبول مین جبر نہین کذا فی العالمگیریہ اور اگر دین مؤجل تھا اور اُسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اُسکے قبول مین جبر ہوگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہے جو دو وزنون مین جاری اور مروج ہو چنانچہ ایک دانگ یعنی بقدر چھ جو کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایکدرم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین دو قول ہین اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری اور مروج نہین اور مدیون اُسکو جانتا نہو تو اُسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اُس چیز کو تبعیض یعنی اُسکا کاٹنا یا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ اُنمین کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادت موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم مین ہے کہ اگر مستقرض نے زیادت ہبہ کر دی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب بہ الی بلد کذا لیوفی دینہ اور خلاصہ مین ہے کہ شرط کر کے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اُسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اُسکا دین وہان دیا جاوے ہم اور اگر استقراض مطلقا بلا شرط ہو اور بعد

ایضاً دین دوسرے شہر مین ہو تو مکروہ نہین کذا فی العالمگیریۃ اس صورت کو ہندوستان مین ہنڈوی کہتے ہین اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ مین آویگا فی
الاشباہ کل قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ باذن الراہن اور اشباہ مین ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے تو مرتہن کو گروی مکان مین راہن کے
اذن سے رہنا مکروہ ہے یعنی اس واسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا بعضون نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن مین بیان کریگا م کرخی
نے کہا کہ النفع قرض کا اسوقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ تر ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر مقرض نے درم اسواسطے قرض دیے تا مستقرض
اُس سے متاع ثمن غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور سلف نے جو اُسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حرمت کو شرطی الاقرار
پر محمول کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہو یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے
سے پرہیز نکرے اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنے کا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیون
کی دعوت کا کچھ مضائقہ نہین تو اسپر محمول ہے کہ قبل اقراض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا بنسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام طعمہ زیادہ کرے
سابق سے تو قبول دعوت حلال نہین اور اگر داین مدیون سے دراہم پاوے بشرطیکہ دین موجل نہو اور دراہم عمدہ تر نہون تو اُسکو لینا جائز ہے و الا جائز نہین چنانچہ اگر درم قرض
ہون اور اُسکے دینار پاوے تو لینا درست نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا فروع مسائل متفرقہ شتی استقرض عشرۃ دراہم و ارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہا الیہ
اقر العبد بہ و قال دفعتہا الی مولای و انکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول لہ و لا شئ علیہ و لا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہ بحق انتہی بحر قرض مانگے دس درم اور
اپنے غلام کو اُنکے لینے کے واسطے بھیجا اور مقرض نے کہا کہ مین نے غلام کو قرض دیا اور اُسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ مین نے درم اپنے مولی کو دیے اور مولی نے
قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درم غلام کے قبض مین نہین آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہ بھر لیگا اسواسطے کہ غلام مقر ہے کہ
اُسنے دراہم پر بواجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر م واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادائے
قرض اُسپر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و عن الخانیۃ عشرون رجلا جاؤا و استقرضوا من رجل و امروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت و مفادہ
صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اُسکو امر کیا اپنے گروہ مین سے ایک مرد کو دینے کا سو مقرض نے ایک کو
دیا تو مقرض مطالبہ نہین کر سکتا اُس شخص سے مگر بقدر اُسکے حصے کے مین کہتا ہون اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی
م فتاوی عالمگیری مین کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہین اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے
بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دیدے تو قرض امر کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اسطرح
کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو دراہم کہ قرض لیے وہ اُسی کے مملوک ہونگے اسکو اختیار ہے چاہے
موکل کو نہ دے کذا فی الطحطاوی و فیہا استقراض العجین وزنا یجوز و ینبغی جوازہ فی الخمیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ و السلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربا فقال ما رآہ المسلمون حسنا
فہو عند اللہ حسن و ما رآہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ مین ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض کا خمیر مین بدون وزن کے رسول خدا صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سوال ہوا اُس خمیر کا جسکو پڑوسی ایک دوسرے کو دیا لیا کرتے ہین کہ کیا یہ بیاج ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانین وہ خدا تعالی کے نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان
برا جانین وہ خدا کے نزدیک برا ہے م مختار الفتوی مین ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے بحر الرائق مین ہے کہ وزن کی قید سے اشکل نکل گئی تو اشکل سے قرض بلا وزن
جائز نہین اور حدیث ما رآہ المسلمون کی مسند احمد مین ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ
و السلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنۃ و فیہا شراء الشئ الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز و یکرہ و اقرہ المصنف اور قنیہ مین ہے کہ کم چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب
حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے م اسکی گفتگو عنقریب مذکور ہو چکی قلت و فی معروضات المفتی ابی السعود لو ادان زید الخ

باثنی عشر او ثلاثۃ عشر بطریق المعاملۃ فی زماننا لبعدان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرۃ بازید من عشرۃ ونصف دینہ علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمہ فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظہر توبتہ وصلاحہ فیترک مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کے معروضات مین یہ سوال ہی کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیے ہمارے زمانے مین بطریق معاملہ کے بعد اسبات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہی اسپر کہ دس درم ساڑھے دس سے زائد پر نہ دیے جاوین اور زید کو اسپر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا سزا اسپر لازم ہی تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاے اور قید کیا جاے یہان تک کہ اسکی توبہ اور صلاحیت ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو ہم معاملہ سے مراد بیع العینہ ہی جسکا ذکر کتاب الکفالۃ مین آویگا صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار مین دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوے اور زید کو دس درم وفی ہذہ الصورۃ ہل یرد ما اخذہ من الربح لصاحبہ فاجاب ان حصلہ منہ بالتراضی ورد الامر بعدم الرجوع لکن الظاہر ان المناسب الامر بالرجوع وانتفع من ذلک السلم حتی ان بعض القری قد خربت بہذا الخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ مین سوال ہی کہ کیا صاحب دین پھیر دیے جو اسنے نفع لیا ہی مدیون سے تو مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ اگر اسکو نفع اس سے بتراضی حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہی لیکن ظاہرا پھیر دینے کا حکم مناسب ہی اور بیع المعاملہ سے مراد سلم ہی یہان تک کہ بعضے قریات اس فعل مخصوص سے ویران ہو گئے انتہی جواب للمفتی المرحوم یہان سلم سے ایک قسم خاص مراد ہی یعنی دراہم قلیلہ دے اور بہت سے گیہون یا گھی وغیرہ ٹھہرا لے اسطرح کہ دراہم مدفوعہ نصف ثمن ہو سلم فیہ کا یا کمتر کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب الربوا

یہ باب ہی ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین ہم مرابحہ کے بعد ربوا کو اسواسطے ذکر کیا کہ دونون مین زیادت ہی مگر یہ مرابحہ کی زیادت حلال ہی اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی (یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین ربوا سے مراد قدر زائد ہی خواہ زائد قرض مین ہو یا اموال ربوا کی بیع مین ہو اور کبھی ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری قال اللہ تعالی (واحل اللہ البیع وحرم الربوا) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع مین زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع مین سود حرام ہی ویسے ہی قرض مین بھی حرام ہی تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہین کہ سود تو فقط بیع مین حرام ہی نہ قرض مین سو غلط ہی صحیح مسلم وغیرہ مین ابن مسعود سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابو داؤد اور ترمذی مین اتنی روایت زیادہ ہی کہ سود کے دونون گواہون اور کاتب پر لعنت فرمائی ابو داؤد اور نسائی مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگون پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکی بھاپ لگیگی اور ایک روایت یون ہی کہ اسکا غبار لگے گا کذا فی التیسیر ہو لغۃ مطلق الزیادۃ ربوا لغت مین مطلق زیادت کو کہتے ہین یعنی خواہ کیل یا وزن مین زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئۃ والبیوع الفاسدۃ فکلہا من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانہ لانہ یملک بالقبض قنیۃ وبحر اور شرع مین ربوا عبارت ہی زیادتی سے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو اس تعمیم سے ربوا نسیئہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف مین داخل ہو گئین اسواسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہین تو واجب ہی پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اسکا رد ضمان اسواسطے کہ ربوا مین عوض مملوک ہو جاتا ہی قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر ہم نسیہ کی یہ صورت ہی کہ درم کو درم سے بیچے سوا ایک درم نقد کے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہان حقیقی زیادتی نہین لیکن حکمی ہی کیونکہ نقد بہتر ہی نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہین چنانچہ بیع بالشرط مین خال عن عوض خرج مسئلۃ صرف الجنس بخلاف جنسہ ربوا وہ زیادتی ہی جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکل گیا جو باب الصرف مین مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہون اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہون اور جو سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ گیہون بمقابل جو اور جو بمقابل گیہون واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو معیار شرعی وہو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہی تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہین ہم یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہی تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہین مثلا دس گز ثوب ہروی کو پانچ گز ثوب ہروی سے

منسوب بہ ہرات ۱۲

دست بدست بیچا ربوا نہین کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہی اور اسیطرح ایک انڈے کو دو انڈون سے دست بدست بیچا ربوا نہین مشروط ذلک الفضل لاحد المتعاقدین
ای بائع او مشتر فلو شرط الغیر بما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونون کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربوا نہین بلکہ بیع فاسد ہی ہم ربوا نہین یعنی مصطلح ربوا نہین والا مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد ربوا مین داخل ہی قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا
ترک کرنا بہتر ہی اسواسطے کہ یہ مشعر ہی اسکا کہ ثبوت ربوا شرط فضل پر موقوف ہی حالانکہ ایسا نہین ہی متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہی کیونکہ مقرض اور
مستقرض اور راہن اور مرتہن بھی بائع اور مشتری کے برابر ہین اسمین تو شرط انتفاع رہن چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس اور شرب لبن اور اکل ثمرہ سب حرام ہی
چنانچہ جواہر اور قنیہ مین مصرح ہی انتہی کذا فی الطحطاوی **فی المعاوضہ** فلیس الفضل فی الہبۃ بربوا فلو شری عشرۃ دراہم فضۃ بعشرۃ دراہم وزادہ دانقا ان وہبہ منہ
انعدم الربوا ولم یفسد الشراء وہذا ان ضرہا الکسر لانہا ہبۃ مشاع لا یقسم کما فی النہر عن الذخیرۃ عن محمد ربوا وہ ہی جسمین فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل ہبہ مین
ربوا نہین اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھہ جو کی برابر چاندی ثمن مین زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے
تو ربوا معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہوئی یعنی اسواسطے کہ یہ فضل فی الہبہ ہی نہ فضل فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ربوا نہین اگرچہ فضل مشروط ہو کذا فی الطحطاوی عن الدر
المنتقی اور یہ یعنی صحت ہبہ اسوقت ہی جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ اس مشاع کا ہی جو قسمت پذیر نہین کذا فی النہر عن الذخیرۃ عن محمد وفی
صرف المجمع ان صحۃ الزیادۃ والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعلہ ہبۃ مبتدأۃ کحط کل الثمن وابطل الزیادۃ قال ابن الملک الفرق بینہما خفی عندی اور مجمع کے باب
الصرف مین ہی کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہی اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہی اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہی تمام ثمن کے کم کرنے کے مانند اور زیادہ
کرنے کو باطل کہا ہی ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک مخفی ہی ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہی موضوع اسکا یہ ہی کہ متعاقدین نے عوض
متساویین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع ان دو درمون کے مسئلے کے مانند ہی جسمین ایکدرم کا وزن زیادہ ہی
قال وفی الخلاصۃ لو باع درہما بدرہم واحدہما اکثر وزنا فحللہ زیادتہ جاز لانہ ہبۃ مشاع لا یقسم ولو باع قطعۃ لحم بلحم اکثر وزنا فوہب الفضل لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم ابن ملک
نے کہا اور خلاصہ مین ہی کہ اگر ایک درم کی بیع کی دوسرے درم سے اور ایک درم کا وزن زیادہ تر ہی پھر زیادہ کو اسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہی کیونکہ
یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہی اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے جسکا وزن اکثر ہی سو زیادتی کو اسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہین کیونکہ یہ ہبہ ہی
مشاع قسمت پذیر کا قلت وما قدمنا عن الذخیرۃ عن محمد صریح فی عدم الفرق بینہما وعلیہ فالکل من الزیادۃ والحط والعقد صحیح عند محمد وکذا عند الامام سوی
العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من تنبہ علی ہذا مین کہتا ہون کہ ہمنے جو ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صریح ہی عدم فرق مین زیادہ کرنے
اور کم کرنے کے اور بموجب اسکے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد سب کچھ صحیح ہی محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوا عقد کے کہ وہ فاسد ہی
بواسطہ عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہان ایک مقام کو
دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہی جب کہ زیادت ظاہر ہو گئی ہو احد العوضین مین یعنے بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہی جبکہ
عقد متساویین پر ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض مین زیادہ کر دیا ہو تو اول مین ہبہ کی تفصیل جاری ہی اور ثانی مین زیادت باطل ہی
اور عقد صحیح ہی **وعلتہ** ای علۃ تحریم الزیادۃ **القدر** المعہود بکیل او وزن مع الجنس اور علت اسکی یعنے تحریم زیادت کی علت وہ مقدار ہی جو فقہا کے
نزدیک متعین ہی کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ مین علت وہ ہی جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور ہرچند لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی
شامل ہی لیکن جب قدر معہود فقہا مراد ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہی کذا فی الطحطاوی جنس عبارت ہی مشاکلت معانی سے
اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہی اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب مین وہ حدیث ہی جو صحاح ستہ مین سوائے بخاری کے

عبادة بن الصامت سے مروی ہے (قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الذہب بالذہب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواء
یداً بید فاذا اختلف ہذہ الاجناس فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید زاد مسلم فمن زاد او استزاد فقد اربیٰ کذا فی النہر والفتح) یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو بعوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جبکہ
یہ اجناس مختلف ہوں تو بیچو تم جسطرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے
اس حدیث مشہور میں تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کیطرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ
سونا چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک مکیل ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور پوری مماثلت دو چیز میں وقوع تماثل
سے ہوتی ہے باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تتمیم تماثل
مساوات ہے تقابض البدلین میں کیونکہ حال کو موخر پر مزیت ہے مثل مشہور ہے (النقد خیر من النسیئة) لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے اتحاد جنسیت کے ساتھ
فان وجدا حرم الفضل ای الزیادة والنساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بقفیز منہ متساویا واحدہما نساء سو اگر مقدار اور جنس دونوں ساتھ ہی پائے جائیں تو فضل یعنے
زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہیں اور جائز نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو نساء بالمد وفتح نون عبارت ہے تاخیر سے
اسیطرح اگر دونوں عوض نسیہ ہوں تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تصریح نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت
فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی وان عدما بکسر الدال من باب علم ابن ملک حلا کہروی بمرویین لعدم العلة فبقی علی اصل الاباحة اور اگر مقدار اور اتحاد
جنس دونوں منعدم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہونے علت تحریم کے تو بیع اپنی اصل اباحت پر باقی رہی
شارح نے ابن ملک سے نقل کیا کہ عدما بکسر دال علم یعلم کے باب سے ہے کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت بسبب اختلاف نام اور
اختلاف مقصود کے ہے پھر جب علت تحریم کے دونوں جزء نہ پائے گئے تو بحکم اباحت اصلیہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو نسخہ دیوان میں یا نسخوں میزان الطب سے
بیچنا یا گاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتر کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیہ وان وجد احدہما ای القدر وحدہ او الجنس حل الفضل
وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیة اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس
تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام کو دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہوگی بسبب پائے جانے
جنسیت کے ہم اجتماع امرین مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک امر کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہہ علت سے شبہہ فضل کا
یعنی تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کے ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اسواسطے کہ
دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر جو نقد ہوں اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونے کی
یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تخت کی تخت سے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد
میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور موطا میں ہے کہ علی مرتضیٰ نے ایک اونٹ بعوض
بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس محرم تاخیر کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرة بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیئہ کے یعنی مدت ٹھہرا کر منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جزء یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس
حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں معارض نہیں ہوسکتیں کیونکہ مبیح ہیں اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہوسکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے
ہوگی واللہ تعالی اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا ہے مجمع اور درر میں نقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تا اکثر ابواب سلم کے

[illegible]

بند ہوجاوینگے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور مین وارد ہے کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقدین
دراہم اور دنانیر کو راس المال قرار دینا موزونات مین چنانچہ زعفران اور روئی وغیرہ مین جائز نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات
مین بالاجماع مستثنیٰ ہے ورنہ اسلام کے اکثر ابواب بند ہوجاوین اور ہدایہ مین اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تولون اور ماشون سے ہوتا ہے اور زعفران اور
روئی وغیرہ کا سیرون سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہوگئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہے اختلاف معنوی
یہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہین اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود مین تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ سے
قدر جامع نہو وفی ونقل ابن الکمال عن الغایۃ جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت قلت ومفادہ ان القدر بانفرادہ لایحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر وقدمر فی السلم حرمۃ النساء بتحقق احد
وبالقدر المتفق فتنبہ اور ابن کمال نے نہایۃ التحقیق سے نقل کیا ہے گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون مین مین کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط
قدر تاخیر کی محرم نہین بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم مین گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال
یہ ہے کہ (قد نص علی جواز اسلام الحنطۃ فی الزیت عندنا) انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب مین گیہون کا سلم زیتون مین منصوص ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہین کیونکہ
گیہون کیلی ہین اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہین کیونکہ اُسنے اسلام مکیل کا موزون مین فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونون
مختلف القدر ہین تو جواز اسلام موزون کا موزون ہین یا مکیل کا مکیل مین کیونکر نکلا تو اب مقام خوب منقح ہوگیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہی اور جب سلم مین
یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقولہ فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسہ متفاضلا
ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس پر مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے
تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہمجنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہمجنس وزنی سے بڑھاکر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی
اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیہ بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت
نسیہ لازم ہے بالعکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص واختلاف المقصود کما بسطہ
الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے ہم فتح
القدیر مین ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہون اور جو دو جنسین ہین اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسین ہین بناوٹ کے اختلاف کے
سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہین اور اسیطرح صوف اور بالون کا
سوت اور گاے بھیڑ اور بکری کا گوشت اور دُنبے کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہین اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسین ہین اور دہان جنکے اصول
مختلف ہین وہ اجناس مختلفہ ہین انتہی ملخصًا اور لحوم ابل جنس واحد ہین اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کرکے درست ہے اگرچہ
طیر نوع واحد ہوا سواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہوکر بیع نہین ہوتا عادت مین کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنے متحد القدر والجنس
کی بیع برابر حلال ہے نہ بڑھاکر وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار وبالذرۃ وبما دون نصف صاع کحفنۃ بحفنتین وثلث وخمس مالم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے بیع
بتفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے بقدر جوار نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہین فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ بھر کی دو لپ سے اور تین اور
پانچ سے جب تک نصف صاع کو نہ پہنچے ہم معیار عبارت ہے پاسنگ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہوجاوے نہر الفائق مین ہے کہ ایک لپ کی دو لپ کی
بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہین جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ مین چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر مین نصف صاع سے کمتر
کی تقدیر نہین فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ وضع ہو چنانچہ ربع اور ثمن قدح مصر مین رائج ہے تو اسکا تفاضل معتبر نہین یہ اس صورت مین ہے کہ جب

احد البدلین نصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہین فتح القدیر مین کہا کہ قول صحیح یہ ہی کہ لپ دو لپ مین بھی ربوٰ ثابت ہی انتہی و تفاحۃ
بتفاحتین و فلس بفلسین او اکثر باعیانہما لو اخرہ لکان اولی لما فی النہر انہ قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدہما لم یجز اتفاقًا اور حلال ہی بیع ایک سیب کی
دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونون بدل متعین ہون شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالون کے بعد لاتا
تو خوب تر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق مین ہی کہ تعین سب مین قید ہی تو اگر دونون عوض غیر معین ہون یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہین باتفاق شیخین اور محمد کے و تمرۃ بتمرتین
وبیضۃ ببیضتین وجوزۃ بجوزتین وسیف بسیفین ودواۃ بدواتین وانا بانائین اتفق منہ مالم یکن احد النقدین فیمتنع التفاضل فتح اور حلال ہی ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے
اور ایک انڈے کی دو انڈون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن
بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہی کذا فی الفتح و ابرۃ بابرتین و ذرۃ من ذہب و فضۃ
مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیہا فیجاز الفضل لفقد القدر و حرم النساء لوجود الجنس حتے لو انتفی کحفنۃ بحفنتے شعیر فیحل مطلقا لعدم العلۃ و حرم الکل محمد و صحح کما نقلہ الکمال
اور حلال ہی بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہین دونون کے مماثل بجنس سے یعنے ایک ذرہ کی بیع
دو ذرے سے تو فضل جائز ہی جمیع امثلہ سابقہ مین بسبب نہونے مقدار کے یعنی اشیاے مذکورہ کیلی اور وزنی نہین اور تاخیر حرام ہی بسبب پائے جانے جنس کے
یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہین لہذا تاخیر حرام ہی یہانتک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو چنانچہ ایک لپ بھر گیہون کی بیع جَو کے دو لپ سے تو تاخیر حلال ہی مطلقا خواہ فضل ہو
یا نہو بسبب معدوم ہوجانے علت ربوٰ کے اور حرام کہا ہی محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اس قول کی تصحیح ہوئی ہی چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین
نقل کیا ہی ھم فتح القدیر مین یون ہی کہ اس سے تسکین خاطر نہین ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوٰ صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہی تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور
ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر مکاییل نصف صاع سے کمتر ہون چنانچہ ہمارے دیار مصر مین ہین تو کچھ بھی شک نہین اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہین
کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجئے اور مجکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہی اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہی کہ اُنکے نزدیک مکروہ ہی تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہی
کہ جو شی کثیر مین حرام ہی اُسکے قلیل مین بھی حرام ہی انتہی ملخصًا و ما نص الشارع علی کونہ کیلیا کبر و شعیر و تمر و ملح او وزنیا کذہب و فضۃ فہو کذلک لا تتغیر ابدا فلم یصح بیع
حنطۃ بحنطۃ وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضۃ بفضۃ کیلا و لو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب
شرع نے تصریح کی چنانچہ گیہون اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی چنانچہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہی تا قیامت کا ہے متغیر نہوگا تو صحیح نہین بیع
گیہون کی گیہون سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہین اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہی عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ھم نص اسواسطے
عرف سے اقوی ہی کہ رواج گاہے باطل پر ہوجاتا ہی جیسے ہمارے زمانے مین متعارف ہی کہ شمع اور چراغ قبرستان مین لیجاتے ہین عید کی راتون مین اور نص شارع بعد از ثبوت
باطل پر نہین ہوسکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہی اور نص کل پر حجت ہی کذا فی فتح القدیر و ما لم ینص علیہ حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع
سے تصریح نہین تو وہ رواج پر محمول ہی یعنی اگر رواج ہی اُسکے کیل کا تو وہ کیلی ہی اور اگر وزن کی عادت ہی تو وہ وزنی ہی و عن الثانی اعتبار العرف مطلقا و رجحہ الکمال اہ
ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہی ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہی کمال الدین نے ھم ابو یوسف کے نزدیک
عرف مطلقًا اسواسطے معتبر ہوا کہ گیہون وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع مین وارد ہوا ہی تو اسوجہ سے ہی کہ شارع علیہ السلام کے زمانے مین اشیاء مذکورہ کیلی
یا وزنی مروج تھین پھر جب رواج بدل جاوے تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا و خرج علیہ سعدی افندی استقراض الدراہم عددا و بیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے
استخراج کیا ہی دراہم کا قرض لینا گن کر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے مین اُسکے مانند سے تول کر ھم یعنی دراہم وزنی ہین اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل سے
تول کر جائز نہین مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض پر ہوسکتی ہی کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن مین اختلاف نہین ہوتا فتاوی عالمگیری

مین تاتارخانیہ سے منع استقراض دراہم گن کر وارد ہی اور غیاثیہ مین ابو یوسف سے منقول ہی کہ استقراض دقیق تول کر جائز ہی اگر لوگون مین رواج ہوا اور اسی پر فتوی ہی
نواب سعدی افندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہی کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادة الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی مین وارد ہی کہ لوگون کی عادت پر
فتوی ہی کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہی عم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان مین گیہون کا بدلنا گیہون سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہی
کیونکہ کیل یہان رائج نہین وزن ہی مروج ہی واللہ تعالی اعلم ثم المعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضة بلا شرط التقابض حتے لو باع
برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور مال ربوا کا متعین ہونا معتبر ہی غیر صرف مین اور سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر
مین بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہون گیہون سے بیچے معین کرکے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہی بخلاف امام شافعی کے بیع طعام
مین ولو احدہما دینا فان ہو الثمن وقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہوا اور اسپر قبضہ کر لے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہی ہم
مثلاً گیہون کو گیہون سے بیچا اور ایک دین ہی تو اگر وہ ثمن ہی یعنی مدخول باء جارہ ہی اس طرح پر کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطة) اور جو مدخول باء جارہ نہین
وہ مبیع ہی قبض اسواسطے شرط جواز ہوا کہ دین متعین نہین ہوتا مگر قبض سے والا لانہ بیع ما لیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہین
کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہی جو اسکے پاس نہین کذا فی السراج وجید مال الربوا لا حقوق العباد وردیئہ سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہی اور حقوق
عباد مین کھرا کھوٹے کے برابر نہین ہم ربوا مین کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ٹھہرا اگر جودت اور رداءت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے
کہ مثلاً گیہون دوسرے گیہون کے مثل نہین ہوسکتے ہر وجہ سے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف مین تفاوت شمار نہین کرتے اور اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی جیدہا
وردیہا سواء کذا فی الطحطاوی یعنی جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کرکے جائز نہین مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد
مین جودت ورداءت کے برابر نہین تو اگر زید خالد کا مال تلف کریگا تو اسکے برابر مقدار اور جودت مین زید پر دینا لازم آویگا اگر مال مثلی ہو والا قیمت اسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت
بعقد بیع نہوگا کذا فی الطحطاوی الا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض وفی القلب الرہن اذا انکسر اشباہ مگر چار مسائل مین مال ربوا کی جودت ورداءت برابر نہین وقف ویتیم
اور مریض کے مال مین اور گرو کے پاس رکھے کنگن مین جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہی بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم
کے مال سے ایک قفیز جید گیہون ردی گیہون کے قفیز سے بیع کرے تو جائز نہین اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو یہ تصرف ثلث مال مین نافذ ہوگا یعنی
برعایت حق ورثاء اور اگر گرو کی کنگن مرتہن کے پاس ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر منکسر کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم
او دنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا دراہم یا دنانیر سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہی اور اگر بائع اور مشتری
متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہم سہاوی مین ہی کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہی کہ بیع الفلوس بالفلوس مین وبیع الفلوس باحد النقدین
مین تقابض شرط نہین چنانچہ کلام قہستانی اسپر دلالت کرتا ہی اور کلام محمد مین مختلف ہی انتہی اور بیع الفلس بالفلس مین اشتراط التعیین مذکور ہو چکا نہ قبض کذا فی الحلبی کہا جاتا بیع
اللحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین لا نسیئة فلا جیسے جائز ہی بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے
ہو مثلاً گاے کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق
نسیہ تو جائز نہین ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہی کہ اتحاد جنس مین تاخیر حرام ہی اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلاً گاے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر
نسیہ بکری مین ہی تو سلم ہی حیوان مین اور اگر اسکے بعکس ہی تو یہ سلم ہی گوشت مین حالانکہ حیوان اور لحم دونون مین سلم جائز نہین وشرط محمد زیادة المجانس ومحمد نے
شرط کیا ہی زیادہ ہونا ہمجنس کا یعنی ہمجنس سے گوشت مذبوح مراد ہی تاکہ کچھ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو والا
ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی وزاد باع مذبوحا بغیر مذبوح جاز اتفاقا وکذا المسلوختین ان تساویا وزنا ابن ملک واراد بالمسلوختة المفصولة عن السقط

الگرش وا معاد بحر اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہی اور اسیطرح کھال اوجھڑی سے دو جانورون کی باتفاق بیع
جائز ہی اگر دونون وزن مین برابر ہون کذا ذکرہ ابن ملک و طحاوی نے مسلوخ سے اُس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیون وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر
م طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق مین ضمیر اراد طحاوی کی طرف راجع ہی شارح کو مناسب تھا کہ اُسکا کلام ذکر کرتا اُسکا ربط اُس سے ہو جاتا منح الغفار مین ہی کہ مسلوخ
وہ ہی جسپر گوشت کا نام منطبق نہین ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیان اور تلی و کما جاز بیع کرباس بالقطن و غزل مطلقا کیف ما کان لاختلافہما جنسا اور
جیسے جائز ہی بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جسطرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونون کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا بعد
نقض کے سوت اور روئی نہین ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد و ہو الاصح حاوی جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہی مطلقاً محمد کے
ادھیڑنا ۱۲
قول مین اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الحاوی القدسی و فی القنیۃ لا باس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید لانہما لیسا بموزونین و لا جنسین و کذلک غزل کل جنس بثیابہ لانہ لم
توزن اور قنیہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین روئی کی سوت کی بیع مین روئی کے کپڑون سے دست بدست اسواسطے کہ دونون موزون نہین جو زیادتی جائز ہو اور دونون
مختلف الجنس نہین کہ دست بدست شرط ہو اور اسیطرح مطلقاً دست بدست جائز ہی بیع ہر جنس کے سوت کی اُسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہوتا ہو
مسئلہ سابقہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہین تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب بصواب ہی
کہ تفاضل جائز ہی نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر و کبیع رطب برطب و بتمر متماثلا کیلا لا وزنا خلافا للعینی فی الحال لا المآل خلافا لہما فلو باع مجازفۃ او موازنۃ لم یجز اتفاقا
ابن ملک اور چنانچہ جائز ہی بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہی امام کے نزدیک تساوی
رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہی نہ انجام کار مین بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہین پھر جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ کے
ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین کذا صرح ابن ملک م صاحبین اور باقی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہین کہ رطب کم ہو جاتا ہی
خشک ہو کر انجام کار مین اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہی اور ثانیا حال کا کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہین بشرطیکہ موجب اُسکا امر خلقی ہو
مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہین ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہی ترازو مین اور
پیمانے مین ہلکی ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد مین وارد ہوے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہی یا نہین امام نے کہا کہ دو حال
سے خالی نہین کہ رطب تمر ہی یا نہین اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل حدیث (اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم) پھر اہل
حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو موطا اور سنن اربعہ مین زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خریدنے
تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کہ رطب کیا کم ہو جاتا ہی خشک ہو کر لوگون نے کہا ہان تو اس سے ہمکو منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید
بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین بعضون نے یون جواب دیا ہی کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور نہی بیع کی بطریق نسیہ مراد ہی اسواسطے کہ ابو داؤد
اور حاکم اور دار قطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار مین یحیی بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہی سعد بن ابی وقاص سے سنا کہ نہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق تاخیر کے و تمامہ فی فتح القدیر و عنب بعنب او زبیب متماثلا کذلک اور
جائز ہی بیع تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسیطرح یعنی فی الحال نہ فی المآل و کذا کل ثمرۃ تجف کتین و مشمش ان یباع رطبہا برطبہا و یابسہا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہو جاتا ہی
چنانچہ انجیر اور انار اُسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثلہ و بالیابس جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے و کذا بیع تمر او
زبیب منقوع بمثلہ او بالیابس منہما خلافا لمحمد زیلعی اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اُسکے مانند سے یا دونون کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کہ اُنکے
نزدیک حنطہ یابسہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہین بشرط انتفاخ و الا جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ و فی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب و التمر و الجید و الردی فہو ساقط الاعتبار و کل تفاوت
گندم خشک ۱۲ پھولنا ۱۲

بصنع العباد کالحنطة بالدقیق والحنطة المقلیة بغیرها القیسد کما سیجی اور عنایہ مین ہی کہ جو تفاوت پیدایشی ہی چنانچہ تر کھجور اور خشک کھجور اور عمدہ اور ناقص پس وہ ساقط
الاعتبار ہی یعنی اُسمین تفاضل جائز نہین اور جو تفاوت کہ آدمیون کے فعل سے ہی چنانچہ گیہون کی بیع آٹے سے اور بھُنے گیہون کی بیع بن بھنے سے وہ مفسد ہی
چنانچہ آگے مذکور ہوگا وکبیع لحوم مختلفة بعضها ببعض متفاضلا یدا بید اور جیسے جائز ہی بیع لحوم مختلفہ کی بعض کی بعض سے زیادہ کرکے دست بدست ہم
لحوم مختلفہ مین تفاضل جائز ہوا بسبب اختلاف جنس کے اور دست بدست کی شرط ہوئی بسبب اتحاد قدر کے ولبن البقر والغنم اور جائز ہی بیع گاے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے
دودھ سے بڑھا کر دست بدست بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اُسمین تفاضل جائز نہین کہ دونون ایک ہی جنس ہین کذا فی الطحطاوی وخل الدقل بفتحتین ردی التمر
خصه باعتبار العادة بخل عنب اور جائز ہی ناقص کھجور کے سرکے کی بیع انگوری سرکے سے بڑھا کر دقل بفتح دال و قاف عبارت ہی ناقص کھجور سے اسکو مخصوص بذکر کیا
باعتبار عادت کے یعنی ہر کھجور کے سرکے کا یہی حکم ہی لیکن عادت خلق یہ ہی کہ ناقص کا سرکہ بناتے ہین لہذا فقط اُسکو مذکور کیا وشحم البطن بالیة بالفتح ما یسمیه العوام لیة او لحم اور جائز ہی
بیع پیٹ کی چربی کی دُنبہ کی چکتی سے یا گوشت سے اگرچہ دُنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی والیة بفتح الالف وہ ہی جسکو عوام عرب لیہ کہتے ہین وخبز ولو من بر او دقیق ولو [illegible]
اور جائز ہی روٹی کی بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ گیہون کی روٹی اور گیہون کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہی اسواسطے کہ روٹی بسبب فعل عباد کے دوسری جنس ہو گئی [illegible]
بخلاف گیہون اور آٹے کے کہ وہ دونون مکیل ہین تو قدر و جنس دونون متحد ہین یہان تک کہ بیع بطریق نسیہ بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وزیت مطبوخ بغیر مطبوخ ودہن
مربی بالبنفسج بغیر المربی منه متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسها فلو اتحد المربی متفاضلا الا فی لحم الطیر لانه لا یوزن عادة حتی لو وزن لم یجز زیلعی اور جائز ہی بیع روغن زیتون
پختہ کی غیر پختہ سے اور روغن بنفشہ کی روغن سادہ سے بڑھا کر یا تول کر جسطرح سے ہو بسبب مختلف ہونے اُنکی اجناس کے یعنے لحوم مختلفہ سے لیکر روغن بنفشہ تک سب کی بیع مین
تفاضل اسواسطے جائز ہوا کہ اجناس مختلفہ ہین اگر متحد الجنس ہون تو تفاضل جائز نہین مگر چڑیون کے گوشت مین باوجود اتحاد جنس تفاضل جائز ہی کیونکہ اُنکا گوشت وزن
نہین رواج مین اگر اُسکا بھی تولنا رائج ہو تو تفاضل جائز نہین کذا فی الزیلعی وفی الفتح لحم الدجاج والاوز وزنی فی عادة مصر وفی النهر لعله فی زمنه اما زمننا فلا والحاصل
ان الاختلاف باختلاف الاصل او المقصود او بتبدل الصفة فلیحفظ اور فتح القدیر مین ہی کہ مرغی اور بط کا گوشت وزنی ہی مصر کی عادت مین اور نہر الفائق مین ہی کہ شاید
وزنی ہونا اُسکے (یعنے صاحب فتح) زمانے مین ہوگا ہمارے زمانے مین تو مصر مین وزنی نہین اور خلاصہ یہ ہی کہ اختلاف جنس کا اصل کے اختلاف سے ہی یا اختلاف مقصود سے یا تبدل صفت سے
اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اختلاف اصل چنانچہ گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ اور اختلاف مقصود چنانچہ چربی اور دُنبے کی چکتی مین اور تبدل صفت چنانچہ زیت
مطبوخ غیر مطبوخ کے ساتھ وجاز الاخیر ولو الخبز نسیئة به یفتی دُرر ای اذا اتی بشرائط السلم لحاجة الناس والاحوط المنع اذ قلما یقبض من جنس ما سمی اور جائز ہی اخیر صورت یعنے روٹی کی
بیع گیہون اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم مین تاخیر ہو اُسی کا فتوی ہی کذا فی الدرر یعنی تاخیر اُسوقت جائز ہی جب سلم کی شرائط پوری ملجاوے فتوی ہوا ہی بسبب حاجت
آدمیون کے اور زیادہ تر احتیاط منع سلم مین ہی اسواسطے کہ اکثر قبض واقع ہوتا ہی مسمی کی جنس سے ہم یعنی اکثر ہوتا ہی کہ سلم ہوتا ہی گیہون کی روٹی مین اور مقبوض جو کی روٹی ہوتی ہی
تو اسمین استبدال مسلم فیہ ہی اُسکے قبضہ ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہین وفی القہستانی معزیا للخزانة الاحسن ان یبیع خاتما مثلا من الخباز بقدر ما یرید من الخبز ویجعل الخبز الموصوف
بصفة معلومة ثمنا حتی یصیر دینا فی ذمة الخباز ویسلم الخاتم ثم یشتری الخاتم بالبر اور قہستانی مین خزانہ سے منقول ہی کہ بہتر طریقہ گیہون کے سلم کرنے کا روٹی مین یہ ہی
کہ مثلاً انگوٹھی بیچے نان بائی سے بقدر ارادہ روٹی کے اور اُس روٹی کو جو موصوف بصفت معین ہی ثمن قرار دے تاکہ وہ نان بائی کے ذمے پر دین ہو جاوے اور
انگوٹھی اسکو تسلیم کرے پھر انگوٹھی گیہون سے خرید کرے یعنی اس طریق سے شرائط سلم مشروط نہونگی وفیه معزیا للمضمرات یجوز السلم فی الخبز وزنا وکذا عددا وعلیه الفتوی ویجیء
جواز استقراضه ایضا اور قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ سلم جائز ہی روٹی مین تول کر اور اسیطرح گن کر اور اُسی پر فتوی ہی اور روٹی کا جواز استقراض مذکور ہوگا ہم سلم کا
جواز روٹی مین گن کر قہستانی مین مذکور نہین علاوہ اسکے روٹی معدود منضبط نہین تو سلم کیونکر صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو سعود مین نہر الفائق سے منقول ہی کہ روٹی مین سلم
ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ وزنی ہی اُنکے نزدیک تو سلم جائز ہی بشرط وزن اگرچہ رواج شمار کا ہو کذا فی الطحطاوی وجاز بیع اللبن بالجبن لاختلاف المقاصد

والاسم حاوی اور جائز ہی دودھ کا بیچنا پنیر سے بسبب اختلاف مقاصد اور اختلاف نام کے کذا فی الحاوی (لا یجوز بیع البر بدقیق او سویق ہو الجرش ولا بیع دقیق
بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم التسوی فیحرم بشبهة الربوا خلافا لهما جائز نہین گیہون کی بیع گیہون کے آٹے یا اُسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونون
برابر ہون اسواسطے کہ دونون کا برابر کردینے والا کوئی پیمانہ نہین تو بیع حرام ہی بسبب شبہہ ربوا کے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور
اختلاف مقصود کے جائز ہی دست بدست ہم گیہون بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہین تفاضل اسواسطے جائز نہین کہ دونون جنس واحد ہین کیونکہ آٹا اور
ستو گیہون کے اجزا ہین اور تساوی اسواسطے جائز نہین کہ معیار دونون مین کیل ہی اور کیل سے تسویہ نہین ہو سکتا کیونکہ گیہون پیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہی واما بیع الدقیق بالدقیق
متساویا کیلا اذا کان مکبوسین فجائز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطة مقلیة بمقلیة واما المقلیة بغیرها ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر پیمانہ کرکے بشرطیکہ
دونون کو پیمانے مین داب داب کر بھرا ہو تو جائز ہی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا صرح ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہون کی بیع بھنے گیہون سے جائز ہی
اور بھنے گیہون کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہی چنانچہ گذر گیا ہم بھوننے سے گیہون ہلکا ہوجاتا ہی لہذا اُسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہی طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا
آٹے سے بیچے تول کر تو اسمین دو روایتین ہین ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمهملة الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدره بمثله
والزائد بالثقل وکذا کل ماله ثفل فیه کجوز بدهنه ولبن بسمنه وعنب بعصیره فان لاقیمة له کبیع تراب ذهب بذهب فسد بالزیادة لربوا الفضل اور جائز نہین زیتون کی
بیع روغن زیتون سے اور نہ تل کی بیع میٹھے تیل سے یہان تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ تر ہو اُس روغن سے جو زیتون اور تل مین ہی تاکہ روغن کی مقدار
مقدار روغن کے مقابل مین ہو اور روغن زائد کھلی کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہی ہر ایک اُس چیز مین جسکی کھلی اور کچھ ہی کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی بیع اُسکے
تیل سے اور دودھ کی اُسکے گھی سے اور انگور کی اُسکے شیرہ سے سو اگر کھوجہ کی قیمت نہو جیسے زر آلودہ مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہی سونا زیادہ ہونے سے
بسبب زیادتی بیاج کے ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیه الفتوی ابن ملک واستحسنه الکمال واختاره المصنف تیسیرا اور روٹی قرض لیجاوے تول کر
اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی کذا ذکره ابن ملک اور مستحسن بتایا ہی اُسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین آسانی کے واسطے
وفی المجتبی بلع رغیفا نقدا برغیفین نسیئة جاز وبعکسه لا وجاز بیع کسیرا تہ کیف کان اور مجتبی مین ہی کہ ایک نقد روٹی بیچی اودھار دو روٹیون سے تو جائز ہی اور بالعکس
اسکے یعنے نقد دو روٹیون کی بیع ایک روٹی اودھار سے جائز نہین اور روٹی کے ٹکڑون کی بیع ہر طرح یعنی نقدا ونسیئة ولا ربوا بین سید وعبده ولو مدبرا او ام ولد
اور بیاج نہین درمیان مولی اور اُسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو یا مکاتب ہم غلام کا مال مملوک ہی مولی کا جس طرح چاہے لے یہان ربوا کو کیا دخل ہی بخلاف مکاتب کے
کہ وہ بجائے حر کے ہی قبض اور تصرف کی رو سے اذا لم یکن دینه مستغرقا لرقبته وکسبه فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیره لکن فی البحر عن المعراج تحقیق
الاطلاق وانما یرد الزائد لا لربوا بل لتعلق الغرماء اور میان سے مابین اُسوقت بیاج نہین جب کہ غلام کا دین اُسکی ذات اور کمائی کو مستغرق نہو سو اگر مستغرق ہو
تو بیاج ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکره ابن ملک وغیره لیکن بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی کہ تحقیق اطلاق ہی یعنی ہر طرح بیاج نہین خواہ اُسکا دین مستغرق ہو یا نہو اور
غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہی تو بیاج کے سبب سے نہین بلکہ قرضخواہون کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی عنان اذا
تبایعا من مالها ای مال الشرکة زیلعی اور بیاج نہین دو متفاوض اور عنان کے دو شریکون مین جبکہ دونون نے خرید فروخت کی ہو شرکت کے مال سے
کذا فی الزیلعی ہم قید مذکور شرکت عنان مین ہی اسواسطے کہ مفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہین دونون صورتون مین بیاج اسواسطے ثابت نہین
کہ ثمن اور بیع مین دونون شریک ہین تو احد العوضین کا فضل اُسکے ملک سے خارج نہین ہوتا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمه
لان ماله ثمه مباح فیحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلثة اور بیاج نہین کافر حربی اور اُس مسلم مین جو حربیون کا مستامن ہی اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو بیاج
نہین وہان یعنی دار الحرب مین اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب مین مباح ہی مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اُسکی رضامندی سے ہر طرح بدون دغابازی کے بخلاف ابو یوسف

اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایکدرم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اسوقت نہین ہے بلکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کیطرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہے کذافی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف اور ائمۂ ثلاثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ربوا ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ (لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب) اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مراسیل سے ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق نے غلبۂ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ عینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علماے مذہب نے درس مین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد یہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی مافی الفتح ملخصا (وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لہما لان مالہ غیر معصوم فلو ہاجر الینا ثم عاد الیہم فلا ربوا اتفاقا جوہرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یہاجرا) اور جو حربی مسلمان ہو گیا دار الحرب مین اور اسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف ابو یوسف اور شافعی کے اسواسطے کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذافی الجوہرہ مین کہتا ہون مصنف کے قول سے معلوم ہو گیا حکم ان دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف انھون نے ہجرت نہ کی کیونکہ وہ دونون حربی کے مانند ہین حکم مین ھ یہ جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ درصورت اسلام و ہجرت ربوا نہین سو غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین چنانچہ منح الغفار مین ہے کذافی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہین (والحاصل ان الربوا حرام الا فی ہذہ الستۃ) مسائل اور خلاصہ یہ ہے کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلون مین حرام نہین ھ صواب یہ تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ کہتا مہاجر کو ساقط کرکے امیان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب مین ۵ مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذافی الطحطاوی

باب الحقوق فی البیع

اخرہا لبنیتہا او لتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف نے اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہا مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور بیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب جیسے چنانچہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل ربوا کے لایا ورنہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیار کے اسکو ذکر کرتا (اشتری بیتا فوقہ آخر لا یدخل فیہ العلو) بتثلیث العین (ولو قال بکل حق ہو لہ او بکل قلیل وکثیر مالم ینص علیہ لان الشی لا یستتبع مثلہ) خرید کی کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اس خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو تاوقتیکہ تصریح نہ کر دی بالاخانے کے بیع کی اسواسطے کہ چیز اپنی برابر والی چیز کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا لفظ علو مثلث العین ہے یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام بہر حال ساکن ہے ھ دریافت کرنا چاہیے کہ یہان تین چیز کا معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایکہی چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا کل قلیل وکثیر اسنے کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند مسقف ہونے اور شب باشی مین اور مشتری اعلی کی تابع ہوتی ہے نہ برابر کی اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین

اور اُسمین بادرچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اُسکا صحن غیر مسقف نہین اور اسمین اصطبل نہین اور دار نام اُس ساحت کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت
اور اصطبل اور صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح **وکذا لا یدخل العلو بشراء منزل** ہو ما الا اصطبل فیہ **الا بکل حق** ہو لہ او بمرافقہ ای حقوقہ کطریق ونحوہ وعند الثانی
المرافق المنافع اشباہ اور سطح بالاخانہ داخل نہین منزل کی خرید مین منزل وہ ہے جسمین اصطبل نہین مگر بکل حق ہو لہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہوگا مرافق سے
مراد حقوق ہین چنانچہ راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہین کذا فی الاشباہ مرافق جمع ہے مرفق کی بکسر میم وفتح فا مرافق عبارت ہین توابع سے
چنانچہ شرب اور مسیل اور حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور کل قلیل اور کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ مذکور ہوتا ہے تا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اُسکی متصل چیزون سے اور
جامع الفصولین مین ہے کہ حقوق عبارت ہین مسیل اور طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع دار ہین اور ظاہر الروایۃ مین مرافق حقوق ہین کذا فی النہر
او بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید مین داخل ہوتا ہے بکل قلیل وکثیر ہو فیہ او منہ سے یعنی جو قلیل اور کثیر کہ منزل مین داخل ہے یا اُس سے متعلق ہے
وہ مبیع ہے ہم چونکہ منزل دار اور بیت دونون سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہوگا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہین تو داخل نہوگا بیت کی مشابہت
سے **ویدخل العلو بشراء دار وان لم یذکر شیئاً** ولو الابنیۃ بتراب او بخیام او قباب اور داخل ہوگا بالاخانہ دار کی خرید مین اگرچہ کچھ مذکور نہو یعنی بلا ذکر حقوق یا مرافق یا کل
قلیل وکثیر بالاخانہ دار کی بیع مین داخل ہے اگرچہ مکانات دار کے مٹی کے ہون یا خیمے یا خرگاہ وہذا التفصیل عرف الکوفۃ وفی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح
کافی سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای نہر اور یہ تفصیل بیت اور منزل اور دار کی بموجب رواج کوفہ کے ہے اور ہمارے عرف مین بالاخانہ
داخل بیع ہو جاتا ہے بدون اُسکے ذکر کے سب صورتون مین کذا فی الفتح والکافی خواہ بیت کے اوپر بالاخانہ ہو یا سواے اُسکے مگر دار السلطان مسمی بسرای ہے کذا فی النہر
ہم استثنا کرنا دار ملک کا کلام سابق سے مرتبط نہین اور یہ خلل پیدا ہوا النہر الفائق کی عبارت کے حذف سے عبارت اُسکی یہ ہے (وفی عرفنا یدخل من غیر ذکر فی الصور کلہا
سواء کان المبیع بیتا فوقہ علو او منزل کذلک لان کل مسکن یسمی خانہ فی العجم ولو علوا سواء کان صغیرا کالبیت او غیرہ الا دار الملک فتسمی سرای انتہی) اور چونکہ بنا احکام کی
عرف پر ہے تو ہر اقلیم اور ہر زمانے مین وہان کے لوگون کا عرف معتبر ہوگا کذا فی الطحطاوی **کما یدخل فی شراء الدار الکنیف وبیر الماء والاشجار التی فی صحنہا وکذا
البستان الداخل** وان لم یصرح بذلک جیسے داخل ہوتا ہے دار کی خرید مین پاخانہ اور پانی کا کنوان اور وہ درخت جو گھر کے صحن مین واقع ہین اور ایسا ہی داخل بیع ہے
وہ باغ جو گھر کے اندر داخل ہے اگرچہ اُسکے بیع کی تصریح نہ کی ہو لا البستان الخارج الا اذا کان اصغر منہا فیدخل تبعا ولو مثلہا او اکبر فلا الا بالشرط زیلعی یعنی داخل
بیع نہین ہے باغ گھر کے باہر کا مگر اُسوقت داخل بیع ہے بطریق تبعیت کے جبکہ باغ گھر سے چھوٹا ہو اور اگر گھر کے برابر ہو یا بڑا تو داخل نہین مگر شرط سے کذا فی الزیلعی
والظلۃ لا تدخل فی بیع الدار لبنائہا علی الطریق فاخذت حکمہ **الا بکل حق ونحوہ** مما مر وقالا ان مفتحہ ای الدار تدخل کالعلو اور چھتا داخل نہین ہوتا گھر کی بیع
مین اسواسطے کہ اُسکی بنا راہ پر ہوتی ہے تو اُسنے راہ کا حکم لیا مگر بذکر کل حق یا مانند اسکے جو مذکور ہو چکا البتہ چھتا داخل ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ اگر چھتے کا دروازہ گھر کے
اندر ہے تو گھر کی بیع مین داخل ہے بالاخانے کے مانند **ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت** او دار **مع ذکر المرافق** لانہ من مرافقہا خانیہ اور بڑا دروازہ داخل ہوتا ہے
بیت اور دار کی بیع مین ذکر مرافق کے ساتھ اسواسطے کہ دروازہ گھر کے مرافق مین داخل ہے کذا فی الخانیہ **لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق** ونحوہ مما داخل
بیع نہین راہ اور پانی کی جگہ اور پانی لینے کی باری مگر مانند کل حق سے جو مذکور ہو چکا یعنی بذکر مرافق یا کل قلیل وکثیر ہم عدم دخول طریق سے طریق خاص مراد ہے جو
انسان کی ملک مین ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہے وہ داخل بیع ہے چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اُس گھر کے دروازے کے
عرض کے برابر ہے اور طول اُسکا شارع عام تک ہے چنانچہ قہستانی مین ہے اور مسیل وہ مکان ہے جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی کے حصے سے کذا فی
الطحطاوی **بخلاف الاجارۃ للدار والارض فتدخل** بلا ذکر لانہا تعقد للانتفاع لا غیر بخلاف گھر اور زمین کے اجارے کے تو طریق اور مسیل اور شرب اجارہ مین داخل ہونگے بلا ذکر
حقوق اور مرافق کے اسواسطے کہ عقد اجارہ انتفاع کے واسطے ہے نہ سواے اسکے یعنی اُسمین بلا طریق وغیرہ کے انتفاع حاصل نہین بخلاف بیع کے کہ اُسمین قطع نظر انتفاع کے ملک

رقبہ بھی مقصود ہے و الرہن والوقف خلاصہ اور بخلاف رہن اور وقف کے کذا فی الخلاصہ یعنی رہن اور وقف مین طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہین ولو اقر بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا ومرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اُس پر صلح کی یا اُس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اُس گھر کے حقوق اور مرافق ذکر نہ کیے تو راہ داخل نہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی صریح نہر عن الفتح اور قسمت مین راہ داخل نہین اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہون مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی الیعقوبیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا یقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لولا مخالفتہ للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی یعقوبیہ مین ہے لائق یون ہے کہ رہن بیع کے مانند ہوا سواسطے کہ مرہون سے انتفاع مقصود نہین ہوتا مین کہتا ہون کہ یہ کلام جید ہے اگر اُسکی مخالفت منقول سے نہوتی چنانچہ خلاصہ سے مذکور ہو چکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن مین اور صدقہ موقوفہ مین اجارے کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا ہے بحر الرائق کا تابع ہو کر نعم ینبغی ان یکون النکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والوجہ فیہ لا یخفی انتہی ہان لائق یون ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال بیع کے مانند ہو عدم دخول طریق مین اور وجہ اسکی مخفی نہین انتہی مافی النہر ہبہ وغیرہ مین استحداث ہے اس مولف کا جو سابق مین نہ تھی تو شیاء سے مذکورہ مانند بیع ہوئین تو مناسب ہے کہ اُنمین بیع کا حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی

باب الاستحقاق

ہو طلب الحق یہ باب ہے استحقاق کے احکام مین استحقاق لغت مین عبارت ہے طلب حق سے ہم اور استحقاق فقہ مین عبارت ہے ہو جانے شخص سے مستحق واسطے ایک شئی کے حق اس باب کا یہ تھا کہ تمام ابواب بیوع کے بعد مذکور ہوتا کیونکہ عبارت ہے ظہور عدم صحت بیع سے بعد تمام ہونے بیع کے ولیکن جبکہ استحقاق حقوق سے مناسب ہو الفظاً ومعنیً لہذا اُسکے بعد مذکور ہوا کذا فی الطحطاوی الاستحقاق نوعان احدہما مبطل للملک بالکلیۃ کالعتق والحریۃ الاصلیۃ ونحوہ کتدبیر وکتابۃ استحقاق دو قسم ہے ایک قسم مبطل ہے ملک کی بالکل چنانچہ عتق اور اصلی حر ہونا اور مانند اسکے چنانچہ مدبر اور مکاتب ہونا یعنی جبکہ یہ ثابت ہو کہ مبیع غلام آزاد یا حر اصلی یا مدبر یا مکاتب ہے تو یہ استحقاق بائع اور مشتری کی ملک کا بالکلیہ مبطل ہے وثانیہما ناقل لہ من شخص الی آخر کالاستحقاق بہ ای بالملک بان ادعی زید علی بکر ان مافی یدہ من العبد ملک لہ و برہن اور قسم ثانی استحقاق کی ملک کی نقل کرنے والی ہے ایک شخص سے دوسرے کی طرف چنانچہ ملک کے سبب سے مستحق ہونا اسطرح پر کہ زید نے بکر پر دعوی کیا کہ جو اُسکے قبضے مین غلام ہے وہ میرا مملوک ہے اور اُسپر گواہی گذرانی فالناقل لا یوجب فسخ العقد علی الظاہر لانہ لا یوجب بطلان الملک تو استحقاق ناقل ہے فسخ عقد کا موجب نہین بنابر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ ناقل بطلان ملک کا موجب نہین ہم یعنی عقد سابق مستحق کی اجازت پر موقوف رہیگا اور تا عدم رجوع مشتری فسخ عقد نہوگا والحکم بہ حکم علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ ولو مورثہ فیتعدی الی بقیۃ الورثۃ اشباہ فلا تسمع دعوی الملک منہم للحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کرنا یہ حکم ہے قابض پر اور اُس شخص پر جس سے قابض نے ملک حاصل کی اگرچہ وہ شخص قابض کا مورث ہو تو یہ حکم باقی وارثون تک متعدی ہوگا کذا فی الاشباہ تو مسموع نہوگا دعوی ملک کا اشخاص مذکورین سے کیونکہ اُنپر حکم ہو چکا یعنی جب حکم استحقاق بقیہ ورثہ تک متعدی ہوا تو اب کوئی وارث من حیث الارث دعوی نہین کر سکتا بل دعوی النتاج بلکہ دعوی نتاج کا مسموع ہوگا اسطرح پر کہ بائعین مین سے کوئی بائع کہے کہ مین ثمن نہین پھیرتا کیونکہ مستحق کاذب ہے اسواسطے کہ مبیع میرے ملک مین جنی ہے یا میرے بائع کی ملک مین بواسطہ یا بلا واسطہ کذا فی الحلبی ملخصا ولا یرجع احد من المشتری علی بائعہ مالم یرجع علیہ ولا علی الکفیل مالم یقض علی المکفول عنہ لئلا یجتمع ثمنان فی ملک واحد لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیرے اپنے بائع سے جب تک اُس سے ثمن نہ پھیر لیا جاوے یعنی مشتری اوسط رجوع ثمن نہ کرے تاوقتیکہ مشتری اخیر اس سے نہ رجوع کرے اور نہ ضامن سے ثمن پھیرے جب تک مکفول عنہ پر قاضی کا حکم نہوتا دو ثمن ایک ملک مین مجتمع نہو جاوین اسواسطے کہ جیز مستحق کا بدل مملوک ہے ہم اجتماع ثمنین کی تعلیل غیر مشتری اخیر اور غیر بائع اول مین ظاہر ہوتی ہے یعنی بائعین متوسطین مین اسواسطے کہ متوسطین مین سے ہر واحد کے پاس ایک ثمن ہے تو اگر یہ شخص متوسط ثمن پھیر لے قبل پھیر دینے کے تو اُسکی ملک مین دو ثمن مجتمع ہو جاوین اور حالانکہ یہ جائز نہین ولو صالح بشئ قلیل او ابراء عن ثمنہ بعد الحکم لہ یرجع علیہ فلبائعہ ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ ولو اکرہ علی

صلح کرلی بائع سے کسی چیز پر یا ثمن سے بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اس بات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بدل کو اپنے
بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہی بسبب زائل ہونے بدل کے مشتری کی ملک سے یعنے جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اسنے بائع سے لے لیا
کذا فی الطحطاوی فلو صالح المستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی اور کچھ ثمن دیکر
تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیر لے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ثم یعنی مستحق نے مشتری سے کہا
کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھسے لے اور بیع مجکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل لوجبہ ای یوجب فسخ العقود اتفاقا والاستحقاق مبطل موجب فسخ
عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بائعین میں جاری ہوے ہیں انکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر ولکل واحد من الباعۃ الرجوع
علی بائعہ وان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہی اگرچہ اُس مشتری سے ثمن نہ پھیر لیا گیا ہو ویرجع ہو ایضا کذلک علی الکفیل
ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین او بدل الحر لایملک اور مشتری اسی طرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیر لے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہو
بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہو چکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ
من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر اذا لم یسبق منہ اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہی خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا
خود اُسکے اس قول سے کہ مین آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اُس سے غلامی کا اقرار نہ ہوگیا ہو کذا فی الاشباہ ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ زید نے خالد پر دعوی کیا
کہ یہ میرا غلام ہی خالد نے کہا کہ مین حر اصلی ہون اور سابق مین اُسنے غلامی کا اقرار نہین کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اُسکی حریت اصلی کا
حکم کردیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگون پر ہوگا کذا فی الحلبی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگون پر ہوا تو کسی شخص کی
ملک کا دعوی اُسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ الحریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہین ہم فروع عتق کتابت اور تدبیر اور
استیلاد ہی اور عتق سے مراد ہی جو ملک مطلق مین ثابت ہوا اما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ فلا یاول قبلہ کما بسط
ملا خسرو ویعقوب پاشا [illegible] ان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ مین سب خلق پر ہوتا ہی تاریخ کے وقت سے اور حکم نہین ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ
اسکو ملا خسرو اور یعقوب پاشا نے مشرح بیان کیا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہین ہم خلاصہ یہ ہی کہ عتق کا حکم ملک مطلق مین
بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہی کہ سب خلق پر حکم ہی اور ملک مورخ مین عتق کا حکم سب خلق پر ہی تاریخ کے وقت سے یعنے قبل تاریخ سب پر حکم نہین تو اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا
غلام ہی مین تیرا مالک ہون پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ مین تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اُسنے مجکو آزاد کردیا اور اُسنے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا
دعوی مندفع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہی مین تیرا مالک ہون سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہی اور اس دعوی کو اُسنے بگواہی ثابت کیا تو حریت
کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک ٹھہر جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر
وہو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہی وقف کے حکم مین بعضون نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہی اور بعضون نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہین اور وقف
مین دوسری ملک اور دوسرے وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہی اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہی وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء و
فی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ مین ہی کہ قضا متعدی ہوتی ہی چار صورت مین حریت اور نسب اور نکاح اور ولاء مین اور وقف مین قضا متعدی نہین مقصور ہی
قول اصح کے ہم یعنی جب قاضی عورت کے نکاح کا ایک آدمی سے حکم کرے یا نسب یا ولاء عتاقہ کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہین وثبت رجوع المشتری
علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ کما مر لانہا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہی ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا اسواسطے
کہ اوپر گذرا کہ شہادت حجت متعدیہ ہی اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اُسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اُسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہین
اسواسطے کہ اقرار حجت قاصرہ ہی نہ متعدیہ والاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکن لا فی کل شیئ کما ہو ظاہر کلام الزیلعی والعینی بل فی عتق ونحوہ
کما ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ شہادت حجت متعدیہ ہی جسکا ظہور سب آدمیون کے حق مین ہوتا ہی لیکن ہر چیز مین نہین چنانچہ ظاہر کلام زیلعی اور عینی ہی بلکہ عتق اور
اُسکے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولا عتاقہ مین چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین لا الاقرار بل حجۃ قاصرۃ علی المقر
لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہین بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہی مقر پر بسبب نہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر ہی چونکہ مقر کی ولایت غیر پر ثابت نہین
لہذا اُسکا اقرار اُسپر حجت ہی نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہین ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہی لہذا کافہ ناس کے
حق مین نافذ ہی کذا فی الفتح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بہا قضی بالاقرار لا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونہر باقی رہا یہ احتمال کہ اگر شہادت اور اقرار دونون مجتمع ہون
سو اگر حق دونون سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہی کذا فی الفتح والنہر اجتماع کی صورت یہ ہی کہ مدعی نے اپنا
دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہان اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر مسموع ہوتی ہی نہ مقر پر مگر جبکہ حاجت پڑے چنانچہ
مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی فلو استحقت مبیعۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ تبعہا ولدہا
بشرط القضاء بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشہود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی
مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق غیر کی نکلی گواہی سے تو اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح مین کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام
مفید ہی اس تقیید کا جبکہ گواہون نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہون نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہی یا یون کہا ہو کہ ہم نہین جانتے تو قاضی ولد کا حکم نکرے
کذا فی النہر ثم استیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ المستحقۃ کما مر فی باب دعوی النسب پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد ولد کے
استحقاق کو گواہی سے مانع نہین تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُسکے مستحق کو ولد کی قیمت دے کر چنانچہ دعوی نسب کے باب مین مذکور ہو چکا وان اقر ذو الید
بہا لرجل لا یتبعہا فیاخذہا وحدہا والفرق مامر من الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے تو اُسکا بچہ لونڈی کے تابع نہوگا تو وہ مرد فقط
اُس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ مین یعنی گواہی حجت متعدیہ ہی اور اقرار حجت قاصرہ وہذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ تبعہا
وکذا سائر الزوائد نعم لا ضمان بہلاکہا کزوائد المغصوب اور یہ جو نہ تابع ہونا ولد کا مبیعہ کے اُسوقت ہی جبکہ مقر لہ نے ولد کا دعوی نہ کیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد
تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہی باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہین اگر مستحق کے (جسکے لیے اقرار ہوا) واسطے قابض نے درخت کا اقرار کیا مگر در صورت
دعوی مقر لہ ہان یہ البتہ ہی کہ ہلاک زوائد سے ضمان نہین مانند زوائد مغصوب کے ولم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو
مذکور نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم مین ہی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہی عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنع التناقض ای التدافع فی الکلام دعوی الملک
لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی تملکہا اور تناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہی اسواسطے کہ صغری مین ہی کہ لونڈی کا
نکاح طلب کرنا اُسکے مالک ہونے کے دعوی کا مانع ہی اور تناقض اسواسطے مانع ہی کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہین کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین تو
دونون ساقط الاعتبار ہوے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا متناقض ہی کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہین ہوتی
یہ مثال ہی ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہی کہ ایک عورت کے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کا پیغام دینا کما یمنعہا لنفسہ یمنعہا لغیرہ الا اذا وفق اذ التناقض
تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہی اسیطرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہی مگر جبکہ توفیق یعنی رفع تناقض ہو سکے ہم بزازیہ مین ہی کہ اول دعوی کیا کہ چیز میرے فلانے موکل کی
ہی پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہی تو یہ دعوی مقبول نہین مگر در صورت توفیق اسطرح کہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی جسنے مجکو خصومت مین وکیل کیا تھا پھر اُسنے میرے دوسرے

سوکل کے ہاتھ اسکو بیچا اور اُسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی بل یکفی امکان التوفیق اہم لاختلاف وتحققہ فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق رفع تناقض کے واسطے کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اُسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضاء کی متفرقات مین فروع ہذا الاصل کثیرۃ ستجی فی کتاب الدعوی

ومنہا ادعی علی آخر انہ اخوہ وادعی علیہ النفقۃ فقال المدعی علیہ لیس ہو باخی ثم مات المدعی عن ترکۃ فجاء المدعی علیہ یطلب میراثہ ان قال ہو اخی لم یقبل للتناقض وان قال ابی او ابنی قبل اور اس اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے اور اُسپر نفقہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ متروکہ چھوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اُسکی میراث طلب کرتا اگر اُسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اُسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہوگا کلام شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوت کا دعوی کیا اُسکے بعد مدعا علیہ نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکھا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے پڑگیا بلکہ مطلب ہان کا یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی ملخصًا الا الحریۃ کلام کا تناقض دعوی حریت کا مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببہ کالنسب والطلاق وکذا الحریۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اُسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب مخفی ہے چنانچہ نسب اور طلاق اور حریت ہم تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اُسنے اُسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ غلام اُسکا بیٹا ہے دعوی اُسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ رہنا امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے اور اسیطرح اگر بولا کہ مین اُسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اُسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض مذکور کرے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا پھر زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لے گی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اُسکی اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد لمشتر اشترنی فانا عبد لزید فاشتراہ معتمدا علی مقالتہ فاذا ہو حر

ای ظہر حرا فان کان البائع حاضرا او غائبا غیبۃ معروفۃ یعرف مکانہ فلا شیٔ علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر مین زید کا غلام ہون سو اُسنے خرید کیا اُسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اُسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بالغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اُسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہین بسبب موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اُسکا معلوم نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ہم عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے اُنسے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط او انا عبد فقط لا یرجع علیہ اتفاقا درر اور اگر اُسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اُسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر ہم عدم رجوع کی وجہ پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اُسکی خلاصی کے واسطے ہوتی ہے چنانچہ مسلم اسیر کی خرید اہل حرب سے اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص گاہے غلام ہوتا ہے کسی کا اور اُسکا خرید کرنا صحیح نہین چنانچہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر بہ اور غلام ثمن پھیر لے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف الرہن بان قال ارتہنی فانی عبدہ لم یضمن اصلا والاصل ان المغرر یوجب الضمان فی عقد المعاوضۃ لا الوثیقۃ بخلاف رہن کے اسطرح پر ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکھا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان اسواسطے ہے کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برہن انہ وقف محکوم بلزومہ قبل والا لا لان

مجرد الوقف لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمدہ المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صوبہ الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجی فی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ وہ زمین موقوف ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی مزیل ملک نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصویب زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا

اور آخر کتاب مین آویگا عدم اشتراط حکم قاضی لزوم وقف مین امام کا قول ہی اور فتوی زوال ملک پر ہی مطلقاً اشتری شیئاً ولم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لاتسمع دعواہ
بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اُسپر قبضہ نہین کیا تھا کہ دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہین
بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی اُنپر جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل و لزم البیع
وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع
نے اسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہی اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر مین ہی لاعبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق عند
الدعوی غابت عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال البائع لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین
فشہدوا وبرہن علی ذلک لاتندفع الخصومۃ بل یقضے بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہین کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ
مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہی تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہوگیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے
جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے اس حال کے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہین کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اسپر گواہ لایا تو
خصومت مندفع نہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اُسکے دعوی کے ملک مطلق مین جو خالی ہی تاریخ سے دونون طرف سے یعنی دخول ملک اور
ملک کی تاریخ مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام مین تاریخ موجود ہی اسکا جواب یہ ہی کہ منح الغفار مین محیط سے منقول ہی کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر
نہین تو ذکر تاریخ ساقط الاعتبار ہی اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہی لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی والعلم بکونہ ملک الغیر لایمنع من الرجوع علی البائع
عند الاستحقاق فلو استولدہا مشتراہ بعلم غضب البائع ایاہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق درر اسکا معلوم ہونا کہ بیع غیر
کی مملوک ہی بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے نزدیک مانع نہین تو اگر مشتری نے ام ولد بنایا اُس خریدی لونڈی کو جسکو جانتا ہی کہ بائع نے اُسکو غصب
کیا ہی تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب نہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیرے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے
مطلع ہی تو بائع کا فریب ثابت نہین کہ ولد آزاد ہوتا وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق من یدہ ورجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب ما امر بتسلیمہ الیہ بخلاف ما اذا لم
یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ مین ہی کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق غیر نکلی مشتری کے قبض مین اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار
باطل نہوگا اور اگر مبیع پھر مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اُس صورت کے جبکہ مشتری نے ملک
بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہی بخلاف صحیح اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی لیکن یہ محتمل ہی اور صریح اقرار محتمل نہین لایحکم القاضی بسجل الاستحقاق
بشہادۃ انہ کتاب قاض کذا لان الخط یشبہ الخط فلم یجز الاعتماد علی نفس السجل بل لابد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضے للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم
کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہی فلانے قاضی کا سو اسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہت رکھتا ہی تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہین
بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضرور ہی تا مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم ذخیرہ مین ہی کہ بخارا مین ایک شخص کے پاس ایک گدہا مستحق غیر کا
نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل پائی پھر بائع کو اُسنے سمرقند مین پایا سو اسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی
اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہی تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا
حکم دینا جائز نہین تا وقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دین پس بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے گدہا نکال کر مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع سے
حکم دیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان المقصود بکل منہا الزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہما
لتحصیل العلم للقاضی ولذا لزم اسلامہم ولو لخصم کافر اسی طرح عدم اعتماد کا حکم ہی سوا نقل شہادت اور وکالت کے منجملہ محاضر اور سجلات اور صکوک کے

اسواسطے کہ اُنمین ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہی بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اسواسطے کہ دونون قاضی کے علم حاصل کرنیکے واسطے ہین اور ہمیشہ
اسلام شہود لازم ہی اگرچہ خصم کافر ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت مین تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہی اور محضر اور سجل اور صک بلا شہادت اُسکے مضمون کے معتبر نہین نقل
شہادت کی یہ صورت ہی کہ گواہون نے خصم غائب پر گواہی دی تو قاضی اُسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھدے تا قاضی مکتوب الیہ اُسپر حکم کرے اور مکتوب شہود طرفین کو سپرد کرے
اور نقل وکالت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسیکو اپنا وکیل مقرر کیا تا وکیل ایک شخص پر دعوی کرے دوسرے قاضی کی حکومت مین اور قاضی وکالت
نامہ لکھکر اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہی جسمین قاضی حضور خصمین اور تداعی اور شہادت لکھے اور سجل وہ جسمین اسی کے مانند لکھا اور وہ اُسکے پاس ہو اور صک
وہ ہی جو مشتری اور شفیع غیرہما کو لکھدے کذا فی الطحطاوی (ولا رجوع فی دعوی حق مجہول من دار صولح علی شیء معین واستحق بعضہا لجواز دعواہ فیما بقی ولو استحق کلہا رد کل العوض
لدخول المدعی فی المستحق) اور بدل صلح کا پھیر لینا نہین ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی مین جسکا مصالحہ ہوگیا شیٔ معین پر اور بعض گھر مستحق غیر نکلا اسواسطے کہ جائز ہی مدعی کا
دعوی باقی مین ہو نہ مستحق مین اور اگر تمام گھر مستحق غیر نکلا تو تمام عوض پھیرا جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق مین (واستفید منہ ای من جواب المسئلۃ امران احدہما
صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح لجہالۃ المدعی بہ حتی لو برہن لم یقبل مالم یدع اقرارہ بہ)
اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شیٔ معین پر اسواسطے کہ نادانی شیٔ ساقط کی منازعت کو نہین پہونچاتی
دوسرے نہ مشروط ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اُس چیز کے جسکا دعوی کیا تا اینکہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہ ہوگی جبتک
یہ دعوی نکرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہی یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے زبردستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی (ورجع المدعی
بحصتہ فی دعوی کلہا ان استحق شیٔ منہا لفوات سلامۃ البدل) اور سب گھر کے دعوی مین اگر کچھ اُسمین سے مستحق غیر نکلے تو مدعا علیہ بقدر اُسکے حصہ کے پھیرلے بسبب
فوت ہونے سلامت بدل صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین دیکر اُس سے صلح کرلی پھر بعض گھر مستحق غیر نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے
پھیرلے کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت نرہا (قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کالربع مثلا رجع مادام فی یدہ ذلک القدر وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق)
مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا جیسا چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اُسکے ہاتھ مین اسقدر یعنی چوتھائی
باقی ہی اور اگر اس مقدار سے کمتر باقی رہے تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیرے یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس ثمن باقی
تو بقدر حصہ ثمن کے مدعی سے پھیرلے کذا فی الطحطاوی (فرع مسئلۃ الحقہ شارح کالو صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فلاستحقاق
البدل بطل الصلح فوجب الرجوع ذکرہ سوفیہا فروع آخر فلتنظر) اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اُسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق غیر نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اسواسطے کہ یہ صلح
بمنزلہ صرف کے ہی پھر جب بدل صلح مین استحقاق ثابت ہوا تو صلح باطل ہوگئی تو اصل یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوگیا کذا فی الدرر اور اسی کتاب مین اسطرح کی چند فروع اور ہین
اُنکو دیکھنا چاہیے (وفی المنظومۃ المحبیۃ بہمۃ منہا) اور منظومہ محبیہ مین چند مسائل ضرور ہین ازانجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہی (اشعار لو استحق ظہر للمبیع فلا علی بائعہ الرجوع
بالثمن الذی لہ قد دفعا الا اذا البائع ہہنا ادعی بانہ کان قدیما اشتری من ذا المشتری) بلا مرابحہ اگر مبیع کا مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اُسکے بائع سے اس ثمن کا پھیر لینا جو اُسکو
دیا ہی جائز ہی مگر جبکہ بائع نے یہان یہ دعوی کیا کہ مین نے اس مبیع کو زمان قدیم مین اسی مشتری سے خرید کیا تھا بلا شک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہین [illegible]
اتحاد ثمن اور اگر ثمن زیادہ ہی تو رجوع بقدر زیادت جائز ہی کذا فی الطحطاوی (اشعار لو اشتری خرابۃ وانفقا شیئا علی تعمیرہا وطفقا ذلک یسوی بعدہا اکما بہا ثم استحق رجل تمامہا
فالمشتری فی ذلک لیس راجعا علی الذی عمر الاملاک بالبنا ولا علی ذا المستحق مطلقا بہذا الذی کان علیہا انفقا) اگر ویران زمین خرید کی اور کچھ اُسکی مرمت مین خرچ کیا
اور اس مشتری نے بعد اسکے اُسکے ٹیلون کا برابر کرنا شروع کیا پھر ایک مرد اُس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمین پھیر نہین سکتا اُسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً بقیمت اُس
مال کو جو اُسکی درستی مین صرف کیا ہم مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہین نہ ثمن کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع صرف تعمیر جائز نہین لیکن رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی اشعار

وان مبیع مستحقا ظہر ؛ ثم قضی القاضی علی من اشتری ؛ به فصالح الذی ادعاه ؛ صلحا علی شئ له اداه ؛ یرجع فی ذاک بکل الثمن ؛ علی الذی قد باعه فاستبن ؛ اور اگر ایک مبیع مستحق
غیر ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا سو مشتری نے اُسکے مدعی سے کچھ اُسکے مال مودی پر صلح کر لی تو مشتری اس امر مین تمام ثمن اُسکے بائع سے پھیر لے
یعنی اسواسطے کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کر لیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیة شری دارا وبنی فیہا فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیہ
یوم تسلیمہ ان سلمہ فبالثمن لا غیر اور منیہ مین ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اُسمین عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور نیز بنائی عمارت کی قیمت جو
اُسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی لکڑی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے مین کر دے اور اگر قبضہ نکر دادیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے نہ کچھ اور کمالو
استحقت بجمیع بنائہا لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلاً چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ
تو رجوع ثابت نہین مگر ثمن کا سو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنا کی مثلاً پھیر لینے کا موجب نہین ہوتا ولو حفر بئرا اونقی
البالوعة او رم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشئ علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کما فی مسئلة الخرابة حتی لو کتب فی الصک فما انفق المشتری فیہا
من نفقة او رم فیہا من مرمة فعلی البائع لفسد البیع اور اگر مشتری نے کنوان کھودا یا نجاسات کا چہ بچہ پاک کیا یا گھر مین کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا
درفتہ اُسکے بائع سے کچھ پھیر نہ لے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا چنانچہ ویران زمین کے مسئلہ مین مذکور ہو چکا یہان تک
کہ اگر بائع نے بیعنامہ مین لکھ دیا کہ جو مشتری گھر مین صرف کریگا اور اُسمین کچھ مرمت کریگا تو وہ بائع کے ذمہ ہے در صورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی
ہم فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط ملائم بیع نہین اور عقد اسکو مقتضی نہین ولو حفر بئرا او طوا ہا یرجع بقیمة الطی لا القیمة الحفر فاذا اشترطاہ فسد اور اگر کنوان کھودا اور اُسکی
من بنائی تو من کی قیمت پھیر لے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوان قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیة او قنطر علیہا رجع بقیمة
بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة وبالجملة فانما یرجع اذا بنی فیہا او غرس بالقیمة ما یمکن نقضہ وتسلیمہ الی البائع فلا یرجع بقیمة جص او طین وتمامہ فی الفصل الخامس
عشر من الفصولین اور اسی طرح اگر نہر کھودی تو اگر اُسپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیر لے نہ نہر کھودنے کے خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اُسوقت ہے جب کہ
اُسمین کچھ عمارت بنا دے یا درخت بو دے اُس چیز کی قیمت پھیر لے جسکو توڑنا اور بائع کا اُسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیر لے اور پورا بیان
اسکا فصولین کی پندرھوین فصل مین ہے وفیہ شری کرما فاستحق نصفہ له رد الباقی ان لم یتغیر فی یدہ ولم یاکل من ثمرہ اور فصولین مین ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا
او نصفہ ما بقی مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگر باغ اُسکے پاس متغیر نہوا ہو اور اسنے اُسکا پھل نہ کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت
احدہما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعدہ لزمہ غیر مستحق بحصتہ من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کیے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق
قبل قبض کے ہے تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو رکھے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اُسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہوگی
اُسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرة لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب بالثمن او بردعة الحمار لم یرجع بشئ بل تردید خل فی البیع تبعا لا حصة له
من الثمن ولکن یخیر المشتری فیہ قنیة اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اُسپر جو خرچ کیا ہے اُسکو نہ پھیر لے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی پیٹھ پر کی کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ
نہ پھیر لے اور جو چیز کہ بیع مین بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت مین سے اُسکا کچھ حصہ نہین ہوتا ولیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیة ولو استحق
من ید المشتری الاخیر فلہ ان یرجع علی بائعہ دکل بائع یرجع علی بائعہ بالثمن بلا اعادة بینة لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیہ المشتری عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف له ان یرجع
قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرا الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وجد العبد حرا فلکل الرجوع قبلہ خانیة اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلی مشتری کے ہاتھ سے
تو بیع استحقاق کا حکم ہوگا جمیع بائعین پر تو ہر ایک کو جائز ہے کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ شہادت لیکن نہ پھیر لے قبل اسکے کہ اُسکا مشتری اُس سے
پھیر لے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اُسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے ابو یوسف نے کہا کہ کیا تو نہین دیکھتا کہ مشتری ثانی اگر

مشتری اول کو ثمن معاف کردے تو مشتری اول کو رجوع درست ہی چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہی قبل اپنے پھیر دینے کے کذا فی الخانیہ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین مین اس روایت کے مخالف ہی خبردار رہنا ولو اشتری عبداً فاعتقہ بمال اخذہ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اُس سے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیر لے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اُسکو اُسکا بعینہ پورا مال مل گیا ولو اشتری دارا لبعد واخذ ردہ بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا عوض غلام کے اور دوسرا گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہی سلم کے احکام مین اور مصنف نے اُس بیع کا ذکر شروع کیا جسمین قبض احد العوضین یا دونون عوض کا شرط ہی اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کے اور صرف بجاے مرکب کے ہی کیونکہ صرف مین قبض عوضین کا شرط ہی اور سلم مین احد العوضین کا اور سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہی اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینہ مین تشریف لائے تو وہان کے لوگون مین بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز مین وہ سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم مین اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہی باعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہی اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ہو لغۃ کالسلف وزنا ومعنی سلم بفتحتین لغت مین سلف کے مانند ہی وزن اور معنی مین اور مستعرب مین ہی کہ جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہین کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وہو المسلم فیہ بعاجل وہو راس المال اور اصطلاح شرع مین سلم عبارت ہی مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ مدت والی چیز مسلم فیہ ہی اور بلا مدت راس المال ہی یعنے مثلاً پہلے روپیے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہون یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہی وہ رکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی جو بیع کا رکن ہی یعنی ایجاب اور قبول یہان تک کہ سلم منعقد ہوتی ہی بیع کے لفظ سے قول اصح مین اور قول غیر اصح مین سلم بلفظ بیع منعقد نہین ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات ہی سلم مین ایجاب اور قبول اسطرح ہی کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک کذا واسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراہم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر لام کہتے ہین ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلاً المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہین اور گیہون کو مسلم فیہ بولتے ہین اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ فی الثمن ولرب السلم فی المسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہی ثمن مین مسلم الیہ کی ملک ثابت ہی اور مسلم فیہ مین رب السلم کی ترکیب مین لف ونشر مرتب ہی رب السلم کی ملک مسلم فیہ مین باعتبار دین کے فی الذمہ ثابت ہی لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہین کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ صحیح ہی سلم اُس چیز مین جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہی چنانچہ اُس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا ہم ضبط صفت اور معرفت مقدار ہی اسواسطے شرط صحت ہی کہ مسلم فیہ دین ہی تو اگر اُسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہین ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون وخرج بقولہ ثمن الدراہم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہی سلم اُس چیز مین جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہی چنانچہ مکیل اور موزون جو ثمن ہی ثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ درہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہین لیکن یہ ثمن ہین نہ مثمن تو انکی سلم جائز نہین یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہین ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وتین ولبن بکسر الباء واٰجر بقالب معین بین صفتہ ومکان ضربہ خلاصہ و چنانچہ عددی متقارب جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردآلو اور انجیر اور کچی اینٹ اور پکی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور پاتھنے کا مکان صرح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ ہم عددی متقارب وہ ہی جسکی افراد قیمت مین متفاوت نہون اور اُسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق مین کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہی بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی کثوب بین قدرہ طولا وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زید او عمر ورقتہ او غلظتہ ووزنہ ان بیع بہ وان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت

قیمتہ فلا بذرع بیان النوع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے کہ کپڑا جب کی مقدار صحیح ہو گئی ہو باعتبار طول اور عرض کے اور صفت اسکی صحیح ہوگئی ہو چنانچہ
معلوم کا کپڑا یا کتان کا یا دونون سے مرکب اور اسکی صفت کا بیان ہوگیا ہو چنانچہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور تصریح ہوگئی ہو کہ باریک ہو یا گاڑھا اور تول اسکی شرح
ہوگئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا جتنا گران وزن ہوتا ہو قیمت اسکی زیادہ ہو جاتی ہی اور حریر جتنا کہ ہلکا ہوتا ہو قیمت اسکی زیادہ ہوتی ہی تو ایسے کپڑے مین
وزن کا بھی بیان ضرور ہی گز گت کے بیان کے ساتھ ہم امور مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ باقی ہو اور گفتگو کا مقام نہ باقی رہے ولا یصح
فی عددی متفاوت ہو یا تفاوت مالیتہ کبطیخ وقرع وورد ورمان سلم بحر عددا بلا تمیز صحیح نہین سلم عددی متفاوت مین عددی متفاوت وہ ہی جسکی مالیت مین تفاوت ہو یعنی
باوجود اتحاد جنس کے اسکے افراد کی قیمت مختلف ہو چنانچہ خربوزہ اور کدو اور پھول اور انار تو ایسی چیزون مین سلم جائز نہین گن کر بلا تمیز یعنی بلا ذکر صفات الطبیخ چنانچہ طول یا غلظ یا غیر
ذلک فقط ذکر سے عدد سلم جائز نہین کذا فی المنح وما جاز عددا جاز کیلا ووزنا نہر اور جسمین سلم جائز ہو گن کر اسمین کیل اور وزن سے بھی سلم درست ہی کذا فی النہر ہم اور جسمین کیل جائز ہو
اسمین وزن بھی جائز ہی اور جسمین وزن جائز ہی بقول معتمد اور کچھ اسمین ہین کیل از وزن جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وصح فی سمک ملیح ومالح لغتہ ردیئۃ اور صحیح ہی
سلم خشک مچھلی نمک سود مین شامل جسکے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہی اور سمک مالح کہنا لغت ردی ہی وفی طری حین یوجد وزنا وضربا ای نوعا قید لہما اور صحیح ہی سلم تازہ مچھلی
مین اسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم خشک اور تازہ دونون کی قید ہی ہم طحطاوی نے کہا جواز سلم بوقت وجود ظاہرا
تر مچھلی کی قید ہی اسواسطے کہ خشک مچھلی بازارون مین ہر وقت ملتی ہی ہان اگر بعضے وقت بازار مین منقطع ہو تو سلم جائز نہین اقسام مچھلی کے بکثرت ہین چنانچہ رہو اور چال
اور پرھن وزن اور بیان قسم اسواسطے مشروط ہوا تا یقین حاصل ہو جاوے ولا عددا للتفاوت جائز نہین سلم مچھلی مین باعتبار شمار کے بسبب تفاوت کے یعنی مچھلی یکسان
نہین جو شمار کفایت کرے اور نزاع واقع نہو ولو صغارا جاز وزنا وکیلا اور اگر مچھلیان چھوٹی ہون تو انمین وزن اور پیمانہ دونون جائز ہین یعنی بعد ذکر نوع کے تا نزاع منقطع
وفی الکبار روایتان مجتبی اور بڑی مچھلیون مین دو روایتین ہین کذا فی المجتبی ہم جواز اور عدم جواز امام سے وزن مین مروی ہی اور کیل تو بروایت واحدہ جائز نہین اور ثمن مین
تو جواز ثابت ہی کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان ما خلافا للشافعی سلم جائز نہین کسی جاندار مین بخلاف امام شافعی کے ہم حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی سلم اسمین جائز نہین اسواسطے
کہ حدیث مین نہی وارد ہی سلف فی الحیوان سے اور اسواسطے کہ باطن حیوان منضبط نہین ہو سکتا اگرچہ ضبط ظاہر ممکن ہی کذا فی البحر واطرافہ کروس واکارع خلافا لمالک
جاز وزنا فی روایۃ اور سلم جائز نہین جانور کے اطراف مین چنانچہ اسکے کلہ پائون مین بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت مین سلم جائز ہی تول کر ولا فی حطب
بالحزم ورطبۃ بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع فیجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہین لکڑیون مین گٹھے باندھ کر اور رطبہ مین مٹھی باندھ کر مگر جبکہ اس طرح ضبط اور تعیین ہو جاوے
کہ باعث نزاع نہو اور لکڑیون اور رطبہ مین تول کر سلم جائز ہی کذا فی الفتح ہم تعیین قاطع نزاع کی یہ صورت ہی کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہی اسکا طول صحیح ہو جاوے اسطرح کہ مقام گفتگو باقی
نہ رہے حزم بضم حاے حطی وفتح زاے معجمہ جمع ہی حزمہ کی یعنی گٹھا اور جرز بضم جیم وفتح راے مہملہ جمع جرزہ کی یعنی القبضہ کذا فی الطحطاوی وجواہر وخرز اور سلم جائز نہین جواہرات اور پوت
کی چیزون مین ہم خرز بالتحریک وہ چیز ہی جو تاگے مین پروئی جاوے مانند موتی وغیرہ کے ظاہر جواہرات اور موتیون مین بطریق وزن کے بھی سلم جائز نہین اسواسطے کہ دو موتیون مین
تفاوت فاحش ہوتا ہی مالیت مین اگرچہ عدد اور وزن مین اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزنا لانہ انما یعلم بہ مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہین تول کر
اسواسطے کہ انکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہی طحطاوی نے مکی سے نقل کیا کہ یہی حکم ہی صغار جواہر کا ومنقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق
اور اس نایاب چیز مین سلم جائز نہین جو بازارون مین نہین ملتی عقد سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک ہم بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار مین نہو اور گھرون مین ہو تو
اسکا اعتبار نہین ولو انقطع فی اقلیم دون آخر لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم مین نہ دوسری اقلیم مین تو سلم جائز نہین منقطع مین یعنی اقلیم عدیم الوجود مین شی منقطع کی
سلم جائز نہین اسواسطے کہ وہان سے لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہین تو عجز عن التسلیم لازم آیا ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجودہ والفسخ واخذ راس مالہ اور اگر
مسلم فیہ منقطع ہوگئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیہ کے تو رب السلم کو اختیار ہی چاہے اسکے پائے جانے کا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور اپنا راس المال لے [illegible]

اذا بین وصفہ وموضعہ لانہ موزون معلوم وبہ قالت الائمۃ الثلثۃ وعلیہ الفتوی بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور
صاحبین نے اسکو جائز کہا ہی جبکہ اُسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی دست کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز
اور یہی قول ہی تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہی کذا فی البحر وشرح المجمع ہم اتقانی نے کہا صاحبین کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہی بشرط بیان جنس اور سن اور نوع اور صفت اور
موضع اور مقدار کے یعنے گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو اکم فربہ ہو یا دو برس کا ہو یا دبلا ہو کا گوشت ہو یا اور موضع کا دس سیر یا کم و بیش کذا فی الشمنی الکن فی القستانی انہ یصح
فی المنزوع بلا خلاف انما الخلاف فی غیر المنزوع فتنبہ لیکن قہستانی مین ہی کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہی بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف تو اُس گوشت مین ہی جسکی ہڈی
جدا نہین ہی خبردار رہو لکن صرح غیرہ بالروایتین فتدبر لیکن قہستانی نے تصریح کی ہی دو روایتون کی سو تامل کرنا چاہیے یعنے امام سے دو روایتین ہین ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز
نہین اور دوسری روایت مین تفصیل مذکور ہی طحطاوی نے کہا کہ شارح کو اسکا ذکر کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہو تو اب استدراک کی کیا
ضرورت ہی ولو حکم بجوازہ صح اتفاقا بزازیہ اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہی کذا فی البزازیۃ وفی العینی انہ قیمی عندہ مثلی عندہما اور عینی مین ہی کہ گوشت
امام کے نزدیک قیمی ہی اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمکیال او ذراع مجہول قید فیہما اور جائز نہین سلم پیمانہ مجہول اور گز مجہول سے شارح نے کہا مجہول دونون کی
قید ہی نہ فقط ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہی اسواسطے کہ دو احتمال ہلاک ہی تو ایفا متعذر ہی مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہو گا
تو سلم جائز ہی وجوزہ الثانی فی الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز رکھا ہی پانی مین مشکون بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح ہم یعنی سقے سے چند مشکین پانی
کی خرید کرنا معین مشک سے جائز ہی وبر قریۃ بعینہا او ثمر نخلۃ معینۃ الا اذا کانت النسبۃ لثمرۃ او نخلۃ او قریۃ لبیان الصفۃ لا لتعیین الخارج کخشمرجی او بلدی بہ
ف المانع واقتضے العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کھجور کے درخت کے پھل مین مگر جبکہ نسبت پھل اور کھجور کے درخت اور گانون کے
بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شی خارج کے جیسے خشمرجی یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہی تو مانع اور مقتضی
سلم کا عرف ہی ہم یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہی تو جائز ہی والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پھل مین
سلم اسواسطے ناجائز ہی کہ شاید کسی آفت سے گیہون اُس گانون مین یا پھل اُس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم نہ باقی رہی اسمین احتمال فسخ عقد کا ہی لہذا صحیح
نہین علاوہ برین وہ چیز فی الحال معدوم بھی ہی قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہی اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بھی گیہون نہ پیدا ہون
احتمال ضعیف ہی ولا فی حنطۃ حدیثۃ قبل حدوثہا لانہا منقطعۃ فی الحال وکونہا موجودۃ وقت العقد الی وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اُسکے پیدا ہونے کے
اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہی اور ہونا اُنکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہی کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے
وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہی تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے مابین منقطع ہو اور عقد اور حلول
کے وقت موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہی اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہی وفی الجوہرۃ اسلم فی حنطۃ جدیدۃ
اوفی ذرۃ حدیثۃ لم یجز لانہ لا یدری یکون فی تلک السنۃ شی ام لا قلت وعلیہ ما یکتب فی وثیقۃ السلم من قولہ جدید عامہ مفسدا ای قبل وجود الجدید اما بعدہ فیصح کما لا یخفی اور
جوہرہ مین ہی عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چینے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اُس سال مین وہ پیدا ہو گا یا نہین مین کہتا ہون اور بوجہ اس روایت کے
وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکھا جاتا ہی کہ اس سال کے نئے گیہون سو مفسد سلم ہی یعنی مفسد ہی قبل پیدا ہونے جدید کے اور بعد پیدا ہو چکنے کے تو سلم صحیح ہی چنانچہ
مخفی نہین وشرطہ ای شروط صحتہ التی تذکر فی العقد سبعۃ بیان جنس کبر او تمر و بیان نوع کسقی و بعلی وصفۃ کجید او ردی و قدر ککذا کیلا لا ینقبض ولا ینبسط
اور شرط سلم کی یعنے صحت سلم کی وہ شرطین جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ا بیان ہی مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون یا کھجور ۲ بیان نوع کا چنانچہ
آدمیون کے سینچے یا بارش آسمانی کے سینچے ۳ بیان اُسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا اُگی ہم بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے

بیضے وزن کس طرح ہی / سے کلام مین ہی (margin)

بالضم تخفیف ازرن / یعنی چینا (margin)

ہوگی اُس کیل سے جو سکڑے اور پھیلے نہین و اجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ٥ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم مین ایک مہینہ ہی اسی کا فتوی ہی ہم مقدار مدت مین اختلاف ہی
اور اصح وہ ہی جو محمد سے مروی ہی کہ ایک مہینہ ہی کیونکہ ادنی عاجل اور اقصے آجل ہی اور ماخوذ ہی مسئلہ اُیمین سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اُسنے قبل تمام ہونے
مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ ما دون شہر حکم عاجل مین ہی اور شہر و ما فوق اُسکے آجل ہی علما نے کہا اسی پر فتوی ہی کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی لا باس فی السلم فی نوع
واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہ فی وقت آخر اور حاوی مین ہی کہ سلم کرنے کا کچھ مضائقہ نہین نوع واحد مین اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت مین ہو اور بعض کا دوسرے وقت مین
ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیوخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن ولذا شرط دوام وجودہ لتدوم القدرة
علی التسلیم ہوتا اور باطل ہوجاتی ہی مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو رب السلم مسلم فیہ کو مسلم الیہ سے لے گا بسبب باطل ہوجانے مدت کے
مدیون کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسی واسطے یعنے ترکے سے مسلم فیہ کے لینے کے واسطے دوام وجود مسلم فیہ مشروط ہوا ہی صحت سلم مین تا اُسکی
تسلیم پر قدرت ہمیشہ رہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی تا مسلم الیہ کا وارث بعد اُسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو وبیان قدر راس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی مکیل
وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارة کما فی مذروع وحیوان ٦ مقدار راس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے چنانچہ مکیل اور
موزون اور عددی غیر متفاوت مین اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہی جیسے مذروع اور حیوان مین ہم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کیطرف اشارہ ہوا تو اب بیان اُسکی
مقدار کا ضرور نہین چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہان اشارہ بالاتفاق کافی ہی اسواسطے کہ مذروع مین گزون کا معلوم ہونا مشروط نہین کیونکہ عقد اُسکی مقدار سے
متعلق نہین اسواسطے کہ مسلم فیہ گزون کے شمار پر منقسم نہین اسواسطے کہ گز وصف ہی اُسکے مقابل مین کچھ ثمن نہین پڑتا تو اُسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہین کذا فی الطحطاوی
قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال ابن کمال ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ گاہے مسلم الیہ قادر نہین ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل پر تو راس المال
کے پھیر دینے کی حاجت ہوگی کذا صحح ابن کمال یعنی اگر مقدار راس المال کو عیب دار پاتا ہی تو اُسکو پھیر دیتا ہی اور رب السلم مجلس رد مین اُسکو بدل نہین دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا
اسقدر راس المال مین جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی رہیگا غیر مردود مین تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی مابقی مین کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہی بیان راس المال کی مقدار کا والسابع
بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ فیما لہ حمل ومؤنة اور ساتوان الیفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہی اُس مسلم فیہ مین جسمین بار برداری اور کلفت ہی یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری مین کلفت
اور مشقت ہو وہان بیان مکان الیفا شرط ہی نہ مانند مشک اور موتی کے ومثلہ الثمن والاجرة والقسمة اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہی ہم ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک
شخص نے عبد حاضر کو مکیل یا موزون سے اُدھار خرید کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان الیفا شرط ہی اور اجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا
بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام کے نزدیک مکان الیفا شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے
زیادہ لیا اور مقابلہ زیادت کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان الیفا شرط ہی بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی وعینا مکان العقد
وقالت الثلثة کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ہذہ واجبة التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہی واسطے ایفاء مسلم فیہ کے اور یہی
مذہب ہی باقی تینون اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب مین واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور
اتلاف اور غصب کا معین ہی ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہین فی الحال لہذا انہین وہی مکان متعین ہوگیا بخلاف
پہلی صورتون کے یعنے مسلم فیہ اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینة فکل محلاتہا سواء فیہ ای فی الایفاء حتی لو اوفاہ فی محلة منہا بری ولیس لہ ان یطالبہ فی محلة
اخری بزازیة الیفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر مین تو سب محلے اُسکے برابر ہین الیفا مین تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے مین بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہین کہ
اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلہ مین کذا فی البزازیہ وفیہا قبلہ شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح اجتماع الصفقتین الاجارة والتجارة اور بزازیہ مین قبل
مسئلہ سابقہ کے ہی کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لا کر پہونچانا اپنے گھر تک بعد الیفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہین بسبب مجتمع ہوجانے دو عقد کے یعنے اجارہ

اور تجارت ہم تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہو وما لا حمل لہ کمسک وکافور وصغار لؤلؤ لا یشترط فیہ بیان مکان الایفاء
اتفاقا ویوفیہ حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز مین اٹھانے کی کچھ حاجت نہین چنانچہ مشک اور کافور اور چھوٹے موتی تو اُسمین مکان ایفاء
مسلم فیہ کا بیان کرنا شرط نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اور پہونچاوے جہان اُسکا جی چاہے قول صحیح مین اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہو حمل اور مؤنت
اُس چیز مین نہین جسمین پٹھہ پر لادنے اور حمال کی مزدوری دینے کی حاجت نہین اور یہی قول معتمد ہو کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا تعین فالاصح فتح لانہ یفید
سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اُسمین جو مذکور ہو چکا یعنے جسمین بار برداری کی حاجت نہین تو مکان مشروط متعین ہو جائیگا قول اصح مین کذا فی الفتح
اسواسطے کہ تعین مکان سقوط خطرۂ راہ کی مفید ہو وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانہما وان ناما او مشیا فرسخا او اکثر اور
باقی رہا شروط سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہون یا بقدر فرسخ
یا زیادہ ساتھی چلے گئے ہون ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط مین تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہین ہین جنکا ذکر کرنا شرط ہوا انکا وجود بلا ذکر کافی ہی
ولو دخل لیخرج الدراہم ان توارے عن المسلم الیہ بطل وان بحیث یراہ لا اور اگر رب السلم مکان مین داخل ہوا تا دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہین وصحت الکفالۃ والحوالۃ والارتہان براس مال بزازیہ اور ضمانت اور حوالہ اور گرو رکھنا
سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہو ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بالشرط اتحاد مجلس اور اعتبار عاقدین کے
مجلس کا ہو نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور بصورت عدم قبض مذکور سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہین اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہو کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور
محتال علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ علی الصحۃ لا شرط انعقادہ بوصفہا فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض اور قبض راس المال
سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہو نہ شرط ہی انعقاد سلم کی بوصف صحت تو بصورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا
ولو ابی المسلم الیہ قبض راس المال اجبر علیہ خلاصہ اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اُسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصہ وبقی من الشروط کون
راس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وہو القدر المتفق او الجنس لان حرمۃ النساء تتحقق بہ اور باقی رہا شروط سلم سے ہونا راس المال کا
نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتون سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہو یا جنس ہو اسواسطے کہ حرمت تاخیر ثابت ہو جاتی
ہو ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہون مین اور اسیطرح زعفران اور گھی مین صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین مین وزن متفق ہی لیکن
کیفیت وزن مختلف ہی کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہین اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا مین ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدہا العینی تبعا للغایۃ سبعۃ عشر
اور عینی نے باتباع غایۃ التحقیق کے سلم کی شرطین سترہ شمار کی ہین ہم ازان جملہ چھ شرطین راس المال مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار راس المال
اور اسکا منقود اور مقبوض ہونا اور نو شرطین مسلم فیہ مین یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا جو متعین ہو
تعیین سے اور منضبط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور مذروع اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہو یعنے عقد کا لازم ہونا جسمین
خیار الشرط نہو اور ایک شرط بنظر بدلین ہو یعنی ربوا کی دو علتون مین سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف وغیرہ القدرۃ علی تحصیل المسلم فیہ اور
اپنی شرح مین مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہو یعنے قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہین باوجود اشتراط عدم انقطاع کے
نہر الفائق مین اسا قدرت علی التحصیل یہ ہو کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقولہ فان اسلم مائتی درہم فی کر بضم فتشدید ستون قفیزا والقفیز ثمانیۃ مکاکیک
والمکوک صاع ونصف عینی برحالی کون المائتین مقسومۃ مائۃ دینا علیہ ای علی المسلم الیہ ومائۃ نقدا النقد ہا رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصۃ الدین
باطل لانہ دین بدین وصح فی حصۃ النقد ولم یشع الفساد لانہ طاری حتی لو نقد الدین فی مجلس صح فی الکل مصنف نے شرط ثامن یعنے قبض راس المال

اپنے اس قول کو متفرع کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کر گیہون مین حالانکہ دو سو یون طرح مقسوم ہین کہ ایک سو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایک سو نقد
جنکو رب السلم نے فی الحال دیا اور دونون عاقد اسی حال پر جدا ہو گئے تو دین کے حصے مین سلم باطل ہے کیونکہ مبادلہ ہے دین کا دین سے اور یہ جائز نہین اور سلم صحیح ہے
نقد کے حصے مین اور یہ فساد تمام عقد مین شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل مین صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہو گیا اسلیے کہ اگر مجلس عقد
مین دین کو ادا کر دیتا تو کل دو سو درم مین سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کہ کر بضم کاف و تشدید راے مہملہ عبارت ہے ساٹھ قفیز سے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک
ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل بغدادی ہے اور ہر رطل ایک سو تیس درم کا ولو احدہما دنانیر او علی غیر العاقد فسد فی الکل اور اگر دو سو مین ایک سو دینار ہون
اور ایک سو درم غیر عاقد پر دین ہون تو سب دونون سو مین سلم فاسد ہے ولا یجوز التصرف للمسلم الیہ فی رأس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ
بنحو بیع و شرکۃ و مرابحۃ و تولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وہبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہین مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال مین اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ مین اسکے
قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ یہ تصرفات مذکورہ اُسی شخص سے کیے ہون جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہان تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ
مسلم الیہ کو ہبہ کر دے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کر لے ہم راس المال مین اسواسطے تصرفات جائز نہین کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد مین اور تصرف کرنا اُسمین
قبل قبض کے قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ مین اسواسطے تصرف درست نہین کہ وہ مبیع ہے اور بیع منقول مین قبل قبض کے تصرف جائز نہین شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم
دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دے تا نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ نفع یا فائدہ زیادہ دے یا اُسکے
برابر دے تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو و فی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری مین ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم مین اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا
جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسا کہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اُسکے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ
فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہین رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد مین اور اگر
سلم فاسد ہو تو استبدال راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون مین جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای الا سلمک
حالۃ قیام العقد او رأس مالک حال الفسخ فامتنع الاستبدال خرید مذکور جائز نہین قبل قبضہ کرنے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ لے درصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال لے درحالت انفساخ عقد تو بدلنا ممتنع ہو گیا
ہم یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمین گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی مین بالمعنی بایں لفظ ابو سعید خدری
سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ فی غیرہ یعنے جو ایک چیز مین سلم کرے وہ اُسکو اُسکے غیر مین نہ پھیرے اور یہ مقتضی ہے اسکو
کہ نہ لے مگر اُسی چیز کو کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ لجواز تصرفہ فیہ بخلاف السلم بخلاف بدل
صرف کے کیونکہ اُس سے استبدال جائز ہے لیکن بشرط مقبوض ہونے بدل صرف کے اقالہ کی مجلس مین بسبب جائز ہونے اُسکے تصرف کے بدل صرف مین بخلاف سلم کے یعنی راس المال
مین تصرف جائز نہین ہم یعنے اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کر لیا ہو اقالہ کی مجلس ہی مین اسواسطے کہ صرف مین تعین حاصل نہین ہوتی بدون
قبض کے کیونکہ اُسکا استبدال جائز ہے تو اسمین قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اُسکے اقالہ مین استبدال جائز نہین تو اسمین تعیین بالقبض کی حاجت نہین
لہذا اُسمین نفس قبض واجب ہوا بلا رعایت مجلس اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ کرا و امر المشتری رب السلم بقبضہ قضاء عما علیہ لم یصح للزوم الکیل مرتین
ولم یوجد اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر مین اگر اُسنے ایک کر گیہون مثلاً خرید کیے اور خریدار مذکور نے رب السلم کو امر کیا اُسکے قبضہ کر لینے کا اپنے اوپر سے دین ادا کرنے
کے واسطے تو صحیح نہین بسبب لازم ہونے کیل کے دوبار اور حالانکہ وہ یہان پایا نہین گیا ہم یہان ناپنا دوبار اسواسطے واجب ہوا کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد
مسلم الیہ اور اُسکے بائع مین اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم مین اور دونون عقد بشرط کیل ہین سو یہان حاصل نہین لہذا صحیح نہین اور اصل اسمین وہ

حدیث ہی جسمین بیع طعام سے نہی وارد ہی تاوقتیکہ اُسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا [illegible] ہون اور
ایک عقد مین تو ایک ہی بار کا پیمانہ کرنا کافی ہی اور قید کیل کی اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی موزون و معدود کا کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکر قرضا وامر مقرضہ بہ لانہ اعارۃ
لا استبدال اور اگر ایک کُر قرض ہو اور اپنے مقرض کو وہ قبض کا امر کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ قرض عاریت دینا ہی نہ بدلنا اسکی صورت یہ ہی کہ زید نے خالد سے ایک کُر گیہون قرض لیے
پھر زید نے ایک کُر گیہون خرید کیے اور خالد کو اُسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اُسے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہو سکتی ہی کہ [illegible] مدت اُسکی آئی تو مسلم الیہ
نے ایک شخص سے ایک کُر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اُسپر قبضہ کرنے کا مقرض سے تو جائز ہی کذا فی البحر کما صح لو امر المسلم الیہ رب السلم بالقبض [illegible] لنفسہ
ففعل فالکالۃ من زوال المانع چنانچہ قبض صحیح ہی اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبض کا اُسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اسکے امر کیا
رب السلم کے واسطے قبض کرنے کا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اُسکو دو بار پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبض کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے
تو یہ قبض صحیح ہی بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی مانع قبض عدم کیل مرتین تھا سو یہان دو بار پیمانہ کرنے سے زائل ہو گیا امرہ ای المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ
فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی وعاء رب السلم الغیبۃ اما بحضرتہ فیصیر قابضا بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ظرف البائع لم یکن قابضا لحقہ
بخلاف کیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبض لان حقہ فی العین والاول فی الذمۃ رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو ناپ کے میرے ظرف مین سو اُسنے
ناپ دیا اُسکے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن مین رب السلم کی غیبت مین اور اگر رب السلم کے سامنے ناپ دیا تو وہ قابض ہو جائیگا بسبب تخلیے کے یا مشتری نے بائع سے کہا
اسی طرح کے ناپنے کو سو اُسنے ناپ دیا بائع کے ظرف مین تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض نہو گا بخلاف ناپ دینے بائع کے مشتری کے ظرف مین مشتری کے امر سے
کہ وہ تو قبض ہی اسواسطے کہ حق مشتری کا عین حاضر مین ہی اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی [illegible] خلاصہ یہ ہی کہ یہان سلم اور خرید مین فرق ہی کہ صورت مذکورہ مشتری
قابض ٹھہریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق شی موجود مین ہی تو وہ مالک ہو گیا بمجرد عقد کے تو بائع اُسکا وکیل ہو گیا اسکا ظرف مین بخلاف سلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق
ثابت فی الذمہ ہی سو اُسکا مالک نہین ہو سکتا بدون قبض کے پھر جب قبض صحیح نہ ٹھہرا تو مسلم الیہ مستعیر ظرف ہو گیا اپنی ملک کی چیز کے رکھنے کے واسطے کیل العین
المشتراۃ ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا بھر دینا
مشتری کے ظرف مین قبض ہی بامر مشتری بسبب تابع ہونے دین کے عین کو صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص نے سلم کیا گیہون کے ایک کُر مین پھر جب سلم کی مدت آئی
تو رب السلم نے مسلم الیہ سے متعین گیہون بقدر ایک کُر کے خرید کیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی دین اور عین اُسمین بھر دے تو اگر اُسنے پہلے
عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف مین تو عین کا قابض ہوا کیونکہ اُسمین امر کرنا صحیح ہی اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہی باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین
اور دین کسی کا قابض نہو گا دین کا تو اسواسطے قابض نہوا کہ اُسمین امر کرنا صحیح نہین ہی اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھہرا کہ ملک کا خلط ہو گیا قبل تسلیم کے اور خلط
امام کے نزدیک استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسہ وہو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکے بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا
نہو گا قبض اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہی نقض بیع اور شرکت مین ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہین لہذا مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ ڈالے
چاہے اُتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اسلم امۃ فی کر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح
لبقاء المعقود علیہ وہو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب الضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کُر گیہون مین اور لونڈی پر قبضہ ہو گیا پھر رب السلم
اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مر گئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہی یا لونڈی پہلے مر گئی اُسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہی بسبب باقی رہنے
معقود علیہ یعنے مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہی دونون صورتون مین وہ قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبض ہی تو سبب ہی
ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوئی ہم صورت ثانیہ مین اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر معتمد ہی اور بقاء عقد بیع کی بقا پر ہی تا اینکہ و

مقبوض ہوا اور اسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمے باقی ہی تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد عین متعذر ہی لہذا اُسکی قیمت واجب ہوئی کذا فی النہر **کذا الحکم فی المقایضۃ** اور اسیطرح سلم کے مانند حکم ہی مقایضہ مین ہم یعنی اقالہ صحیح ہی خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ (بیع عین کی عین کے ساتھ) مین ہر عوض مبیع ہی من وجہ اور ثمن ہی من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہالک ثمن ٹھہریگا **بخلاف الشراء بالثمن فیہما**

لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہی بیع مین ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مرگئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہی بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہی اور ہلاک مبیع قبل القبض مبطل اقالہ ہی بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ہلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہی کہ اقالہ جائز ہی سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اُسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین **تقایلا البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ** قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہوا اُسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہی اور بیع بحال خود قائم ہی کذا فی القنیہ **والقول لمدعی الرداۃ والتاجیل لا لنافی الوصف** وہو الرداءۃ **والاجل** اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہی نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا یعنے اگر ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہی اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہی نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداءت یعنی نقصان بیان بطور مثال کے ہی تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہی تقدیر اجل سے لیکن یہان تاجیل سے اجل (تقدیر مدت) مراد ہی اور اجل عبارت ہی غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی

والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندہما وعندہ للمنکر اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اُسکے ساتھی کا قول معتبر ہی بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اُسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہی ہم تعنت لغت مین اس سے عبارت ہی کہ انسان وہان گرے جہان سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہی کہ اُسکا منکر ہو جو اُسکے حق مین نافع ہی تعنت کی صورت یہ ہی کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہی تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہی تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مسلم الیہ متعنت ہی اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہی کہ اپنے مضر چیز کا منکر ہو چنانچہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا اور چنانچہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا بلکہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہی کیونکہ وہ مدعی ہی صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہی اگرچہ صحت کا منکر ہی اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتمد ہی کہ مدعی صحت ہی اگرچہ دوسرا منکر ہی اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہی اگرچہ منکر صحت ہی صاحب درر نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنے تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندہما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق مین بھی امام اور صاحبین کا مذہب درر کے مانند مصرح ہی طحطاوی نے کہا عقد واحد پر اتفاق ہونا چنانچہ اس مقام مین ہی اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہی کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہی دوسرا عقد نہین بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور بصورت صحت شرکت متحقق ہوگی **ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ** اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہی کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہی ہم طالب سے مراد رب السلم ہی جو اقل مدت کا مدعی ہی **وای برہن قبل وان برہنا**

قضی ببینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لاثباتہا الزیادۃ اور دونون مین سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونون گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہون پر قاضی کا
حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادت کے یعنی زیادت اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرہن الاخر وان برہنا فبینۃ المطلوب
اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے مین تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مطلوب کے
گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونون سلم مین اختلاف کرین یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی تو دونون قسم کھاوین بطریق استحسان
کے کذا فی الفتح والاستصناع ہو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا ہے یہ لغوی معنی ہین اور شرع مین استصناع یہ ہے کہ صانع
یعنے کاریگر جیسا کہ موزہ گر یا کفشگر یا ٹھٹھیرے سے کہے کہ مجکو اتنا لنبا جوڑا موزہ یا کفش بنادے یا ایسی دیگچی جسمین اتنا سماوے اور وزن اُسکا اتنا اور شکل ایسی ہو اتنی قیمت کو
بنادے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر باجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما سلم فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر اسمین
مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہو نہ بطریق استعجال کے اسواسطے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہین ہوجاتا ہے پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو
بطور مدت دیکھے جلد ثانی
شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیر ذلک ہم اگر استصناع مین سلم کی مانند مدت ہے چنانچہ ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے
بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہین تو وہ استصناع ہے اگر اسمین تعامل خلق جاری ہو اور اگر تعامل نہین تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال مذکور ہے
اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال مذکور ہو اس طرح پر کہ اُسنے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسون تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے
ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ مین ایسا کچھ مذکور ہے اور مصنف کا کلام اُس مدت مین موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام اپنے
محل پر نہین کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہین اور یہی قول ہے زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہین ہوسکتا کیونکہ استیجار
اُس عمل پر جو اجیر کی ملک مین ہے جائز نہین چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اُٹھا لیچل اس مکان سے وہان تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگین کر اتنی مزدوری
پر تو صحیح نہین اور نہ استصناع بیع ہوسکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہین ولیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل و رواج کے جو راجع ہے
اجماع عملی کی طرف زمانہ رسالت سے اب تک بلا انکار اور اس طرح کا تعامل اس حدیث مین مندرج ہے کہ لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی اور ثابت ہوا ہے
کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا التعامل ناس پر استصناع مقصود ہوا اور جسمین تعامل نہین اسمین عدم جواز ہے بنظر قیاس مذکور کے چنانچہ جولاہے
سے بنوانا اُسکے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اُسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جبرا فیہ تعامل اہم لا وقالا الاول استصناع استصناع موجل باجل معلوم سلم ہے
خواہ اسمین تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا کہ اول یعنی جسمین تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے نہ سلم وبدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست
بمہملۃ وذکر فی المغرب بالشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمین معمول لوگون کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس مین استصناع صحیح ہے
شارح نے کہا طست بسین مہملہ ہے اور مغرب مین اسکو بشین معجمہ ذکر کیا ہے اور گاہے اسکو طسوت بھی بولتے ہین ہم طست لغت طی مین طس بسین مشدد تھا ایک سین کو تاء مثناۃ فوقانیہ سے
بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یون کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق
بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اُسکے بیع ہونے پر تصریح کی اپنے آیندہ قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الامر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی
کیجائیگی اُسکے بنانے پر اور بنوانے والا اُس سے پھر نہین سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور آمر پر عدم رجوع لازم نہوتا والمبیع ہو العین لا عملہ
خلافا للبردعی اور استصناع مین بیع خود وہ شی مستصنع ہے نہ عمل اُسکا برخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح
ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا سو آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اُسکا لینا صحیح
نہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور مبیع متعین نہین ہوجاتی آمر کے واسطے بدون اُسکی

روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اُس سے کھیلنا جائز ہی م طحطاوی نے کہا کہ طرز بیان اسپر دلالت کرتا ہی کہ یہ قول بھی ضعیف ہی **وصح بیع الکلب** ولو عقورا
والفہد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعہا حتی الہرۃ وکذا الطیور **علمت او لا** سوی الخنزیر وہو المختار للانتفاع بہا وبجلدہا کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور صحیح ہی
بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندون کی بیع اُنکی باقی اقسام کے ساتھ یہان تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہی اور اسیطرح درندون پرندون
کی خواہ وہ معلم ہون یا نہون سوا سور کے اور یہی قول صحت بیع کا مختار ہی بسبب فائدہ لینے کے انسے اور انکی کھالون سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین پہلے ذکر چکے ہین
م امام شافعی کے نزدیک بیع کلب مطلقاً جائز نہین بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرنی سے لیکن
ابو حنیفہ نے اپنی مسند مین ہثیم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب
شکاری کی ثمن مین اور سند اس حدیث کی جید ہی اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہی کہ ہثیم ثقات تابعین سے ہی و تمامہ فی فتح القدیر **والتسخر بالقرد وان کان حراما**
لا یمنع بیعہ بل یکرہ کبیع العصیر شرح وہبانیہ اور مسخراپن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہی مانع اُسکی بیع کا نہین بلکہ اُسکی بیع مکروہ ہی چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے
سے کذا فی شرح وہبانیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا لا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس ومثلہ سائر السباع عینی لائق نہین کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ
کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین کذا فی العینی م یعنی کتے کا گھر مین رکھنا جائز نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل
حدیث صحیح **من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیۃ نقص من اجرہ کل یوم قیراطان** کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھیگا سوائے شکار اور مواشی کے کتے کے تو اُسکے ثواب
سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناؤہ لصید وحراسۃ ماشیۃ وزرع اجماعاً اور جائز ہی کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے
بالاتفاق کما صح بیع **خرء حمام کثیر** جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہی طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہی جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ اقل
قیمت مبیع ہی **وصح ہبتہ قلیلہ** اور صحیح ہی اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیہ **وادنی القیمۃ التی تشترط لجواز البیع فلس** اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہی
ایک پیسہ ہی ولو کانت کسرۃ خبز لا یجوز قنیہ اور قیمت اگر ٹکڑا ہو روٹی کا تو جائز نہین کذا فی القنیہ م یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہین کذا فی الطحطاوی
کما لا یجوز بیع ہوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہین زمین کے کیڑون کا بیچنا مانند خنافس اور سیہی
اور بچھو اور چھپکلی اور گوہ کے م خنافس جمع ہی خنفساء کی بضم خائے معجمہ وسکون نون وفتح فا کہ سیاہ کیڑا ہی گندہ بو سوائے جعل کے فارسی مین اُسکو جز دوک کہتے ہین
طحطاوی نے کہا محیط مین ہی کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہی بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے معالجے مین اُسکی طرف حاجت
ہی **ولا ہوام البحر کالسرطان** اور جائز نہین دریا کے کیڑون کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے م چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی اور کیڑون سے فائدہ لینا حرام ہی
لہذا انکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وکل ما فیہ سوی سمک وجوز فی القنیۃ بیع ما لہ ثمن کسقنقور وجلود خز وجمل الماء لو حیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا
مین ہین سوائے مچھلی کے اُنکی بیع جائز نہین اور قنیہ مین جائز کہا ہی اُسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہی چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے
اُسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہی یعنی بلا قید حیات م سقنقور جانور ہی گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ مین بے مثل ہی اور خز بفتح خائے معجمہ اور زائے معجمہ مشددہ
دریائی جانور ہی اُسکے صوف سے کپڑا بنا جاتا ہی بحر الجواہر مین ہی کہ صاحب ذخیرہ نے کہا کہ خز جانور ہی جسکا خصیہ جند بید ستر ہی صاحب مغرب نے کہا خز جانور کا نام ہی پھر یہ نام
اُس کپڑے کا ہو گیا جو اُسکے صوف سے بنا جاتا ہی وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بہا فی الادویۃ والا لا ورد فی البدائع بانہ غیر سدید لان المحرم شرعاً لا یجوز الانتفاع
بہ للتداوی کالخمر فلا تقع الحاجۃ الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپون کی بیع کو جائز کہا ہی اگر اُنسے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین چنانچہ تریاق فاروق
وغیرہ مین اور اگر فائدہ نہین تو بیع جائز نہین اور اس قول کو بدائع مین رد کیا ہی اس طرح کہ یہ کلام راست اور درست نہین اسواسطے کہ جو چیز شرعاً حرام ہی اُس
سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہین مانند شراب کے تو اُسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہین ہوتی م کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا

کہ یہ امر جیز سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہی جبکہ اُسی مین شفا معلوم ہوا ور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق ما بین القولین یہ ہو سکتی ہی کہ قول فقیہ موضح اُسصورت پر
محمول ہی جبکہ شفا سانپ کے استعمال مین منحصر معلوم ہوا ور بدائع کا قول اُس صورت پر محمول ہی جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہی واللہ تعالی اعلم **و یجوز بیع دہن نجس**
ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہی بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہی کہ بالذات نجس نہین نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اُسکو مسائل
بیع مین بیع فاسد کے باب مین مقدم ذکر کر چکے ہین ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا **و ینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد** لما مر اور فائدہ
لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اُس مکان مین جو مسجد کے سوا ہی چنانچہ کتاب الطہارۃ مین گذر گیا **والذمی کالمسلم فی بیع** کصرف وسلم وربوا وغیرہا
اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہی بیع مین چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ مین ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہی تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہین
وہ اُسکو بھی جائز ہین اور جو مسلم کو جائز نہین وہ اُسکو بھی جائز نہین سوائے مستثنات آیندہ کے **غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفہا**
بل بخنق او ذبح مجوسی فانہا کالخنزیر وقد امرنا بترکہم وما یدینون بیع مین ذمی مسلم کے مانند ہی سوائے شراب اور سور اور اُس مردار جانور کے جو خود بخود نہین مر گیا
بلکہ گلا دابنے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہی اور ہم مامور ہین اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا
کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیاء مین اسواسطے نہین کہ یہ چیزین اُنکے حق مین شرعاً مباح ہین چنانچہ بعضے سمجھے ہین بلکہ حرمت اُنکے حق مین بھی ثابت ہی کیونکہ
بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہین لیکن وہ اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہین جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہین اور ہم مامور ہین اُنکے اعتقادیات
کے عدم تعرض پر **وصح شراءہ ای الکافر** کما قدمناہ فی البیع الفاسد **عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منہما** اور صحیح ہی کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا یا مصحف
شریف کا یا دونون مین سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد مین ذکر کر چکے ہین **و یجبر علی البیع** اور کافر پر زبردستی کیجائیگی
بیچ ڈالنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید کریگا تو مالک ہوگا لیکن حاکم زبردستی اُس سے بکوا ڈالے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی
بے ادبی کا خوف ہی **ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن اقام القاضی لہ ولیا** اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اُسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی
نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کر دے تا کہ اُسپر بیع مین زبردستی کیجائے **وکذا لو اسلم عبدہ وتبعہ طفلہ** اور اسیطرح جبر کیا جائیگا بیع مین اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے
اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام مین **ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر ایضا** اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اُسکو مکاتب کیا تو جائز ہی پھر اگر مکاتب
ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جائیگا بیچ ڈالنے کے واسطے **ولو دبرہ او استولدہا سعیا فی قیمتہما** اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا
یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونون محنت مزدوری کرین اپنی قیمت کے ادا کرنے مین **ویوجع ضربا بوطیہ مسلمۃ وذلک حرام** اور ذمی مستولدہ دردناک کیا جاوے
مار کوٹ کر مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا **من عادتہ شراء الامرد ان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد** نہر وغیرہ **وکذا محرم اخذ**
صید الیومر بارسالہ لونڈون کا خرید کرنا جسکی عادت ہی تو اُسپر امرد کی بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسیطرح جس محرم نے شکار لیا
تو اُسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے **ولو اسلم مقرض الخمر سقطت ولو المستقرض فروایتان** اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط
ہو گئی یعنے اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہی اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتین ہین ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہی
اور دوسری روایت ادائے قیمت کی اور یہی قول ہی محمد کا کذا فی الطحطاوی **وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی نکحہا مشتریہا قبل قبضہا قبض لمشتریہا**
لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی لونڈی کا نکاح کر دیا اُسکے مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہی اُسکے مشتری کا
بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اُسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کے مانند ہوا **لا مجرد نکاحہا** استحسانا فقط اُسکا
نکاح کر دینا بلا وطی زوج قبض ہی مشتری کا بطریق استحسان کے **فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول الثانی ہو المختار**

تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف کے قول مین اور یہی مختار ہی وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموتہا فلو بہ قبل القبض لم یبطل النکاح
وان بطل البیع فیلزمہ المہر المشتری فتح اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہی اُس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہو اور اگر بیع کا باطل ہونا
اُسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہو گا اگرچہ بیع باطل ہوگئی تو اُسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا مشتری کے واسطے مہر کا لازم
ہونا فتح القدیر مین مذکور نہین اور شیخ شاہین نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ یہ کیونکر ہوگا کہ لونڈی تو ہلاک ہو بائع کے مال سے اور مہر کا مالک مشتری ہو جالانکہ قول فقہا
یہ ہی کہ نفع بدلے نقصان کے ہی کذا فی الطحطاوی اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی وغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ
فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان ذہابہ الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب وادی الثمن فضل
یمسکہ للغائب ان نقص بیع البائع اذ ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادا ے ثمن کے غائب ہوا بغیبت معروفہ یعنی اُسکا مکان معلوم ہی
اور اُسکے بائع نے گواہ قائم کیے اسپر کہ اُسنے اُسکو بیچا شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اُسکے دین مین نہ بیچی جائیگی اسواسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس
ممکن ہی اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہان ہی تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اُسکو بیچے یا غائب کا مامور بیچے برعایت حال غائب کے اور ثمن بائع
ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اُسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اُسکا پیچھا کرے جبکہ اُسکو پاوے شارح نے کہا چیز منقول کی
قید اسواسطے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا
اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنے اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہوگیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو لائق یہ ہی
کہ بیع اُسکی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین وان اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہا فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل و
دفع الکل للحاضر اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اور اُنمین سے ایک شخص غائب ہوا یعنی اسطرح پر کہ اُسکا مکان معلوم نہین کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اُسکا کل ثمن دینا
جائز ہی اور بائع پر زبردستی کیجائے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے دینے پر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد
المستاجرین اور حاضر کو جائز ہی مبیع پر قبضہ کرنا اور اُسکا روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہان تک کہ اُسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد
المستاجرین کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اُسکو حبس کرنا تا ادا ے اجرت جائز نہین والفرق ان
للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ مین یہ ہی کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا پورا ثمن لینے کے واسطے جائز ہی تو مشتری حاضر مضطر ٹھہرا بخلاف
موجر کے مثلا یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے ملک سے فائدہ لینا ممکن نہین بدون ادا کرنے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ٹھہرا اور مضطر کو
رجوع ثمن اور حبس مبیع مین اختیار ہی بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا نہ مضطر اسواسطے کہ موجر کو حبس دار کا
استیفاء اجرت کے واسطے جائز نہین کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی درصورت شرط تعجیل اجرت اجارہ درحکم بیع ہوگا یہ
بحث ہی صاحب نہر الفائق کی نہ روایت مذہب باع شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا بہ ای بالمثقال فیجب خمسمأۃ مثقال من کل منہما لعدم الاولویۃ کوئی
چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے بسبب عدم اولویت کے کہ مثقال
چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوے مشتری پر بسبب عدم ترجیح
کے نہر الفائق مین کہا لیکن اس صورت مین بیان صفت جودت وغیرہا شرط ہی اور اگر یون کہا کہ ہزار دراہم اور دنانیر سے بیچا تو بیان صفت شرط نہین کہ وہان جیدہی مراد ہونگے
وفی بیعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع مین
بعوض ہزار کے سونے اور چاندی کے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک وزن مقرری مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے و چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

ہم یعنے پانسو دینار مثقال اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے کیونکہ یہی متعارف ہی کذا فی النہر ومثلہ الحلی کحنطۃ وشعیر وسمسم لزم من کل ثلث کرو ہذا قاعدۃ فی المعاملات
کلہا کالمہر والوصیۃ والودیعۃ والغصب والاجارۃ وبدل الخلع وغیرہ فی موزون ومکیل ومعدود ومذروع عینی اور مانند بیع کے اقرار ہی چنانچہ یون کہا کہ اُسکا میرے اوپر ایک کر
گیہوں اور جو اور تل ہین تو ہر ایک اشیا ثلثہ سے کر کی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل اور انقسام قاعدہ کلیہ ہی جمیع معاملات مین مانند مہر اور وصیت اور امانت اور
غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے موزون اور کیل اور معدود اور مذروع مین کذا فی العینی ہم مہر کی صورت یہ ہی کہ ایک عورت کا مہر ہزار مثقال ذہب اور فضہ سے
معین کیا تو پانسو مثقال ذہب کے اور پانسو فضہ کے واجب ہونگے اور اگر ہزار معین کیے سونے اور چاندی سے تو ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا یعنی پانسو دینار مثقالی اور
پانسو درم فضہ کے وعلی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہما موزون کی مثال یہ ہی کہ گھی اور شہد اور زیت کے ایک قنطار کا اقرار کیا تو ایک مین سے ثلث قنطار واجب ہوگا
اور مکیل کی صورت خود شارح بیان کرچکا اور معدود کی صورت یہ ہی کہ سو انڈے اور انار اور سیب کا اقرار کیا اور مذروع کی مثال یہ ہی کہ سو گز کتان اور ریشم اور خز کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی
وقولہ **وزن سبعۃ تقدم فی الزکوۃ** اور مصنف کا یہ قول بوزن سبعۃ کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوچکا ہم وزن سبعۃ سے مراد یہ ہی کہ دس درم سات مثقال کے وزن کے برابر ہون اور مثقال
بیس قیراط اور ہر درم چودہ قیراط اور ہر قیراط پانچ جو وافاد الکمال ان اسم الدراہم یتصرف للمتعارف فی بلد العقد ففی مصر ینصرف للفلوس اور کمال الدین نے فائدہ بیان کیا ہی
کہ درم کا نام پھیرتا ہی اسکی طرف جو مشہور ہو عقد کے شہر مین تو مصر کے شہر مین درم سے فلوس مراد ہونگے وافاد فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الازمان فافتی اللقانی
بانہ یساوی نصفا وثلثۃ فلوس فلو اطلق الواقف الدرہم اعتبر زمنہ ان عرف والا صرف الفضۃ لانہ الاصل کما لو قیدہ بالنقرۃ کواقف الشیخونیۃ والصرغتمشیۃ
ونحوہما فقیمۃ درہمہا نصفان اور نہر الفائق مین تصریح کی ہی کہ درم کی قیمت مختلف ہی باعتبار اختلاف ازمان کے سو لقانی نے فتوی دیا کہ درم برابر ہی ساڑھے تین فلوس
کے تو اگر وقف کرنے والا درم کو مطلق کہے چاندی یا تانبے کی قید نہ لگاوے تو اُسکے زمانے کا اعتبار ہوگا اگر اُسکے زمانے کا عرف معلوم ہو اور نہین تو درم چاندی کے
درم کی طرف منصرف ہوگا کیونکہ وہی اصل ہی چنانچہ اگر درم کو نقرہ کے ساتھ مقید کیا یعنی یون کہا کہ نقرہ کا درم تو چاندی کا درم مراد ہوگا چنانچہ شیخونیہ اور صرغتمشیہ اور
اُسکے مانند نے درم نقرئی کی قید لگائی ہی تو اُسکے درم کی قیمت دو نصف ہی ہم لقانی سے مراد علامہ ناصر الدین لقانی مالکی ہی کذا فی النہر طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ درم
کی قیمت دو نصف ہونا یہ کلام ہی صاحب نہر کا اور یہ اُسوقت مسلم ہی جبکہ دراہم مذکورہ صاحب نہر کے نزدیک متغیر نہو گئے ہون علاوہ اسکے صاحب نہر خود اول ذکر کرچکا ہی
کہ زمانہ واقفین کا اعتبار ہی تو اُس سے عدول کرنا نچاہیے وافاد المصنف ان النقرۃ تطلق علی الفضۃ والذہب وعلی الفلوس النحاس بعرف مصر الآن فلا بد من مرجح فان
لم یوجد فالعمل علی الاستیمارات القدیمۃ للوقف کما عولوا علیہا فی نظائرہ کمعرفۃ خراج ونحوہ قال وبہ افتی المنلا ابو السعود افندی اور مصنف نے اپنی شرح مین تصریح کی ہی
کہ نقرہ بولا جاتا ہی چاندی اور سونے اور فلوس مسی پر مصر کے بالفعل کے عرف مین تو درم نقرئی کی قید مین بھی مرجح ضرور ہوا سو اگر مرجح نہ پایا جاوے تو وقف کی
عطایاے قدیمہ پر عمل ہوگا چنانچہ فقہا نے نظائر وقف مین اُسپر اعتماد کیا ہی چنانچہ معرفت خراج اور اُسکے مانند مین مصنف نے کہا اور اسی کا فتوی دیا ہی ملا ابو سعود
افندی نے ہم مرجح اعدل وہ ہی جو صاحب نہر نے بیان کیا ہی یعنی اعتبار زمانہ واقفین اگر معلوم ہوسکے والا بقول مصنف استیمار قدیم معتبر ہوگا استیمار قدیم سے مراد عطا
قدیمی ہی کذا فی الطحطاوی **ولو قبض زیفا بدل جید کان لہ علی آخر جاہلا بہ** فلو علم والنفقۃ کان قضاء اتفاقا ونفق او انفقہ فلو قائما یردہ اتفاقا فو قضاء لحقہ اور
اگر ایک شخص نے کھوٹے درم ناواقفی سے قبض کیے عوض کھرے درمون کے جو دوسرے شخص پر اُسکے تھے اور درم خرچ ہوگئے یا اُسنے خرچ کرڈالے تو یہ اُسکے حق سے ادا
ہوجاتا ہی طرفین کے نزدیک سو اگر کھوٹا ہونا اُسکو معلوم ہوا اور اُسنے خرچ کرڈالا تو ادا ہے حق باتفاق طرفین اور ابو یوسف ہی اور اگر ناواقفی سے کھوٹے درم لیے
اور وہ ہنوز موجود ہین تو اُنکو بالاتفاق پھیر دے ہم بحر الرائق مین کہا کہ ابو نصر نے کہا درہم زیف عبارت ہی درم مغشوش سے نہر الفائق مین ہی کہ درم زیف وہ ہی جو بیت المال
مین نہ داخل ہو وقال ابو یوسف رح اذا لم یعلم یرد مثل زیفہ ویرجع بجیدہ استحسانا کما لو کانت ستوقۃ او نبہرجۃ واختارہ للفتوی ابن کمال قلت ورجحہ فی البحر والنہر
والشرنبلالیۃ فیہ یفتی اور ابو یوسف نے کہا کہ جب صاحب حق کو درم کا کھوٹا ہونا معلوم نہو تو بعد خرچ ہوجانے کے اُسکے مانند کھوٹے درم پھیر دے اور کھرے درم اُس سے

[illegible]

ولذا لو اشتری لم یقل بہذہ الدراہم واعطی من الدراہم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خرید کی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خرید کی اور ثمن دیا دراہم سے یعنی دراہم مغصوبہ سے
ھم فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ اگر مال غصب کیا یا ودیعت اور مضاربت مین مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول مین زائد مال کو تصدق
کرے اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اُسکو حلال ہی اور اگر کوئی چیز بغیر غصب خرید کی اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خرید کی اور غیر غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہی ابو یوسف
کے قول مین اور امام نے کہا کہ اسمین تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی وفع مالہ مضاربۃ لرجل جاہل جاز اخذ ربحہ مالم یعلم انہ اکتسب الحرام اپنا مال دیا بطریق مضاربت کے اُس مرد
کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہی تو اُسکی منفعت لینا جائز ہی جب تک معلوم نہو کہ اُسنے کسب حرام سے حاصل کیا ھم طحطاوی نے کہا مناسب مقام وہ مسئلہ ہی جو خانیہ مین
مذکور ہی کہ ایک مرد نے کچھ خرید کیا تو اُسپر یون سوال کرنا کہ وہ حلال ہی یا حرام ہی لازم ہی یا نہین تو تامل کرنا چاہیے کہ اگر بائع اُس شہر اور اُس زمانے مین ہو جسکے
بازارون مین اکثر مال حلال ہی تو مشتری پر پوچھنا لازم نہین اور بناء حکم ظاہر پر رکھی اور اگر غالب مال حرام ہو یا بائع حلال حرام دونون بیچتا ہو تو احتیاط کرے اور سوال
کرے سن رمی تر بہ لا یجوز لاحد اخذہ مالم یقل حین رمی لیاخذہ من اراد جسنے اپنا کپڑا پھینکدیا تو کسیکو اُسکا لینا جائز نہین جبتک کہ اُسنے اپنا کپڑا پھینکنے کے وقت
یون نہ کہا ہو کہ اسکو لے جسکا جی چاہے ھم یہ قول ظاہر اباحت ہی نہ ہبہ کیونکہ موہوب لہ متعین نہین اور مباح لہ کو استہلاک مباح کا مبیح کی ملک پر جائز ہی اور جبکہ اباحت
یا عدم اباحت کا قول معلوم نہو تو ظاہر الینا جائز نہین کیونکہ بقاء ملک مالک اصل ہی کذا فی الطحطاوی باع الاب ضیعۃ طفلہ والاب مفسد فاسق لم یجز بیعہ استحسانا باپ نے
اپنے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہی تو اُسکی بیع جائز نہین بطریق استحسان کے شرت لطفلہا علی ان لا ترجع علیہ بالثمن جاز وہو کالہبۃ استحسانا
مان نے اپنے طفل کے واسطے کوئی چیز خرید کی اس شرط پر کہ صغیر پر رجوع ثمن نہ کریگی تو جائز ہی اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہی بطریق استحسان کے قال الاسیر اشترنی
او قلنی فشراہ رجع بالادی کانہ اقرضہ قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید کر یا مجکو خلاص کر سو اُسنے اسکو خرید کیا تو جو اُسنے دیا ہی پھیر لے قیدی سے گویا
اُسنے اُسکو قرض دیا ھم پھیر لینا احد القولین ہی اور مفتی بہ عدم رجوع ہی اور اسیر کے مانند وہ شخص ہی جسکو سلطان نے مصادرہ کے واسطے پکڑا کذا فی الطحطاوی
وعن جامع الفصولین ولو قال بالف فشراہ باکثر لم یلزمہ الفضل لانہ تخلیص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجکو مثلاً ہزار درم سے خرید کر سو اُسنے اُسکو زیادہ ہزار درم سے
خرید کیا تو اُسپر ہزار درم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ یہ خلاص کرنا ہی نہ خرید کرنا ھم جامع الفصولین مین لزوم رجوع فضل مذکور ہی اور تعلیل تخلیص مفید لزوم ہی نہ عدم لزوم
کذا فی الطحطاوی للخصاشتری دار آوربغ دتاذی جیرانہ ان علی الدوام یمنع وعلی الندرۃ یتحمل منہ اور ایک گھر خرید کیا اور اُسمین دباغت یعنی چمڑا پکایا اور اُسکے پڑوسی
اذیت پانے لگے تو اگر دباغت علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر گاہے کرتا ہو تو برداشت کرنا چاہیے ھم جامع الفصولین مین ہی ایسے مسائل مین قیاس یہ ہی
کہ جو اپنے ملک خاص مین تصرف کرے وہ روکا نہ جاوے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن یہ قیاس متروک ہی وہان جہان غیرون کو ضرر ہو بطرز صریح بعضون نے کہا اسی کو اکثر مشایخ
نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی شری لحما علی انہ لحم غنم فوجدہ لحم معزلہ الرد گوشت خرید کیا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہی اور اسکو بکری کا گوشت پایا
تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی ھم غنم بکری کو بھی شامل ہی سو پھیر دینے کی کیا وجہ ہی مگر یہ کہ عرف مین غنم بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لی من ہذا اللحم ثلثۃ ارطال فوزن لہ
اجبر من ہذا الخبز فوزن لم یجبر مشتری نے کہا کہ مجکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اُسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جائیگا اُسکے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی
مین سے تول دے اور اُسنے تول دی تو اُسپر لینے کے واسطے جبر نہوگا شری بزرا غریفیا فاذا ہو ربیعی او شری بزر بطیخ فاذا ہو بزر القثاء ان قائما ردہ وان مستہلکا
فعلیہ مثلہ خرید کیا خریف کا بیج اور وہ ربیع کا بیج نکلا یا خرید کیا خربوزے کا بیج اور وہ ککڑی کا بیج نکلا اگر قائم ہو تو اُسکو پھیر دے اور اگر مستہلک ہو تو اُسپر اُسکے مانند
پھیر دینا جائز ہی ھم پھیر دینے کی وجہ یہ ہی کہ جو مشتری نے لیا وہ غیر مبیع ہی ساوم صاحب الزجاج فرفع لہ قدحا فنظرہ فوقع منہ علی اقداح فانکسرت ضمن الاقداح لا القدح
الواقع ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اُسنے پیالہ دیا کہ اسکو دیکھے سو اُسکے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا اور پیالون پر کہ وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے
پیالون کا نہ اُسی پیالے کا جو گر پڑا ھم پیالون کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگون کے اموال مین خطا معاف نہین اور اُس پیالے کا ضمان اسواسطے

نہین کہ وہ مقبوض علی سوم الشرا ہو یا علی سوم النظر ہو بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہو کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً مضمون نہین شتری شجرۃ باصلہا وفی قلعہا
من الاصل ضرر بالبائع یقطعہ من وجہ الارض من حیث لا یتضرر بہ البائع ولو انہدم من سقوطہ حائط ضمن القالع ما تولد من قلعہ ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت
اور جڑ سے اُسکے اُکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہو تو اُسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہو اور اگر اُسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو
درخت کا اُکھاڑنے والا اُسکا تاوان دے جو اُسکے اُکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراہم زیوفا فکسرہا المشتری لا شی علیہ ونعم ما صنع حیث غشہ وخانہ وکذا لو دفع الیہ
لینظر الیہ فکسرہ کھوٹے درم دیے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا اسپر کچھ تاوان نہین اور اسنے بہت اچھا کیا کیونکہ اُسنے اُسکو دغا دی اور خیانت کی اور
اسیطرح اگر اُسنے اُسکو دیا تا وہ اُسکو دیکھے اور اُسنے اُسکو توڑ ڈالا تو اُسپر کچھ نہین ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجاے مشتری بائع کہتا یا یہ مسئلہ عقد صرف
پر محمول ہو کہ وہان ہر عاقد بائع اور مشتری صادق آتا ہو لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشہ او کان ظاہرا یراہ ولذا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی حنطۃ خلط فیہا
الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعہ وان طحنہ لا یبیع کچھ مضائقہ نہین مغشوش چیز کی بیع مین جبکہ بائع اسکی ملونی بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری
اُسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اُس گیہون مین جسمین جو مخلوط ہون اور جو نظر آتے ہون اُسکی بیع مین کچھ مضائقہ نہین [illegible]
اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہین رہتا ہان اگر بیان کر دے تو بیچ جائز ہو وقال الثانی فی رجل معہ فضۃ نحاس لا یبیعہا حتی یبین
اور ابو یوسف نے کہا اُس مرد کے باب مین جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو نہ بیچ کرے یہان تک کہ بیان کر دے وکل شی لا یجوز فانہ ینبغی ان یقطع ویلقی
صاحبہ اذا انفقہ وہو یعرفہ اور جو چیز کہ ظاہر نہین سو لائق یہ ہو کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اُسکا مالک مار کھاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے جان بوجھکر شتری [illegible]
بدرہم فدفعہا الیہ وقال ہی بدرہمک لا ینفقہا حتی یعدہا پیسے خرید کیے درم سے سو بائع نے اُسکو پیسے دیے اور کہا کہ یہ تیرے درم کے عوض ہین تو اُنکو خرچ
نہ کرے جب تک کہ شمار نہ کرے ہم ظاہر اشمار کرنا اُس صورت پر محمول ہو جبکہ بیع بطریق عدد کے ہوئی ہو نہ بطریق وزن کے شمار کرنا اس احتمال سے ضرور ہوا کہ
شاید درم باعیب ہون تو فلوس کے خرچ کر ڈالنے کے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شتری بالدرہم الزیف ورضی باقل ما اشتری بالجید حل لہ کوئی چیز خرید کی کھوٹے درم
سے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہین اُسکے کمتر سے راضی ہو گیا تو اُسکو حلال ہو یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بھر بکتی ہو اور اُسنے کھوٹے درم سے آدھ سیر
لی راضی ہو کر تو اُسکے واسطے حلال ہو شتری شیا ببغداد علی ان یوفی ثمنہ بسمرقند لم یجز لجہالۃ الاجل کپڑے خرید کیے بغداد مین اس شرط پر کہ اُسکا ثمن سمرقند مین
ادا کریگا تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے مدت کے باع نصف ارضہ بشرط خراج کلہا علی المشتری فہو فاسد ایک شخص نے اپنی نصف زمین بیچی اس شرط
پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہو تو بیع فاسد ہو یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اُسمین بائع کا فائدہ ہو اخذ الخراج من الاکار لہ ان یرجع علی الدہقان
استحسانا خراج لیا گیا کشتکار سے تو اُسکو زمیندار سے بھر لینا بطریق استحسان جائز ہو شتری الکرم مع الغلۃ وقبضہ ان رضی الاکار جاز البیع ولہ حصتہ من الثمن
وان لم یرض لم یجز بیعہ انگور کے درخت خرید کیے پھلون کے ساتھ اور اُسپر قبضہ کیا اگر کشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہو اور کشتکار کو بقدر اُسکے حصے کے ثمن ملیگا اور
اگر وہ راضی نہین تو اُسکی بیع جائز نہین ہم مراد وہ کشتکار ہو جسکا پھلون مین حصہ ہو قضاہ دراہم فقال انفقہا والا فردہا علی فقبلہ ولم ینفقہ لہ ردہ استحسانا
بخلاف جاریۃ وجد بہا عیبا فقال اعرضہا وبعہا فان نفقت والا ردہا فعرضہا علی البیع سقط الرد مشتری نے بائع کو درم دیے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر
خرچ نہو تو مجکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہ کیے تو اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہو بطریق استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسمین مشتری نے
عیب پایا سو بائع نے کہا کہ اُسکو بیع کے واسطے پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جاوے تو بہتر ہو والا مجکو پھیر دے سو مشتری نے اسکو بیع کے واسطے پیش کیا تو
پھیر دینا ساقط ہو گیا ہم دونون صورتون مین فرق یہ ہو کہ درم مقبوض عین حق قابض نہین بلا تجویز کے بخلاف تصرف فی العین کہ وہ عین ملک قابض ہو لہذا
اُسمین اختیار باطل ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ اذا وطی رجل امۃ ثم تزوجہا مکانہ فللزوج وطیہا بلا استبراء وقال ابو یوسف استحسن

لعدم التفریع اور مالک کے اس قول مین غاصب وارث کہ گھر کو فارغ کر دے اور نہین تو کرایہ اسکا ہر مہینے مین اتنا ہی جائز ہی چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا باوجودیکہ یہ تعلیق ہ
عدم التفریع پر والاجازۃ بالزاے فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی مبطل الاجازۃ بزازیہ اور اجازت بزاے معجمہ یعنے باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز رکھا اگر میری مان راضی ہو
مبطل ہر اجازت کا کذا فی البزازیۃ وکذا کل مالا یصح تعلیقہ بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازتہ بالشرط بحر فقصرہا علی البیع قصور کما وقع فی المنح اور اسطرح جسکی تعلیق
شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہی جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع پر قصور بیان ہی چنانچہ
منح الغفار مین واقع ہوا ہی ھم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہی اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے خود ذکر کیا ہی
یعنے تو اسمین کچھ قصور نہ ہا والرجعۃ قال المصنف انما ذکرتہا تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وہو خطاء والصواب انہا لا یبطل بالشرط اعتبارا بما بأصلہا وہو النکاح واطال
الکلام لکن تعقبہ فی النہر وفرق بانہا لا تفتقر لشہود ومہر ولہ رجعۃ امتہ علی حرۃ نکحہا بعد طلاقہا وتبطل بالشرط بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے اپنی شرح مین
کہا کہ مین نے تو رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہی ہمارے اُستاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا کہ رجعت کا یہان ذکر کرنا خطا ہی اور ٹھیک بات یہ ہی
کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہی یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی رجعت بھی باطل
نہین ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہی لیکن نہر الفائق مین اُسپر اعتراض کیا ہی اور فرق بیان کیا ہی رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین
گواہون اور مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اُس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہی اور رجعت باطل ہوجاتی ہی شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اسمین گواہون اور
مہر کی حاجت ہی اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا یہ اعتراض قوی نہین کیونکہ چند احکام کی مخالفت سے
یہ لازم نہین کہ رجعت نکاح کے مخالف ہو اس حکم مین بھی اور تعجب ہی صاحب نہر سے کہ اُسنے صورت نزاع کو مخالفت کی صورتون مین مذکور کیا والصلح عن مال بمال درر وغیرہا اور صلح
مال کی بعوض مال کے کذا فی الدرر وغیرہا وفی النہر الظاہر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقہ اور نہر الفائق مین ہی کہ ظاہر اطلاق صلح مراد ہی یعنی بیع کی
تخصیص نہین یہان تک کہ اگر صلح سکوت یا انکار سے ہو تو یہ فدا ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ھم حلبی نے کہا کہ حق تقیید ہی نہ اطلاق کیونکہ یہان گفتگو اُسکی ہی جو شرط فاسد سے
باطل ہوتا ہی یعنے معاوضات مالیہ اور سکوت اور انکار کی صلح معاوضات مالیہ سے نہین اور ہرچند اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہی اُسکے ابطال مین شرط فاسد سے والابراء عن الدین لانہ
تملیک من وجہ اور دین سے بری الذمہ کر دینا کیونکہ وہ تملیک ہی ایک راہ سے ھم منح الغفار مین ہی کہ ابراء عن الدین ایک وجہ سے تملیک ہی لہذا پھر جاتا ہی رد کرنے سے اگرچہ اسمین معنے
اسقاط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ ابراء عن الدین مین مبادلہ مال کا مال سے نہین تو لائق یہ ہی کہ شرط سے باطل نہو اور تملیکات مین اسکا معتبر کرنا دلالت نہین کرتا اُسکے بطلان پر تو اصح یہ تھا کہ
مناسب یہ تھا کہ قسم ثانی مین مذکور ہوتا الا اذا کان الشرط متعارفا تعلیق ابراء صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ مبتوتہ نے زوج سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید
نکاح کرے بعوض مہر کے اور اُسکا مہر مثل سو درم ہی تو وہ بری الذمہ نہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی او علقہ بامر کائن کان علیمہ شرکی فقد ابراتک فقد اعطاہ صحیح یا ابراء کو معلق
کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز میرے شریک کو دی تو البتہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اور حالانکہ مدیون اُسکے شریک کو دے چکا ہی تو تعلیق
مذکور صحیح ہی وکذا ابموتہ ویکون وصیۃ ولو لوارثہ علی مابحثہ فی النہر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہی طالب کی موت سے اور تعلیق مذکور وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا
چنانچہ صاحب نہر الفائق نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہی وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ھم چنانچہ یون کہنا اپنے وکیل سے کہ مین نے تجکو معزول کیا
بشرطیکہ تو مجکو تحفہ دے یا فلانا شخص آوے اور حق تعالی کے واسطے مجپر اعتکاف واجب ہی اگر میرا بیمار صحت پاوے یا فلانا شخص آوے فانہما لیسا مما یحلف بہ فلم یجز تعلیقہما بالشرط
اسواسطے کہ عزل وکیل و اعتکاف اُس جنس سے نہین جنسے قسم کھاتے ہون تو انکی تعلیق شرط سے جائز نہوئی وہذا فی احدی الروایتین کما بسط فی النہر اور یہ یعنی عدم جواز تعلیق
دو روایتون مین سے ایک روایت ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی نہر الفائق مین ھم نہر الفائق مین مذکور ہی کہ سرخسی کی روایت مین تعلیق بالشرط جائز ہی اور عدم جواز تعلیق اعتکاف
منافی ہی اُسکی جو اعتکاف مین مذکور ہو چکا بلکہ خانیہ سے اعتکاف معلق کے جواز پر اجماع ثابت ہوتا ہی اور جب اُسکی تعلیق ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہوسکتا

سلہ یعنے جس عورت کو طلاق بائن ہوگئی ہو [illegible]

اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ مین نے تجکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا دائمی تو صحیح ہی اور شرط باطل ہی تو بادشاہ کو اُسکے معزول کرنیکا بلا قصور اختیار ہی ۱۹ ولایت سوئیۃ
سے مراد یہ ہی کہ گاہے اُسکو معزول نکرے وہل یشترط الصحۃ بمنزلۃ کمدرس ابدہ السلطان ان اقول رجعت عن التابید افتی بعضہم بذلک واختار فی النہر اطلاق الصحۃ اور قاضی دائمی یا امیر دائمی
کے معزول کرنیکی صحت مین مانند اس مدرس کے جسکو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا کیا شرط ہی کہ مین نے تابید یعنی ہمیشہ منصوب رکھنے سے رجوع کیا بعضے علمانے اسکا
فتوی دیا ہی اور نہر الفائق مین اطلاق صحت کو پسند کیا ہی یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نہ کرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہی وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا یرتشی ولا یشرب الخمر
ولا یمتثل قول احد ولا یسمع خصومۃ زید صح التقلید والشرط اور بزازیہ مین ہی کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ وہ رشوت نہ لے اور شراب نہ پیے اور کسیکا کہنا نہ مانے اور زید کی مثلاً خصومت
نہ سنے تو تقلید قضا اور شرط دونون صحیح ہین ہم یعنی اگر ان مین سے کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمانہ گذشتہ کا اُسکا حکم باطل نہوگا اور اُس کا حکم خصومت زید مین نافذ
نہوگا اور سلطان پر واجب ہی کہ اگر اُسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ ضامنی اسطرح کہ مین تیرے غریم کا ضامن ہون اگر تو مجکو
قرض دے ۱۶ والحوالۃ ۱۷ حوالہ اسطرح کہ مین نے تیرا دین مثلاً زید پر حوالہ کیا اس شرط سے کہ درصورت انکار یا موت زید کے تو مجھسے مطالبہ نکرے الا اذا شرط فی الحوالۃ الاعطاء من ثمن دار
المحیل فتفسد لعدم قدرتہ علی الوفاء بالملتزم کما عزاہ المصنف للبزازیۃ واجاب فی النہر بان ہذا من المحتال وعد ولیس الکلام فیہ فلیحفظ مگر جب حوالہ مین شرط ہو محال بکا دینا محیل کے گھر کے
ثمن سے تو حوالہ فاسد ہی کیونکہ محال قادر اسکے ادا پر نہین جسکا اسنے التزام کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی طرف نسبت کیا ہی اور نہر الفائق مین جواب دیا
کہ یہ قول محتال کی جانب سے وعدہ ہی اور وعدے مین کلام نہین تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ کلام صاحب نہر غیر منقح ہی کیونکہ یہ شرط ہی نہ وعدہ اور یہ شرط محتال علیہ
کیجانب سے ہی نہ محتال کیطرف سے کذا فی الطحطاوی ۱۸ والوکالۃ ۱۹ وکالت اسطرح پر کہ مین نے تجکو وکیل کیا بشرطیکہ تو اپنے دین سے مجکو بری الذمہ کردے ۲۰ والاقالۃ ۲۱ اقالہ اسطرح کہ عاقدین
اقالہ کرین اس شرط پر کہ ثمن زائد ہو اول سے یا کمتر تو اقالہ صحیح ہی اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ کتابت اسطرح کہ مولے کہے اپنے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر
بشرطیکہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ نہ کرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہی کذا فی المنح الا اذا کان الفساد فی صلب العقد ای نفس البدل ککتابتہ علی
خمر فتفسد لانہ دخل علیہ کما حررہ خسرو مگر جبکہ فساد صلب عقد مین یعنی نفس بدل کتابت مین ہو چنانچہ اُسکا مکاتب کرنا شراب پر تو اس سے کتابت فاسد ہو جاتی ہی اور اسی پر اطلاق
فقہا محمول ہی چنانچہ اسکو ملا خسرو نے درر مین تحریر کیا ہی ہم عمادی و استروشنی وغیرہ نے کہا کہ کتابت کی تعلیق شرط سے جائز ہی اور شرط فاسد سے کتابت باطل ہو جاتی ہی ملا خسرو نے کہا کہ ابطال
اس فساد کے بطلان پر محمول ہی جو صلب عقد مین ہو لیکن بزازیہ کی یہ روایت اس حمل کے مخالف ہی کہ حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اس شرط پر کہ اسکا حمل داخل کتابت نہین تو کتابت فاسد ہی اسواسطے کہ کتابت
شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہی انتہی تو اگر اختلاف روایت پر حمل کیا جاوے تو اشکال زائل ہو کذا فی الطحطاوی ۲۰ و اذن العبد فی التجارۃ ۲۱ غلام کو اذن دینا تجارت مین چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تجکو تجارت
کا اذن دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینے تک تجارت کرے فلانے امر مین تو اذن جمیع تجارات و اوقات کو عام ہوگا اور شرط باطل ۲۲ ودعوۃ الولد کہذا الولد منی ان رضیت امرأتی اہ ولد کے نسب کا دعوے
کرنا چنانچہ یہ لڑکا میرا ہی اگر میری عورت راضی ہو یعنی نسب ثابت ہی اور شرط باطل ۲۳ والصلح عن دم العمد ۲۴ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص عمداً مقتول ہوا اُسکا ولی قاتل سے کسی شی پر صلح کرے
اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ تو صلح صحیح ہی اور قصاص ساقط کیونکہ اسقاطات سے ہی اور شرط فاسد کا محتمل نہین کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ ولم یذکرہ اکتفاء بالصلح
درر ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد سے ابرا کرنا شرط فاسد سے باطل نہین ہوتا اور فقہا نے ابرا کو مذکور نہین کیا صلح پر کفایت کر کے کذا فی الدرر وجہ کفایت یہ ہی کہ صلح اور ابرا مین چندان فرق
نہین اسواسطے کہ جب ولی نے قاتل عمد سے کہا کہ مین نے تجکو بری الذمہ کیا اس شرط پر کہ تو اس شہر مین نہ رہے یا اس سے صلح کرے تو ابرا اور صلح صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن الدرر
وعن الجراحۃ التی فیہا القود والامکان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا اس زخم سے جسمین قصاص لازم ہی اور اگر ایسا زخم جسمین دیت لازم ہی تو وہ قسم اول سے ہوگا
یعنی دیت مین اموال کا طریقہ جاری ہی تو گویا وہ معاوضات مالیہ مین ہی تو وہ شرط فاسد سے باطل ہوگا وعن جنایۃ غصب ودیعۃ وعاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ
او کفالۃ درر ۲۵ صلح کرنا جنایت غصب سے یعنی جنایت مغصوب سے ۲۶ صلح کرنا جنایت ودیعت سے ۲۷ صلح کرنا جنایت عاریت سے جبکہ کوئی مرد جنایات ثلثہ کی صلح کا ضامن ہو
اور انمین حوالہ یا ضمانت شرط کرے کذا فی الدرر یعنی غاصب مغصوب مین اور امانتدار امانت مین اور مستعیر عاریت مین جنایت کرے اور کچھ مال پر صلح کرے بدل

میں کوئی شخص جانے کا ضامن ہو اور ضامن حوالہ یا ضمانت امین شرط کرے اسطرح کہ مغصوب یا امانت یا عاریت کی جنایت کی بدل صلح کا میں ضامن ہوں بشرطیکہ فلانا شخص کفیل ہو یا فلانے
شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن الدرر و جامع الفصولین والنسب والحجر علی الماذون نہر ۲۸ نسب ۲۹ عبد ماذون پر تصرف کا روکنا کذا فی النہر نسب مثلاً ولد میں کوئی
ہو چکا لیکن وہ ولد میں خاص ہے اور یہ عام ہے تو شرط فاسد سے باطل ہوگا والنصب وامان النفس اشباہ ۔ ۳۰ غصب ۳۱ امان نفس کذا فی الاشباہ یعنی حربی کو امان دینا بشرط فاسد صحیح ہے اور
شرط باطل بعضے نسخوں میں بجائے امان نفس امان القن مذکور ہے طحطاوی نے کہا کہ غصب سے شاید ضمان فوات مغصوب بشرط مراد ہے والانفس غصب میں اشتراط شرط باوجہ ہے وعقد الذمۃ
۳۲ عقد ذمہ اسطرح پر کہ بادشاہ کہے اس کافر حربی سے کہ جو دارالاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں نے تجھ پر جزیہ مقرر کیا بشرطیکہ تو مجھکو تحفہ دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وتعلیق
الرد بالعیب ۳۳ رد بالعیب کو معلق کرنا اسطرح پر کہ اگر مبیع میں کچھ عیب پاؤنگا تو تجھکو پھیر دونگا بشرطیکہ تو مجھکو بعض ثمن سے بری الذمہ کردے طحطاوی نے کہا
یہ مثال مناسب مقام ہے بخلاف عینی وغیرہ کی مثال کے وتعلیقہ بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا اس طرح پر کہ اگر میں بیع کو تین دن میں جاری نکروں تو تجھکو پھیر دوں بشرطیکہ
میں تجھکو تحفہ دوں تو مجھکو تحفہ دے طحطاوی نے کہا یہی مثال مناسب مقام ہے وعزل القاضی کعزلتک ان شاء فلان فینعزل ویبطل الشرط لما ذکرنا انہا کلہا لیست بمعاوضۃ مالیۃ فلا تؤثر
فیہا الشروط الفاسدۃ ۳۵ قاضی کا معزول کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ میں نے تجھکو معزول کیا اگر فلانا شخص چاہے تو قاضی معزول ہوگا اور شرط مذکور باطل ہوگی
اسواسطے کہ ہمنے ذکر کیا ہے کہ جمیع تصرفات مذکورہ یعنی قرض سے عزل قاضی تک معاوضۃ مالیہ نہیں تو ان میں شروط فاسدہ اثر نہیں کرتیں ہم ترجمہ میں مذکور ہو چکا کہ شروط فاسدہ بیاج کیطرف
راجع ہیں اور بیاج متحقق نہیں ہوتا مگر معاوضات مالیہ میں وبقی ما یجوز تعلیقہ بالشرط وہو مختص بالاسقاطات المحضۃ التی یحلف بہا کالطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف بہا کحج
وصلوۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی اور باقی رہے وہ تصرفات جنکی تعلیق شرط سے جائز ہے اور وہ مخصوص ہیں اُن اسقاطات خالصہ سے جنکی قسم کھائی جاتی ہے چنانچہ طلاق اور
عتاق اور اُن التزامات سے مختص ہیں جنکی قسم کھاتے ہیں چنانچہ حج اور نماز اور مخصوص ہیں تولیات سے چنانچہ قضا اور امارت کذا فی العینی والزیلعی ۳۶ اور جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد
سے باطل نہیں ہوتے کما مر زاد فی النہر الاذن فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ والاسلام نہر الفائق میں ما یجوز تعلیقہ میں اذن فی التجارۃ اور تسلیم شفعہ اور اسلام کو زیادہ کیا ہے وحرر المصنف دخول الاسلام
فی القسم الاول لانہ من الاقرار ودخول الکفر فیہا لانہ ترک اور مصنف نے اپنی شرح میں منقح کیا ہے دخول اسلام کا قسم اول میں یعنی جسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں کیونکہ اسلام اقرار کی قسم سے ہے اور
منقح کیا ہے دخول کفر کا یہاں یعنی جواز تعلیق میں کیونکہ کفر عبارت ہے ترک سے یعنی ترک اسلام سے ہم اسلام عبارت ہونا اقرار سے علما میں مشہور نہیں بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اسلام عبارت ہے تصدیق
قلب سے اور اقرار احکام دنیویہ کے اجرا کی شرط ہے بلکہ عدم صحت تعلیق اسلام کی وجہ یہ ہے کہ تصدیق قلبی کی تعلیق شرط صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ معلوم ہے کہ جو کافر کہ اپنے اسلام کو کسی فعل پر معلق کرتا ہے وہ گویا
اس فعل سے نفرت رکھتا ہے تو معلق علیہ کی تحصیل کا ارادہ نہیں رکھتا تو اسکو کیونکر مسلمان قرار دیجیے باوجود اس تنفر کے جو تعلیق سے اُسنے ظاہر کیا ہے اور خود مصنف نے بھی اسکو آخر کلام میں بیان کیا ہے
کذا فی الطحطاوی ویصح تعلیق ہبتہ وحوالۃ وکفالۃ وابراء عنہا بملائم اور صحیح ہے معلق کرنا ہبہ و حوالہ اور کفالت کا اور کفالت کی ابرا کا شرط مناسب پر ہم بزازیہ کی کتاب البیوع میں ہے کہ تعلیق ہبہ بلفظ
ان شرطیہ باطل ہے اور بلفظ علی جائز ہے اگر شرط ملائم ہو چنانچہ ہبہ بشرط عوض اور اگر شرط مخالف ہے تو شرط باطل ہے اور ہبہ صحیح ہے اور تعلیق کفالت اگر متعارف ہو چنانچہ مطلوب کا آنا تو صحیح ہے اور اگر
شرط محض ہے چنانچہ دخول دار اور ہوا کا چلنا تو کفالت جائز ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ و
المضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف فہی اربعۃ عشر اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کیطرف صحیح ہے وہ اجارہ
ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت و معاملت یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت و کفالت اور کسیکو وصی مقرر کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور امارت اور طلاق اور عتاق اور وقف یہ چودہ
تصرف ہیں ہم یعنی تصرفات مذکورہ کو آیندہ زمانے کیطرف مضاف کرنا بغیر صیغہ تعلیق صحیح ہے کیونکہ ذکر تعلیق سے فراغت ہو چکی اور فائدہ صحت اضافت کا یہ ہے کہ مستاجر تقاضائے عین کر سکتا ہے
زمانہ مضاف الیہ کے آنے کے وقت اور موجر کو جائز نہیں کہ اُسکے غیر کو اجارہ دے اضافت اجارہ کی یہ مثال ہے کہ موجر کہے کہ میں نے تجھکو اپنا یہ گھر اجارہ دیا بعد ایک مہینے کے اور وقف کی یہ مثال ہے
کہ میں نے اپنا گھر یا باغ وقف کیا بعد اپنی موت کے اور جواز اضافت فسخ اجارہ یہ ایک قول ہے شرنبلالیہ میں ہے کہ اختیار عدم صحت اضافت معتمد ہے کذا فی الطحطاوی وبقی العاریۃ والاذن فی التجارۃ
فیصحان مضافین ایضاً عمادیہ اور باقی رہا ذکر عاریت اور اذن فی التجارۃ کہ یہ دونوں بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہیں کذا فی العمادیہ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل عشرۃ البیع

واجارة وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدين لانها تمليكات للحال فلا تضاف الى الاستقبال كما لا تعلق بالشرط لما فيه
من معنى القمار اور جن کی اضافت زمانۂ مستقبل کی طرف صحیح نہین وہ دس ہین بیع اور اجازت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے
اور ابراء دین سے کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہین تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہین ہوتے کیونکہ اسمین معنی قمار ہے
یعنے مخاطرہ ہے کہ شرط متحقق ہو یا نہو الخ ظاہر رجعت اور ابراء پر تملیک صادق نہین کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یون کہیے کہ رجعت مین تملیک از جہت تمتع ہے اور
ابراء مین تملیک دین ہے مدیون کو وینبغی ان الوکالة علی قول الثانی المفتی بہ اور جنکی اضافت صحیح نہین انہین وکالت کا شمار کرنا باقی رہا موجب الولوالجیہ کے مفتی بہ قول کے
ھم جب عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اسکا شمار کرنا اُن تصرفات مین جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

باب الصرف

یہ باب ہے بیع الصرف کے بیان مین عنونہ بالباب لا الکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنے اسکو لکھا باب الصرف شروع کیا
اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ صرف بیع کی اقسام سے ہے ھم شارح نے یہ اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اُسمین کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے
اسطرح ہے کہ بیع کی چار قسمین ہین چنانچہ کتاب البیوع کے شروع مین مذکور ہو چکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور
بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور دین سے مراد احد النقدین ہے ہو لغة الزیادة صرف لغت مین بمعنی زیادت کے ہے ھم ولہذا حدیث شریف مین نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا
کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر سے اپنا نسب لگاوے تو حق تعالی اُسکا صرف اور عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہوا اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شرعی معنی
مین موجود ہے اسواسطے کہ صرف مین تقابض بدلین شرط ہے تو یہ زیادتی ہے غیر صرف پر کیونکہ اور بیوع مین تقابض بدلین شرط نہین وفی الشرع بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة ومنہ المصوغ جنسا بجنس
او بغیر جنس کذہب بفضة اور شرع مین ثمن کا بیچنا ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو چنانچہ چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے بیع ہو جیسے سونے کی بیع
چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمین داخل ہے یعنی اُسکی بیع بھی صرف مین داخل ہے
خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نرہا ولہذا عقد مین متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر مین ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت
فی الذمہ ہو بطریق دین کے مقابلے کے وقت اور نقود مستحق بالعقد نہین ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التاجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار
اور تماثل یعنی دونون عوضون کا برابر ہونا وزن مین ھم عدم تاجیل وخیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیة قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبض کرنا عوضین
کا انگلیون کے جوڑون سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیة یعنی تقابض بالتخلیة کافی نہین جب تک ہاتھ سے قبض نہو اور ظاہر آستین سے قبض تقابض بالبراجم مین
داخل ہے کذا فی الطحطاوی وہو شرط بقائہ صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنابر قول صحیح کے ھم تو اگر احد البدلین کی مدت معین ہوئی پھر مدت معین گذرنے سے پہلے
عاقد نے مدت باطل کر دی قبل افتراق کے اور عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہین ان اتحدا جنسا وان
وصلیہ اختلفا جودة وصیاغة لما مر فی الربا تماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونون عوض ایک ہی جنس ہون اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون اسواسطے کہ باب الربا مین مذکور
ہو چکا کہ مال ربوا مین جید اور ردی برابر ہے ھم جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ جو معمول ہے کہ عمدہ چاندی بنارسی وغیرہ زیادہ روپیہ دیکر خرید کرتے ہین یا چھلا یا آرسی
بسبب صنعت سادہ کاری کے بڑھا کر روپیہ سے مول لیتے ہین سو عین ربوا اور حرام قطعی ہے مسلمانون کو اُس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اس طرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل ڈالے
یعنے چاندی کو اشرفیون یا پیسون سے خرید کرے والا بان لم یتجانسا اشترط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونون عوض ہم جنس نہون چنانچہ چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط
ہے بسبب حرام ہونے تاخیر کے ھم یعنی دو صورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہین طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین مین جب تقابض البدلین شرط ہوا تو معلوم ہوا کہ
اگر چاندی کو فلوس سے یا سونے کو فلوس سے بیچے تو اسمین قبض احد البدلین قبل الافتراق شرط ہے نہ دونون عوض کا قبض فلو باع النقدین احدہما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا

مراد ہوتا ہی چنانچہ قرآن مجید میں ہی کہ نسیاً حوتہما اور یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان مفتی ابو سعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہی کہ یہ شرط ہی اداے تحسین ہی حالانکہ ایسا
نہیں ہی یعنے ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکسان ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا لو قال ہذا المحجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضا الدخولہا فی بیعہ تبعاً ولو زاد خاصۃ فسد البیع لازالۃ
الاحتمال اور اسیطرح مثل سابق چاندی کا ثمن ٹھہرایا جائیگا اگر مشتری نے یون کہا کہ یہ ثمن محجل تلوار کا حصہ ہی اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہی بسبب داخل ہونے زیور کے
تلوار کی بیع میں تابع ہو کر یعنے تلوار اور زیور گویا ایک چیز ہین اور اگر مشتری نے خاصۃً لفظ زیادہ کیا یعنی یون بولا کہ یہ ثمن محجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہی تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ
اس قول نے احتمال کو دور کردیا یعنی اب اسیطرح گنجائش نہ رہی کہ زیور کو تلوار مین داخل کیجیے فان افترقا من غیر قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر
کطوق الجاریۃ وان لم تخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن تو بیع فقط زیور میں باطل ہی اور تلوار میں صحیح ہی اگر زیور بلا ضرر
جدا ہو سکتا ہو چنانچہ طوق جاریہ اور اگر جدا نہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہی یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہی نہ تلوار میں اسواسطے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب
القبض ہی پھر جب قبض واقع نہوا تا افتراق تو زیور کی بیع باطل ہوئی بواسطہ فقدان شرط اور اسیطرح تلوار کی بھی باطل ہی کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہی بخلاف طوق وغیرہ کے
جسکے جدا کرنے میں ضرر نہیں کہ وہان فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہی کیونکہ تسلیم پر قدرت حاصل ہی بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن
فلو مثلہ او اقل او جہل بطل ولو بغیر جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی جب عقد غیر نقد سے ملکر چنانچہ مفضض اور مزرکش بیچا جاے بعوض اس نقد کے جو اسکے ہمجنس ہو تو زیادہ
ہونا ثمن کا شرط ہی تو اگر ثمن نقد مبیع کے برابر ہو یا کمتر ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہی اور اگر نقد کی بیع ہوا اس نقد سے جو اسکا غیر جنس ہی تو فقط تقابض شرط ہی
ہم مفضض وہ ہی جسپر چاندی کا پتر ہو چنانچہ لکڑی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پاے چاندی کے پتر سے منڈھے ہوں اور مزرکش چنانچہ کمخواب یا زردوزی کی چیز تو مفضض کے ثمن
مین بالیقین زیادت لازم ہی تاکہ چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس لکڑی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پتر ہی اور درصورت تساوی ثمن اسواسطے
بیع فاسد ہی کہ مثلاً لکڑی کے عوض میں کچھ ثمن نہیں رہتا اور درصورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہی کہ اسمین شبہہ ہی فضل کا اور شبہہ ملحق بحقیقت ربوا ہی اور اگر مفضض
کی بیع مثلاً اشرفیون سے کی تو یہان زیادت اور قلت اور مساوات کچھ شرط ثمن نہیں اختلاف جنس کے سبب سے ہان تقابض ابدلین البتہ شرط ہی ومن باع اناء فضۃ بفضۃ او بذہب
ونقد بعض ثمنہ فی المجلس ثم افترقا صح فیما قبض واشترکا فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اسکا کچھ ثمن ادا کیا مجلس عقد میں یعنی بشرط قبض ظرف
پھر دونون میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہی اسقدر میں جسمین قبض ہوا اور دونون شخص برتن میں شریک ہوگئے کیونکہ یہ صرف ہی ولا خیار للمشتری للتعیب من قبل عدم النقد
اور اسمین اختیار نہیں مشتری کا بسبب عیب دار ہوجانے برتن کے مشتری کے جانب سے پورا ثمن نہ دینے سے ہم یعنی بوجہ عیب شرکت مشتری رد بیع نہیں کرسکتا کہ عیب اسکی طرف سے
ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ہلاک احد العبدین قبل القبض فیخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک احد العبدین کے قبل از قبض کہ اسمین مشتری مختار ہی کیونکہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں ان استحق
بعضہ ای الاناء اخذ المشتری الباقی بقسطہ او ردہ لتعیبہ بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص استحقاقہ بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن مستحق غیر نکلا تو
مشتری مابقی کو بقدر اسکے حصے کے خرید کرے یا رد بیع کرے مختار ہی بسبب معیوب ہوجانے مبیع کے بلا فعل مشتری میں کہتا ہون اور مفاد تعلیل مذکور استحقاق کے مخصوص ہونے کا ہی
شہادت سے نہ اقرار سے تو اسکی تلاش و تنقیح کرنا چاہیے ہم جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہرا تو درصورت استحقاق اسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کے
گواہون سے یا بائع کے انکار قسم سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت ثبوت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو اب بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہی
فان اجاز المستحق قبل فسخ الحاکم العقد جاز العقد اختلفوا متی ینفسخ البیع اذا ظہر الاستحقاق وظاہر الروایۃ انہ لا ینفسخ مالم یفسخ وہو الاصح فتح پھر اگر مستحق بیع کا اجازت دے
قبل اس بات کے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہی فقہا میں اختلاف ہی کہ بیع کب فسخ ہوجاتی ہی جبکہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایت یہ ہی کہ وہ فسخ نہیں ہوتی جب تک فسخ نہ کیجاے اور
یہی اصح ہی کذا فی الفتح وکان الثمن لہ یاخذہ البائع من المشتری ویسلمہ لہ اذا لم یفترقا بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق حقوق العقد بہ دون
المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق جوہرہ اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن لے مشتری سے اور مستحق کو سپرد کرے عقد مذکور اسوقت صحیح ہی جبکہ بائع اور مشتری متفرق

بیضہ دونون بجول ہر ایک بجلی حالانکہ جونے والا حضرت موسے علیہ السلام کا ساتھی تھا ۱۲ نکلتا تھا ان دونون سے موتی اور مونگا حالانکہ صرف ایک پانی سے نکلتا ہی ۱۲

[illegible]

ہوگئے جون بعد اجازت مستحق کے اور اس صورت مین عاقد یعنی بائع وکیل ہوجائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقد سے متعلق ہونگے نہ مجیز سے تا اینکہ
عقد باطل ہوگا عاقد کی مفارقت سے نہ مستحق کی جدائی سے کذا فی جوہرہ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضھا اخذ المشتری الباقی بقسطہ بلا خیار لان التبعیض
لا یضرہا اور اگر چاندی کا ڈلا بیچا اور اسمین سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصہ کے لے بلا اختیار رد بیع اسواسطے کہ کاٹ لینے والے کو ضرر نہین کرتا ہم مشتری کو اسواسطے اختیار
نہوا کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اسمین قطع کرنا مضر ہے لہذا استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہوگا وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہما وان قبل
قبضہما فلہ الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدراہم جوہرہ اور یہی یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبل قبض ہو تو مشتری
کو اختیار ہے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور یہی حکم ہے دینار و درم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا درم خرید کرے اور بعض دینار یا درم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصے کے
موافق لے بلا اختیار اسواسطے کہ دینار و درم کی شرکت عیب مین داخل نہین کیونکہ استیفاء کل حق عوض لیکر ممکن ہے کذا فی الطحطاوی وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین
بصرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی ایک درم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درم بمقابلہ دینار اور دینار بمقابلہ درم واقع ہو کر صحیح
ہوگی کیونکہ درصورت اختلاف جنس تساوی بدلین شرط نہین ومثلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر اور مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک کر گیہون اور ایک کر جو کی بیع گیہون کے
دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل پر ہو کر اور جو کا ایک کر گیہون کے دو کر کے مقابل ہو کر بیع صحیح ہوگی برابری شرط نہی وکذا بیع احد
عشر درہما بعشرۃ دراہم ودینار اور اسیطرح صحیح ہے بیع گیارہ درم کی دس درم اور ایک دینار سے ہم اگرچہ یہ مسئلہ صرف جنس الی خلاف الجنس سے معلوم ہوچکا لیکن مصنف نے
اسواسطے اسکو ذکر کیا تا معلوم ہو کہ دو جنس مختلف دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مین پائی جاوین یا فقط ایک عوض مین دونون جمع ہون تو کچھ فرق نہین کذا فی النہر وصح بیع
درہم صحیح ودرہمین غلۃ بفتح فتشدید ای ما یردہ بیت المال ویقبلہ التجار بدرہمین صحیحین ودرہم غلۃ للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کی دو درم صحیح اور
ایک درم غلہ سے بسبب برابر ہونے وزن کے اور نہ معتبر ہونے جودت اور عمدگی کے غلہ بفتح غین معجمہ وتشدید لام وہ درم ہے جسکو بیت المال یعنی سرکار سلطانی پھیر دے اور سوداگر اسکو لیتے ہون
ہم عدم قبول بیت المال اسوجہ سے نہین کہ وہ درم کھوٹا ہے بلکہ دراہم غلہ مقطعہ مکسرہ ہوتے ہین انمین سے کوئی ٹکڑا ربع درم ہوتا ہے اور کوئی ثمن درم اور اس سے کمتر اور بیت المال مین نہین لیتے کذا فی
الطحطاوی عن المکی عن البرہان وصح بیع من علیہ عشرۃ دراہم دین ممن ہی لہ ای من دائنہ فصح بیعہ منہ دینارا بہا اتفاقا ووقع المقاصۃ بنفس العقد اذ لا ربوا فی
دین سقط اور صحیح ہے بیچنا اس کا جسپر دس درم قرض ہین اسکے ہاتھ سے جسکے درم ہین یعنی اپنے دائن سے تو مدیون کو دائن سے دینار کا بیچنا بعوض دراہم مذکورہ کے صحیح ہے اور مقاصہ
واقع ہوجائیگا بمجرد عقد کے اسواسطے کہ سود نہین اس دین مین جو ساقط ہوا ہم خلاصہ یہ کہ زید کے دس درم خالد پر دین ہین سو خالد نے ایک دینار بعوض دراہم مذکورہ کے بیچا تو یہ
بیع بالاتفاق صحیح ہے اور بمجرد عقد مذکور مقاصہ ہوجائیگا یعنی دین ثمن مین مجرا ہو کر عاقدین حساب مین برابر سرابر ہوجائینگے بلا ذکر مقاصہ بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ وہان مقاصہ
کرنے کی ضرورت ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر ماتن یون کہتا وصح بیع مدیون بعشرۃ دراہم من دائنہ دینارا بہا تو واضح تر اور مختصر تر ہوتا او بیعہ بعشرۃ مطلقۃ عن التقیید بدین
علیہ ان دفع البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا استحسانا یا صحیح ہے بیع مدیون کی بعوض ایسے درمونکے جو مطلق ہین قید دین سے
بشرطیکہ بائع نے دینار مشتری کو دیا ہو اور دونون نے دس درم ثمن کو دس درم دین مین مجرا بھی کر لیا ہو بطریق استحسان کے ہم درصورت اطلاق دراہم مقاصہ شرط ہے
تو اگر عاقدین باہم مجرا نہ کرینگے تو بالاجماع مقاصہ واقع نہوگا چنانچہ عنایہ مین تصریح ہے خواہ دین موجود ہو قبل عقد صرف کے یا بعد اسکے حاصل ہوا ہو بقول اصح وجہ استحسان یہ ہے کہ
جب عاقدین نے مقاصہ کیا تو عقد اول فسخ ہوگیا اور دوسرا عقد صرف مضاف الی الدین منعقد ہوا تو اضافت الی الدین بطریق اقتضا ثابت ہوگئی کذا فی الطحطاوی وما غلب
فضتہ وذہبہ فضۃ وذہب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے کے ہے ہم مثلا آٹھ ماشے چاندی ہو اور تین ماشے
تانبا تو وہ شرعا خالص چاندی کے برابر ہے اسواسطے کہ نقود بواسطہ انطباع کے غش سے کمتر خالی ہوتے ہین اور گاہے غش خلقی ہوتا ہے چنانچہ ردی قسم مین لہذا
قلیل ساقط الاعتبار ہوا اسی واسطے فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح نہین خالص چاندی اور سونے کی

مع غالب الفضۃ والذہب اور نہ بیع اُسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے ولذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ اور اسی طرح
غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کرکے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جنمیں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہے چاندی سونے سے وہ اسباب در اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر اسم اعتبار بالغالب مسئلہ سابقہ اور نقد دونوں کی علت ہے
فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ ہو
مغشوش سے تاکہ مقدار مثل مقابل مثل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وکذا یصح متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلافہ اور
صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کرکے تول اور شمار میں بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کی طرف مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا
اور دوسرے مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کی طرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کرکے
بشرط التقابض قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لشرط التقابض بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبضہ واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس میں دونوں صورتوں میں
بسبب مشروط ہونے قبضہ کے ہم دونوں صورتیں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے
کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے اور غش میں اسواسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے کو ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ او اقل من المغشوش
او لا یدری فلا یصح البیع للربا فی الاولین واحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اُس سے کم ہو یا معلوم نہو کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب بیاج کے پہلی
دو صورتوں میں یعنی در صورت تساوی اور قلت اور بسبب محتمل ہونے بیاج کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہ بیاج کا حقیقت بیاج ہے در صورت
تساوی اسواسطے ربا ہے کہ چاندی مثلا چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وہو ای غالب الغش اثمان لا یتعین بالتعیین ان راج لثمنیۃ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش
متعین نہیں ہوتا معین کرنے سے اگر اُسکا چلن ہو گیا ہے بسبب اُسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش رواج سے اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح و چلن پر موقوف ہے
تو جب تک اُسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہیں یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہوگا چنانچہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکی سے بطلان عقد
نہیں بلکہ اُسکا مثل دیا جائیگا وان لا یروج تعین بہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین اسلئے ہوگا کہ وہ اصل
میں منجملہ اسباب در قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اُس سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اپنی اصل پر رجوع کیا تو اب اُسکے ہلاک قبل القبض سے
عقد باطل ہو گا یہ اُس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اُسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے خبردار نہوں
یا خبردار ہوں مگر ہر ایک یہ نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی اگرچہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن النہر وان قبلہا البعض
فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہ زیفا ان علم البائع بحالہ والا فبجنسہ جیدا اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعضے نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص درموں کے برابر ہے تو اسکے
ہم جنس ناقص درم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اُسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اُسکے ہم جنس عمدہ درم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عددا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اُس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کرکے اُسمیں جسمیں تصریح نہیں فان راج وزنا فیہ او عددا
فیہ او بہما فبکل منہما سو اگر اُسمیں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن اور شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے والمتساوی غشہ
وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبایع واستقراض فلم یجز الا بالوزن الا اذا اشار الیہما کما فی الخلاصۃ[1] اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضۃ
یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم
نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ ہم استثنا فقط تبایع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بہر صورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد وہ بیع ہے جو صرف کے سوا ہے اسواسطے
کہ صرف کا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب غش فیصح باعتبار الماء اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف صحیح ہوگی باعتبار

[1] ایک نسخہ میں اما کما فی الخلاصہ ہے یعنی جیسا کہ خلاصہ میں مذکور ہے ۱۲

یعنی اگر بجنسہ خالص سے بیع الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہے کہ خالص اُس سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر اپنے ہم جنس سے ہو تو تفاضل جائز ہے اور خلاف جنس سے بھی جائز ہے
باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی واشتری شیئا بہ بغالب الغش وہو نافق او بالفلوس نافقۃ فکسد ذلک قبل التسلیم للبائع بطل
البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانہ کالکساد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہے یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اُسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم
بائع کے تو بیع باطل ہو گئی جیسا کہ اگر وہ منقطع ہوئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہے وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے دراہم کا اگر
انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہے وصححاہ بقیمۃ المبیع وبہ یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے مبیع کی قیمت سے بیع کو صحیح کہا ہے اور اسی کا
فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق ھم بجائے قیمت مبیع کے کاسد کہنا صواب تھا علامہ نوح نے کہا در صورت بقاء عہد قیمت کاسد واجب ہے
ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہے صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا کہ ابو یوسف کے قول پر
فتوی ہے اور صاحب محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جو اجمال کہ شارح کے کلام میں ہے اس تقریر سے معلوم ہو گیا کذا فی
الطحطاوی وحد الکساد ان تترک المعاملۃ بہا فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضہا لم یبطل بل تخیر البائع لتعیبہا اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ اُنسے معاملہ کرنا تمام بلاد
میں متروک ہو جاوے تو اگر بعضے بلاد میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب اُنکے عیب دار ہو جانے کے ھم یعنی اگر بائع کے شہر میں رائج نہوں تو اسکو اختیار ہے
چاہے اُنکو لے چاہے اُنکی قیمت لے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجودہ فی السوق وان وجد فی ایدی الصیارفۃ وفی البیوت کذا ذکرہ العینی وابن الملک بالعطف
خلافا لما فی نسخ المصنف وقد عزاہ للہدایۃ ولم ارہ فیہا واللہ اعلم اور انقطاع کی حد نہ موجود ہونا بازار میں اگرچہ صرافوں کے پاس اور گھروں میں موجود ہو اسیطرح اسکو ذکر کیا ہے عینی
اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ بواو عاطفہ مذکور ہے بخلاف شرح مصنف کے نسخوں کے کہ اُنمیں عطف مذکور نہیں اور مصنف نے عدم عطف کو ہدایہ کی
طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا واللہ اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں اس مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں شاید کسی اور محل میں مذکور ہو وفی
البزازیۃ لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیہ فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایۃ فسخہ واللہ الموفق اور بزازیہ میں ہے کہ اگر
دوسری بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہو گی بیع بھی کے بسبب فسخ نہونے بیع کے بدون فسخ کرنے کے اور بموجب اسکے تو مصنف کا یوں
کہنا کہ قبل التسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہو گئی اُسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اُسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہے اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید بالکساد
لانہ لو نقصت قیمتہا قبل القبض فالبیع علی حالہ اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہو جائے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع فسخ میں مختار نہیں ھم جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم
بطریق اولی ثابت ہو گیا وعکسہ لو غلت قیمتہا وازدادت فکذلک البیع علی حالہ ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقع وقت البیع فتح اور بالعکس
اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گراں ہو گئی اور زیادہ ہو گئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں اور مشتری سے اُسقدر نقد کا مطالبہ ہو گا جو بیع کے وقت تھا
کذا فی الفتح ھم عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اُسکے قیمت زیادہ ہو جانے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقولہ قبل التسلیم لانہ لو باع
دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنہ بدراہم معلومۃ واستوفاہا فکسدت قبل دفعہا الی رب المتاع لا یفسد البیع لان حق القبض لہ عینی وغیرہ
اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اُسکے اذن کے دراہم معلومہ سے بیچا
اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے پورے لیے پھر اُنکا رواج موقوف ہو گیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہو گی اسواسطے کہ حق قبض کا دلال اور فضولی
کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع ھم اسی طرح اگر موکل نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ دراہم سے فلوس خرید کرے سو اُسنے فلوس خرید کیے
اور اُنپر قبضہ کیا پھر اُنکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی عن المسکی

وصح البیع بالفلوس النافقة وان لم تعین اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں درہم کی مانند ہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ منجملہ انواع مال ہیں دراہم کے مانند
تا اینکہ اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں اور اگر فلوس بدل کر دے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہیں ہوتے کہ اثمان میں داخل ہیں اور ثمن نقد کی تعیین
واجب نہیں بلکہ اگر ثمن کو متعین کر دے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جبکہ عاقدین یوں کہیں کہ ہمنے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے
ہوگا کذا فی النہر وبالکاسدة حتی یعینہا کسلع اور فلوس کاسدہ غیر رائجہ سے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ انکو معین نہ کر دے چنانچہ قماش اور اسباب سے بیع بلا تعیین صحیح نہیں ہم
تعیین اسواسطے ضرور ہے کہ درحالت عدم رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضرور ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل افلس القرض اذا کسدت
واوجب محمد قیمتہا یوم الکساد وعلیہ الفتوی بزازیة اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت
یوم الکساد واجب کہی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب بعد قرض کے فلوس ہلاک ہو گئے ہوں پھر انکا رواج موقوف ہو گیا ہو اور
اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہوں تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعن الشرنبلالیہ عن شرح المجمع وفی النہر وتاخیر صاحب الہدایہ دلیلہما ظاہر
فی اختیار قولہما اور نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو
پیچھے ذکر کرتا ہے اشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ وعلیہ فلوس تباع بنصف درہم وکذا بثلث درہم او ربعہ خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درم کے
فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درم کو بیچے جاتے ہیں اور اسی طرح
ثلث درم یا ربع درم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے ہم زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیز ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ثمن
مجہول نہیں بلکہ معلوم ہے کیونکہ جب نصف درم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قول مذکور سے اتنے
فلوس کا اسنے ارادہ کیا ہے جو نصف درم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہ رہی کذا فی النہر وکذا لو اشتری بدرہم فلوس او بدرہمین فلوس
جاز عند الثانی وہو الاصح للعرف کافی اور اسی طرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درم کے فلوس سے یا دو درم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے
کذا فی الکافی ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا بالنصب صفة نصف ونصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف الا حبة بمثلہ والباقی
بالفلوس اور جسنے صراف کو درم کبیر یعنی درم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجکو بعوض اسکے نصف درم فلوس اور نصف چاندی کا درم صغیر مگر بقدر حبہ یعنی وہ درم صغیر جو وزن
میں بقدر نصف درم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درم مگر حبہ بمقابلہ اپنے مثل کے اور باقی بمقابلہ فلوس کے شارح نے کہا لفظ فلوسا منصوب
صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للزوم الربا اور اگر نصف کا لفظ دوبار کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا الا حبة یعنی دے مجکو بعوض نصف درم
کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درم کبیر ہے مگر حبہ تو فلوس اور درم صغیر سب میں بیع باطل ہے بسبب لازم آنے بیاج کے ہم
بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درم کبیر بقدر حبہ زائد ٹھہرا درم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی عن العوض رہا نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے
نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اسمیں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کہا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا واعطنی بنصفہ نصفا الا حبة تو فلوس
میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی وہکذا فی الطحطاوی وبالتقریر ظہر ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وہو النقدان صحبتہ الباء او لا قوبل بجنسہ او لا اور جو ثابت
اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہان تک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ سب مال تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا ہے خواہ اسپر باء
جارہ آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہو ہم سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین والثانی مبیع بکل حال کالثیاب و
الدواب اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال میں چنانچہ کپڑے اور چارپائے مبیع ہیں ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے باء جارہ انپر آوے یا نہ آوے
والثالث ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے دوسری وجہ سے مبیع چنانچہ مثلی چیزیں مکیلات اور موزونات سوائے نقدین کے

فان اتصل بہا الباء فثمن والا فمبیع سو اگر مثلیات کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اسی راہ سے وہ ثمن ہی اور اگر متصل نہو تو اسی راہ سے وہ
مبیع ہی بحر الرائق مین یون ہی کہ اگر مثلی معین ہو عقد مین تو وہ مبیع ہی اور اگر معین نہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہی واما الفلوس فان
رائجۃ فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہون تو ثمن کے مانند ہین ورنہ تو جنس و رقماش کے مانند ہین والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ فی ملک العاقد
عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن وتصحیح الاستبدال بہ فی غیر الصرف والسلم لا فیہما اور منجملہ احکام ثمن نہ مشروط ہونا اسکے وجود کا ہی عاقد کی ملک مین عقد
بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ہی ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہی بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا غیر صرف اور سلم مین نہ ان
دونون مین یعنی بیع الصرف اور سلم مین ثمن اور راس المال کا استبدال صحیح نہین وحکم المبیع خلافہ ای الثمن فی الکل فیشترط وجود المبیع فی ملکہ وہکذا اور حکم مبیع کا برخلاف
ثمن کے ہی جمیع امور مذکورہ مین تو مشروط ہی مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک مین عقد کے وقت اور اسی طرح باقی امور مین بیع باطل ہو جاتی ہی مبیع کے ہلاک ہو جانے سے
اور مبیع کا استبدال جائز نہین ومن حکمہما وجوب التساوی عند المقابلۃ بالجنس فی المقدرات کما تقرر اور ثمن اور مبیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہی مقابلہ
جنس کے وقت مقدرات مین یعنی مکیلات اور موزونات مین چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہی باب الربوا مین یعنی مکیل یا موزون مین درصورت اتحاد جنس ثمن اور مبیع دونو
کا برابر ہونا واجب ہی تذنیب فی بیع العینۃ ویاتی متنا فی الکفالۃ وبیع التلجیۃ ویاتی متنا فی الاقرار یہ کتاب البیوع کا دنبالہ ہی بیع العینہ کے ذکر مین اور اسکا بیان
کتاب الکفالہ کے متن مین آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان مین اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن مین آویگا ہم تذنیب عبارت ہی اس شے سے جسکو آخر کلام مین لاوین اور اسکو
کلام سابق سے تعلق ہو سو وہ مصدر ہی بمعنی مفعول اس تذنیب مین بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہین تو بہتر یون تھا کہ شارح کہتا کہ اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی رہی
سو اسکا ذکر کتاب الکفالہ مین آویگا کذا فی الطحطاوی وہو ان یظہرا عقدا وہما لا یریدانہ یلجی الیہ لخوف عدو وہو لیس ببیع فی الحقیقۃ بل کالہزل کما بسطتہ فی آخر شرحی علی المنار
اور وہ یعنی بیع التلجیہ یہ ہی کہ عقد کو دو شخص ظاہر کرین اور اسکا دل مین قصد نرکھین ایسے عقد کی طرف التجا واقع ہوتی ہی دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت مین بیع نہین
ہی بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہی چنانچہ اسکو مین نے مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح منار کے آخر مین ہم مغرب مین ہی کہ تلجیہ عبارت ہی اس امر کے کرنے سے جسکا باطن مخالف ہی
اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری مین ہی کہ تلجیہ وہ عقد ہی جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہی تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہی اور تلجیہ تین قسم پر ہی ایک قسم یہ ہی کہ نفس بیع
یعنی مضطر ۱۲
مین تلجیہ ہو اسطرح پر کہ کسی مرد سے کہے کہ مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ مین نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہین اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر مین بیع کرے تو یہ باطل
ہی دوسری قسم یہ ہی کہ تلجیہ بدل مین ہو چنانچہ عاقدین باطن مین اسپر متفق ہون کہ ثمن ہزار درہم مین اور ظاہر مین دو ہزار کو بیع کرین تو ثمن وہی ہی جو باطن مین مذکور
ہوا اور زیادت مین گویا انھون نے ہزل کیا اور ابو یوسف سے ایک روایت یون ہی کہ ثمن وہی ہی جو ظاہر مین مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہی کہ عاقدین باطن مین اسپر اتفاق کرین کہ
ثمن ہزار درہم ہی اور ظاہر مین سو دینار سے بیع کرین محمد نے کہا قیاس یہ ہی کہ عقد باطل ہو اور استحسان مین سو دینار سے بیع صحیح ہی اور اگر دونون اسپر اتفاق کرین کہ اس بیع کا اقرار کرین
جو نہین واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کرین تو وہ بیع باطل ہی اور اگر دونون کی اجازت سے بھی جائز نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت مین غموض ہی جسکا ایضاح یہ ہی ونقلت عن التلویح
ان الاقسام ثمانیۃ وسبعون اور مین نے نقل کیا شرح مذکور مین تلویح سے کہ بیع التلجیہ کی اٹھتر قسمین ہین وعقد لہ قاضی خان فصلا آخر الاکراہ ملخصہ انہ بیع منعقد غیر لازم کالبیع بالخیار
اور قاضی خان نے آخر اکراہ مین بیع التلجیہ کے واسطے ایک فصل منعقد کی ہی خلاصہ اسکا یہ ہی کہ تلجیہ بیع منعقد غیر لازم ہی بیع الخیار کے مانند وجعلہ الباقانی فاسدا اور باقانی نے
تلجیہ کو بیع فاسد قرار دیا ہی ولو ادعی احدہما بیع التلجیۃ وانکر الآخر فالقول لمدعی الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع التلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی جد کا قول
اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہی ہم طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہی کہ جد اصل ہی یعنی ہزل خلاف اصل ہی لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برہن احدہما قبل ولو برہنا فالتلجیۃ اور
دونون مین سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوے پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف
ظاہر کے اثبات کے واسطے ہی ولو تبایعا فی العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجیۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما ہزلا بہ والا فلازم ولو لم تحضرہما نیۃ فباطل علی الظاہر بینہ

اور اگر دونون نے علانیہ بیع کی اگر دونون اقرار کرین کہ بناء بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہی بسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ اظہار بیع کا ہزل کے طور تھا اور نہین تو بیع
لازم ہی یعنی اگر دونون اعراض پر متفق ہوئے یا بناء اور اعراض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہی اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہو ئی نہ بناکی نہ اعراض کی
تو بیع باطل ہی قول ظاہر پر کذا فی المنیۃ ھم منا مین مصرح ہی کہ درصورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہی اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہی تو شاید یہان دو قول ہین کذا فی الطحطاوی بالیقین
اس مسئلے مین دو قول ہین چنانچہ قول منیہ یعنی علی الظاہر اسپر دلالت کرتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم قلت مفادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن شرط الوفاء فالعقد
جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ مین کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا ٹھہرالین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا سے تو عقد
جائز ہی اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ھم وجہ افادہ یہ ہی کہ بیع التلجیہ اُسوقت باطل ہی جبکہ دونون اسکا اعتراض کرین کہ بناء علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہی
تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہی و بیع الوفاء ذکرتہ ہنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر وصورتہ ان
یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین سماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ اور بیع الوفا کی صورت یہ ہی کہ کوئی جنس
بیع کرے ہزار درم سے مثلاً اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو جنس مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد کہتے ہین اور مصر مین
بیع الامانۃ بولتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ھم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہی کہ اُسکا عود راہن کی طرف ہوتا ہی ایفاء مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ
کی وجہ یہ ہی کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہی کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھ کر مبیع دی کہ جب امین اسکو درم دیگا تو وہ
بلا تکرار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہی بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا منعقد ہی بعد وجود شرط کے قیل ہو رہن فیتضمن زوائدہ اور بعضون نے کہا بیع الوفا فی الحقیقۃ
رہن ہی تو زوائد اُسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہین مانند مرہون کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا درحقیقت بیع ہی کہ بیع سے
فائدہ لینے کے مفید ہی وفی اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہی کہ اسی پر فتوی ہی یعنی بیع ہونے پر وقیل
ان بلفظ البیع لم یکن رہنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا اگر بلفظ بیع ہی تو رہن نہو گی ھم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہی شرعاً اور ہر ایک کے احکام مستقلہ
ہین کذا فی الدرر ثم ان ذکرا الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اُسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونون نے اسکو
بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگئی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وہو الصحیح کما فی الکافی والخانیۃ واقرہ
خسرو وہنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہی اور اس وعدے کا وفا کرنا
لازم ہی اسواسطے کہ مواعید کا ہے لازم الایفا ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہی اس قول کو ملا خسرو نے یہان
اور مصنف نے باب الاکراہ مین اور ابن ملک نے باب الاقالہ مین زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ لو ذکر الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر انہ فی مجلس العقد
او بعدہ اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرائط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط مجلس عقد مین ہوا یا بعد اُسکے
ھم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق عقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ الآخر باتا توقف علی اجازۃ مشتریہ
وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ مین ہی اور اگر بیع الوفا کے بائع نے بیع کو بیچا دوسرے مشتری کے ہاتھ بطریق بیع لازم کے
تو یہ بیع اُسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اُسکو بیچا تو اُسکے بائع اور بائع کے وارثون کو حق
استرداد ثابت ہی ھم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اُس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اُسکے وارثون کو حق استرداد ہوا بنظر جانب رہن
وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا لجانب الرہن فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے
مورث کے قائم مقام ہین بنظر جانب رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم یہی حکم فتاوی عالمگیری بعینہ جواہر اخلاطی سے منقول ہی ولو استاجرہ بالعقد

در ذکر بیع الوفا

لا یضمنہ الاجر لانہ رہن حکما حتی لایحل الانتفاع بہ اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اسکو اجرت لازم نہین اسواسطے کہ وہ بحکم رہن ہے یہان تک کہ اُس سے
فائدہ لینا حلال نہین ہم یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارۃ بعد قبض المشتری المبیع وفاء ولو للبناء
وحدہ فہی صحیحۃ والاجرۃ لازمۃ للبائع طول مدۃ التواجر انتہی فتنبہ اور مین کہتا ہون اور ابن الحلبی کے فتاوی مین ہے کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض کرنے
مشتری کے بیع بالوفا کو اگرچہ قبض فقط بنا کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہے اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہے بقدر طول مدت تواجر انتہی تو آگاہ ہو جا ہم یہ قول
بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہے شرنبلالیہ مین مذکور ہے کہ بیع الوفا مین تو قول ہین از انجملہ بعضی علماے محققین کا یہ قول جامع ہے کہ بیع الوفا بعضے احکام مین تو
فاسد ہے یہان تک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہے اور بعضے احکام مین صحیح ہے چنانچہ منافع مبیع کے حلال ہونے مین اور بعضے احکام مین بیع الوفا رہن ہے
یہان تک کہ مشتری اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین صاحب بحر الرائق نے بعد نقل کرنے اس قول کے کہا کہ لائق یون ہے کہ فتوی دینے مین اس قول جامع سے عدول کیا جاوے
انتہی اور منجملہ منافع اسکے کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہے اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکور ہے تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہے واللہ تعالی اعلم
کذا فی الطحطاوی قلت وعلیہ فلو مضت المدۃ وبقی فی یدہ فافتی علماء الروم بلزوم اجر المثل ویسمونہ بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بموجب فتاوی ابن الحلبی کے
اگر مدت اجارہ منقضی ہو چکا اور اسکے ہاتھ مین باقی رہے تو علماے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہے اور علماے ممدوحین اس بیع کو بیع استغلال کہتے ہین وفی الدرر
صح بیع الوفاء فی العقار استحسانا واختلف فی المنقول اور درر مین ہے کہ بیع الوفا زمین مین صحیح ہے بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہے یعنی بعضے صحیح کہتے ہین اور بعضے
غیر صحیح ہم اور بموجب قول صحت بیع لونڈی مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری کو حلال نہین اسواسطے کہ اسمین دونون کا حق متعلق ہے تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی
اور اسی طرح کھانا اور پینا جائز نہین اگر مبیع ماکول یا ملبوس ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والمنیۃ اختلفا ان البیع باتۃ او وفاء جدا او ہزل فالقول لمدعی الجد
والبتات الا بقرینۃ الہزل والوفا اور ملتقط اور منیہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہے یا بیع الوفا ہے واقعی بیع ہے یا ہزل اور بیہودگی تو اسکا قول
معتبر ہے جو واقعی ہونے اور لزوم بیع کا مدعی ہے مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا ہم قرینہ ہزل یہ ہے کہ ثمن نہایت تھوڑا ہو بہ نسبت مبیع کے
کذا فی الطحطاوی قلت لکنہ ذکر فی الشہادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجی فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا
کے مدعی کا قول معتبر ہے بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال
البائع بعتک بیعا باتا فالقول لہ الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی صاحبہ تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ بیع کی
بطریق بیع لازم کے تو اسی کا قول معتبر ہے مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوے لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع تغیر ہو جانے
نرخ کا دعوے کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباہ فی اواخر قاعدۃ العادۃ محکمۃ عن المنیۃ لو دفع غزلا الی حائک لینسجہ بالنصف جوزہ
مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی آخرہا عن اجارۃ البزازیۃ ان بہ افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا قال والفتوی علی جواب الکتاب للطحان لانہ منصوص
علیہ فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدۃ العادۃ محکمہ کے اندر منیہ سے منقول ہے کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اسکو بنے آدھے کپڑے کی مزدوری لینے پر
اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہے بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسی قاعدے کے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے نقل کیا کہ اسکے جواز
کا فتوی دیا ہے مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی النسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہے جو کتاب یعنی قدوری مین مذکور
ہے یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہے تو جواز مسئلہ حائک سے ابطال نص لازم آتا ہے ہم مفتی ابو السعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب سے
مراد عند الاطلاق قدوری ہے اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط محمد مراد ہے جسکو اصل بولتے ہین کیونکہ اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہے بالجملہ مسئلہ طحان یہ ہے کہ
اگر آٹا پیسوانے کا اجارہ کرے کچھ آٹے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ حائک مسئلہ طحان کے مانند ہے تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

تصرف وفيها من البيع الفاسد القول السادس في بيع الوفاء انه صحيح لحاجة الناس فرارا من الربا وقالوا ما ضاق على الناس امره اتسع حكمه صاحب نہر نے کہا اور بزازیہ
مین بیع الفاسد سے قول سادس بیع الوفا مین یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیون کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگون پر تنگ
نہین ہوا مگر اسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لكن افتى كثير باعتباره فعلى اعتباره ينبغي ان يفتى بان ما يقع في
بعض الاسواق من خلو الحوانيت لازم ويصير الخلو في الحانوت حقا له فلا يملك صاحب الحانوت اخراجه منها ولا اجارتها لغيره ولو كانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ
البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو مین کہتا ہون بموجب اعتبار عرف خاص کے یہ فتوی
دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازارون مین واقع ہوتا ہے دوکانون کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانون کا خلو اسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان اسکے نکالنے کا
دوکان سے مالک نہین اور نہ اسکے کرایہ دینے کا اسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع مین مذکور ہو چکی وكذا اقول على اعتبار
العرف الخاص قد تعارف الفقهاء النزول عن الوظائف بمال يعطى لصاحبها فينبغي الجواز وانه لو نزل له وقبض منه المبلغ ثم اراد الرجوع لا يملك ذلك
ولا حول ولا قوة الا بالله اور اسی طرح مین کہتا ہون عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا مین متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنے باز رہنا وظائف
معینہ سے بعوض اس مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنے وظیفہ کو چھوڑ دے اور
طالب وظیفہ سے مبلغ قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہین ولا حول ولا قوة الا بالله حاشية وايده في زواهر الجواهر بما في
واقعات الضريري رجل في يده دكان فغاب فرفع المتولي امره الى القاضي فامر القاضي بفتحه واجارته ففعل المتولي ذلك وحضر الغائب فهو اولى بدكانه و
ان كان له خلو فهو اولى بخلوه ايضا وله الخيار في ذلك فان شاء فسخ الاجارة وسكن في دكانه وان شاء اجازه ورجع بخلوه على المستاجر ويؤمر المستاجر بالاداء وذلك ان
يرضى له ولا يؤمر بالخروج من الدكان انتهى بلفظه شارح کہتا ہے مین کہتا ہون زواہر الجواہر مین قول اشباہ کی تائید کی ہے اس روایت سے جو واقعات ضریری
مین ہے کہ ایک مرد ہے کہ اسکے ہاتھ مین دوکان ہے منجملہ دکاکین وقف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی
نے دوکان کھولنے اور اسکے اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب ہی اپنی دوکان لینے کا سزاوار
تر ہے لینے اسواسطے کہ اسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے اور اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان مین تو وہ اپنے خلو کے لینے مین بھی اولی ہے اور اسکو اسمین
اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان مین اور اگر چاہے دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر
سے پھیرے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اسکے باقی رکھنے سے اور اسکو دوکان سے خارج ہو جانے کا
حکم ہنوگا یعنے بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظ الزواہر کذا فی حاشیہ المدنی

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت مین مناسبتها للبيع لكونها فيه غالبا ولكونها بالامر معاوضة انتهاء مناسبت کفالت کی بیع سے بسبب ہونے ضامنی کے بیع مین اکثر اور سبب
ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار مین ہے چونکہ اکثر ضمانت ثمن کی ہوتی ہے یا مبیع کی لہذا بیع مین ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف
سے مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار عند الرجوع معاوضہ ہے اس سے جو ذمہ ثمن پر ثابت ہے کذا فی البحر ہی لغة الضم کفالت لغت مین بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو
دوسری چیز سے ملانا ہم کفالت لغت مین بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحكى ابن القطاع كفلته وكفلت به وعنه بتثليث الفاء اور ابن قطاع
لغوی نے کفلته اور کفلت به اور کفلت عنه اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے یعنی کفالت متعدی بنفسہ ومتعدی بحروف جارہ دونون مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہین
وشرعا ضم ذمة الكفيل الى ذمة الاصيل في المطالبة مطلقا بنفس او بدين او عين كمغصوب نحوه كما سيجيء لان المطالبة تعم ذلك اور شرع مین کفالت

عبارت ہو لانے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ مین مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا چنانچہ مغصوب وغیرہ جیسے اُسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ مطالبہ شامل ہو اس مذکور
کو نفس اور دین اور عین کو ہدایہ وغیرہ مین صحیح ہو کہ کفالۃ ضم فی المطالبہ سے عبارت ہو نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہو یعنی کفیل پر مطالبہ دین ثابت ہوتا ہو اور دین
ثابت نہین ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہو یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہو بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہو طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت
ہو لغت مین عہد اور امان اور ضمان سے نہر الفائق مین تحریر سے منقول ہو کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہو جس سے وجوب مالہ اور ما علیہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہو اور فخر الاسلام نے ذمہ کو
نفس و رقبہ صاحب عہد تفسیر کیا ہو اور مراد ذمہ سے عہد اور میثاق ہو ومن عرفہا بالضم فی الدین اراد تعریف نوع منہا وہو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت
کی تعریف ضم فی الدین کی ہو اُسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہو یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہو م فقہا کا اسمین اختلاف ہو کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت
ہوتا ہو یا نہین کذا فی الحلبی ویستغنی عما ذکرہ ملا خسرو اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہین رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہو م ملا خسرو نے دُرر مین کفالت
کی یون تعریف کی ہو (ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم) شارح کا مطلب یہ ہو کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل رہا تفصیل
کی کچھ حاجت باقی نہ رہی **ورکنہا ایجاب وقبول** بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہو الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف
نے قبول کو رکن نہین ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہو طرف ثانی قبول کرے یا نکرے **وشرطہا کون المکفول بہ**
نفسا او مالا مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد ولا قود اور شرط ضمانت یہ ہو کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن
اُسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص کے ضامن پر اقامت نہین ہوتی بلکہ مجرم پر ہو **وفی الدین کونہ صحیحا قائما**
لا ساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت مین ہونا دین کا صحیح قائم شرط ہو نہ کہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس
مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا چنانچہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے م دین صحیح وہ ہو جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہو صحیح کی قید سے
دین ضعیف نکل گیا چنانچہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہوجاتا ہو اور دین قائم کی قید سے سب مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہو
کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہو حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہین ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہو خلاصہ یہ ہو کہ بدل کتابت اور مفلس
میت کے دین کی ضمانت جائز نہین اور عدم جواز ضمانت نفقہ یہ بحث ہو صاحب نہر کی نہ روایت مذہب فالیس دینا بالاولی نہر تو جو چیز کہ دین نہین چنانچہ نفقہ زوجہ قبل الحکم
او الرضا اُسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہین یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہین **وحکمہا لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما ہو**
علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہو کفیل پر اُس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے م یعنی اگر حاضر ضامنی ہو تو
ضامن سے حاضر کردینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہو تو اُسکا مطالبہ ہوگا **واہلہا من ہو اہل التبرع** فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان
یکفل المال عنہ فیصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہو جو تبرع کا اہل ہو یعنے ہر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہین مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر
اُسوقت جب اُسکے واسطے اُسکے ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا سے قرض مین کذا فی المحیط
م مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہین اسواسطے کہ ضمان دین صغیر پر بلا شرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سوا
تاکید کے تو صغیر متبرع نہ ٹھہرا بخلاف ضمان نفس کے اور یہی حکم ہو وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ ولولاہا لطولب
الولی نہر اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من
الثلث اور ضمانت نافذ نہین مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہو اور مریض کا تبرع صحیح نہین مگر اُسکے ثلث مال مین کیونکہ دو ثلث مین وارثون کا حق
متعلق ہوگیا ولا من عبد ولو ماذونا فی التجارۃ ویطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہین غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت کرنے مین اور غلام سے

بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونے کا اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت مین بشرطیکہ غلام مدیون نہو کذا فی البحر
ھم اس روایت سے معلوم ہوا کہ حریت لنفاذ ضمانت کی شرط ہی نہ انعقاد ضمانت کی و لا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہین مکاتب سے اگرچہ مولی نے اسکو اذن
دیا ہو ھم اصیل اور مکفول لہ کی شرط باقی رہگئین سو اصیل کی شرط یہ ہی کہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس میت سے ضامن ہونا صحیح نہین اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو غیر معلوم سے
ضمانت جائز نہین اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہین اور مکفول لہ کی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور مجلس مین موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہی اور اسکا عاقل ہونا
شرط ہی نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر و المدعی وہو الدائن مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہین یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہو لی
و المدعی علیہ وہو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہی یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہولی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہین
والنفس والمال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہی یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ الکفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہی ھم کفیل کو زعیم
اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہین ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہی اور سند اجماع کی حدیث
ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہی ھم یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہی ش
کما ہو مکتوب فی التوریۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے مین زیادہ تر احتیاط ہی توریت مین لکھا ہی کہ ضامنی کے
اول مین ملامت ہی اور درمیان مین ندامت اور اسکے آخر مین ڈانڈ دینا ہی کذا فی المجتبی ھم ضمانت کے اول مین ملامت ہی یعنی خلق اسکو ملامت کرتی ہی کہ کیون
پرایا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان مین ندامت ہی یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہی کہ دین یا احضار نفس مجپر لازم ہوگیا اور شاید مجسے نہوسکے تو سخت بلا مین
گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہی اور یہ اکثر ضمانت مین ہوتا ہی یا غرامت سے لزوم ضرر مراد ہی یہ ہر ضامنی کو شامل ہی شارح نے ضمانت کی برائیان ذکر کین
اور اسکی خوبیون سے سکوت کیا حالانکہ اسمین عمدہ خوبیان بھی ہین ازانجملہ یہ ہی کہ ضامن ہونے سے طالب اور خالف کا غم تشویش دور ہوتا ہی اور جو مطلوب کہ اپنی ذات پر
خائف ہی اسکی تشویش دور ہوتی ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا مین رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور
کریگا و کفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہ مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقد مناثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہ الطلاق فکذا فی الکفالۃ فتح اور کفالت
نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہی یون کہنے سے کہ مین نفس ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہی جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہی مانند طلاق کے اور ہم
پہلے ذکر کرچکے ہین وہان کتاب الطلاق مین کہ اگر ایک قوم مین بولنا ہاتھ کا تمام بدن پر معروف اور مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسی طرح کفالت مین
کذا فی الفتح یعنی اگر یہ بجاے کل بدن بولتے ہون تو اگر ایک شخص کہے کہ مین اسکے ہاتھ کا ضامن ہون تو ضمانت منعقد ہوتی ہی و بجزء شائع کفلت بنصفہ او بربعہ
اور انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہی جیسے مین نے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ھم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہی تو اگر کفیل اپنے جزء شائع
کی طرف اضافت کرے اسطرح کہ تیرے واسطے میرا نصف یا ثلث ضامن ہوا تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن السراج و تنعقد بضمنتہ او علی والی او عندی
و انا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ ای بفلان او غریم او حمیل بمعنی محمول بدائع اور منعقد ہوتی ہی حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ مین اسکا ضامن ہوا یا علی یا الی
یا عندی سے یا مین اسکا زعیم یعنی ضامن ہون یا اسکا قبیل ہون یعنی فلانے شخص کا ضامن ہون یا اسکا غریم یا حمیل ہون بمعنی محمول کذا فی البدائع ھم قولہ علی
یعنے مجپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہی اسواسطے کہ علی کلمہ ہی وجوب کا تو یہ صیغہ التزام ہوا قولہ الی یعنی چھوڑا اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی یعنی یہ
شخص میرے پاس ہی مین اسکو تیرے پاس حاضر کرونگا اور قبیل یعنی کفیل بمعنی قابل ضمان ہی طحطاوی نے کہا اظہر یہ ہی کہ حمیل بمعنی فاعل ہو کیونکہ وہ حامل ہی کفالت کا و
تنعقد بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی تلتقیا و یکون کفیلا الی الغایۃ تاتارخانیہ اور منعقد ہوتی ہی کفالت اس قول سے کہ مین ضامن ہون یہانتک کہ طالب و مطلوب جمع
ہون یا ملیان تک کہ دونون ملین اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ ھم یعنی یہ ضمانت دائمی نہین بلکہ ضمانت موقتہ ہی باجماع و انعقادہ طرفین وقیل لا تنعقد لعدم

بیان المضمون بہ من نفس او مال کما نقلہ فی الخانیۃ عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہی (کہ انا ضامن حتی تجتمعا) سے ضمانت منعقد نہین ہوتی بسبب بیان ہونے مضمون بہ کے
یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہین کہ وہ کیا ہی ذات ہی یا مال ہی چنانچہ یہ قول خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہی قال المصنف والظاہر ہو انہ لیس المذہب
لکنہ استنبط منہ فی فتاواہ انہ لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسہ فالصحیح مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور ظاہر اعدم انعقاد ابو یوسف
کا مذہب نہین لیکن صاحب خانیہ نے قول مذکور سے اپنے اپنے فتاوے مین استنباط کیا ہی کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہی اور ضامن کہے کہ مین نے
حاضر ضامنی کی ہی تو ضمانت صحیح نہین ہم حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہین کہ دونون کا اتفاق ایک امر پر نہین ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف
نہین تو بقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہی ثم قال و ینبغی انہ اذا اعترف انہ ضمن بالنفس ان یواخذ باقرارہ فراجعہ پھر مصنف نے کہا کہ لائق یون ہی کہ جب ضامن
اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہی اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہو اپنے اقرار سے تو اس روایت کو تلاش کر کتب معتمدہ مین کما لا تنعقد فی قولہ انا ضامن او کفیل
لمعرفتہ علی المذہب خلافا للثانی لانہ لم یلتزم المطالبۃ بل المعرفۃ جیسے منعقد نہین ہوتی ضامنی اس قول مین کہ مین ضامن یا کفیل ہون اسکی معرفت اور شناخت
کا بموجب مذہب کے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہین ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہین کیا بلکہ شناخت اور پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعرفہ و
علی التزلفہ والوجہ اللزوم فتح اور اختلاف ہی اس قول مین کہ مین ضامن ہون تاکہ تجھکو اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہون اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہی
کذا فی الفتح ہم اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہی تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت نہین ہوتا کہ پہچانتا
کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجہہ لانہ یعبر بہ عن الجملۃ سراج چنانچہ اس قول مین لزوم ضمانت ہی کہ مین اسکے چہرے کا ضامن ہون اسواسطے کہ
چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہی کذا فی السراج وفی معرفۃ فلان علی یلزمہ ان یدل علیہ خانیہ ولا یلزم ان یکون کفیلا نہر اور اس قول مین کہ فلانے شخص کی
معرفت مجھپر ہی اسپر بتادینا لازم ہی اور بتادینے کو ضامن ہونا لازم نہین کذا فی النہر واذا کفل الی ثلثۃ ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثۃ ایضا ابدا حتی یسلمہ
لما فی المنتقط و شرح المجمع لو سلمہ للحال بری وانما المدۃ لتاخیر المطالبۃ اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تاوقتیکہ
اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع مین ہی کہ اگر قول مذکور مین بالفعل مطلوب کو تسلیم کردے تو ضامنی سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے
ہی ہم یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہین بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہی تو تا تسلیم مطلوب یہ دائمی ضمانت ہی طحطاوی نے کہا کہ ابتداء ضمانت کے حذف سے
اشارہ کیا کہ اگر یون کہے کہ مین حاضر ضامن ہون آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہوجائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی رہیگا کذا فی
الشرنبلالیہ ولو زاد وانا بری بعد ذلک لم یصر کفیلا اصلا فی ظاہر الروایۃ وہی حیلۃ فی کفالۃ لا تلزم درر و اشباہ اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ مین بری الذمہ ہون بعد اسکے یعنی یون
کہا کہ تین دن تک ضامن ہون اور بعد اسکے بری ہون تو اصلا ضامن نہوگا ظاہر الروایۃ مین اور یہ حیلہ ہی اس کفالت مین جو لازم نہو کذا فی الدرر قال الاہم اصلا ضامن نہوگا یعنی مطلقا
ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہی آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام مین وہ ضمانت سے بری ہوگیا تو اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالب ہوگا بعد
مدت کے کیونکہ مذکور ہوچکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہی اور پھر اسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہی تو کسی وقت اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی الطحطاوی
قلت ونقلہ فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیہ الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انہ یصیر کفیلا انتہی لکن تقوی الاول بانہ ظاہر المذہب فتنبہ مین کہتا ہون
کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام مین ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہی یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہی کہ وہ کفیل ہوجاتا ہی انتہی
کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہی اسوجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہی سو آگاہ رہنا ہم یعنی درصورت تعارض فتاوی ظاہر الروایۃ کی طرف رجوع لازم ہم
ولا یطالب بالمکفول بہ فی الحال فی ظاہر الروایۃ وبہ یفتی وصححہ فی السراجیہ اور جب مثلا تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا
مطالبہ فی الحال نہوگا بدون گذرجانے تین دن کے ظاہر الروایۃ مین اور اسی کا فتوی ہی اور اسی قول کو صحیح کہا ہی سراجیہ مین وفی البزازیۃ کفل علی انہ

متی او کلما طلب فلہ اجل شہر صحت ولا اجل شہر مطالبۃ فاذا تم الشہر فطالبہ لزم التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جس وقت اور ہر بار کہ
اس سے مطالبہ ہو تو اسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جیسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینا
پورا ہوگا پھر طالب اس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد
تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال ہو تو ابطال ضمانت لازم آوے بعدم مطالبہ بہ مطلقا ثم قال کفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہ
علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہے یعنی چاہے مدت میں ضامنی کرے یا نہ کرے تو صحیح
ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین اسواسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے و ان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہ
ان طلبہ کدین موجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم معین وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کردے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین موجل کا
ادا کرنا لازم ہے جبکی مدت ہو چکی ہم طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تا کفیل اور مکفول لہ دونون کی شرط کو شامل ہے فان احضرہ فیہا و الا حبسہ الحاکم
حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جبکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر
مطلہ اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید نہ کرے تاوقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے سے ہے تا ظالم نہین انتہی اور بعضی نسخون مین
حین ظہر مطلہ ہے اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اسوقت ہے کہ ضامن منکر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اسکی ضمانت ثابت ہو تو اسوقت اسکے حبس
مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی و لو ظہر عجزہ ابتداء لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نہ کرے کذا فی العینی فان غاب
امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو بدار الحرب عینی و ابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو
کذا فی العینی و ابن ملک و لو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی زاد فی البحر او ببینۃ اقامہا الکفیل مستدلا بما
فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نہ جانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اس سے مطالبہ نہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق
کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کر کے ہم طحطاوی نے کہا اس
مین خلل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المکفول بہ فلہ ان یلازم الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو صاحب دین کو ملازمت کفیل
جائز ہے تاوقتیکہ اسکو حاضر کردے و حیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ انہ غاب غیبۃ لا تدری فبین لی موضعہ فان برہن علی ذلک تندفع عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت
کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت غیر معلومہ غائب ہے سو اسکا مکان مجھسے بیان کر دے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے
تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہو جائیگی و لو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ و الا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور
ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جایا کرتا ہو اور
وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اس تک جانے کا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجائے کہ وہ اسکا مکان نہین جانتا ثم فی کل موضع قلنا بذہابہ الیہ للطالب
ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان مین ہم نے ضامن کے جانے کو کہا تو طالب کو جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کرے ضامن لیکر
تا کہ دوسرا غائب نہو جاوے و یبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ و لو عبدا اراد بہ دفع توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ بخلاف الکفیل بقیمتہ
اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کے ذکر کرنے سے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اسکی
تسلیم متعذر ہوئی تو اسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا رقبہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ و بموت الکفیل و قیل لطالب مطالبۃ وارثہ و وصیہ باحضار المکفول بہ
اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے یا اسکے وصی سے مکفول بہ کے حاضر کرنے کا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

لا بموت المطالب بل وارثه او وصیه یطالب الکفیل (قیل) یبرأ و صححه والمذہب الاول قوی اور ضامن بری الذمہ نہین ہوتا طالب کی موت سے بلکہ طالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے کذا فی الوہبانیہ اور قوی مذہب پہلا ہے (و) یبرأ (بدفعه الی من کفل له

حیث) ای فی موضع (یمکن مخاصمته) سواء قبله الطالب او لا و ان لم یقبل وقت الکفیل اذا دفعته الیک فانا بری (و) یبرأ (بتسلیمه مرة) او قال سلمته الیک بجهة الکفالة او لا ان طلبه منه و الا فلا بد ان یقول ذلک اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کر دینے سے اس مکان مین جہان اسکو مخاصمت ممکن ہو خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نکرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یون نہ کہا ہو کہ جب مین مکفول بہ کو تیرے سپرد کر دون تو مین بری الذمہ ہون اور بری الذمہ ہو جاتا ہے ایکبار کی تسلیم سے خواہ ضامن نے طالب سے یون کہا ہو کہ مین نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو یہ اس شرط پر ہے جبکہ طالب نے اس سے مکفول بہ کو طلب کیا ہو اور اگر طلب نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضرور ہے کہ مین نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہم مکان ممکن المخاصمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جنگل یا دیہات مین تسلیم ہوگی تو ضامن

بری الذمہ نہوگا کیونکہ طالب وہان خصومت پر قادر نہین (و لو شرط تسلیمه فی مجلس القاضی سلمه فیه و لم یجز تسلیمه فی غیره به یفتی) فی زماننا لتهاون الناس فی اعانة الحق اور اگر تسلیم مکفول بہ کی مجلس قاضی مین شرط ہو تو ضامن وہین اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی مین جائز نہین اسی کا فتوی ہے ہمارے زمانے مین بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری مین ہم یہ ذکر کا قول مفتی بہ ہے و لو سلمه عند الامیر او شرط التسلیم عند ہذا القاضی فسلمه عند قاضی آخر جاز بحر اور اگر در صورت شرط مجلس قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس مشروط تھی سوا اسنے دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر (و لو سلمه فی السجن لو سجن

لهذا القاضی او بین امیر البلد فی ہذا المصر جاز) ابن ملک اور اگر اسکو قیدخانہ مین سپرد کیا تو اگر اس قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اس شہر مین تو جائز ہے کذا صرح ابن ملک فی شرح المجمع (و کذا یبرأ الکفیل بتسلیم المطلوب نفسه) لحصول المقصود (و بتسلیم وکیل الکفیل) لقیامه مقامه (و رسوله الیه) لان رسوله الی غیره کالاجنبی اور اسی طرح ضامن بری الذمہ ہوتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول بہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہو گیا بسبب حاصل ہونے مقصود کے اور ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے اپنے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم ہونے وکیل کے مقام اسکے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے ہم تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے کہ حکم کفالت یا امر مطلوب ہو اور اگر اسکے بغیر امر ہو تو بری نہین ہوتا اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ لے اسکو اور فلانے شخص کو سپرد کر تا وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا کہ مین اسکو تیرے پاس ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہون سو اگر طالب اسکو

قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہو گیا اور اگر چپ ہے تو ضامن بری نہین کذا فی الطحطاوی و فیه یشترط قبول الطالب و یشترط ان یقول کل واحد منهم سلمت الیک عن الکفیل و ان لم یقل الکفالة عینی و الا لا یبرأ ابن کمال قاضیخان اور تسلیم رسول مین قبول کرنا طالب کا شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر شخص مذکورین سے یعنی مطلوب اور ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ مین نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہوگا کذا صرح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے (فان قال ان لم اواف به غدا فهو ضامن لما علیه من المال فکلم او وافاه به) مع قدرته علیه (فلو عجز بحبس او مرض لم یلزمه المال الا اذا عجز بموت المطلوب او جنونه) کما افاده بقوله پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر مین مطلوب کو کل نہ لے آؤن تو مین ضامن ہون اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہے بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہین مگر اسوقت جبکہ مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کر سکے چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے آئندہ قول مین بیان کیا ہم اور اگر ضامن عاجز ہو غائب ہونے کا نہ ہے یہ ہے واسطے اسکے تو مال لازم ہوگا خلاصہ یہ ہے کہ جب طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے وکیل قائم کرے کذا فی الطحطاوی الخصاف و یاتی المطلوب ... ضمن المال فی الصورتین لانه علق الکفالة بالمال بشرط متعارف فصح یا مطلوب

مر گیا صورت مذکورہ مین تو ضامن ہوگا مال کا دونون صورتون مین یعنی نہ حاضر کرنے مین باوجود قدرت اور مطلوب کے مرجانے مین اسواسطے کہ حاضر ضامن نے
مال ضامنی کو شرط استوار نہ پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت در حق تسلیم باطل ہوگی نہ در حق مال ولا یبرأ عن کفالۃ النفس بعدم الثانی ای ضمان المال ضامنی
سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ ہوگا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی مین تخالف نہیں جو جمع نہو سکین فلو ابرأہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد
شرطہ اسواسطے اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کر دیا تو اسپر مال واجب نہوگا بسبب پائے
جانے اسکی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی در صورت لقاے حاضر ضامنی سو ابرا و طالب سے وہ باقی نرہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب
وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ ور مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مریگا تو اسکا وارث طلب کریگا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے
مطالبہ ہوگا کذا فی الدرر فان دفعہ الوارث الی الطالب بری وان لم یدفعہ حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے
مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہوگیا اور اگر اسکو نہ دیا یہان تک کہ وقت گذر گیا تو مال لازم ہوگا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے متروکہ سے
مال دینا لازم ہوگا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکر واحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونون نے مطلوب کی
موافات اور عدم موافات مین اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے اور اسوقت مین تو مال لازم ہوگا ضامن پر کذا فی الخانیہ وفیہا لو اختفی
الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ مین ہے کہ اگر چھپ رہا طالب سو ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے لینے
تا مطلوب اسکو سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجائیگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کردینے پر بدون گواہی کے ادعی
علی آخر حقا یعنی او مائۃ دینار ولم یبینہا اجیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لیصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر غیر معین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا
اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص یا اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہوتا فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ وان لم یواف بہ غدا فعلی المائۃ
فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے مین اسکا حاضر ضامن
ہون اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہین سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو واجب ہونگے یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی سے بیان کیا ہے یعنی ثابت کیا ہے
یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ بالنفس فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہونگی دونون ضمانتین
یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہوگیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہوگیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہوگئی تو اسپر دوسری ضامنی
یعنی مال ضامنی مترتب ہوگئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول غیر مبین تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہوگیا تو جہالت مرتفع ہوگئی اور حاضر ضامنی صحیح ہوگئی پھر جب
حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مرتب ہوگئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان مین اسی کا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا
کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر لہ مین صاحب درر کا تابع ہوگیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو چنانچہ منح الغفار مین ہے اسواسطے
کہ اس التصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی بانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال
فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار شرط ہونے کا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اعتماد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور
اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا مین ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے ولا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود
مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی مین مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ لتبقی بروانہ حق آدمی والمراد
بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ مین التعزیر
کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد القول صاحبین ملازمت ہے یعنے ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

سے کہا کہ مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اُس سے لیکر دے دونگا تو یہ مال ضامنی نہین بلکہ ضمان تقاضا ہی کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول ای ولو دلالۃ بان
بایعہ او غصبہ منہ للحال نہر اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہی یعنی اگرچہ قبول باعتبار دلالت حال کے ہو اسطرح پر کہ اُسسے بیع کی ہو یا اُس سے غصب کیا ہو کذا
فی النہر ہم یہ قبول غیر صریحی بحث ہی صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو محمود سے خرید کریگا یا جو تجھسے محمود غصب کریگا اُسکا مین ضامن ہون پھر فی الفور بیع
یا غصب واقع ہو تو ضامنی صحیح ہی اگرچہ قبول ضمانت صریح نہین ولو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم الا فی اذا وعلیہ القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور
اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہوگی مگر کلما کے لفظ مین لازم ہوگی اور قول ضعیف یہ ہی کہ لازم ہوگی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور اسی قول پر
قہستانی اور شرنبلالی ہین تو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے محیط سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر اُسنے چند بار بیع کی تو اُسپر ضمانت
لازم نہین مگر اول بار کی انتہی اور قول ضعیف عینی لفظ ما کلما کا مفید ہی عموما کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعۃ صح بخلاف الکفالۃ بالذوب اور اگر ضامن
ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہی بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ہم یعنی اگر ضامنی اسطرح کی کہ ما بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اُسنے ضمانت سے
انکار کیا تو صحیح ہی اور اگر یون کہا کہ اذا ب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اُسپر واجب اور ثابت ہو وہ مجھپر ہی تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہ ضمانت ہی دین متاخر
الظہور کی وبخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبہ او قتلہ فانا کفیل فانہ باطل اور برخلاف اس قول کے کہ جو تجھسے غصب
کرین لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اُسکا ضامن ہون
تو یہ ضامنی باطل ہی ہم اسواسطے باطل ہی کہ امثلہ مذکورہ مین یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ہذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی
انسانا بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھسے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہ ضامنی باطل ہی جبتک ایک انسان معین کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے
کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اُس شخص سے بیع کروگے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہی پھر جو شخص اُس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا
فی النہر او علقت بشرط صحیح ملائم ای موافق للکفالۃ باحد امور ثلثۃ یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صحیح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کے واسطے امور ثلثہ
سے ہم او علقت عطف ہی کان پر یعنی کفالۃ المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا لوجوب الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک
کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک فعلی الدیۃ ورضی بہ المکفول جاز بخلاف ان اکلک سبع ہونا شرط کا مناسب ضمانت اسطرح پر کہ وہ لازم ہونے حق کی اصیل پر
شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق غیر نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تجھ سے غصب کرے
یا تجکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر دیت ہی اور مکفول یعنی مکفول لہ اُس سے راضی ہو تو جائز ہی بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجکو درندہ کھا جاوے
تو مین ضامن ہون ہم بعضے نسخے مین بجاے صیدک صیدلک ہی اور دیت سے مراد وہ ہی جو قیمت کو بھی شامل ہی اور قتل مخاطب قتل خطا مراد ہی اسواسطے کہ
قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہی نہ خون بہا اکل سبع کی شرط اسواسطے صحیح نہین کہ درندہ مکفول عنہ ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا اور اسواسطے
کہ اُسکا فعل ہدر ہی او شرط الامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین وہو معنی قولہ وہو ای والحال ان زیدا مکفول عنہ او مضاربہ او
مودعہ او غاصبہ جازت الکفالۃ المتعلقۃ بقدومہ لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے
تو مجھپر ہی وہ دین جو اُسپر ہی اور یہی مطلب ہی مصنف کے اس قول کا اور حالانکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہی یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اُسکا غاصب
ہی تو وہ ضامنی جو اُسکے آنے سے متعلق ہی جائز ہی بسبب قادر ہونے ضامن کے ادا دین پر او شرط لتعذرہ ای الاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر
فعلی وامثلتہ کثیرۃ فہذہ جملۃ الشروط التی یجوز تعلیق الکفالۃ بہا یا شرط ہو اُسکے تعذر کی یعنی استیفاء دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر
سے غائب ہو تو اُسکا دین مجھپر ہی اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ بالکل وہ شرطین ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہی ہم منجملہ امثلہ کثیرہ مذکورہ کے

یہ مثالیں ہین کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہی تلف ہو یا وہ مرجائے یا تیرے دین کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین چھ مہینے تک دے تو مین ضامن
ہون ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان ہبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فتبطل ولا یلزم المال فما فی الہدایۃ سہو کما حررہ ابن الکمال اور ضامنی صحیح
نہین اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے چنانچہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو مجیر ہی کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہی یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہین تو ایسی شرط باطل
ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ مین ہی وہ سہو ہی چنانچہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہی ھم خلاصہ ہدایہ یون ہی کہ تعلیق بہبوب ریح و مجی مطر اگرچہ صحیح نہین مگر
ضمانت صحیح ہی کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق اور عتاق کے فتح القدیر مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ شرط غیر ملائم
کے ساتھ کفالت اصلا صحیح نہین ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہی اور مدت باطل ہو جاتی ہی اور اس مقام مین بہت گفتگو ہی اسکا کچھ ثمرہ نہین
سوائے اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی نعم لو جعلہ اجلا صحت ولزم المال للحال فلیحفظ ہان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی
اور مال فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن کہے کہ مین ضامن ہون تا ہبوب ریح و مجی مطر ولا تصح ایضاً بجہالۃ المکفول
عنہ فی تعلیق واضافۃ لا تخییر ککفلت بمالک علی فلان او فلان فتصح وتعیین للمکفول لہ لانہ صاحب الحق اور صحیح نہین ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے بھی تعلیق اور اضافت
مین نہ تخییر مین چنانچہ مین ضامن ہون تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہی یا فلانے پر تو تخییر مین یہ ضمانت صحیح ہی اور ایک کا معین کر لینا مکفول لہ کے اختیار مین ہی کیونکہ
وہ صاحب حق ہی ھم تعلیق کی مثال یہ ہی کہ اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو مین ضامن ہون اور اضافت کی مثال یہ ہی کہ جو لوگون پر تیرا دین ثابت ہو
اسکا مین ضامن ہون کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہی اور حلبی نے تعلیق کی مثال دی اسکو عمادیہ مین اضافت کی مثال مین
ذکر کیا ہی اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہین تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہی واللہ تعالی اعلم ولا بجہالۃ المکفول لہ ولو بہ مطلقا اور صحیح نہین ضامنی مکفول لہ
اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھم مکفول بہ سے مراد یہان نفس ہی نہ مال اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمانت نہین نعم لو قال تکفلت
رجلا اعرفہ لوجہہ لا باسمہ جاز ولو اتی برجل حلف انہ ہو بری بزازیہ ہان اگر ضامن کہے کہ مین ضامن ہوا ہون اس مرد کا جسکا منھ پہچانتا ہون نہ نام اسکا تو ضامنی
جائز ہی اور جس مرد کو لاویگا اور قسم کھاویگا کہ یہی شخص مکفول بہ ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیۃ فی السراجیۃ قال لضیفہ وہو یخاف علی دابتہ
من الذئب ان اکل الذئب حمارک فانا ضامن فاکلہ الذئب لم یضمن اور سراجیہ مین ہی کہ صاحب خانہ نے اپنے مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور
پر بھیڑیے سے ڈرتا ہی کہ اگر بھیڑیا تیرا گدھا کھا جائے تو مین ضامن ہون سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہین ھم علت عدم ضمان اکل ذئب اکل سبع
مین مذکور ہو چکی نحو ما ذاب ای ما ثبت لک علی الناس او علی احد منہم فعلی مثال للاول ونحوہ ما بایعت بہ احدا من الناس معین المفتی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا
دین لوگون پر یا کسی شخص پر سو مجہر ہی یہ مثال ہی اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی مانند اسکے یہ ہی کہ جو تو بیع کرے کسی سے لوگون مین سے وہ مجہر ہی کذا فی
معین المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحد منہم علیک فعلی مثال الثانی یا جو ثابت ہی لوگون کا تجپر یا کسی کا لوگون مین سے تجپر سو مجہر ہی یہ ثانی کی مثال ہی یعنی مکفول لہ
کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد وقصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہین ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی
عقوبات مین ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لہ وخدمۃ عبد معین مستاجر لہا ای للخدمۃ لانہ یلزم تغییر المعقود علیہ اور نہ ضمانت صحیح ہی معین جانور کی باربرداری
کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگذاری غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کہ ضمانت مین معقود علیہ کا تغیر لازم
آتا ہی ھم تغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہی کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہی کیونکہ اسکو قدرت نہین غیر کے جانور پر اور اگر ضامن اپنا جانور
تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور لایا جسپر عقد اجارہ منعقد نہین ہوا کذا فی الطحطاوی عن البحر بخلاف غیر معین لوجوب مطلق الفعل لا
التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمین ضمانت صحیح ہی بسبب واجب ہونے مطلق فعل کے نہ تسلیم کے ھم یعنی غیر معین جانور مین مطلق باربرداری واجب ہی

لکن نقل المصنف عن الطرسوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ قاسم ہذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا ہی ضامنی کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی
ہی کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہی اسکو بحر الرائق مین اور یہی قول ہی تینون اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح مین طرسوسی سے نقل کیا ہی کہ فتوی امام اور محمد
کے قول پر ہی اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہی یہ یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہی ولو اخبر عنہا بان قال انا کفیل بمال فلان علی
فلان حال غیبتہ الطالب او کفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی من الدین فکفل بہ مع غیبتہ الغرماء صح فی الصورتین بلا
قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اسطرح پر کہ کہے کہ مین فلانے کے مال کا ضامن
ہون جو فلانے پر ہی یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث نے مریض کی طرف سے اسکے امر سے اسطرح پر کہ مریض کہے
اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھپر دین ہی سو وہ ضامن ہوا باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے تو ضمانت صحیح ہی دونون
صورتون مین بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور نزدیک ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہی تو اگر مریض مذکور ضمانت
کے واسطے کہے تو ضمانت صحیح نہوگی اور بعضون نے کہا کہ صحیح ہی کذا فی شرح المجمع ف کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہی طالب کا اس
ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ ہوجائے اور اسمین طالب کا فائدہ ہی تو گویا وہ بذات خود حاضر ہی شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکور نہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے
اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہی اسکے دونون رکن سے یعنے ایجاب وقبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر مین ہی کہ ضمانت
اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ تر وجہ ہی اور ثابت کیا ہی کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہی نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہی موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو
مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف نہوتی ولو لہ مال علی غائب ہل یومر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال غائب پر ہو
تو کیا صاحب دین کو اسکے انتظار کا امر کیا جائیگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے مینے اسکو کسی کتاب مین نہین دیکھا اور اسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہی کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جائے نہ اسکی کفالت ہونے پر م یہ بحث ہی صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہی کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہین ہی اسواسطے کہ وہ صحیح نہین بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہین ہی ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہین
وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح وروی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض مین اسکے امر کی اسواسطے کہ تبرع وارث کا اسکی ضمانت مین اصحاب
دیون کی غیبت مین صحیح نہین اور یہی قول معتمد ہی کذا فی الططاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہی بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ صح سراج ولعلہ قول الثانی لما مر اور
اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہی کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہی چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی النہر م مذکور یہ ہوچکا کہ ابو یوسف کے
نزدیک قبول کرنا شرط نہین وفی البزازیۃ اختلفا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ مین ہی کہ دونون نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء ہونے
مین تو مخبر کا قول معتبر ہی یعنی مدعی اخبار کا اور وہ طالب ہی اسواسطے کہ اصل صحت ہی اور صحت عقد ہونے بیان کلام کو اخبار قرار دیا کذا فی الططاوی ولا تصح بدین
ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن معراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک اور صحیح نہین ضمانت اُس دین کی جو ساقط ہی
میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اسوقت دین ساقط نہین جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہوگیا ہو اسکی زندگی مین رہن ہو کذا فی المعراج
یا اسکا مال ظاہر ہوگیا ہو تو ضمانت صحیح ہوگی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک م سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام مین ہی بسبب ضرورت کے تو بقدر
ضرورت اسکی تقدیر ہوگی تو جو کفالت اسکی حیات مین ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو اب دین اُسکا ساقط نہوگا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ مین ہی کہ
ایک شخص نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو اسقدر مال کی ضمانت صحیح ہوگی و لحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بیرا علی الطریق
فتلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وضمان النفس علی عاقلتہ لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال قیام الذمۃ بحر یا

میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنوان کھودا تھا راہ مین یعنی غیر ملک مین پھر اُس سے کوئی چیز تلف ہوگی بعد اُسکی موت کے
تو لازم آویگا ضمان مال کا اُسکے مال مین اور ضمان نفس اُسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہوکر اور سبب کنوان
کھودنا ہے جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت مین کذا فی البحر وهذا عنده وصححاها مطلقا وبه قالت الثلثة اور یہ یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین
نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقاً خواہ اُسکا مال ظاہر ہو یا نہو اور یہی قول ہے ائمۂ ثلثہ کا ولو تبرع به احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے
بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالة الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعه لان حق القبض له بالاصالة فیصیر ضامنا لنفسه
اور صحیح نہین ضامنی وکیل کی ثمن مین واسطے موکل کے اُس چیز مین جسکے بیچنے کے واسطے اُسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل کے واسطے ہے بالاصالة
تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہین ہم وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ
صورت نکل جائے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا وکیل سے تو اب ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا
ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفاده ان الوصی والناظر لا یصح ضمانهما الثمن عن المشتری فیما باعاه لان القبض لهما ولذا لو ابرأ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور
کا مفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز مین جسکو دونون نے بیچا ہے صحیح نہین اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انھین دونون
کے واسطے ہے و لہذا اگر دونون مشتری کو بری الذمہ کردین ثمن سے تو صحیح ہے اور دونون پر ضمان لازم ہوگا ہم یہ استنباط ہے صاحب نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے
ولا تصح کفالة المضارب لرب المال به ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانة عندهما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہین مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال
کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت مین مذکور ہوچکی اور اسواسطے وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہین کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن
ہونا اُنکا حکم شرع کا بدلنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونون کا بعد قبض ظاہر نہین اور عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض
اور عدم قبض سے ولا تصح للشریکین بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانه لو صح الضمان مع الشرکة یصیر ضامنا لنفسه ولو صح فی حصة صاحبه یؤدی الی قسمة الدین قبل
قبضه وذا لا یجوز اور صحیح نہین ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا دین مشترک مین کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ
اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہو یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمین حصہ ضرور ہوگا اور اگر
اپنے شریک کے حصے مین ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اُسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہین نعم لو تبرع
جاز کما لو کان صفقتین ہان اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت مین ضمانت شریک جائز ہے جب ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہم
جدائی عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ بعت مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو تو اب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن
ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہوگیا تو شرکت باقی نرہی ولا تصح الکفالة بالعهدة لاشتباه المراد بها اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ عہدہ کی مراد مین
اشتباہ ہے ہم ضمانت عہدہ اسطرح ہے کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہو اور مشتری اور ضامن اسپر سکوت کرین بیان نکرین کہ عہدہ سے
کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہین اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اس وثیقہ مین مستعمل ہے جو ملک بائع کا شاہد ہو اور وہ بائع کا مملوک ہے تو اگر اُسکی تسلیم کا مشتری کے واسطے
ضامن ہوا تو اُسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہین اور مشترک ہے عقد مین اور اُسکے حقوق اور درک اور خیار شرط مین اور چونکہ عمل اُسپر قبل بیان متعذر ہے بسبب جہالت کے
لہذا اُسکی ضمانت صحیح نہین ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای تخلیص مبیع یستحق لعجزه عنه اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہین
جو مستحق ٹھیرے بسبب عاجز ہونے ضامن کے اُس سے نعم لو ضمن تخلیصه او لو شراه ان قدر والا فیرد الثمن کان کالدرک عینی ہان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہو اگر تخلیص
اُسکے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید سے اور نہین تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہے جسکو شارح نے زیادہ کیا

متی ادّی بکفالۃ فاسدۃ رجع کصحیحۃ جامع الفصولین ثم قال ونظیرہ لو کفل ببدل الکتابۃ لم یصح فیرجع بما ادی اذا حسب انہ مجبر علی ذلک انتھیٰ والسابق واقرہ المصنف فلیحفظ جبکہ
ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے بھر لے کفالت صحیحہ کے مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب جامع الفصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی
بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے بھر لے اُس دین کو جو اُسنے دیا بشرطیکہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ میں مجبور ہوں اُسکے دینے پر تو اسواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور
ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اُسکو تو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بباطن لزوم دین یا بلا سبقت ضمانت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں و
کفل بامرہ ای بامر المطلوب بشرط قولہ عنی او علی انہ علی وھو غیر صبی وعبد محجورین ابن ملک اور کفالت کرے مطلوب کے امر سے بشرطیکہ مطلوب نے یون کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن
ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجبر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح ابن ملک ھم تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے لائق رجوع یرجع علیہ
بما ادی ان ادی بما ضمنہ وان ادی ادی ای لملکہ الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکہ بہبۃ او ارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے بھر لے
جو اُسنے ادا کیا اگر اُسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اُسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح پر کہ مکفول بہ جید تھا سو اُسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق بھر لے
اگرچہ اُسنے بدتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور جیسا کہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جاوے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا
فی العینی ھم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اُسکا وارث ہو یا طالب نے اُسکو اپنی حیات میں دین مذکور ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ
غیر مدیون کے واسطے ہبہ دین جائز نہیں کیونکہ یہاں دین منتقل ہوا کفیل کی طرف بمقتضا ہبہ بسبب ضرورت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیرہ لا یرجع لتبرعہ الا اذا اجاز
فی المجلس فیرجع عمادیہ اور اگر بغیر امر مطلوب کے ضمانت کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہے اُسکو مطلوب سے نہ بھر لے بسبب اُسکے تبرع کے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت
کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال مذکور بھر لے کذا فی العمادیہ وحیلۃ الرجوع بلا امر ان یھبہ الطالب الدین ویوکلہ بقبضہ ولوالجیۃ اور حیلہ بھر لینے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب
ضامن کو دین ہبہ کر دے اور اُسکو قبض دین کا وکیل کرے اپنی جانب سے کذا فی الولوالجیہ ھم ولوالجیہ میں یہ حیلہ کفالۃ النفس میں مذکور ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہ حیلہ
کفالت مال میں بھی ابتداءً جاری ہے بعضون نے کہا یہ حیلہ اُسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بقدر دین دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ یہ اصیل کا دین ہے اور اگر اُسکو اصیل کا دین کہکر
دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جائیگا پھر یہ حیلہ صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یطالب الکفیل اصیلا بالمال قبل ان یؤدی الکفیل عنہ لانہ تملکہ بالاداء نعم للکفیل اخذ رہن من
الاصیل قبل ادائہ خانیہ اور مطالبہ نکرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے اسواسطے کہ ضامن اُسکا مالک ہوتا ہے ادا کرنے سے ہاں ضامن کو کوئی
چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل اداء مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمہ ای لازم ھو الاصیل ایضا حتی یخلصہ پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بھی پکڑے
اصیل کو تا اُسکو وہ چھوڑا دے واذا حبسہ لہ حبسہ ھذا اذا کفل بامرہ ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثلہ والا فلا ملازمۃ ولا حبس سراج اور جبکہ طالب
ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ اُسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے
مال کے مانند نہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اُسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباہ اداء الکفیل یوجب براءتھما للطالب اور
اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی براءۃ کا موجب ہے ھم للطالب متعلق ہے ادا سے باوجود فصل کے کذا فی الحموی الا اذا احال الکفیل علی
مدیونہ وشرط براءۃ نفسہ فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی براءت شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہوگا ھم مدیون قید نہیں
بلکہ مطلق حوالہ بشرط قبول طالب ومحال علیہ یہی حکم رکھتا ہے ویبرء الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برھن علی ادائہ قبل الکفالۃ فیبرء فقط کما لو حلف یبرء ہو بری الذمہ ہوگا
ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھائیگا کہ میں نے قبل کفالت کے ادا کیا
تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر ھم مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کی طرف نسبت کیا ہے سو بے محل ہے ظاہراً یہ مسئلہ مشکل ہے کیونکہ
مطلوب مدعی ہے تو اُسپر کیونکر قسم آئے تو تصویر اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی اُسکا کفیل ہوا اور مدعی علیہ مال کا منکر ہے اور مدعی کے پاس گواہ نہیں پھر مدعی علیہ
صورت ۱۲

آٹھ صورت کو محتمل ہے چار صورتین باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا شرط براءتهما او براءۃ الاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونون کی برات شرط کی صلح مین یا
برات اصیل یا برات سے سکوت کیا تو دونون بری الذمہ ہوگئے و اذا شرط براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جبکہ صلح مین فقط کفیل کی برات شرط
کی تو یہ فسخ ہے ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین کا ہم فسخ کفالت اسقدر دین مین ہے جسمین صلح واقع ہوئی شرنبلالیہ ہے کہ کل دین مین فیبرأ ہو وحدہ عن خمسمائۃ دون الاصیل
فیبقے علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ والکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برات مین فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے نہ اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہینگے تو طالب
اصیل سے پانسو بھر لے اور کفیل سے پانسو بھر لے اگر ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالح علی جنس آخر رجع بالالف لو بامرہ اور کفیل نے صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر
مثلا بعوض [illegible] درم کے کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درم بھر لے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے ہزار اسواسطے لیگا کہ وہ مبادلہ سے دین کا مالک ہوگیا صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ
من الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی الکفیل خانیہ وہو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس بحر [illegible] طالب نے کسی چیز پر طالب کو ضمانت سے بری الذمہ کردے
تو صلح صحیح نہین اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہین کذا فی الخانیہ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب [illegible] اطلاق کے مالی ضمانت اور جانی ضمانت دونون کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت نفس مین
عدم صحت صلح بالاتفاق ہے تو اگر ضامن طالب کو دس درم مثلا دے تا اسکو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا بالاتفاق روا یا مسلم نہین اور اسکی برات مین کفالت سے
دو روایتین ہین کذا فی البحر ونہر قال الطالب للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب لو کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کما قال الطالب
ضامن سے کہ برئت الی یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال بھر لے جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا
ضامن سے هم اقرار قبض نکلتا ہے برئت الی کی ترکیب سے اسواسطے کہ فقط الی موضوع ہے انتہاء غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہے اس ترکیب مین تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا بھی ہو
سو یہان ابتدا نہین مگر کفیل مخاطب سے تو طالب کے کلام سے برات مال سے ثابت ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا طالب نے یون کہا کہ تو نے مجھکو مال دیا تو اب طالب ضامن اور اصیل
سے نہین لے سکتا تو ضامن اصیل سے مال مذکور لیگا واللہ اعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب لاقرارہ کالکفیل اور مفاد تعلیل برات مطلوب ہے طالب کی طرف سے بسبب اسکے
اقرار کے ضامن کے مانند یعنی طالب کا مطالبہ مطلوب سے متوجہ نہین ہوسکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک دین دو بار مقبوض نہین ہوتا و فی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک
لا رجوع کقولہ انت فی حل لانہ ابراء لا اقرار بالقبض اور طالب کے یون کہنے مین کفیل سے کہ برات ہے بدون لفظ الی یعنی تو بری ہوگیا یا مین نے تجھکو بری کردیا رجوع نہین
یعنی کفیل مطلوب سے مال نہین لے سکتا جنانچہ اس قول مین رجوع نہین کہ انت فی حل یعنی تو خلاصی اور کشادگی مین ہے کیونکہ یہ بری کردینا ہے طالب کی طرف سے
نہ اقرار قبض مال کا هم برئت محتمل ہے ابرائے طالب اور ادائے کفیل کا تو رجوع ثابت نہین ہوسکتا بسبب شک کے اور ابرأتک مین تو صاف ابراء اسقاط ہے نہ اقرار قبض کا کیونکہ
متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل مالک دین نہین ہوتا مگر ایفا سے تو اس لفظ مین بالاتفاق رجوع نہین مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ
اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہے باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برات بالابراء مین مستعمل ہے نہ براءۃ بالقبض مین کذا فی
الطحطاوی خلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی قیل وہو قول الامام واختارہ فی الہدایۃ وہو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا
للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول مین یعنی برئت مین اسواسطے کہ ابو یوسف نے برئت کو لفظ اول یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ
امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ مین اسی کو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا کذا فی النہر عن العنایۃ هم دو احتمال یعنے برات استیفا
اور برات اسقاط واجمعوا انہ لو کتبہ فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علما ہے کہ اگر طالب لفظ برات کو کاغذ مین لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا
بنابر عمل بالعرف کے هم یہ راجع ہے مسئلہ خلافی کی طرف یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھدیگا تو ضامن دراہم ضمانت سے بری ہوجائیگا بالاتفاق اسواسطے کہ عرف
مین کتابت نہین مگر ایفا سے مال کے بعد تو کتابت اقرار ٹھہری کذا فی الطحطاوی وہذا کلہ مع غیبۃ الطالب ومع حضرتہ یرجع الیہ فی البیان
لمرادہ اتفاقا لانہ المجمل اور یہ یعنے جو تفصیل مسائل ثلثہ کی مقدم ہوچکی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ ہے اور اسکے حاضر ہونے کے ساتھ

سے متعین ہوتا ہو چنانچہ لفقود تو وہان رد کرنا مستحب نہین ہم جامع صغیر مین استحباب کے واسطے ادا اصیل کی قید مذکور نہین لیکن درر کی عبارت موہم ہو خلاف مقصود کے
کذا فی الطحطاوی و وجہ استحباب کی یہ ہو کہ اسمین خبث آگیا ہو بسبب متعلق ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اُسکے پھیر دینے پر جبر نہین کر سکتا کذا فی النہر ولو ردہ ہل یطیب للاصیل اشبہ
نعم ولو غنیا عنایۃ اور اگر لفقد مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیر دے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہو یا نہین قول اشبہ بالحق یہ ہو کہ ہان حلال طیب ہو اگرچہ اصیل غنی ہو
کذا فی العنایۃ امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض
عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچنا عین کا اودھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اُسکو ثمن اول سے کمتر بیچ لے تا وہ اپنا دین ادا
کرے بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہو اور وہ بیع شرع مین مکروہ اور مذموم ہو کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہو ہم عینہ بکسر عین مہملہ
عبارت ہو سلف سے اُسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہو دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہو عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہو کہ دس روپیہ کی
قیمت کا کپڑا پندرہ روپے کو اودھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھاوے اور بعضون نے کہا
صورت اسکی یہ ہو کہ عین خریدے زیادہ تر اسکی قیمت سے تا اُس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اتنے ثمن کے لے جتنے کو غیر نے خرید کیا اور بائع اول
شخص غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلا زید نے دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو اودھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے
زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اُسکو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے تو سط شخص غیر اسواسطے غرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسی طرح
بیع العینہ کی چند صورتین اَور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے برابر ہو اُسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہو اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہو سو فرمایا کہ اذا
تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید فروخت بطریق بیع العینہ کے کروگے اور بیلون کی دمون کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی مین مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل
ہوگے تو ذلیل ہو جاؤگے اور تمھارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہین کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہو کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ میرے
دل مین یہ آتا ہو کہ جسکو دافع اخراج کرتا ہو اگر اُسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین چیز سب یا بعض دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑے کا عود کرنا پہلی صورت مین اور جیسا کچھ
یہ صورت کہ پندرہ روپے قرض دینے تھے پھر لیے اُسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میرے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج نہوئے مگر دس اور جو
خارج ہوا تھا اسمین سے بعض پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہو یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اسکی طرف راجع نہوئی تو اس بیع مین کراہت نہین بلکہ خلاف اولی ہو شیخ الاسلام مفتی ابو سعود
نے کہا کہ جو فتح القدیر مین مذکور ہوا وہ توفیق بین القولین کی صلاحیت رکھتا ہو اسطرح کہ قول محمد بکراہت بیع العینہ اُسصورت پر محمول ہو جبکہ دافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے
اور قول ابو یوسف بعدم کراہت اُسصورت پر محمول ہو جبکہ دافع کی طرف کچھ عود نکرے اسی طرح حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہو جسپر محمد کا قول محمول ہوا تو اب شبہہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف
بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہو مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین مذکور ہو کہ جب دافع کی طرف وہ عین جو اُسکے ہاتھ
سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مسمی بہ بیع العینہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہو عین مسترجعہ سے نہ مطلق عین سے والا ہر بیع بیع العینہ ہوجاتا ففعل الکفیل ذلک فالمبیع للکفیل والزیادۃ
الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیء علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی بموجب امر اصیل بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو مبیع مذکور
کفیل کے واسطے ہو اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اسکی مضرت کفیل ہی کو ہو کیونکہ کفیل ہی عاقد ہو اس بیع کا اور کچھ لازم نہین آیا امر کرنے والے پر کیونکہ وہ یا ضمانت
ہو نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہو اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہو ہم خلاصہ یہ ہو کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہو ضمان خسران اسواسطے
باطل ہو کہ ضمان نہین ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہین تو اگر بائع بازار مین کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہوا وہ مجھپر ہو یا غلام کے خریدار سے کہے کہ اگر
تیرا غلام بھاگ گیا تو وہ مجھپر ہو تو جائز نہین وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہو کہ مقدار بیع اور ثمن مذکور نہین کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ لہ عبارۃ الدرر لزم
بلا ضمیر وفی النہایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اُس مال کا جو مکفول لہ کے واسطے ثابت اور واجب ہوا اُس مرد پر لینے

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہوا جسکا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو دُرر کی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہی کہ یہ یعنی لفظ ذاب و قضی
ماضی ہی اور مراد اس سے مستقبل ہی چنانچہ اطال البدلیقار کہ مین فغاب الاصیل فبرہن المدعی علی الکفیل ان لہ علی الاصیل کذا لم یقبل برہانہ حتی یحضر الغائب فیقضی علیہ
فیلزمہ تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہی تو گواہی اُسکی مقبول نہوگی جب تک
کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اُسپر مال مذکورہ کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہ وجہ اُسکی یہ ہی کہ کفیل نے اُس مال کا التزام کیا
جو اُسپر قاضی ضمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہی اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے
اور مدعی کا دعوی مطلق ہی کیونکہ اُسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہی کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل کفالت تحت کفالت داخل نہین
تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برہن ان لہ علی زید الغائب کذا من المال وہو ای الحاضر کفیل فقضی بالمال علی الکفیل
فقط اور اگر مدعی نے یہ گواہی ثابت کیا کہ اُسکا زید غائب پر اتنا مال ہی اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہی غائب کا تو فقط ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا ولو زاد بامرہ قضی
علیہما فللکفیل الرجوع لان المکفول بہ ہہنا مال مطلق فامکن اثباتہ بخلاف ما تقدم اور اگر مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہی غائب کا اُسکے
امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے جائز ہی اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان
یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اُسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے ہ گواہی یہان مقبول ہوئی نہ مسئلہ متقدمہ مین اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید
ہی یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہو اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان مکفول بہ مال مطلق ہی اور مال
کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت دعوی پر مبنی ہی حموی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہی مگر یہ کہ یہ حکم ضمنی ہی
اور اکثر شی ضمنا ثابت ہوتی ہی اور قصدا ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وہذہ حیلۃ اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہی اثبات دین کا
غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاہد تواضع مع رجل ویدعی علیہ مثل ہذہ الکفالۃ فیقر الرجل بالکفالۃ وینکر
الدین فیبرہن المدعی علی الدین فیقضی بہ علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب وکذا الحوالۃ وتمامہ فی الفتح والبحر اور اگر طالب یعنی صاحب
دین شاہد کے مرجانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسی طرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا اقرار کرے اور
دین کا منکر ہو جائے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے تو
غائب پر مال باقی رہیگا اور اسی طرح کفالہ کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی کفالتہ بالدرک تسلیم منہ للمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی
واسطے مبیع کے جانب کفیل سے ہ یعنی جسنے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اُسکے یہ دعوی کریگا کہ
مبیع مذکور میری ملک ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالۃ ملک بائع کا اقرار ہی اُسکے بیع کے وقت تو بعد اُسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی
کشفعۃ فلا دعوی لہ مانند شفعہ کے پھر اُسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اسکو بیچے اور شفیع درصورت
استحقاق مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین کتب شہادتہ فی صک کتب فیہ باع ملکہ او باع بیعا نافذا باتا فانہ تسلیم ایضا
چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہی کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کما لو شہد بالبیع
عند الحاکم قضی بہا اولا چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے موجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو ہ حموی نے نقل کیا کہ
گواہی دینا لفظ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شہادتہ فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اس بیع کے کاغذ مین
جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہ قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملک بائع کے مفید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود بیع نامہ مین

سنون تو گواہی لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہوگی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اُسکے مسموع ہوگا کیونکہ اسمین دو بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے اسواسطے کہ
بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاہد اسواسطے گواہی لکھی ہوتا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کیسے یا تامل کرنے کے واسطے
گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی او کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین
کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہوگا کیونکہ شہادت بیع مین شرط نہین اور
نہ گواہی مالک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت
کے ساتھ مہر کرنا مذکور نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد
کتابت اپنے نامون کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغییر اور تزویر سے محفوظ رہے لیکن حکم بہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال
الطالب ہو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال
ہے نہ مؤجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا اذا قال الآخر ہو المقر لہ
حالۃ لان المقر لہ ینکر الاجل اور حکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلاً جب کہ دوسرے شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ
سو حال ہین نہ مؤجل اسواسطے کہ مقر لہ مدت کا منکر ہے والحیلۃ لمن علیہ دین مؤجل وخاف الکذب او حلولہ باقرارہ ان یقول اہو حال او مؤجل فان قال حال
انکرہ ولا حرج علیہ زیلعی اور جسپر دین مؤجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے
یا مؤجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول
کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا بسبب اقرار دین مؤجل کے ہے انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤخذ ضامن الدرک
اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ بیع مستحق ٹھہرے
قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنا بر ظاہر مذہب کے چنانچہ
کتاب البیوع مین مذکور ہوچکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وہو ما یجب علیہ فی الذمۃ بقرینۃ قولہ والرہن بہ اذ الرہن بخراج المقاسمۃ باطل نہر
علی خلاف ما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف
کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ باطل ہے کذا فی النہر بر خلاف
اطلاق بحر الرائق کے علم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہے تو موظف باقی دیون کے مانند ہوگیا مضمون ہونے
مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جاوے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر
نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرہن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق
منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرہن اور جواز رہن کہنا زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جسکی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے
بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا نقض مذکور صاحب بحر
سے ہے اور متاخرین مصنفین اسکے تابع ہین حموی نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور انکا یہ جو کہتے ہین تو یا ینبغی کہ داخل تحت شرط
نہین ہین نہ یہ معنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسی طرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے قسم نوائب جمع ہے نائبہ کی بمعنی مصیبت وحادثہ یہان مراد
وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے نہر الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم ہین واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترک کا صاف کرانا جس سے سب خلق کو فائدہ ہے اور

[illegible] ابن یمن باطل ہی ۱۲

جو کسی ارجملہ کی اجرت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور مسلمان قیدیون کے چھڑانے کے واسطے معین کرے درصورتیکہ بیت المال خالی ہو تو ایسے
نوائب کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین احتیاطاً کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی ایسے امر مین جس مین مصلحت ہے مسلمین کی واجب ہے بشرطیکہ
بیت المال مین کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی چنانچہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے مین لوگون پر ناحق مقرر ہو گئے ہین انکی صحت کفالت
مین اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصاً ولو بغیر حق کجبایات زماننا فانہا فی المطالبة کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار
فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعة واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہون چنانچہ مظالم سلطانی
ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم مطالبہ مین دیون کے مانند نہین بلکہ اُنسے بھی فوق ہین یہان تک کہ اگر مزارع سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لے تو مزارع
کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایہ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اسکو مسلم رکھا ہے ہم
وزرا اور منتقی مین ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر مین ہے کہ جبایات کو ظلماً لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز
وغیرہم پر بطور ماہانہ یا یومیہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا بنایہ مین ہے کہ مصیبت کبریٰ مکس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اُسکی کفالت جائز نہین
کذا فی الطحطاوی وقید شمس الائمة بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرہا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع ذکرہ الاکمل اور شمس الائمہ نے رجوع مین یہ قید لگائی ہے جب اُسکو اُسکا امر
بخوشی سو اگر اُسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اُسکو اکمل نے عنایہ مین ہم یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف کرنے سے
مطلب مین خلل پڑ گیا مضمون عبارت مصنف منح الغفار مین یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے پھیر لے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ
خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور عنایہ مین ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اُسوقت ہے جبکہ اُسکا یعنی ادائے دین کا امر اکراہ سے
نہ کیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اُسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر علیہ فلا الفسق حیث عدل ہو نادرا در
علماء نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بالانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین ازروئے انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اُس قول کے
بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھہریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالة البزازیة قال لرجل خلصنی من مصادرة الوالی او قال الاسیر
الک خلصنی فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وہذہ تقع فی دیارنا کثیرا وہو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول للآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل
…تبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالة مین ہے کہ کسی شخص نے کہ مجکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسی طرح
…نے چھڑایا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ اُس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا حادثہ ہمارے ملک مین
بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھڑا دے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ
دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور پھیر لے محبوس سے بلا شرط رجوع بلکہ بمجرد اُسکے امر کرنے کے سو تامل کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ مین مصنف کے خط سے
تو یاد رکھنا چاہیے والقسمة ای النصیب من النائبة وقیل ہی النائبة الموظفة وقیل غیر ذلک وایا ما کان فالکفالة بہا صحیحة صدر الشریعة اور ضمانت قسمت
یعنے نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضون نے سوائے اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت
سے مراد ہو سو اُسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ہم قسمت بتفسیر مذکور مصدر ہے بمعنی مقسوم ہم نائبہ موظفہ سے نائبہ مرتبہ مراد ہے جو ہر ماہ یا سہ ماہی مین
مقرر ہو بعضون نے تفسیر قسمت یون کی ہے کہ پہلے دونون شریک قسمت کرلین پھر ایک شریک دوسرے کو دخل نہ دے سو اسکا کوئی ضامن ہوا اور بعضون
نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نمانے پھر اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ اسپر قسمت واجب ہے کذا فی الطحطاوی
قال رجل لآخر اسلک ہذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک مرد دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ مین کچھ خوف نہین یا امن ہے پھر وہ شخص اس راہ مین گیا اور اسکا

مال چھین لیا گیا تو وہ شخص ضامن نہین ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلۃ بحالہا ضمن اور اگر یون بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے
تو مین ضامن ہون اور یہ مسئلہ بدستور مسئلہ سابقہ ہی یعنی موجب اسکے کہنے کے وہ شخص اُس راہ مین گیا اور اُسکا مال چھن گیا تو وہ شخص ضمان دیگا ہذا وارد علی ما قدمہ لقولہ ولا تصح بجہالۃ
المکفول عنہ کما فی الشرنبلالیہ یہ اعتراض وارد ہی مصنف کے اس قول مقدم پر کہ ضمانت صحیح نہین مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ ہم بیان صحت کر آئے ہین صحت کفالت کی
جہت سے نہین تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہی کہ قائل نے دھوکا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہی اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت مین ہی کذا فی الطحطاوی
عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما یرجع علی الغار اذا حصل الغرور فی ضمن المعاوضۃ او ضمن الغار صفۃ السلامۃ للمغرور نصا درر وتمامہ فی الاشباہ مر فی المرابحۃ اور
قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ فریب کھانے والا فریب دینے والے سے اسی صورت مین رجوع کرتا ہی جبکہ فریب درضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت
کا فریب کھانے والے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی اور باب المرابحہ مین مذکور ہو چکا ہم عقد معاوضہ احتراز ہی عقد تبرع
سے چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہی اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہی کہ وہ اسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا فروع
مسائل ملحقہ شارح کے ضمان الغرور فی الحقیقۃ ہو ضمان الکفالۃ فریب کا ضمان فی الحقیقہ وہ ضمان کفالت کا ہی یعنی کفالت کے مانند ہی نہ ضمان اتلاف کے مانند للکفیل منع الاصیل
من السفر لو کفالۃ حالۃ لیتخلصہ منہا باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہی اگر اسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص
کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کر دینے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل مین روکنا اسکو جائز نہین اگر ضامن چاہے اسکے ساتھ بنا رہے تا حلول مدت
فی الکفیل بالنفس یردہ الیہ کما فی الصغری ای لو بامرہ اور کفیل بالنفس مین تو یہ حکم ہی کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن
اصیل کے امر سے ہو من قام عن غیرہ بواجب بامرہ رجع بما دفع وان لم یشترطہ کالامر بالانفاق وبقضاء دینہ الا فی مسائل امرہ بتعویض عن ہبتہ وباطعام عن کفارتہ
وباداء زکوۃ مالہ وبان یہب فلانا عنی الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اس غیر سے بھر لے اگرچہ رجوع مال
شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اسکے ادائے دین کے امر مین مگر چار مسئلون مین رجوع مال نہین ۱- پہلا مسئلہ یہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض
دینے کا ۲- امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳- امر کیا اپنے مال کی زکوۃ دینے کا ۴- امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم
فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اسکے ہبہ کا عوض دے سو
اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور یہ شخص امر سے رجوع مال نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا بنظر اس مسئلہ کے منقطع ہی کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہین
فی کل موضع یملک المدفوع الیہ المال المدفوع الیہ مقابلا بملک مال فان المامور یرجع بلا شرط والا فلا وتمامہ فی وکالۃ السراج والکل فی اشباہ حاصل یہ ہی
کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اس مال کا مالک ہو جائے بمقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال بھر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہین تو رجوع
نہین اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالہ مین ہی اور یہ سب فروع مذکور اشباہ سے منقول ہین ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال چنانچہ بائع
ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور اگر مامور اپنا
مال بھر لے گا مشتری سے اور اسی طرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلا کسی سے دلا دے تو صحیح ہی کیونکہ مغصوب منہ مالک ہوتا ہی بدل کا بمقابلہ مغصوب
اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہین چنانچہ کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کروانے کا امر کیا تو یہان مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہین تو
مامور کو یہان اپنا مال بھر لینا امر سے جائز نہین الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط الکفیل للمختلعۃ بما علی الزوج من الدین لا یبرا بتجدد النکاح بینہما اور
ملتقط مین ہی کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اس مال کا جو اسکے زوج پر دین ہی وہ بری الذمہ نہین ہوتا ضمانت سے دونون مین نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت
اسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اسکا دین ہی جو اس نکاح کے متعلقات سے نہین سو اس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا زوج کی طرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہی کیونکہ تجدد نکاح متخالصین مسقط کفالت مذکور نہین ثوب غاب عن دلال لاضمان
علیہ کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اسپر تاوان نہین ہم اسواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہی تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت
وقد ساوم والتقا علی ثمن فعلیہ قیمۃ الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خریدار کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر
متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف بہ الدلال ثم وضعہ فی حانوت فہلک ضمن بالاتفاق ولاضمان علی صاحب الحانوت عند الامام
لانہ مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لے پھر اُسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہوگیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم
کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہی ہم دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اُسکی ثابت ہوئی دلال معروف
فی یدہ ثوب تبین انہ مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منہ بری مشہور دلال ہی جسکے ہاتھ مین کپڑا ہی جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا مین نے کپڑا
پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہی ولو قال طالب غریمی فی مصر کذا فاذا اخذت مالی فلک عشرۃ منہ یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرۃ الملتقط اور اگر صاحب
دین نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر مین ہی جسوقت کہ تو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینار ہین اُس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی
جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانہ وکیل بالاجر وذکروا ان الوکیل لا یصح ضمانہ لانہ یصیر عاملا
لنفسہ فلیحرر شارح کہتا ہی اور مین نے اُسکا فتوے دیا ہی کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بائع سے باطل ہی کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہی اور فقہانے ذکر
کیا ہی کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہی تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم عامل لنفسہ اسواسطے ٹھہرتا ہی کہ قبض ثمن کی ولایت
اُسی کے واسطے ہی اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہی دلال وہ ہی جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہی کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتادے
جیسا کہ کتاب البیع مین مذکور ہو چکا فائدۃ ذکر الطرسوسی فی مؤلف لہ ان مصادرۃ السلطان لارباب الاموال لا یجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر
رضی اللہ عنہ صادر ابا ہریرۃ انتہی وذلک حین استعملہ علی البحرین ثم عزلہ واخذ منہ اثنی عشر الفا ثم دعاہ للعمل فابی رواہ الحاکم وغیرہ یہ فائدہ ہی جسکو طرسوسی
نے اپنی کتاب مین ذکر کیا کہ سلطان کو ڈانڈ لینا مالدارون سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملون سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے اُنکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر اُنکو معزول کیا اور بارہ ہزار
اُنسے لیے پھر اُنکو عاملی کے واسطے بلایا سو اُنھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہی ہم سیوطی نے تفسیر درمنثور مین سورۂ یوسف کے اندر (اجعلنی
علی خزائن الارض) کی تفسیر مین بسند حاکم وابن ابی حاتم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ عمر رضی نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس
ہزار مجسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست
کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تم سے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پرپوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا
ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے
کذا فی الطحطاوی واراد بعمال بیت المال خدمتہ الذین یجبون اموالہ ومن ذلک کتبتہ اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتہم ویلحق بہم
کتبۃ الاوقاف ونظارہا اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللہو وبنوا الاماکن فللحاکم اخذ اموالہم منہم وعزلہم فان عرف خیانتہم فی وقف معین رد المال الیہ
والا وضعہ فی بیت المال نہر وبحر اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اُنکے منشی
اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشایش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع اُنکی خیانت کی دلیل ہی اور انھین کے ساتھ
متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشایش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو ولعب مین مشغول ہون اور عمارت بناوین تو حاکم کو اُنکے مال

مصادرۂ سلطان

کسے چھین لینا اور اُنکا معزول کرنا جائز ہو سو اگر اُنکی خیانت کسی وقت مخصوص مین معلوم ہو جاے تو اُس مال کو اُسی وقت مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر ہم سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جائے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو چھین لین نہ اوقاف مین ان اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ انکو نالائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وفی التلخیص لو کفل الحال مؤجلا تاخر عن الاصیل ولو ضمنا الدین واحد قلت وقد منا انما حیلۃ تاجیل القرض اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کرکے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہو وصحح ان للمدیون السفر قبل حلول الدین ولیس للدائن منعہ ولکن یسافر معہ فاذا حل منعہ لیوفیہ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہو اور صاحب دین کو اسکا روکنا درست نہین ولیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت ہو چکے تو اُسکو سفر سے روکے تاوقتیکہ اداے دین کرے ہم منتقی مین ہی کہ درصورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہی اگرچہ دین مؤجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون اداے دین مین ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی واستحسن ابو یوسف رحمہ اخذ کفیل شہر للامراۃ طالبت کفیلا بالنفقۃ لسفر الزوج وعلیہ الفتوی اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینہ کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وقاس علیہ فی المحیط لبقیۃ الدیون لکنہ مع الفارق کما فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ہم یعنے صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اسکی لیجائے بسبب سفر کرنے مدیون کے علامہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول ہی صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی ترین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتی بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہی اگرچہ دین مؤجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لکن فی المنظومۃ المحبیۃ اشعار لو قال مدیونی مرادہ السفر * واجل الدین علیہ ما استقر * وطلب التکفیل قالوا یلزم * علیہ اعطاء کفیل یعلم * لیکن منظومۂ محبیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنے اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین اشعار لو حبس الکفیل قالوا جازلہ * اذا اراد حبس من قد کفلہ * لانہ قد کان لاجلہ * حبس فلیجازہ لفعلہ * اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اسی کے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار ثم الکفیل ان یمت قبل الاجل * لاشک ان الدین فی ذا الحال حل * علیہ قالوا ارث ان اداہ لم * یرجع بہ من قبل ما التاجیل تم * پھر اگر ضامن مرجائے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیرے قبل تمام ہونے مدت کے ہم اصل مین یون تھا کہ لم یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہی اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی یا مبتدا اور خبر ہی کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے ضامن ہونے کا ہم چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہی تو بعد فراغت مفرد اسکو شروع کیا دین علیہما لآخر بان اشتریا منہ

عبدا بمائۃ وکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ دین ہی دو شخصون پر دوسرے
آدمی کا اسطرح پر کہ دونون نے اس سے ایک غلام سو روپے کو خرید کیا اور ضامن ہوا ہر یلون اپنے ساتھی کا اسکے امر سے تو جائز ہی اور نہ بھرے اپنے شریک سے
مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلے جہت دین ہی اور دوسرے مطالبہ ہی یہ حکم اس صورت
مین ہی جبکہ دونون دین صفت اور سبب مین برابر ہون اور اگر صفت مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اسکی تعیین
اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہی اور اس سے بھر لے اور اسکے بالعکس مین رجوع نہین اور اگر سبب مختلف ہو اسطرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین موحی اپنے
شریک کی جانب سے صحیح ہی اسواسطے کہ دو جنس مختلف مین نیت معتبر ہی نہ جنس واحد مین اور دونون کی کفالت اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا
اور ضامن ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے اسکو ٹھہرا دیگا تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہی جو اسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی
ولانہ لو رجع بنصفہ لادی الی الدور رہ زنا اور اسواسطے کہ اگر رجوع نصف دین کریگا تو دور کا موجب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب
کفالت کے تو اسکو شریک سے بھر لینا جائز ہوگا اور شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا نائب یعنی ادا کفیل بامر اصیل مانند ادا کرنے اصیل کے ہی اور اگر اصیل
آپ ادا کرتا تو رجوع کرتا اسی طرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہان حقیقت دور مراد نہین کیونکہ وہ عبارت ہی توقف الشئ علی نفسہ
اور فی الحقیقۃ یہان تسلسل فی الرجوعات لازم ہی وان کفلا عن رجل لشئ بالتعاقب بان کان علی رجل دین فکفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل
من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وہذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اسطرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا سو اسکے
دو مرد ضامن ہوگئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونون کفیلون مین سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود
ثلثہ مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہوگیا ہم تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہون پھر ہر شخص اپنے
ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے
قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر واحد اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما اداہ
احدہما رجع بنصفہ علی شریکہ لکون الکل کفالۃ یہانسو دونون شخصون مین سے جو شخص جتنا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اسکے نصف کو اپنے شریک سے بھر لیگا
کیونکہ بالکل کفالت ہی ہم جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو رجحان یہان ثابت نہوا بخلاف مسئلہ اولی کہ وہان اصالت راجح ہی کفالت پر او یرجع ان شاء
بالکل علی الاصیل لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال مودی بھر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہی اصیل کے امر سے وان ابرأ
الطالب احدہما اخذ الطالب الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے
تمام دین کا بحکم اسکی کفالت کے ہم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہی کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہی پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہی پھر جب طالب
نے ایک کو معاف کردیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہی لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہی ولو افترق المفاوضان وعلیہما دین
اخذ الغریم ایا شاء منہما بکل الدین لتضمنہا الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوضہ مین افتراق ہو یعنے شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونون
پر دین ہو تو صاحب دین ان مین سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنے ہر شخص
اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہی چنانچہ کتاب الشرکۃ مین مذکور ہوچکا ہم دستور مین مذکور ہی کہ غریم وہ ہی جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحطاوی یعنی
دائن اور مدیون دونون کو غریم کہتے ہین ولا رجوع علی صاحبہ حتی یودی اکثر من النصف لما مر اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تاوقتیکہ

اگر نصف دین سے ادا کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہے نصف مین اور کفیل ہے نصف باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین
مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُسی قدر مین رجوع ہے کاتب عبیدہ کتابۃ واحدۃ وکفل
کل من العبدین عن صاحبہ صح استحسانا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبارگی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً کہ مین نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم
پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہے بطریق استحسان کے ہم بطریق قیاس یہ کفالت صحیح نہین کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل
کتابت کی کفالت علاحدہ علاحدہ صحیح نہین تو درصورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہے اور شارع کی
رضامندی عتق مین ثابت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحینئذ فما ادی احدہما رجع علی صاحبہ بنصفہ لاستوائہما اور اُسوقت مین جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا
کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال پھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین ولو اعتق المولی احدہما والمسئلۃ بحالہا صح واخذ ایا شاء
منہا بحصتہ من لم یعتقہ المعتق بالکفالۃ والآخر بالاصالۃ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور سابق ہے تو صحیح ہے اور مواخذہ کرے مولی دونون
مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے
فان اخذ المعتق رجع علی صاحبہ لکفالتہ وان اخذ الآخر لا لاصالتہ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے پھر لے
بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے واذا کفل شخص عن عبد مالا موصوفا بکونہ لم یظہر
فی حق مولاہ بل فی حقہ بعد عتقہ کمال لزمہ باقرار او استقراض او استہلاک ودیعۃ فہو ای المال المذکور حال وان لم یسمہ ای الحلول لحلہ علی العبد وعدم
مطالبتہ لعسرتہ والکفیل غیر معسر ویرجع بعد عتقہ لو بامرہ ولو کفل بہ مؤجلا تاجل کما مر اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہونا حق
مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہے بعد اُسکے آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہے
تو وہ یعنی مال مذکور حال ہے نہ مؤجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی
کے ہے اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور پھر لیگا اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل
کی ہو تو اُس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا ادعی شخص رقبۃ عبد فکفلہ رجل فمات العبد المکفول بہ قبل تسلیمہ فبرہن المدعی
انہ کان لہ ضمن الکفیل قیمتہ لجوازہا بالاعیان المضمونۃ کما مر دعوی کیا ایک شخص نے غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مرگیا
قبل اُسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضمان دے اُسکی قیمت بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت
کے چنانچہ مذکور ہو چکا اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور انہین قابض پر عین واجب ہے اور بعد ہلاکی عین رد قیمت واجب ہے اسی طرح
ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا عند التحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد مدعی علیہ پر لازم ہے نہ کفیل پر
کذا فی الطحطاوی ولو ادعی علی عبد مالا فکفل بنفسہ ای نفس العبد رجل فمات العبد بری الکفیل کما مر فی الحر اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک
مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مرگیا تو ضامن بری الذمہ ہوگیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہو چکا یعنی اسواسطے کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت
باطل ہو جاتی ہے بسبب تعذر تسلیم کے ولو کفل عبد غیر مدیون مستغرق عن سیدہ بامرہ جاز لان الحق لہ اور اگر وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین
ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہے اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہے ہم ظاہراً غلام مین لیاقت کفالت نہین کیونکہ اہل
تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدم التصرفی زائل ہوگئی پھر جبکہ غلام پر دین نہو تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہے لہذا مولی کا اذن اُسکے ضامن
ہونے مین کافی ہوگیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فاذا اعتق فاداہ وکفل سیدہ عنہ بامرہ فاداہ او لو بعد

عتقہ لم یرجع واحد منہما علی الآخر لانعقادہا غیر موجبۃ للرجوع لان کلا منہما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اپنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کی طرف سے اسکے امر سے پھر اسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو تو رجوع کرے کوئی غلام اور مولی مین سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہین دوسرے پر تو اب کفالت منقلب بایجاب دین نہوگی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک فرد دوسرے مرد کی جانب سے پھر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی سو اسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالۃ رجوع دین کی موجب نہوگی اسی دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہین ہوتا و قالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علمانے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہے ادائے دین کفالت کے واسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اس سے ادائے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر و فائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وہذا لم یثبتہ المصنف فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کے فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن سے اور یہ یعنے فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح مین بطور متن کے ثابت نہین کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالۃ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام مین ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونون عقد مین التزام ہے اس دین کا جو اصیل پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر یہ کہ حوالہ مین اصیل کی برائت کی قید ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہوا اور کفالت مانند مفرد اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی الفتح ہی لغۃ النقل حوالہ لغت مین بمعنی نقل اور زوال ہے و شرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع مین حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف وہل توجب البراءۃ من الدین الاصح نعم فتح اور کیا حوالہ برائت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہان یعنی محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہم یہی قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہین اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ اور ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر المدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ وحویل فتح وزاد خامس وہو حویل فتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچوان مزید لفظ حویل ہے کما فی الفتح ومن یقبلہا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین مین اور حوالہ قبول کرنے والے مین فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن مین لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے مین لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور کبھی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے ہم تقدیر محتال لہ بصیغہ اسم فاعل محتول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول محتول بفتح واو ہے اور لفظ لہ کے صلے کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہین بلکہ محال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونون مین فرق بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یون ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہین سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی اپنا قرض اسپر اتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت مین خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ فائدہ جلیلہ رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مین نے تیرا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے مین نے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہے اور یہ شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے والی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط

نہین تو حوالہ عبد ماذون اور مجور کا صحیح ہے اور رضا محیل کی بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی عقل اور بلوغ
شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ مین
شرط ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین اور محال علیہ مین عقل اور بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہین اگرچہ بامر محیل ہو اور گو
اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ یا مر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محال علیہ کا مجلس حوالہ مین اور شرط انعقاد ہے اور محال بہ مین یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو
بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہین تو جسکی کفالت صحیح نہین اسکا حوالہ بھی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر **و الحوالۃ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول**

وہو المحیل فلا تیشترط علی المختار شرنبلالیۃ عن المواہب اور صحت حوالہ کے واسطے رضامندی سب کی بلا اختلاف مشروط ہے مگر اول یعنی محیل مین سو اسکی رضامندی بنا بر قول مختار
شرط نہین کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہم زیادات مین رضا محیل شرط نہین مگر قدوری مین شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے
اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بال مین متفاوت ہوتے ہین تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نادہندی سے اور رضامندی محتال علیہ
کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہین ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے مین متفاوت
ہوتے ہین کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضا محیل اسواسطے شرط نہوئی لقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق مین
اور محیل کا اسمین کچھ ضرر نہین بلکہ اسمین اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہین کر سکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے
روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی ملی فلیحتل) یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادا دین نہ کرنا ظلم ہے اور جب تم مین کسی کو حوالہ
کیا جائے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک یہ استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز
نقل دین یا نقل مطالبہ کی شرعاً کذا فی الفتح ملخصاً **بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ** بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضا
محیل اسی واسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہین روایت مین ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر
رجوع نہین کر سکتا مگر جبکہ حوالہ اسکی رضا سے ہو اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے **لکن استظہر الاکمل ان ابتدارہا ان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا**
اکمل نے عنایہ مین قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتدا حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہو تو رضا محیل ضرور شرط ہے اور نہین تو شرط نہین ہم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہو تو احالہ
ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہین اور یہ روایت قدوری کا محل ہے اور اگر ابتدا اسکی محال علیہ کی جانب سے ہے تو احتیال ہے کہ فقط رضا
محال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضا محیل اور یہ روایت زیادات کا محل ہے انتہی خلاصۃ العنایۃ الحاصل حوالہ قدوری کے کلام مین یعنی احالہ (حوالہ کرنا ۱۲) ہے اور زیادات کے
کلام مین یعنی احتیال (حوالہ مین لینا ۱۲) ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی **و اراد بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد** بحر عن البدائع اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا
یعنی عدم رد بلا قبول مراد نہین اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس مین انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخے مین قبولہا ہے یعنی قبول
محتال اور محتال علیہ شرط انعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہونچے اور وہ
جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر **لکن فی الدرر وغیرہا الشرط قبول المحتال او نائبہ ورضی الباقین**

لا حضورہما واقرہ المصنف لکن درر وغیرہا مین محتال یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصون کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل اور محتال علیہ کا اور
ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بزازیہ اور خانیہ مین بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات آتی نہین تو
لیکن مذکور ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی **وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق** انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین
معلوم غیر مجہول مین نہ عین مین جوہرہ مین زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق مین انتہی ہم عین مین اسواسطے حوالہ صحیح نہین کہ وہ ثابت فی الذمہ نہین تو اسکا نقل کرنا

اسمین قسم لیتین سپرہونہ علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہی کہ وہ عود دین کا منکر ہی طالب المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل ما احال بہ مدعیا قضاءہ دینہ بامرہ فقال المحیل انما
احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کے مماثل کا جسکا محیل نے
حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یون مدعی ہوکر کہ اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ مین نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا قول قبول نہ
ہوگا بلکہ محیل مماثل دین کا ضمان دیگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے م یعنی محیل مدعی دین ہی اور محتال علیہ منکر ہی لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہہ
کرے کہ جب محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا وقبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ
قبول کرنا دین کا اقرار نہین بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بحبی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی
بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ مستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ مین نے تیرا حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجکو وکیل کیا تاکہ دین
میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تونے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجپر ثابت ہی تو محیل کا قول معتبر ہی کیونکہ وہ منکر ہی یعنی محتال مدعی دین ہی اور وہ دین کا
منکر ہی اور لفظ حوالہ وکالت مین مستعمل ہی یعنی باعتبار مجاز م اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہی تو حوالہ یعنی وکالت خلاف حقیقت ہی بلا دلیل اسکا جواب یہ ہی کہ وکالت
محتملات لفظ سے ہی اسواسطے کہ حوالہ وکالت مین مستعمل ہوتا ہی مجازا کیونکہ وکالت مین نقل تصرف ہی موکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی
اس مراد مین لیکن قسم کے ساتھ کیونکہ اسمین کچھ مخالفت ہی ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید حالکونہ ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا زید صحت
حوالہ کیا محیل نے اپنے اُس مال کا جو زید کے پاس ہو درانحالیکہ وہ ودیعت ہی اسطرح پر کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار پھر اُنکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہی
م ودیعت سے امانت مراد ہی تو عاریت اسمین داخل ہوئی اور وہ عین مستاجر ہی جسکی مدت اجارہ منقضی ہوگئی فان ہلکت الودیعۃ بری المودع وعاد الدین للمحیل
لان الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرا لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو ودیعت دار بری الذمہ ہوجائیگا حوالہ سے اور دین عود کریگا محیل پر
اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اُس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہی اسواسطے کہ ہلاک مغصوب سے محال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہین ہوتا حوالہ سے
کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اُسکے قائم مقام ہوتا ہی م تعلیل مذکور سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہوا اسطرح پر کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے تو مغصوب
ودیعت کے مانند ہوگا براءت مین کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی ونقح الفضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہی دین خاص سے
کبھی تو حوالہ مقیدۃ تین قسم ہوگیا م یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح پر کہ حوالہ کو قرض یا ثمن
اُسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل مع ان المحتال اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ
کا حکم یہ ہی کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہین اور نہ محتال علیہ محیل کو اُسکے دینے کا مالک ہی باوجودیکہ محتال محیل کے دین والون کے ساتھ برابر ہی اُسکی
موت کے بعد م یعنی اگر محیل مرگیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین محال محیل کے سبب ارباب دیون مین حصون کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ محیل کا مال ہی کہ
اُسپر کسی کا قبض ثابت نہین کیونکہ محتال کا بھی وہ مملوک نہین ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ خسرو وغیرہ بخلاف حوالۂ
مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو مشرح بیان کیا ہی م یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہی حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ مین یعنی محیل محتال علیہ سے عین یا دین کا مطالبہ
کرسکتا ہی اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہی اور محتال علیہ محیل سے رجوع کرسکتا ہی بعد ادا کے اگر حوالہ اُسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ حوالہ مطلقہ
یہ کہ محیل طالب سے کہے کہ مین نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محال علیہ اُس مال سے ادا کرے جو میرا اُسپر ہی تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محال علیہ کے پاس
مغصوب یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کرسکتا ہی کیونکہ اس عین اور دین سے محتال کا حق متعلق نہین اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہی بلکہ حق محتال کا محتال علیہ
کے ذمہ ہی اور ذمہ مین آسانی اور گنجایش ہی یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہی کہ

اسپر حوالہ کرے جسپر محیل کا دین ہو نہ اُسکے پاس اسکا عین ہو انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریما لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح
لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری پر ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا
حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع تقتضی نہیں
اور اسمین بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہوگیا بخلاف صورت ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت
مین اکثر اسی شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال
القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد الاستحقاق براءۃ محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ مین تو اُسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے
پھر لے اور چاہے محیل سے پھر لے اور اسی طرح حکم ہے ہر ایسی مکان مین جہان استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت ہو جیسا کہ
بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر بیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھر لے

وفیہا من صور فساد الحوالۃ ان و شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالملتزم نعم لو اجاز جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن
لایجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ مین ہے کہ فساد حوالہ کی صورتون مین سے وہ صورت ہے جسمین مثلاً محال بہ کا دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب
عاجز ہونے محتال علیہ کے اُسکے دینے سے جسکا التزام کیا ہان اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہوگا جیسا کہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ
قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے ولیکن محال علیہ پر زبردستی نہوگی بیچ پر اور اگر بیچ کر لیگا تو ادا کرنے محال بہ پر زبردستی ہوگی ہم یعنی اگر محیل نے
اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو اب حوالہ جائز ہوگا کیونکہ اب وجوب بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہوئی لیکن اُسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہوگی کیونکہ ادا واجب نہین قبل
بیع کے ہان اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولا یصح تاجیل عقدہا فلو قال ضمنت بمالک علی فلان علی ان احیلک بہ

علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین تو اگر ایک شخص نے کہا کہ مین تیرے
اُس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ مین تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کر دونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف منصرف ہوگی یعنی ضامن
پر ادائے دین بعد ایک مہینے کے لازم ہوگا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہین کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح التاء او ہکذا ہے
سفتجہ بضم سین وسکون فاو فتح تا اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو بمعنی شئ محکم ہے چونکہ اس قرض مین سقوط خطر الطریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوگی
لہذا اسے سفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ اپنا مال دے
کسی شہر مین ایک تاجر یا مہاجن کو بطریق قرض تاکہ وہ اُسکے دوست یا وکیل کو مثلاً دوسرے شہر مین دیدے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس
قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی مسند مین علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کل قرض جر نفعا فہو ربوا) یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند مین سوار بن مصعب ہے جسکو عبد الحق متروک کہا
اور ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے روایت کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (السفتجۃ حرام) یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی
بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اُسکو موضوعات مین ذکر کیا اور اس باب مین احسن روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ
کے مصنف مین عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء سے منقول ہے (کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ) یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر ایک اُس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح
ملخصاً حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک دراہم ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر مین دے تو یہ بحکم تاجیل ہے اور تاجیل اعیان مین صحیح
نہین وکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو بمعنی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہ وجہ مناسبت سفتجہ کی

کراہت سفتجہ ہنڈوی

کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کرخی فتح القدیر اور نہر الفائق مین وجہ مناسبت یون مذکور ہی کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہی مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہی اور حیثیت کہ مقرض قرض دیتا ہی تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہی اُس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر مین ہی وقالوا اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ ولا متعارفۃ فلا باس ہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی مین منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین ھم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہی کہ یہ قول متفق علیہ ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایک قول یہ ہی کہ کراہت اس فعل کی مطلقا ہی چنانچہ اس متن مین اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہی شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہی خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہی کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہین اور اسی قول پر جزم کیا ہی فتاوے صغرا مین اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید مین اور بزازیہ کے باب الصرف مین بھی اسی کو مذکور کیا ہی کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی مین واقعات سے شرطی کی صورت اسطرح مذکور ہی کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اسکو لکھدے فلانے شہر کی طرف اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہی فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہی جبکہ اُسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہی یعنی یہ اقراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہین انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہی کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہی جبکہ اُسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہی انتہی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وہب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر مین بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہی اور اگر مستقرض اسمین سے زائد کو ہبہ کردے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع ہی محتمل القسمۃ ھم شارح نے اختصار کیا عبارت کا اور پوری روایت بزازیہ کی یون ہی کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اُسکی دعوت قبول کرنے مین بلا شرط کچھ مضائقہ نہین اور اسی طرح اگر عمدہ تر ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہی بلا شرط اور اگر ناقص تر یا وزن مین راجح تر ادا کرے اگر وہ کثیر ہی تو جائز نہین اور اگر قلیل ہی تو جائز ہی اور جو تفاوت موازین مین داخل ہو اور یہ مین الکیلین جاری ہو تو وہ اسکو یعنی دائن کو مسلم نہین بلکہ اُسکو پھیردے اور ایک درم کو سو درم مین بالاتفاق پھیردے اور نصف درم مین اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ کثیر ہی اور بعضون نے کہا قلیل ہی اور اگر مستقرض اسمین سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہین کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہی انتہی اور سکو تامل کر کہ اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کردے تو وہ ایسا مشاع ہی جو محتمل القسمۃ نہین پھر مین نے عارف سنان افندی کی تبیین المحارم مین دیکھا کہ اول تو اُنھون نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ جسمین احتمال قسمت نہو تو جائز ہی یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال القبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کی طرف سے دین حوالہ کے قبض کرنے کا تو صحیح نہین ھم اسواسطے صحیح نہین کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہی تا ابراء ذمہ حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضی نسخے مین بجاے عن المحتال علی المحتال ہی تو دان علی بمعنی عن ہی و لو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح ولیطالب ایاشاء لان الحوالۃ لشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ خانیہ اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہی اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہی کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہی کذا فی العالمگیریہ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برہن لان المشہود علیہ غائب فلو حاضر وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ وجعل جحودہ فسخا اور خانیہ مین ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اُسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کو بشہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہی سو اگر محال علیہ حاضر ہوا اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہون عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہوگا اور اُسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھم تو اس صورت مین محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل بشرط السلامت حق محتال ہی اور یہ مسئلہ ہلاکت دین کا ہی جو سابق مین مذکور ہو چکا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املا صح سراجیہ والا لم یجز کما فی مضاربۃ الجوہرۃ ثمت ومفادہا عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدہ انتہی باپ یا وصی جبکہ مال یتیم کا حوالہ

قبول کرے تو اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہی کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین چنانچہ جوہرہ کی کتاب المنار یہین ہی مین کہتا ہون کہ مفاد اشتراط خیریت عدم جواز حوالہ ہی اگر دونون شخص محیل اور محال علیہ مساوی ہون مالداری اور ادا دین مین یا دونون متقارب ہون اور اسی کا الیقین کیا ہی خانیہ مین اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہی اسواسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اس چیز کا اشتغال ہی جو مفید نہین اور شیر و عبث و عقود نہین مگر فائدہ کے واسطے واللہ تعالی اعلم مدیون نے دائن کا حوالہ کیا سو محتال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہو گیا کہ اسکا مکان معلوم نہین بسبب اسکی عسرت اور عاجزی کے سو محتال نے چاہا کہ اپنا حق محیل سے پھیر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہین جبتک محتال علیہ کی موت ثابت نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہی مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے مین لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بالقضاء ظاہر کلام کہ اکثر جھگڑے دیون اور بیاعات مین واقع ہوتے ہین تو مصنف دیون اور بیاعات کے متعاقب اسکو لایا جو انکی قاطع اور رافع ہی یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون اور بیاعات ہی دیون سے مراد وہ دیون ہین جنمین کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہی ہو بالمد ولقصر لغۃ الحکم قضا بالف ممدودہ ہی اور بالف مقصورہ بھی آیا ہی لغت مین بمعنی حکم ہی ہر چند قضا لغت مین بمعنی حکم و فراغ و ہلاک و ادا و ہمار لہا و مضی و صنع و تقدیر مستعمل ہی کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر اقتصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جاے و شرعاً فصل الخصومات و قطع المنازعات اور اصطلاح شرع مین قضا عبارت ہی فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہم یعنی وہ فیصلہ جو خصومات مین واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل راجح بمعنی قطع ہی تو تعریف مین عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور حکم فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما البسط فی المطولات اور بعضون نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہی چنانچہ کتب مطولہ مین مصرح ہی ہم از انجملہ بدائع مین تعریف یون مذکور ہی کہ قضا عبارت ہی حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک حکم حادثات مین ثابت ہی خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اور سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہی کتاب اور سنت اور قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ مین ہی جسمین اختلاف فقہاء یا جنمین سلف سے روایت نہین تو اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہی تو وہ جائز نہین کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہی اور اسی طرح موضع اختلاف مین وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہی تو جائز نہین کیونکہ حق انکے متجاوز نہین اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور مقلد قاضی یعنی مثلاً حنفی یا شافعی پر تو یہ واجب ہی کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے مین معزول ہی اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکا ابطال حکم مناسب ہی اور بعضی روایات مین اسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہی برخلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ اطراف کل قضیۃ حکمیۃ ست یلوح بعدہا التحقیق حکم و محکوم بہ ولہ و محکوم علیہ وحاکم وطریق اور ارکان قضا کے چھ ہین چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اس قول مین نظم کیے ہین یعنے اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہین جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہی ا حکم ہی ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ہم ابن الغرس یعنی معجمہ فواکہ بدریہ کا مصنف ہی اور اطراف سے مراد ارکان ہین اور قضیہ عبارت ہی حادثہ سے جسکو عرف مین مقدمہ کہتے ہین حکم دو قسم ہی قولی اور فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ مین نے تجھ پر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھ پر قضا مین نے جاری کی یا میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہو گیا یا مین جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلاً یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہی اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہین ہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہی کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہی کہ دعوی اسکا صحیح ہو اور مدعی ان مین ہو جنکی شہادت قاضی کے واسطے مقبول ہی اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ مین یہ شرط ہی کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہین اور حاکم یعنی قاضی کی نو شرطین ہین اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کے واسطے مقرر ہونا نہ فقط دعوی کی سماعت کے واسطے

اور مراد ہونا اور مجتہد ہونا شرط نہین اور طریق عبارت ہی بینہ یا اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی ملخصا واہلہ اہل الشہادۃ ای اداءہا علی المسلمین کذا فی الحواشی السعدیۃ اور لائق قضا
کے وہ ہی جو گواہی کے لائق ہو یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہو کذا فی الحواشی السعدیۃ قسم ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا کیونکہ تحمل شہادت کا رقیت اور
کفر کی حالت مین صحیح ہی نہ ادائے شہادت اور مراد ماتن یہ ہی کہ قضا اور شہادت دونون کا مرجع ایک چیز کی طرف ہی یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اندھا نہ محدود فی القذف
نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ اوصاف شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور اطروش یعنی جو شور کی آواز
سنے تو قول اصح یہ ہی کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہی کذا فی النہر وغیرہ وعلیہ ان الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اہل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم اور کلام مذکور [illegible] جو اہل شہادت
علی المسلمین ہو وہ قضا کا اہل ہی یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہی تا وہ ذمیون مین حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم مین ذکر کیا ہی قسم خلاصۂ
اعتراض یہ ہی کہ کافر باوجودیکہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت نہین رکھتا مگر اسکا قاضی ہونا ذمیون پر صحیح ہی تو کلام مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہی صاحب بحر کا جواب اعتراض
یہ ہی کہ یہ قاضی خاص ہی کی تعریف ہی یعنی قاضی مسلم کی اور یہ خود ظاہر ہی کہ شاہد علی المسلم شاہد علی الذمی ہوتا ہی تو ذمی پر اسکی قضا بھی جاری ہو گی کذا فی الطحطاوی وشرط
اہلیتہا شرط اہلیتہ لان کلا منہما من باب الولایۃ والشہادۃ اقوی لانہا ملزمۃ علی القاضی والقضاء ملزم علی الخصم فلذا قیل حکم القضاء یستقی من حکم الشہادۃ ابن کمال
اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہی اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونون باب ولایت سے ہین اور شہادت قوی تر ہی قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہی
اور قضا خصم پر لازم ہوتی ہی اسواسطے کہا گیا ہی کہ حکم قضا حکم شہادت سے مستنبط ہی کذا صرح ابن الکمال قسم حلبی نے کہا کہ ماتن کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے قول سابق کے ساتھ
طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہی کہ قول آیندہ یعنی والفاسق اہلہا اسپر متفرع ہو والفاسق اہلہا فیکون اہلہا لکنہ لا یقلد وجوبا ویاثم مقلدہ کقابل شہادتہ [illegible]
اور فاسق اہل ہی شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہو گا لیکن واجب ہی کہ فاسق کو قاضی نہ کیجیے اور اسکا قاضی کرنے والا گنہگار ہوتا ہی جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا
عاصی ہوتا ہی اور فسق کا معنی یہ ہی قسم مغرب مین ہی کہ لغت مین فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہین اور شرع مین ارتکاب کبیرہ یا اصرار علی الصغیرہ فسق ہی فاسق کو اسواسطے
قاضی کرنا نہ چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہی اور فاسق امر دین مین امانت داری کے لائق نہین اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ کے مقابل وہ قول ہی
جو بعضون نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ شہادت فاسق مقبول نہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہی اور وہ قول ہی کہ قضا فاسق صحیح نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور یہی
مختار ہی طحطاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہی خصوصا اس زمانے مین نہر الفائق مین کہا کہ اگر اسکا اعتبار کیجیے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے
خاص کر ہمارے زمانے مین لہذا مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہی چنانچہ خلاصہ مین ہی اور یہی اصح الاقاویل ہی چنانچہ عمادیہ مین ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی القاعدیۃ
بما اذا غلب علی ظنہ صدقہ فلیحفظ درر اور قاعدیہ مین قبول شہادت کو اس طرح مقید کیا ہی جبکہ قاضی کے گمان مین فاسق کی صداقت اور راستی غالب ہو جائے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر یعنی اگر ظن غالب صدق کا ہو یا صدق اور کذب گمان مین دونون برابر ہون تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہین
واستثنی الثانی الفاسق ذا الجاہ والمروۃ فانہ یجب قبول شہادتہ بزازیۃ قال فی النہر وعلیہ فلا یاثم ایضا بتولیتہ القضاء حیث کان کذلک الا ان یفرق بینہما
انتہی قلت یجب تضعیفہ فراجعہ اور ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہی کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہی کذا فی البزازیۃ نہر الفائق
[illegible] کہا تو بموجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے مین بھی گنہگار نہو گا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید مین
فرق کرے انتہی ما فی النہر مین کہتا ہون تضعیف اس قول کی آگے آویگی سو اسکی طرف رجوع کر قسم کتاب الشہادت مین فتح القدیر سے مذکور ہو گا کہ فاسق [illegible]
[illegible] گواہی مقبول نہین کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہی وفی معروضات المفتی ابی السعود لما وقع التساوی فی قضاۃ زماننا فی وجود العدالۃ ظاہرا ورد الامر بتقدیم
الافضل فی العلم والدیانۃ والعدالۃ اور مفتی ابو السعود کی معروضات مین ہی کہ جبکہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے زمانے کے قاضیون مین وجود عدالت
مین تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنے زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت مین قسم یہ مفتی ممدوح کے زمانے مین تھا اور اب تو

فقہانے اختیار کیا ہی اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہی او عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ مین اور یہی ائمہ ثلاثہ کا بھی قول ہی و ظاہر ثانی التحریر
انہ لا یحل استفتاءہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو تحریر مین ہی اسکا ظاہر مطلب یہ ہی کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق حلال نہین چنانچہ اسکو مصنف نے
اپنی شرح مین مشرح بیان کیا ہی و قیل نعم یصلح و بہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطا اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہان فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہی اور اسی قول
پر کنز مین یقین کیا ہی اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہی بنسبت خطا کے خوف سے یعنی اس خوف سے کہ کوئی اسکو خاطی نہ کہے ہم
طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذر نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہی یعنی بمعنی امر کذا فی القاموس و لا خلاف فی اشتراط اسلامہ و عقلہ و شرط عدالتہ و تیقظہ
لا حریتہ و ذکورتہ و نطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاءہ اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل کے شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور
بیداری شرط کی ہی نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہی نہ اسکی قضا مگر گونگے کا فتوی دینا اسوقت صحیح ہی جبکہ اسکا
اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہی پھر وہ سر ہلا وے یعنی ہان کہدے تو اسکے اشارے پر عمل کرنا جائز ہی کذا فی النہر فائدہ
جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہی سزاوار یہ ہی کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہی کہ فتوی دینا غیر مکروہ ہی اس شخص کا
جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہی کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہی اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو لیاقت نہین رکھتا اور
شرائط فتوی سے یہ ہی کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کی طرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ دولتمند
ہو یا فقیر اور آداب افتا سے یہ ہی کہ کاغذ استفتا کو بحرمت لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا اینکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے اور
بہتر طریق یہ ہی کہ کاغذ کو پھینک دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہی اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہی اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہی کہ
جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند اسکے لکھے اور واجب ہی کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان اور خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوی کے واسطے احتجاج کرے اور اگر
دینے مین چوک جاے تو رجوع کرے اور اسسے نہ شرماوے نہ ننگ کرے اور یہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد کرے اور اسکے قواعد اور اسالیب معلوم کرے اور واجب نہین اسکو
اس امر مین جو ہنوز واقع نہین اور فتوی مین تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہی اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوی نہ دے اس حالت مین جبکہ حواس اسکے متغیر ہون
اور بہتر یہ ہی کہ فتوی دے اور اگر بیت المال سے رزق لے تو جائز ہی باوجود کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کر دین تو
جائز ہی اور حاکم پر لازم ہی کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت روزی مقرر کرے اور ہر شہر کے واسطے اصطلاح ہوتی ہی بول چال مین تو متعلقات لفظ سے اہل شہر کی
فتوی دینا اس مفتی کو جائز نہین جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہی ابو یوسف سے منقول ہی کہ جب انسے کوئی مسئلہ
پوچھتا تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب کذا فی الطحطاوی تنبیہ محمد بن حسن سے سوال ہوا کہ مرد کو فتوی دینا کب حلال ہی فرمایا کہ جب اسکا صواب اکثر
ہو اسکی خطا سے انتہی بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہی کہ اسکے جواب کے بعد واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی النہر و
یکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ حکمت و الزمت بعد دعوی صحیحۃ اور مفتی سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوصہ کے
جیسا کہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین لفظ صیغہ حکم بعد دعوی لازم ہی تو یہ گونگے کے اشارہ کرنے سے نہین ہو سکتا بخلاف مفتی چنانچہ مذکور ہو چکا و اما الاطرش و
من یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف الاصم اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہی بخلاف اس بہرے کے جو مطلق نہین سنتا و یفتی القاضی و لو فی مجلس القضا
ہو الصحیح درر من لم یخاصم الیہ ظہیریۃ و سیتضح اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کروانے نہین آیا کذا فی الظہیریہ اور آگے یہ مسئلہ واضح ہوگا فتوی دینا قاضی
کا جائز ہی اگرچہ افتا مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہی کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی المنح و یاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ
علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے مانند امام ابو حنیفہ کا قول لے مطلقا یعنی خواہ صاحبین امام کے ساتھ متفق ہون یا نہون ص جامع الفصولین مین ہی اور اگر ایک مسئلہ مین ہمارے

مطلب ۱۲

فتوی کن کا باقی عن

اسمین مختلف ہون تو اگر ابوحنیفہ کے ساتھ صاحبین مین سے کوئی ہو تو دونون کے قول کو لے بسبب ظاہر ہونے صواب کے اسمین اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابوحنیفہ سے تو اگر اختلاف اُنکا
بسبب زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہان صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملات مین بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اسپر متاخرین کا
اجماع ہے اور اسکے سوا مین بعضون نے کہا کہ مجتہد مخیر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضون نے کہا کہ یہان ابوحنیفہ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم بقول ابی یوسف
ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن ابن زیاد ہو الاصح منیہ وسراجیہ وعبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہ کے بعد ابو یوسف کا قول لے پھر اُنکے بعد محمد کا قول لے
پھر اُنکے بعد زفر اور حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب مذکور اصح قول ہے کذا فی المنیۃ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفر کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو
خبردار ہو یعنی مرتبہ حسن کا بعد زفر کے ہے نہر الفائق مین اور منیہ اور سراجیہ مین زفر اور حسن بن زیاد ہمرتبہ ہین حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ مین دو قولون کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو
مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتوی دے اور یہ جائز نہین کہ ایک مقدمہ مین دونون قولون کا فتوی دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعضے مفتیون سے ایسا ہی واقع ہوا وصحح فی الحاوی اعتبار
قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی مین اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور مدرک بفتح را
مصدر ہے یعنی ادراک یعنی دو مختلف قولون مین قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کی طرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول
یعنے منیہ اور سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے کیونکہ عام وہ شخص جو قوت مدرک کو ادراک نہین کرسکتا علاوہ اسکے کہا ہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے
قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہے یا بحسب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جسپر یہ شخص مطلع نہین بحر الرائق مین کہا کہ تصحیح حاوی قدسی
اس صورت مین ہے جبکہ امام ایک جانب مین ہو اور صاحبین دوسری جانب مین صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتوی دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ
وہ مقلد ہین امام کے مین کہتا ہون کہ یہ شبہ مجھپر مدت دراز تک مشکل رہا اور اُسکا جواب مین نے نہین دیکھا مگر جواب مین سمجھا ہون اُنکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب
سے نقل کیا کہ کسی کو فتوی دینا ہمارے قول کا حلال نہین جبتک یہ نہ جانے کہ ہمنے کہان سے کہا ہے اور سراجیہ مین نقل کیا کہ عصام جو امام کی مخالفت کیا کرتے تھے تو اسکا یہی سبب
تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتوی دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل اُنکو نہ معلوم ہوتی تھی اور اُنپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتوی دیتے تھے سو مین کہتا ہون
کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے مین تھی یعنی اسواسطے کہ اُنکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے مین تو حفظ یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ مین ہے تو اب فتوی دینا
بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہان سے کہا اور بموجب اس تقریر کے جس قول کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہا نے تصحیح کی ہے
کہ فتوی دینا امام کے قول پر ہے تو نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتا بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے کیونکہ اُنھون نے برخلاف قول اُسکے فتوی
دیا بسبب فقدان شرط کے اُنکے حق مین یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتا بقول امام لازم ہے اگرچہ اُنکی دلیل نجانین انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن
مجتہد ابل المقلد متی خالف معتمد مذہبہ لا ینفذ حکمہ وینقض ہو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب دیکھی اور قاضی مختار نہین اخذ مذاہب
مین جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کا خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتوی کے واسطے چنانچہ مصنف
نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاوی مین اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول مین قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین اور آگے بھی مذکور ہوگا و
فی القہستانی وغیرہ اعلم ان فی کل موضع قالوا الرای فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ مین ہے معلوم کر کہ جس مقام مین علما نے کہا کہ اسمین
قاضی کی رائے ہے تو وہان وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہے انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ مین ہے کہ مجتہد فیہ
یعنے جسمین اختلاف مجتہدین ہے اسمین تو اسوقت حکم قاضی نافذ ہوتا ہے جبکہ قاضی کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجتہد فیہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہین ہم یہ حکم ہے
قاضی مجتہد کا اسواسطے ابھی معلوم ہوچکا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے غیر مذہب کا اسکو خلاف معلوم ہویا نہوا اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط
ہے تاکہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاے کذا فی الطحطاوی واذا اختلف مفتیان فی جواب حادثۃ اخذ بقول افقہہما

بعد ان یکون اورعلما سرجیه اور جبکه دو مفتی ایک مقدمه کے جواب مین مختلف ہون تو فقیه تر کا قول لے بعد متقی تر ہونے کے کذا فی السراجیه یعنی جو دو نون مین زیادہ تر فقیه اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیه امر ولا رای له فیه شاور العلماء ونظر احسن اقاویلهم فقضی بما راہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقه ووجوه الاجتہاد فیجوز ترک رایه برایه اور ملتقط مین ہی اور جب قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اسکی راے اسمین نہو یعنی اسکا اجتہاد کسی شی پر واقع نہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال مین سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اسپر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اسکے سوا ہی مگر اس صورت مین جبکہ غیر قاضی فقه اور وجوہ اجتہاد مین قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیه اقوی کے جائز ہی ثم یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اطراف و جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھ کر سنت قدیمه ہی حوادث شرعیه مین اور اگر قاضی مجتہد نہین تو در صورت اختلاف جو اسکے نزدیک افقه اور اورع ہو اسکا قول لے ہر چند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہی لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہی ثم قال وان لم یکن مجتہدا فعلیه تقلیدہم و اتباع رایہم فاذا قضی بخلاف لا ینفذ حکمه پھر صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہو تو اسپر تقلید اصحاب مذہب اور انکی راے کا اتباع واجب ہی تو اگر بر خلاف اسکے حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہوگا ھ یعنی در صورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہی اور در صورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہی کذا فی الطحطاوی المصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایة وفی روایة النوادر لا فینفذ فی القری وفی عقار لا فی ولایته علی الصحیح خلاصه وجه لیفتے بزازیه شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہی ظاہر الروایة مین اور روایت النوادر مین شہر کا ہونا شرط نہین تو حکم اسکا جاری ہوگا دیہات مین اور اس زمین مین جو اس قاضی کی حکومت مین واقع نہین بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخلاصة اور اسی قول غیر ظاہر الروایة پر فتوی ہی کذا فی البزازیة اخذ القضاء برشوة للسلطان او لقومه وہو عالم بہا او بشفاعة جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانه بعلمه شرنبلالیة وحکم لا ینفذ حکمه قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہی یا سفارش کرا کے قضا لی کذا فی جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اسکے عملہ مددگار نے قاضی کی دانست مین اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہین ھ جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہین حدیث مین راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت وارد ہی راشی وہ ہی جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے رائش وہ جو دو نون مین متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیون کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیون کو طرفه ماجرا یہ ہی کہ بعضا قاضی جو رشوت دے کر قضا لیتا ہی اگر اسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہی کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہین تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلون اور فاسقون کے ہاتھ مین نہ پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہین سراج وہاج مین ینابیع سے منقول ہی کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگون مین حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہی تو جس قاضی کے پاس اسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اسکو لائق ہی کہ اسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیه مین ہی رشوت دیکر قضا لینا عام ہی کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم مین بحر الرائق مین ہی کہ اگر قاضی کے عملے مین سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی مین تو اس صورت مین قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہین ہوتا یہ ایک قول ہی اقوال ثلثه سے جنکو بحر الرائق مین فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہی کہ جس مقدمے مین رشوت لی اسمین حکم نافذ نہین اور اسکے سوا اور مقدمات مین نافذ ہی اور یہ قول شمس الائمه کا مختار ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ دو نون مین حکم نافذ نہین اور تیسرا قول یہ ہی کہ دو نون مین نافذ ہی اور یہ بزدوی کا قول ہی اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہی اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہی کہ موجب فسق ہی اور حالانکہ فسق موجب عزل نہین تو ولایت اسکی قائم ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمه رشوت بضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہی بعضون نے کہا کہ رشوت وہ ہی جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیه وہ ہی جسمین اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہی ایک قسم وہ ہی جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دو نون پر حرام ہی مثلا تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور دوسری قسم وہ ہی جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی آخذ اور معطی دو نون پر حرام ہی خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہی کہ رشوت دے اسواسطے کہ اسکا امر درست کر دے یعنی اسکا کام بنا دے سلطان اور حاکم کے نزدیک خواہ رفع ضرر ہو یا جلب منفعت

در تقسیم رشوت واحکام آن

۱۱ ،،

لینے والے پر حرام ہے نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اسکا کام سلطان کے پاس بناوے تو معاف نہو گا کہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال
ہونے کا حیلہ لینے والے کے واسطے یہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کہ یہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع مملوک ہو جائینگے پھر اسکو سلطان کے پاس فلانے
کام کے واسطے بھیجے اور جواد شہ فتوی سے یہ ہے کہ اولیس پاشا نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امراء سے اسواسطے کہ فلانے شہر میں اسیر سے دفع ظلم کیا کرین پھر اولیس پاشا مر گیا
تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو مین نے استفتا کا جواب یون دیا کہ یہ اجارہ صحیح نہین اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اس طاعت پر جو اسپر واجب مین تھی یعنی وہ شخص
ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک وہ جو دونون جانب سے حلال ہے مرف محبت
کے واسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کے واسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کی طرف سے حرام ہے نہ دینے والے کی طرف سے یعنی دفع ظلم کے واسطے تحفہ دینا
اور حیلہ اسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کرلے تین دن کا کام کرنے کے واسطے پھر وہ اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہو انتہی اور بلاشک اس فعل کا اسکو یعنی اولیس پاشا کو اجارہ کرنا جائز
نہین چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کے واسطے دے یعنی ظالم مرفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا
ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ مین اسی قسم رابع سے اسکو ٹھہرایا ہے جسکو شارح لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری مین ہے اور رشوت
کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اسکی حرام ہو
تو اسوجہ مین دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہین وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے
دیتا ہے تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت مین کسی کو لینا حلال نہین اور اسمین اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہین بعضون نے کہا کہ حلال نہین اور بعضون نے کہا حلال
ہے اور علت اعطا اور اخذ کا یہ حیلہ ہے سب کے نزدیک کہ اہل مقدمہ اس سے ایک دن رات کا اجارہ مقرر کرلے تا وہ اسکا کام کرے بعوض اس مال کے جو اسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح
ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے یہی کام لے چاہے دوسرا کام فقہا نے کہا کہ یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ
لیا ایسا کام ہو جسپر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہوگی تو اجارہ صحیح نہین اور معطی کو اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا
نہین اسمین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک حلال نہین اور بعضون کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی حلت اعطا کا قول صحیح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد
درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے محیط مین کہا کہ یہی قول اصح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحا شرط
نکرے لیکن مطلب اسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت مین اختلاف مشائخ ہے اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ یہ مکروہ نہین یہ اسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ
کے دونون مین مهادات نہو یعنی باہم دینے لینے کی عادت نہو اور اگر دونون مین مهادات کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے
دیتا تھا پھر وہ اسکا مقدمہ درست کردے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر مین ہے کہ اگر ہدیہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین
معلوم ہے کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشائخ ہمارے اسپر ہین کہ اسکا مضائقہ نہین اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کردے پھر
بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمین کچھ مضائقہ نہین اور عبد اللہ بن مسعود کے جو اسمین کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ومنه الموجبل لمواليه مبلغا

فی کل شہر یاخذہ منہ ولیفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتسابا ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب
بالشفعاء اور اسی عدم نفاذ حکم مین سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدہ قضا کے دینے والے کے لیے کچھ روپیہ مقرر کردے کہ ہر مہینے مین تم مجھ سے لیا کرو اور کسی
پرگنہ کی قضا میرے حوالہ کرو کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر مین ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیون کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب کے اور
فتح القدیر کے مانند بزازیہ مین ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیون کے واسطے حلال نہین ہم یہ مستدرک ہے جامع الفصولین کا جو قبل اس قول
کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلا ففسق باخذہا او بغیرہا وخصہا لانہ المعظم استحق العزل وجوبا وقیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک اور اگر

قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جاوے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہو گا بنابر وجوب کے لیے سلطان پر اسکا معزول
کرنا واجب ہی کذا فی البزازیۃ اور دوسرا قول یہ ہی کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہی یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہی کذا صرح ابن الکمال
اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہی ہم عادل وہ ہی جو احکام
شرع بجا لاوے اور اسکے نواہی سے بچے اور فاسق یہ ہی کہ حکم الٰہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کرکے چنانچہ استماع غنا و رقص و اخذ رشوت وغیر ذالک فسق
قاضی رشوت سے ثابت ہوتا ہی خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جسکی گواہی اسکے حق مین درست نہین بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت
لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق او ارتد او عمی ثم صلح او ابصر فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ ونحوہ باطل واعتمدہ فی البحر
خلاصہ مین نوادر سے منقول ہی کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جاوے پھر صالح اور متقی ہو جاوے توبہ اور اسلام سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضا پر قائم
ہی اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ مین حکم کیا وہ باطل ہی اور اس قول پر بحر الرائق مین اعتماد کیا ہم یہ قول مبنی ہی اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہی
معزول نہین ہو جاتا سوی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہی وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہی اور جو اسکی معزولی کا قائل ہی وہ بطلان احکام کا
قائل ہی واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وفی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ اور فتح القدیر مین ہی
کہ امارت اور سلطنت مین فقہا کا اتفاق ہی عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناے امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہی لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی
کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی مین ہی کہ والی قاضی کے مانند ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بحر الرائق مین خانیہ سے منقول ہی کہ حاکم جب
فاسق ہو جاوے تو وہ بمنزلہ قاضی مستحق عزل ہی معزول نہین ہو جاتا تو یہ استدراک ہی عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی
عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ اور سزاوار یہ ہی کہ قاضی موثوق ہو اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح
اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم مین ہم عفاف یعنی پاکدامنی عبارت ہی محرمات اور خوارم مروت سے باز رہنے سے اور عقل بقول اکثر عبارت ہی اس
قوت سے جو مدرک کلیات ہی یعنی قاضی کامل العقل چاہیے تو احمق ناقص العقل لائق قضا نہین جیسا کہ کہا کہ اہل صلاح وہ ہی جو مستور ہو یعنی پردہ دار
نہ صاحب تہمت مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل السوء نہ شارب نبیذ نہ سباب رجال نہ قاذف محصنات نہ معروف بالکذب اور فہم بعضون کے نزدیک
وہ قوت ہی جس سے نفس انسانی اکتساب تدابیر اور مطالب کے واسطے مستعد ہو جاتا ہی اور سنت عبارت ہی حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور
تابعین کے اقوال مقصود ہین اور وجوہ فقہ سے وہ طریق مراد ہین جن سے مستنبط ہوتی ہی اور وہ اصول ہین جو بناے فقہ ہین طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت
کرتا ہی کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شروط ہین والاجتہاد شرط الاولویۃ لتعذرہ اور اجتہاد اولویت کی شرط ہی بسبب متعذر ہونے اجتہاد کے ہم یعنی وجود اجتہاد ہر زمانہ مین متعذر ہی
اور قضا کی طرف ہر زمانے مین حاجت ہی لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہین دریافت کرنا چاہیے کہ اجتہاد لغت مین عبارت ہی بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے
کے واسطے اور اصطلاح مین اجتہاد عبارت ہی فقیہ کے بذل طاقت سے حکم شرعی ظنی کی تحصیل کے واسطے تلویح مین کہا بذل طاقت سے مراد یہ ہی کہ ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش
کرنے سے عاجز ہو جاوے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس یعنی شدید الفہم بالطبع ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا بالقدر متعلقات
احکام اور حدیث کا عالم ہونا بطریق متن اور سند اور ناسخ اور منسوخ کے اور قیاس کا ماہر ہونا اور یہ شرایط تو مجتہد مطلق کے حق مین ہین جو جمیع احکام شرعیہ مین فتوی دیتا ہی اور
جو ایک حکم خاص مین مجتہد ہو نہ دوسرے حکم مین تو اسپر معرفت اسی قدر کی لازم ہی جو اس حکم خاص سے متعلق ہی مثلاً حکم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد جیسے متعلقات نکاح کی معرفت پر
متوقف نہین اور بیان اجتہاد سے یعنی اول مراد ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی علی انہ یجوز خلو الزمن عنہ عند الاکثر نہر فتصح تولیۃ العامی ابن کمال ومحکم لغیرہ علاوہ بر آن
خالی رہنا زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہی کذا فی النہر تو اس صورت مین جاہل عامی کا قاضی ہونا صحیح ہو گا کذا ذکر ابن کمال اور حاکم کرے قاضی

جاہل غیر شخص کے فتوے سے ہم اسواسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہونچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوی سے کذا فی البحر ابن غرس صاحب فوا کہ بدریہ نے کہا کہ فقہا کی مراد
عامی سے جاہل محض نہیں بلکہ نا اہل علم اور فہم ضروری اور کسقدر مرتبہ یہ ہی کہ بعض حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریقہ تفصیل احکام شرعیہ کا کتب مذہب اور صدور
مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور دعاوی اور حجج میں کیفیت ایراد اور اصدار سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البزازیۃ المفتی یفتی بالدیانۃ والقاضی یقضی
بالظاہر دل علی ان الجاہل لا یمکنہ القضاء بالفتوی ایضا فلا بد من کون الحاکم فی الدیار والفروج عالما دینا کالکبریت الاحمر واین العلم لیکن بزازیہ کی
کتاب الایمان میں ہی کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہی اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہی یہ قول اسپر دلالت کرتا ہی کہ جاہل کو غیر کے فتوی پر حکم دینا ممکن نہیں تو دیار اور فروج
میں قاضی حاکم کو عالم اور دیندار ہونا ضرور ہی اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہی اور کہان ہی کبریت احمر اور کہان علم انتہی کلام البزازی ہم کہتے ہیں جب یہ ثابت ہوا
کہ بنائے فتوی دیانت پر ہی یعنی فیما بینہ وبین اللہ اور بنائے قضا ظاہر لفظ پر ہی اور جسپر قرائن دلالت کرین تو اب قاضی کو مفتی کے فتوی پر حکم کرنا غیر ممکن ہی یعنے
ہر مقدمے میں متصور نہیں اسواسطے کہ جائز ہی کہ فتوی بالدیانت ہو دماء اور فروج کو اسواسطے خاص کرکے ذکر کیا کہ دونون میں خونریزی اور اختلاف انساب سے
ضرر زائد ہی طحطاوی نے کہا بعضون نے اسکا جواب یون دیا ہی کہ افتا سے وہ مراد ہی جسپر قاضی عمل کرے اسطرح پر کہ قاضی مفتی سے سوال کرے کہ اگر ایسی صورت قاضی کے
روبرو پیش ہو تو وہ اسمین کیا حکم کرے علاوہ اسکے مخالفت دیانت کی قضا سے نادر مسائل میں ہی نہ ہر مسئلے میں و مثلہ فیما ذکر المفتی اور قاضی کے مانند اوصاف
مذکورہ میں مفتی ہی یعنی مفتی کا بھی موثوق بہ ہونا سزاوار ہی عفت اور عقل اور صلاح اور فہم اور حدیث اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں وہو عند الاصولیین المجتہد و
اما من یحفظ اقوال المجتہد فلیس بمفت وفتواہ لیس بفتوی بل ہو نقل کلام کما بسطہ ابن الہمام اور مفتی اصولیین کے نزدیک عبارت ہی مجتہد سے اور جو اقوال مجتہد
کو یاد کرے وہ مفتی نہیں اور اسکا فتوی بھی فتوی نہیں بلکہ وہ نقل کلام ہی چنانچہ ابن ہمام نے اسکو فتح القدیر میں مشرح بیان کیا ہی ہم فتح القدیر میں ہی رائے
اصولیین اسپر مستقر ہو گئی ہی کہ مفتی وہ ہی جو مجتہد ہو اور غیر مجتہد جو مجتہد کا قول یاد کرے وہ مفتی نہیں اور جب اُس سے کوئی سوال کرے تو اسپر واجب ہی کہ مجتہد کا مثلاً
امام ابو حنیفہ کا قول بطریق حکایت کے ذکر کرے تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں علمائے موجودین کا فتوی درحقیقت فتوی نہیں بلکہ وہ کلام کی نقل ہی
اور اسکے نقل کرنے کے دو طریقے ہیں یا یہ کہ ناقل کی اس نقل میں مجتہد مفتی تک سند ہو یعنی قول مجتہد بواسطہ روات معتمدین اسکو پہونچا ہو یا ناقل نے کتاب مشہور سے
جو دست بدست متداول ہی قول مجتہد کو لیا ہو چنانچہ محمد بن حسن شیبانی کی کتب یا مانند انکی تصانیف مشہورہ و معتمدہ مجتہدین سے کیونکہ کتب مذکورہ بمنزلہ خبر متواتر
یا مشہور کے ہیں ایسا کچھ ذکر کیا ہی رازی نے انتہی کلام الفتح ولا یطلب القضاء بقلبہ ولا یسئلہ بلسانہ اور نہ خواہش کرے قضا کی اپنے دل سے اور نہ اسکا سوال کرے
اپنی زبان سے ہم یہ نفی بمعنی نہی ہی ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا وہ اپنی ذات پر چھوڑ
دیا جائیگا یعنی خدا تعالی کی طرف سے توفیق خیر اسکو نہوگی اور جسپر جبر کیا جائیگا یعنی جو زبردستی قاضی کیا جائیگا تو اسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو طریق
مستقیم پر قائم رکھیگا اور صحیح بخاری میں ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیا کہ اے عبد اللہ بن سمرہ امارت کا سوال نہ کیجیو اسواسطے کہ اگر امارت سوال سے تجکو
دیجائیگی تو اسکی طرف تو سپرد کیا جائیگا اور اگر بدون سوال تجکو امارت دیجائیگی تو تیری اعانت کیجائیگی کذا فی الفتح معلوم ہوا کہ طلب اور سوال قضا کا حلال نہیں حرام ہی اسواسطے
کہ جب سوال سے اعانت ربانی نہوئی تو سوائے خذلان دارین اسکا کیا ثمرہ ہی اور اسواسطے کہ طالب قضا اپنے نفس پر اعتماد رکھتا ہی تو محروم رہیگا اور جسپر زبردستی ہوگی وہ
اپنے رب پر توکل کریگا تو وہ ملہم بالخیر ہوگا فی الخلاصۃ طالب الولایۃ لا یولی الا اذا تعین علیہ القضاء او کانت التولیۃ مشروطۃ لہ او ادعی ان العزل من القاضی الاول بغیر
جنحۃ نہر اور خلاصہ میں ہی کہ جو ولایت طلب کرے اسکو حکومت نہ دیجائے مگر جب طالب پر قضا متعین ہو گئی ہو یا تولیت وقف اسکے واسطے مشروط ہو یا متولی یا قاضی جدید
سے یہ دعوے کرے کہ معزولی میری قاضی اول کیجانب سے بلا قصور ہی کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں ہی کہ جیسے طلب جائز نہیں ویسے ہی تولیت بھی طالب کی جائز
نہیں اور اسمین کچھ فرق نہیں باہین قضا اور تولیت وقف اور دراہیت کے اور در صورت مشروطیت تولیت اگر طلب کریگا تو یہ تنفیذ شرط کی طلب ہی اور

در صورت دعوی بقصوری اگر قاضی جدید بجائی عہدہ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اُس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اُسکو متولی کرے انتہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر قاضی متعین ہو
اس طرح کہ اُسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اُسپر طلب قضا واجب ہی تا حقوق مسلمین محفوظ رہین اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیۃ والمالکیۃ طلب القضاء لخامل الذکر
نشراً للعلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہی طلب قضا کو شخص گم نام کے واسطے تا کہ اُسکا علم ظاہر ہو و یختار المقلد الاقدر والاولی یعنی اور
سلطان قاضی کا معین کرنیوالا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کے واسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی تنفیذ قضا مین قادر تر ہوا ور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی
جو علم اور فہم اور حلم مین افضل ہو اُسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی مین ابن عباسؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین
ہو کسی شئی مین پھر وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اُنہین یعنی مسلمین مین کوئی شخص اولی باین عمل ہی اور اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ و سنت
رسول کا تو البتہ اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسولؐ کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اُسکے مسند رکحاکم اور مسند ابو یعلی موصلی مین مروی ہی اور سلطان کو لازم ہی کہ قاضی
کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہی اگرچہ وہ غنی اور مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور لعد عمل قضا کرے تو افضل ہی اور اصل
اسمین قول ہی اللہ تعالے کا مال یتیم مین جسکو وصی اُسکی زندگی کا کرے (ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے
اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رضؓ سلیمان بن ربیعہ باصلی کو بعہدہ قضا پانسو درم کا مشاہرہ دیتے تھے لبقدر کفایت اُنکی عیال کے اور شریح قاضی
کو سو درم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی رضؓ شریح کو پانسو درم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظمؓ کے وقت مین کم تھی اور غلہ ارزان تھا اور خلافت
مرتضوی مین اُنکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی مین کچھ تقدیر اور حد نہین بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہین اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا
حلال نہین کذا فی الفتح ولا یکون فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق لپسند معاند حق نہو کیونکہ
وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے مین خلیفہ ہی ہم عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہی اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد
ہین وفی اطلاق اسم خلیفۃ اللہ خلاف تاتارخانیہ اور خلیفۃ اللہ کے نام بولنے مین خلاف ہی کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضون کے نزدیک جائز ہی قاضی کو خلیفۃ اللہ کہنا
اسواسطے کہ خلیفۃ اللہ خلیفۃ الرسول کے معنی پر محمول ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین شاید اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص بانبیا علیہم السلام ہی مانند آدم اور داؤد علیہما السلام
کے وکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدہما فی الکراہۃ ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہی قضا کا قبول کرنا اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے
ڈرے ظلم اور عجز مین سے ایک چیز کراہت کے واسطے کافی ہی کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ در مختار مین کرہ التقلد ہی اور مصنف کی شرح مین کرہ التقلد ہی اور یہی مناسب ہی
اور اسی طرح اگلے قول مین والتقلید رخصۃ ہی اور بہتر والتقلد رخصۃ ہی کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایۃ بحر اور اگر
باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہین کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اسی شخص مین منحصر ہو
تو قبول کرنا فرض عین اور نہین تو فرض کفایہ ہی کذا فی البحر ہم فتح القدیر مین ہی محل کراہت اُسوقت ہی جبکہ قضا اُسپر متعین نہو اور اگر اُسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض
عین ہی اور اُسپر واجب ہی کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے تھامے رہے مگر یا کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصۃ ای مباح والترک عزیمۃ عند العامۃ
بزازیہ فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہی یعنی مباح ہی اور ترک تو عزیمت ہی اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیہ تو عدم قبول قضا بہتر ہی ہم در صورت عدم
خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہین اسواسطے کہ کبار صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہی اور نہایہ مین ہی کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا مین داخل ہونا جائز نہین مگر زبردستی
سے اور ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہی اور صحیح یہ ہی کہ دخول رخصت ہی اور امتناع عزیمت انتہی تو موجب اسکے اولی عدم دخول ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ دخول فی القضا
عزیمت ہی اور امتناع رخصت ہی بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہین اور فتح القدیر مین اسی پر یقین کیا ہی اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہی اُس شخص کے گمان مین جو
اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہی پھر اُسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہی کذا فی النہر ویحرم علے غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد

فی الحرمة نفیه الاحکام الخمسة اور حرام ہے اس پر داخل ہونا قضا میں یقینا بلا تردد فی الحرمة تو اس میں احکام خمسہ ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ قبول قضا کا ہے فرض
ہیں ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جبکہ اسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ ظلم کا خوف ہو
اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت تجویز ظلم وحیث الانصاف کذا فی النہر اسجگہ چند احادیث درباب تحذیر قضا نقل کرنا
مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کی (ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین) یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی ہیں
(استقضی فقد ذبح بغیر سکین) یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رض نے ضرب اور قید اختیار
کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک صبر کیا کہ قید خانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسی واسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر
اسکے پار ہو سکوں تیر کر تو ابویوسف نے کہا کہ بحر عمیق اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ (کانی بک قاضیا) یعنے شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم
میں ابوذر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کے واسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حکم
کیجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہوجیو اور ابو داؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک
بہشت میں اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اسی کے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اسپر حکم نہ دیا اور حکم میں جور
کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہ رض
سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں اتنا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا
کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو
میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہوا پھر اسنے انمیں انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو
وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالی اسکے بند
اور بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر بغیر قرآن کے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کی طرف باندھا جائیگا پھر وہ ڈالدیا
جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم اور جائز ہے
قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اسوقت حرام ہے
م عادل وہ ہے جو ہر شی کو اسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں وقیل غیر
ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظالم ہونے میں کچھ شک نہیں اور حالانکہ علماء سلف نے اسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں اسی بادشاہ
میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلا شک بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ انھوں نے انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا
اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور بادشاہ جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کہ کفار کیطرف
سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامی جائز ہے کیونکہ انپر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو محض دہوکا ہے اور وہ بلاد جنپر کفار
حاکم ہیں مسلمانوں کو انمیں اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہوجاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہی اور
مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کی طرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر ولو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال وامام للجمعة
فتح اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کرلینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہ ہو …

ذکر احادیث تحذیر از قضا

مین گواہی یا قابض کے اقرار سے حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہاے سابقین کے عرف پر مبنی ہو کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے مین تو مال
وقف ناظرون کے تحت مین ہین اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے مین ہین اور اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودلیعت یتیم کو کسی امین کے پاس
رکھوایا تو اسی کے موافق عمل کرے جیسا کہ کتاب مین مذکور ہی ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقہ بالرعایا وشہادۃ الفرد لاتقبل خصوصاً بفعل نفسہ ورد ودہ
ردا و لو مع آخر نہر اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہین
خصوصاً اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصاً کا مفاد رد شہادت معزول ہی اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی
گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اُسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن
نجیم فتنبہ مین کہتا ہون لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہی اور ابن نجیم صاحب فتوی اسکا تابع ہوا ہی تو خبردار رہ حموی طحطاوی نے کہا بحر الرائق
مین تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہی شاید ابن نجیم کے فتاوی مین قبول شہادت کا فتوی مذکور ہو الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول
سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما انہا لزید الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لآخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن
المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی لیسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہین مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل وقف
سپرد کیے ہین تو اب ودائع اور محاصل مین معزول کا یہ قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہین مگر جب کہ قابض نے پہلے غیر کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول
نے اسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جائینگے اور تاوان دے
مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اُسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے و
یقضی فی المسجد ویختار مسجداً فی وسط البلد تیسیراً للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد مین بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر
کے درمیان ہو لوگون کی آسانی کے واسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کذا فی الخانیہ حموی چونکہ قضا عبادت ہی لہذا مسجد مین جائز ہی اور مشرک کو مسجد
کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہی تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے مین
تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہین کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق
نہین واجرۃ المحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد ہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہی یہی قول اصح ہی کذا فی البحر
عن البزازیہ اور خانیہ مین ہی کہ اجرت متمرد سرکش پر ہی اور یہ قول صحیح ہی حموی پہلا قول معتمد ہی کیونکہ اصح مقدم ہی صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضون نے کہا کہ اجرت
حاضر کرنے والے کی بیت المال مین ہی بحر الرائق مین ہی کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر مین نصف درم سے ہی درم تک اور خارج شہر مین بحساب فی فرسنگ
تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ مین ہی کہ حاکم کے اعوان سے احضار کی درخواست کرے وکذا السلطان والمفتی والفقیہ اور اسی طرح سلطان
اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد مین جلوس جائز ہی اور فی دارہ ویاذن عموماً یا قاضی حکم کرے اپنے گھر مین اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم حموی ظاہر
یہ ہی کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس مین جلوس کرے اور دربان اور حاجب مقرر کرے یہی افضل ہی لیکن شرح ادب مین ہی کہ اگر دفع ازدحام خصوم کے واسطے دربان
مقرر کرے تو جائز ہی اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت مین یعنی فرحت یا غضب یا تشویش یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت مین اور جس روز
جلوس کا ارادہ کرے نفل نہ روزہ رکھے اور پہنے احسن ثیاب اور اعدل احوال مین کذا فی الطحطاوی ویرد ہدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ اور سوغات نہ لے
پھیردے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کے واسطے یعنے تھوڑی حقیر چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہ پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال
مین نرکھے اور یہی قول ہی اکثر مشائخ کا اور بعضون نے کہا بیت المال مین رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہی یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم

کذا فی الطحطاوی ومن یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک و ہدیہ وہ ہے جو دیا جاے بلا شرط اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت مین یہ فرق ہے کہ ہدیہ مین
اعانت مشروط نہین ہوتی اور رشوت مین مددگاری اور کاربرآری مشروط ہوتی ہے وتتادی الہدیۃ بالرد لحیلۃ شئی فیما خلا اسمہ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی
اسکو ہدیہ کی قیمت عطا کرے کذا فی الخلاصہ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او لبعد مکانہ وضعہ فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے
متعذر ہو تو اسکو بیت المال مین رکھے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ہدایاہ لہ تاتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی
التاتارخانیہ ہم پر یہ دخل ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلعم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب
دیا کہ یہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص مین اتباع جائز نہین اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے رعایت خاطر مہدی خلاف شرع
حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہین ومفادہ انہ لیس للامام قبول الہدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیما یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی
الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی اور تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہین ورنہ خصوصیت نہین رہتی اور تاتارخانیہ مین ہے کہ امام اور مفتی اور
واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب سے بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے مین تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے ہم شارح
نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونون قولون مین منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز
نہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یون دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہین آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نکرین
اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کرین اور بیت المال مین رکھین تو جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ مین مذکور ہوچکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین مین
صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجیے تو منافات مطلق باقی نہین رہتی الا من اربع السلطان والباشا اشباہ وبحر وقریبہ المحرم او ممن جرت عادتہ بذلک
بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما درر مگر چار شخصون کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس
شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہو دونون کی کذا فی الدرر یعنی اس طرح بشرطیکہ قریبہ اور معتاد کا مقدمہ دار القضا
مین رجوع نہو پس تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے اتنا پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قرابت دار اور معتاد دونون کا ہدیہ قبول نکرے اور واجب ہے کہ سلطان
اور اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے مین بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان اور نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال مین سے ہے اور
قاضی بیت المال کے مصارف مین ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اسی صورت مین ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونون برابر ہون تو
سلطان اور نائب کا ہدیہ قبول نکرے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم
خصومت وعدم تہمت اعانت اور اسی طرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وہی التی لا یتخذہا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم
ومعتاد وقیل ہی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے ماننے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد
کی ہو اور قول بعض یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے ہم بعضون نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور اسکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضون نے کہا دس شخص تک دعوت
خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر اصح ہے چنانچہ سراج مین ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا
قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمین صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا اختلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر
نے کہا تو یون کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع ولا یجیب
دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع مین ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے
ہم اگر ایک شخص کی عادت دعوت ہو ہر مہینے مین ایک بار پھر وہ ہر ہفتہ مین بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو

علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ تو یہان سے اٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو منع فرمایا اس سے کہ ہم ایک خصم کی ضیافت کرین مگر کہ اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور اسی طرح عبد الرزاق اور
دار قطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت میلان ہی کذا فی الفتح ثم لو فعل ذلک معہما معا جاز نہر ہان اگر اسکو دونون کے ساتھ کرے تو جائز ہی کذا فی النہر ھم نہر الفائق مین ہی
کہ ضیافت مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ہی ضیافت کرے تو جائز ہی اور قیاس اسکا یہ ہی کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کی طرف ساتھ ہی اشارہ
کرے تو جائز ہی انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقا ولو بغیرہما لاذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقا اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے
کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا باس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعا علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک
یہ بھی ہی کہ تلقین (تعلیم) حجت مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی العینی ھم تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہی اور دوسرے کی دل شکنی ہی ولا یلقن للشاہد شہادتہ واستحسنہ
ابو یوسف رح فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہی جس تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل ہو
ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہی کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اسکی اسطرح اعانت
کرے کہ تو گواہی دیتا ہی ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح پر کہ مدعی پندرہ سو کا دعوے کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد
ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو سو معافی کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق
کرے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین اور مبسوط مین ہی کہ طرفین کا قول عزیمت ہی اور قول ابو یوسف رخصت
ہی اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد ادائے شہادت سے بند ہو جاتا ہی تو کہا کہ اگر ہم اسکو تلقین نہ کرین تو حق ضائع ہو جائے
کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہی متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب
ھم اور قنیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف مذکور ہی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اولی ہی یعنی اکثری ہی نہ کلی وفی الولوالجیۃ
حکی ان ابا یوسف وقت موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت
ومفادہ ان القاضی یقضی علی من ولاہ وفی الملتقی ویصح لمن ولاہ وعلیہ وسیجی اور ولوالجیہ مین حکایت ہی کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہی کہ
مین نے میلان نہین کیا یعنی مین نہین جھکا احد الخصمین کی طرف یہان تک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین ہارون رشید کے ساتھ مین نے دونون کو
برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف روئے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مسئلے سے
معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہی اس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقی الابحر مین ہی اور قاضی کا حکم صحیح ہی اس سلطان کے نفع اور مضرت مین جسنے اسکو قاضی کیا
اور اسکا ذکر آگے آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے فی البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع مین ہی کہ منجملہ ادب قاضی یہ ہی کہ قاضی
کلام نہ کرے احد الخصمین سے اس بولی مین جسکو دوسرا خصم نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ کلام مخفی کے ہی وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم بینکما حتی
اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہی اور زیادہ تر احتیاط یہ ہی کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کرون تو
اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جائیگا دونون کی تحکیم سے ھم یعنی قاضی حکم کرنے کی دونون سے اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے
تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہی کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلا رشوت دیکر عہدۂ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قضی بحق ثم امرہ
السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سر نو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور
گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ ھم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہی کہ قاضی پر یہ فرض نہین تو معلوم ہوا کہ
استیناف جائز ہی طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من المقضی لہ لیعرضہ علی العلماء ہو صحیح ام لا فامتنع الزمہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی جو ہارا اسنے نسخہ سجل کا مانگا

[illegible] نقل حکم کی [illegible]

اس سے جو جینا نا سجل کو علما کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہی یا نہین سو اگر نسخہ نہ دیا تو قاضی اُسپر اسکا دینا لازم کردے یعنی دلا دے کذا فی جوہرۃ النساوی و فی الفتح متی امکن
اقامۃ الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر مین ہی کہ جب تک اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر یہ ہی طریقہ اسکا مبسوط مین یون مذکور ہی کہ جو
شخص ہار اہی اس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اس سے بیان کرے اور کہے کہ تیری حجت سنی اور دریافت کی لیکن حکم شرع اسی طرح تھا اسکے سوا نہین
ہو سکتا تھا یہ اعتذار اسواسطے ہی کہ وہ لوگون سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ جانے اور لوگ اسکی شکایت سنکر بد گمان نہون کذا فی الطحطاوی ملخصا و فی القبیل
فصل الخصوم ان جلس للقضاء لا و لا اخذ با و لا یاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اسکا یہ ہی کہ اگر
قاضی فیصلہ کے واسطے بیٹھ چکا ہی تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہ بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات مین کوئی بات نہ پکڑے مگر اس بات کو البتہ پکڑے جسکو اُسنے
بلفظ صریح اقرار کیا ہم حکایات سے وہ حکایات مراد ہین جو دعوی سے متعلق ہین چنانچہ مضارب کا یون کہنا کہ مین مال مضاربت کو سفر مین لیگیا اور فلانے
شہر مین اسکو بیچا اور اس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہین جو متعلقات دعوی سے نہین مجلس حکم مین سماع حکایات اسواسطے
نہین کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کے واسطے ہی اسطرح پر کہ مدعی کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر مین لے گیا پھر اسنے وہان نگہبانی
نہ کی سو مال ضائع ہوگیا اب مین اس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعی علیہ جواب مین کہے کہ ہان یا اسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اسطرح کہ مضارب کہے کہ مین نے
مال مضاربت سمندر کے کنارے پر بلا محافظ چھوڑا اور مین شہر مین حمال لانے کے واسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الطحطاوی

فصل فی الحبس یہ فصل ہی حبس کے احکام مین ہم چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہذا مصنف نے اسکو علیحدہ فصل کرکے ذکر کیا حبس مصدر ہی بمعنی
منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع حبس پر اسکا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیلخانہ بولتے ہین وہو مشروع لقولہ تعالی او ینفوا
من الارض حبس مشروع ہی حق تعالی کے اس قول سے یا نفی کیے جائین زمین سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہین کہ مقصور نہین تو نفی سے
حبس مراد ہو وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد مین محبوس کیا ہم رسول علیہ الصلوۃ والسلام
کے زمانے مین اور صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے مین حبس مسجد مین تھا یا ڈیوڑھی مین یا باندھکر اور ایک قول یہ ہی کہ فاروق نے ایک گھر
مکہ معظمہ مین چار ہزار درم کو خرید کیا اور اسکو محبس ٹھہرایا و احدث السجن علی رضی اللہ عنہ و بناہ من قصب سماہ نافعا فنقبہ اللصوص فبنی غیرہ من مدر و سماہ مخیسا بفتح
الیاء و تکسر موضع التخییس وہو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اسکو بانس سے بنایا اور اسکا نام نافع رکھا سو اسمین کو نقب
دیا چورون نے یعنی اور قیدیون کو نکال لے گئے پھر حضرت مرتضی نے اسکے سوا اور محبس بنایا مٹی کے ڈھیلون سے اور اسکا نام مخیس بفتح یا رکھا اور کسرہ بھی
جائز ہی مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بضم میم و فتح خا و فتح یا مع التشدید اسم ظرف ہی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہی یعنی ذلیل کرنے والا و فیہ
یقول علی رضی اللہ عنہ شعر الا ترانی کیسا مکیسا * بنیت بعد نافع مخیسا * حصنا حصینا و امینا کیسا * اور اسی مین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کیا تو مجکو نہین جانتا عاقل
غیر کا عاقل بنانے والا مین نے بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط اور سردار دانا امانت دار عاقل ٹھہرایا ہم خلاصہ یہ ہی کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین
کے فعل سے ثابت ہی اور اسکے جواز پر اجماع امت قائم ہی کذا فی الزیلعی صفتہ ان یکون بموضع لیس لہ فراش ولا وطاء لیضجر فیوفی صفت قید خانہ یہ ہی کہ ایسا
مکان ہو جہان فرش اور سونے کا بچھونا نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا [illegible] اور وطاء بوزن
کتاب و سحاب خلاف غطاء ہی چنانچہ قاموس مین ہی تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہی اور بعضون نے کہا کہ وطاء وہ فرش ہی جو بچھونے کے واسطے مہیا ہو تو
اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی و مفادہ انہ لو جیء لہ بہ منع منہ اور مفاد تعلیل یہ ہی کہ اگر محبوس کے واسطے بچھونا لایا جائے تو منع کیا جاوے لیکن احتراز
ید خل علیہ للاستئناس ولا اقاربہ وجیرانہ لا حتیاجہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جائے اسکے پاس جانے پر جی لگانے کے واسطے مگر اسکے قرابت دار

اور برطرف ہی جانے یا وہ مشورہ کی احتیاج کے سبب سے ہم بینی اسوا سطے کہ تنگی مشورہ سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادا سے دین ولا یکتفون عندہ طویلا وسفاد دان زوجتہ

لا تحبس معہ وہی الحالبستہ لہ وہو الظاہر اور اقارب اور ہمسایے اسکے نزدیک زیادہ نہ ٹھہرین اور بفساد خدم طول مکث اقارب یہ ہے کہ محبوس کی زوجہ اسکے ساتھ قید نہ کیجاے

اگر قید کروانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہے ھ زوجہ اقارب اور جیران میں داخل نہین تو افادہ مذکور کہان حاصل ہوا اور یہ خلل پیدا ہوا نہر الفائق کی معدد عبارت

کے خلاف کرنے سے نہر الفائق میں یون مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اُسکے پاس جاے اگر وہان آنکا مکان ہو اور اسمین دلیل یہ ہے کہ زوجہ

اسکی قید نہ کیجاے اسکے ساتھ اگر وہ حابسہ ہو اسکی اور یہ ظاہر ہے انتہی لیکن اسمین بھی یہ خلل ہے کہ حابسہ ہونے کی تقیید ماتقدم سے مستفاد نہین بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقا ثابت

ہوتا ہے بحر الرائق مین ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوج کے ساتھ قید کیجاے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی

مین ہے کہ محبوس کو قدرت دیجاے اسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس مین خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض وغیرہ اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور

نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کے واسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب اور حج نفل کے واسطے بطریق اولی نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخزانۃ

یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ خروج ضامن دیکر ہو کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ مین ہے کہ ضامن

دے کر نکلے اپنے اصول اور فروع کے جنازے کے واسطے نہ سوا اُنکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بلغنی اور اگر

بیماری نے اُسکو ضعیف اور قریب اہلاک کر دیا اور نہین پاتا کسیکو جو اسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہان کوئی خدمت کرنے والا

ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی کا فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب قیل ولا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کے واسطے بلکہ

محبس مین بھی کسب کرے اور اگر محبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کے واسطے قاضی کے پاس جاے پھر قید کیا جاے کذا فی الخانیہ ولا یضرب المحبوس

الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ اور نہ محبوس پر مار پڑے مگر تین

صورت مین ایک یہ کہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابت دار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان باری ترک

کرے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جاے تاخیر سے اور کوئی چیز اسکے قائم مقام نہو سکے اسکے ترک مین ضرب ہے کذا فی الاشباہ ھ

ضرب اسواسطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ مین زوجہ کا ضرر ہے اور زیادتی حبس مین قرابت دار کا ضرر ہے کیونکہ اُسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسی طرح مزید حبس

مین زوجات کا فوت حق ہے قلت وزاد ما فی الوہبانیۃ شعر وان فر یضرب دون قید تادیبا ونظمین باب الحبس فی الغنت یذکر مین کہتا ہون اور مسائل تلنہ پر

وہ مسئلہ زیادہ کیا جاے جو وہبانیہ مین ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو ادب دینے کے واسطے مارا جاے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا

سرکشی مین مذکور ہے ھ یعنی اگر محبوس سرکش ہو اور مال نہ ادا کرتا ہو تو دروازہ چن دیا جاے اور ایک سوراخ اسمین کھلا جاے جس سے روٹی پانی اُسکو دیا جاے اور دوسرا قول یہ ہے

کہ اسمین قاضی کی راے کو دخل ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا اذا خاف فرارہ فیقید او یحول الی حبس اللصوص بل لطیف لباب الرای فیہ

للقاضی بزازیۃ اور محبوس کے گلے مین طوق نہ ڈالا جاے مگر جبکہ اسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیان ڈالی جاوین یا اُس محبس مین بدل دیا جاے جو چورون کے واسطے مخصوص

ہے اور کیا دروازہ مٹی سے چن دیا جاے اسمین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب دیکھے کرے کذا فی البزازیۃ ولا یجرد اور نہ محبوس برہنہ کیا جاے کپڑے اتار کر ولا یواجر وعن

الثانی یوجر لقضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاے اسکے ادا ے دین کے واسطے ولا یقام بین یدی

صاحب الحق اہانۃ اور نہ محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جاے اسکی ذلت کے واسطے ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہ لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور

اگر صاحب حق اُس شہر میں ہو جہان قاضی نہین تو مدیون کے ساتھ لگا رہے رات اور دن یہانتک کہ اپنا حق پاجاے کذا فی جواہر الفتاوی ھ صاحب حق کو ملازمت

مین اختیار ہے اور یہ اختیار نہین کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر مین نہ جانے دے اور اسی کی طرف اشارہ حدیث شریف مین ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان آگے ملازمت

له [illegible] کو ہاتھ سے اور زبان سے ١٢

مراد ہو اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہو بخلاف قاضی کہ اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہو کذا فی الفتح و تعیین
مکانہ ای مکان الحبس عند عدم ارادة صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار مین ہو جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب
المدعی مکانا آخر فیجیبہ لذلک قنیہ مگر جبکہ مدعی دوسرا مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مانے کذا فی القنیة وافتی المصنف تبعا لقاری الہدایة بان العبرة فی ذلک
لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر کہ اسمین یعنی تعیین مکان مین صاحب حق کا اعتبار ہو نہ قاضی کا انتہی وفی النہر ینبغی ان
لا یجاب لو طلب حبسہ فی مکان اللصوص ونحوہ اور نہر الفائق مین ہو لائق یہ ہو کہ قبول نہ کیا جاے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چورون کے مکان یا مانند اسکے اور سخت
مکان مین طلب کیا ہو فرع مسئلہ ملحقہ شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدة نفیا للفتنة بحر الرائق مین محیط سے منقول ہو اور عورتون کے واسطے علیحدہ مردون
سے محبس بنایا جاے فتنہ دفع کرنے کے واسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وہو سدس درہم ببینة عجل حبسہ لطلب المدعی لظہور المطل بانکارہ اور جبکہ مدعی
کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہو درہم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب ظاہر
ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کے انکار سے ھم درہم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحطاوی نے کہا طلب مدعی کی
قید اسواسطے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہین مگر شریح کے قول مین والا یثبت ببینة بل باقرارہ لم یعجل حبسہ بل یامرہ بالاداء فان ابی حبسہ اور
اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس مین جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نہ مانے تو
اسکو قید کرے ھم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اسکے حبس مین شتابی نہ کرے اور ادا دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے ادا دین پر خود قادر
ہو اسطرح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی عین یا ودیعت کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور وہ چیز اسکے پاس نکلی تو قاضی اسکو دے اور ادا دین کرے
کذا فی النہر وعکسہ السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس مین شتابی نہ کرے اور اقرار مین جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہ سکتا ہے درحقیقت
گواہی کہ مجکو اسکا دین معلوم نہ تھا مگر اب معلوم ہوا سو مین اب ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار مین نہین ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینہما فی الکنز والدرر واستحسنہ الزیلعی اور
کنز اور درر مین ثبوت بگواہی اور اقرار مین برابری کی ہو اور زیلعی نے اسکو پسند کیا ہے ھم یعنی گواہی اور اقرار دونون مین حبس کی تعجیل نہ کرے اسواسطے کہ انکار دین محتمل ہو
تو حبس مین شتابی نہ کرے تاوقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول مختار الہدایة والوقایة والمجمع قال فی البحر وہو المذہب عندنا
انتہی اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہو بحر الرائق مین کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی المنیة المفتی لو ثبت ببینة
یحبس فی اول مرة وبالاقرار یحبس فی الثانیة والثالثة دون الاولی فلیکن التوفیق مین کہتا ہون اور منیة المفتی مین ہو کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار
کے انکار بعد الامر مین محبوس کیا جاے اور اگر حق ثابت ہو اقرار سے تو دوسری بار اور تیسری بار کے انکار مین قید کرے نہ اول بار کے انکار مین تو اقوال ثلثہ مذکورہ مین
اتفاق ہو جانا چاہیے ھم یہ توفیق تسویہ کے قول مین ظاہر نہین ہوتی اور نہ سرخسی کے قول مین اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقر مین شتابی ہے نہ منکر مین تو یہ نہین کہ سکتے کہ حبس مقر
مین تعجیل ہو دوسری اور تیسری بار یا حبس منکر مین تعجیل ہو اول بار اور ظاہر یہ قول راجح ہو اور ماتن اور شارح نے نکول کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق مین قلانسی سے مذکور ہو کہ جب
حق ثابت ہو بحکم نکول اور مطلوب تسلیم مین تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا ویحبس المدیون فی کل دین ہو
بدل مال او ملتزم بعقد درر ومجمع وملتقی مثل الثمن ولو لمنفعة کالاجرة والقرض ولو لذمی والمہر المعجل وما لزمہ بکفالة ولو بالدرک او کفیل الکفیل وان کثروا بزازیة
لانہ التزمہ بعقد کالمہر ہذا ہو المعتمد خلافا لفتاوی قاضی خان لتقدیم المتون والشروح علی الفتاوی بحر فلیحفظ اور حبس کیا جاے مدیون ہر ایک اس دین مین جو
عوض ہو مال کا یا لازم کر لیا ہو دین عقد سے کذا فی الدرر والمجمع والملتقی مانند ثمن بیع کے اگرچہ ثمن بعوض منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے
اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین کہ اسکو لازم ہو کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک ہو یا ضامن کا ضامن ہو

اگرچہ ضامن بکثرت ہون کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یہ یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت مین
محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتاوی قاضی خان کے بسبب تسلیم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم [illegible]
کہا کہ درصورت دعوی افلاس محبس نہین مگر ثمن اور قرض مین اور مہر معجل اور دین کفالت مین حبس نہین اظہار مفلسی مین لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے
مخالف ہے لہذا معتمد نہین اشیاء مذکورہ مین حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب مال اسکے ہاتھ مین آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا دین پر قدرت ثابت ہوئی
اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے اسمین بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پر پیشقدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا
اور اسکا یہ قول کہ مین محتاج ہون مسموع نہوگا کیونکہ یہ قول متناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت مین حال غالب کو معتبر رکھا دلالت اشیاء
مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہین کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نہ نادر پر کذا فی الطحطاوی ثم عدہ فی الاختیار لبدل الخلع ہنا خطاء فتنبہ بان اختیار شرح
مین مختار بدل خلع کو بیان شمار کرنا خطا ہے سو آگاہ رہنا بدل خلع کو بیان شمار کرنا یعنی جہان حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی
کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبہ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ حبس کیا جاے ہر ایک اس عین مین جسکی تسلیم پر وہ قدرت
رکھتا ہے جیسا کہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف ودم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب و
زوجہ ومہر موجل حبس نہ کیا جاوے اسکے غیر مین یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر مین اور اسکی نو صورتین ہین ۱- بدل خلع ۲- بدل مغصوب ۳- متلف یعنی جو چیز
تلف کر ڈالی اسکا بدل ہے ۴- دم عمد کا بدل ۵- شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶- جنایت کی دیت ۷- نفقۂ قرابت دار ۸- نفقۂ زوجہ ۹- مہر موجل قلت ظاہرہ ولو بعد
طلاق مین کہتا ہون اور ظاہر اطلاق مہر موجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمین حبس نہین طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر موجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہین و
فی نفقات البزازیہ تثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات مین ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہان یعنی نفقات
مین بخلاف باقی دیون کے کہ وہان فقط اخبار سے ثابت نہین ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ ما لم تثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے
کہ تنگدستی مین مفلس کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تاوقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کر ہم مدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر ہے
کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہو نہ اخبار سے اور جواب یون ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ مین ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اسکے غیر مین اشہاد سے کیونکہ اسکی
عبارت مین تعیین نہین کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس بدل مال وقال الدائن وانہ ثمن متاع فالقول للمدیون ما لم یبرہن رب الدین طرطوسی
بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونون مین اختلاف ہو اور مدیون کہتا ہو کہ مجھپر دین بدل کا مال نہین ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو مدیون ہی کا قول
معتبر ہے تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق مین اسکو ثابت رکھا ہے ہم مدیون محبوس
نہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ ملحقہ لا یحبس فی دین موجل وکذا لا یمنع من السفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ منہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ
فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین موجل مین اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہین ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اسکے
ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الکفالت مین ان ادعی المدیون
الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر مین محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقیری کا دعوی کرے اسلیے کہ اصل تنگدستی ہے ہم یعنی ہر شخص کے حق مین
عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی عدیم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی مقبول
نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقراض او بتقاضی غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری
گواہی سے ثابت کرے یعنے مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون کے تقاضا کرنے سے حاصل ہو ہم شارح نے

ایک نسخہ مین ہنا خطاے [illegible]

غنا کو بقدرت علی الوفا اسواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غناے زکوۃ مراد نہین تو اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض نہ لے تو وہ ظالم ہے محبوس ہوگا
کیونکہ حبس جزاے ظلم ہے اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا وجود مقرض سے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہے تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون
کشادہ دستی سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فحبسہ حینئذ بما رای ولو یوما
ہو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت مین جسقدر مدت کہ اسکی راے مین آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے ص یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہے
تو مدت حبس قاضی کی راے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہو کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس مین آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے
محمد کی روایت مین مدت حبس دو یا تین مہینے ہین اور حسن کی روایت مین چار مہینے سے چھ مہینے تک ہدایہ مین کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہین اور قاضی کی راے پر
مفوض ہے کیونکہ لوگون کے حال متفاوت ہین کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفۃ رح اذا کان المعسر معروفا بالعسر لم احبسہ فی الخانیۃ ولو فقرہ ظاہرا سال عنہ عاجلا وقبل
بینتہ علی افلاسہ وخلی سبیلہ نہر بلکہ ملتقط کی شہادات مین ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہو تو مین اسکو محبوس نکرون یعنی اسکے حبس کا حکم نہ کرون اور خانیہ مین ہے
کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگون سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیۃ قال المدیون حلفہ انہ
ما یعلم انی معسر اجابہ القاضی فان حلف حبسہ بطلبہ وان نکل خلاہ واقرہ المصنف وغیرہ اور بزازیہ مین ہے کہ مدیون نے قاضی سے کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجھکو مفلس
نہین جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف
وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرای لمن لہ ملکۃ الاجتہاد فتنبہ مین کہتا ہون ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی راے کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل
ہو سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہین ص حلبی نے کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے مین کہتا ہون کہ ایسا امر لیکے تقدیر مدت حبس قاضی
کے مجتہد ہونے پر موقوف نہین انتہی ثم بعد حبسہ بما یراہ لو حالہ مشکلا عند القاضی والاصل بالظاہر بحر واعتمدہ المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد بقدر اس مدت
کے جو اسکی راے مین آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی اور کشادہ دستی اسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگون سے اسکا حال دریافت کرے وہ اگر
ظاہر ہو تو بموجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح مین اسپر اعتماد کیا ہے سال عنہ احتیاطا لا وجوبا من جیرانہ ویکفی عدل لغیبتہ الدائن پھر تجدیس
اسکا حال اسکے پڑوسیون سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت مین یعنی اسکا حضور ضرور نہین ص
جو اخبار کہ لائق امرہ اسمین ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل اور عزل کی خبر مین دو شخصون سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس
کا حال محتاجون کا سا حال ہے خوراک اور لباس مین اور حال اسکا تنگ ہے اور ہمنے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قولہ
رای القاضی عمل بہ والا لا النفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور نہین تو
نہین کذا فی النفع المسائل بحثا ص بحر الرائق مین ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہین ولا یشترط حضرۃ الخصم ولا لفظ الشہادۃ الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قہستانی
اور شرط نہین اخبار مین حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی اور مدعی علیہ تنگدستی اور کشادہ دستی مین تنازع کرین کذا فی القہستانی ص یعنی اگر مدعی
کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ مین تنگدست ہون تو اخبار کافی نہین لفظ شہادت ضرور ہے اور اسی طرح خبر واحد درصورت تنازع مقبول نہین
بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنہا بالاعسار للنفی وہی لیست بحجۃ ولذا لم یجب السؤال النفع الوسائل فتنبہ مین کہتا ہون لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی
کی گواہی حجت نہین ولہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہین کذا فی النفع الوسائل سو خبردار ہو جا ص بحر الرائق مین سغناقی سے منقول ہے کہ یہ شہادت نفی پر نہین
کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہین کہ مدعی علیہ ضیق الحال کثیر العیال
ہے اور یہ نفی نہین یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظہر لہ مال خلاہ بلا کفیل الا فی ثلث مال یتیم ووقف واذا کان الدائن غائبا پھر اگر محبوس کا

مال ظاہر ہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے بلا ضامن مگر تین صورتون مین ضامن لیکر چھوڑے یتیم کے مال مین اور وقف کے مال مین اور جبکہ صاحب دین غائب ہو ہم مفلس کے
چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہی کہ عسرت اُسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اُسکے اُسکو قید کرنا ظلم ہی اور مال وقف کو
صاحب بحر نے قیاس کیا ہی مال یتیم پر اور علما متاخرین اُسکے تابع ہو گئے ہین اور قیاس مین کذا فی الطحطاوی ثم لایحبسہ ثانیا للاول ولا لغیرہ حتی یثبت غرمیہ غناہ بزازیہ
پھر جب یون افلاس کے سبب سے حبس سے چھوٹا تو قاضی اُسکو دوبارہ قید نکرے اول مدعی کیواسطے اور نہ اُسکے غیر کے واسطے تا وقتیکہ اُسکا صاحب دین اُسکی مالداری ثابت نکرے
کذا فی البزازیہ وفی القنیۃ برہن المحبوس علی افلاسہ فاراد الدائن اطلاقہ قبل تفلیسہ فعلی القاضی القضاء بہ حتی لا یعیدہ الدائن ثانیا اور قنیہ مین ہی کہ محبوس نے اپنے افلاس پر
گواہی گذرانی سو صاحب دین نے اُسکا چھوڑا دینا چاہا قبل اس بات کے کہ قاضی اُسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہی اُسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اُسکو دوسری بار قید
نکراوے ہم شارح نے یہان ایک جملہ قنیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی یعنی صاحب دین قبل تفلیس اُسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے
تب قاضی پر حکم بافلاس لازم ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وغیرہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس الدین وغاب ربہ یرید تطویل حبسہ ان علم قدرہ اخذہ او کفیلا وخلاہ
خانیہ محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب ہو گیا تطویل حبس کا ارادہ کرکے اگر قاضی دین کو اور دین کے مقدار کو جانتا ہو تو اُسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اُسکو
چھوڑ دے کذا فی الخانیہ ہم ضامن لے یعنی مال ضامن او حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیہ وفی الاشباہ لایجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمہ الا اذا ثبت اعسارہ او احضر الدین
للقاضی فی غیبۃ خصمہ اور اشباہ مین ہی کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہین مگر اُسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اُسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اُسکا
چھوڑ دینا مدعی کی غیبت مین جائز ہی ہم بشرطیکہ قاضی مدعی اور دین اور مقدار دین کو جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد نہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا
فائدہ تعمیم ہی چنانچہ ہمنے اُسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال من یراد حبسہ ابیع عرضی واقضی دینی اجلہ القاضی یومین او ثلثۃ ایام ولا یحبسہ لان الثلثۃ مدۃ
ضربت لابلاء الاعذار اور اگر کہا اُسنے جسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ مین اپنا اسباب بیچتا ہون اور دین ادا کرتا ہون تو قاضی اُسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے
اور اُسکو قید نکرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کے واسطے مدت مقرر ہو گئے ہین یعنے اتنے عرصے مین ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہی ولو لہ عقار یحبسہ
الے ان یبیعہ ویقضی الدین الذی علیہ ولو بثمن قلیل بزازیہ وسیجیٔ تمامہ فی الحجر اور اگر شخص مذکور کے زمین یا باغ ہو تو اُسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اُسکو بیچے
اور وہ دین ادا کرے جو اُسپر ہی اگرچہ بیع بہ ثمن قلیل ہو کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اُسکا آگے آویگا کتاب الحجر مین ولم یمنع غرماءہ عنہ علی الظاہر اور نہ روکے جائین
مدیون سے اُسکے دین والے بنا بر ظاہر روایۃ ہم یہ جملہ متن کے اس قول سے فان لم یظہر لہ مال خلاہ مرتبط ہی یعنے اگر محبوس کا مال ظاہر نہو تو قاضی اُسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب
دیون اُسکے ساتھ رہنے کا قصد کرین تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایۃ ہی امام سے خلافاً للصاحبین امام کی دلیل یہ ہی کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت
ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہی تو وہ اُسکے ساتھ رہین تاکہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونہ نہارا لا لیلا الا ان یکتسب فیہ تو دین والے مدیون مفلس کے ساتھ
لگے رہین دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہین ہم اور ملازمت مین بہتر قول وہ ہی جو محمد سے مروی ہی کہ قیام اور قعود مین ملازمت
کرے اور اُسکو جو بہ والڑکون کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اُسکو دونون وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ دائن آپ اُسکے
ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کے واسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہین کہ اُسکو دھوپ مین رکھے یا برف پر یا جس مکان مین کہ اُسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر للمراۃ امراۃ
تلازمہا قنیہ اور عورت مدیونہ کے واسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اُسکے ساتھ رہے کذا فی القنیہ فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب
الملازمۃ فنی حجر الہدایۃ یخیر الطالب الا لضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر مین ہی کہ طالب کو اختیار دیا جاوے
مگر ضرر سے یعنے اگر ملازمت سے ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اُسکے گھر مین نہ جانے دے تو اب دفع ضرر کے واسطے حبس راجح ہی کذا فی النہر
وکلفہ فی البزازیۃ بکفیل النفس اور بزازیہ مین حاضر ضامن دینے سے اُسکو مکلف کیا ہی ہم بزازیہ مین ہی کہ اگر اُسکی ملازمت مین اُسکی

روزی جاتی رہے تو حاضر ضامن لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض لو مقر الحقہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار ہے بے اذن قاضی کے
حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ولا یقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی زادہ اور مقبول نہین مدیون کے گواہ لانا اپنے افلاس پر محبوس
ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنے نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے وهم بلا تاویہ حبس گواہی نفی پر مقبول نہین اسواسطے کہ جب جبتک
مدت وہ محبوس رہا تو ظاہر ہوگیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اٹھاتا اور اس قول کی صاحب بنایہ اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی
عن الہدایہ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علمانے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے محمد بن الفضل ور اسمعیل بن حماد بن
ابی حنیفہ اور نصیر بن یحیے نے اور یہی قول ہے شافعی اور احمد کا کذا فی الطحطاوی والمعول علیہ رأیہ کما مر قال علم اعسارہ قبلہا والا لا نہر وابحیفظ اور اسمین معتمد علیہ قاضی کی
رائے ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے اور نہین تو نہین کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبینۃ لیسارہ احق من بینۃ اعسارہ بالقبول
لان الیسار عارض والبینات للاثبات اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارض ہے اور گواہیان تو
اثبات کے واسطے ہین نہ نفی کے واسطے هم یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اسصورت مین مالداری کی گواہی احق
بالقبول ہے بدلیل گذشتہ نعم لو بین سبب اعسارہ وشہدوا بہ تقدم لاثباتہا امرا عارضا فتح بحثا واعتمدہ فی النہر ہان اگر مدیون اپنے مفلس ہوجانے کا سبب بیان کرے اور
گواہ اسکی گواہی دین تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی نہ نفی کی کذا فی الفتح بحثا اور اسی پر
نہر الفائق نے اعتماد کیا وفی القنیہ ان لم یبینوا مقدار ما یملک قبلت والا لم یمکن قبولہا لانہا قامت للمحبوس وہو منکر والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل اور قنیہ مین ہے
کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت نہ بیان کرین اس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر مقدار بیان کرین تو اسکا قبول کرنا ممکن
نہین اسواسطے کہ محبوس کے واسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کے واسطے قائم ہو تو مقبول نہین وابد حبس الموسر لانہ جزاء الظالم قلت وسیجیٔ
فی الحجر انہ یباع مالہ لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتابد حبسہ فتنبہ اور محبوس مالدار کی دائمی کیجاے اسواسطے کہ حبس بدلا ہے ظالم کا مین کہتا ہون اور کتاب الحجر
مین آگے آویگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کے واسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا فتوی ہے اور اسوقت مین تو اسکا حبس دائمی نہین رہتا تو خبردار رہنا
هم یعنے بموجب قول مفتی بہ مالی بیچ کر دین ادا کرکے وہ چھوڑدیا جائیگا پھر دوام حبس کہان باقی رہا ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ وولدہ اذا ادعی
الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال والازمتہ بعقد علی ما مر حتی لو برہنت علی یسارہ حبس لطلبہا اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کے واسطے جبکہ
وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کردیا ہو اسواسطے محبوس نہوگا کہ نفقہ بدل مال نہین اور نہ اسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے
چنانچہ مذکور ہوچکا یہانتک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کریگی تو اسکی درخواست سے حبس ہے تمام خلاصہ یہ ہے کہ نفقہ واجبہ مجتمعہ مین
حبس نہین درصورت ادعائے فقر مگر اس صورت مین جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح بل یحبس اذا برہنت علی یسارہ لطلبہا کما لو ابی ان ینفق
علیہا او علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لہم بحر بلکہ زوج محبوس ہو جبکہ اسکی مالداری گواہی سے ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ
اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول اور فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جاے ان لوگون کے جلانے کے واسطے قلت وہل یحبس المحرم لو ابی لم ارہ
وظاہر تقییدہم لا لکن ما مر من الاشباہ لا یضرب المحبوس الا فی ثلاث یفیدہ فتامل عند الفتوی مین کہتا ہون اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب سے
اگر نفقہ دینے سے انکار کرے مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا اور ظاہر تقیید فقہا یہ ہے کہ محبوس نہو یعنے تقیید زوجہ اور اصول اور فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم
کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہوچکی کہ نہ مارا جاے محبوس مگر تین صورتون مین مفید حبس ہے تو تامل کیجیو فتوی دینے کے
وقت هم منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول اور فروع ہین کیونکہ اصول اور فروع اکا ذکر ہے مین

داخل نہین اور اقارب مین کسی کا نفقہ واجب نہین مگر قرابت دار محرم کا طحطاوی نے کہا مین کہتا ہون کہ عدول جائز نہین قول صریح سے اُس تقریر کی طرف جو ذکر علاوہ سے ماخوذ ہو صحیح حبس الولی بدین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہونا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمۂ صغیر پر مترتب ہو اُسکے ادا کرنے سے ولی اُسکا سرتابی کرے تو ولی محبوس ہوگا کذا فی الفتح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کمنقولہ بحر فلیحفظ نہ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا سردادا اپنے فروع کے دین مین بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اُسکی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی اراضی کی ہے مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہین کہ حبس عقوبت ہے اور والد اپنے ولد کے سبب مستحق عقوبت نہین ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا موجب نص قرآنی کے تو حبس اُس کے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو نانا کو بھی شامل ہے اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین مین اور ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اُسوقت قضا دین کیجائیگی جبکہ موجود حق دائن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اُسیوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاضی نائبا الا اذا فوض الیہ

صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل او استخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اُسوقت جبکہ بادشاہ کی طرف سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ مین نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنے کا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونون کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول مین کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال یا خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب اور معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہین اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل اور ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل اور وصی نہین کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتابت اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُسکے امر کے موافق کرے اور اُسکو حکم دینا جائز نہین اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی و بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہو سلطان کی طرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اُسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے آفات اور بیماریون کا تو گویا سلطان نے اُسکو نائب کرنے مین اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہین کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا متحمل نہین بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کہ وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اُسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو نائب کرے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اُسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہین اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اُسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ ملا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ وانما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقد مر فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اُسکی کچھ اصل نہین وہ تو اُسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ یہ گفتگو جمعہ مین مذکور ہو چکی ہم ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتدا جائز نہین بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور در صورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو لسنے بعضرورت جائز کہا اپنی شرح مین کذا فی الطحطاوی

ذکر مسائل استخلاف قاضی

و نائب القاضی المفوض الیہ الاستنابۃ فقط لا العزل نائب عن الاصل وہو السلطان وحینئذ فلا یملک ان یعزلہ القاضی بغیر تفویض منہ للعزل ایضا کوکیل

وکل وکذا لا ینعزل ایضا بعزلہ ولا بموتہ ولا بموت السلطان بل یعزلہ زیلعی وعینی وابن ملک وغیرہم فی الوکالۃ واعتمدہ فی الدرر والملتقی وجزم فی البزازیۃ وعلیہ الفتوی و

تمامہ فی الاشباہ وحرر فی فتاوی المصنف وہذا ہو المعتمد فی المذہب لا ما ذکرہ ابن الغرس لمخالفتہ للمذہب اُس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے نہ معزول

کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنے سلطان کی طرف سے اور اُسوقت مین تو قاضی اُسکے معزول کرنے کا مالک نہین بغیر تفویض کرنے سلطان کے معزولی کو بھی مانند

اُس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل کہ وہ معزول نہین ہوتا اُسکے عزل سے اور اسی طرح نائب قاضی بھی معزول نہین ہوتا قاضی کے

معزول کرنے سے اور نہ اُسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب مذکور سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے چنانچہ زیلعی اور عینی اور

ابن ملک نے کتاب الوکالت مین مذکور کیا ہے اور درر اور ملتقی مین اُسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ مین ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور پورا بیان اُسکا اشباہ مین ہے اور

مصنف کے فتاوی مین ہے اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اُس قول کے واسطے مذہب کے ہم ابن غرس

نے فواکہ بدریہ مین ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے مین معزول ہوجاتا ہے قاضی کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن المنح و نائب غیرہ ای غیر المفوض

لہ ان قضی عندہ او فی غیبتہ و اجازہ القاضی صح قضاءہ لو اہلا بل لو قضی فضولی او ہو فی غیر نوبتہ واجازہ جاز لان المقصود حصول رائہ بحر قال وبہ علم دخول

الفضولی فی القضاء اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا سلطان کی طرف سے مفوض نہین اُسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی

غیبت مین فیصلہ کرے اور قاضی اُسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل ہو قضا کا یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہین بلکہ اگر شخص اجنبی

یا خود قاضی اگر غیر نوبت قضا مین فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اُسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے کہ مطلب تو اُسکی رائے حاصل ہونا ہے اور وہ اُن صورتون مین حاصل ہے

کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہوگیا فضولی کا داخل ہونا قضا مین فرع ستأتی فی تحفہ شارح کا فی الاشباہ والمنظومۃ المحبیۃ لو فوض لعبد ففوض لغیرہ صح ولو حکم بنفسہ لم یصح ولو

عتق فقضی صح بخلاف صبی بلغ اشباہ اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اُسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے

اور اگر غلام نے خود حکم کیا تو صحیح نہین اور اگر غلام مذکور آزاد ہوا پھر اُسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے احکام صبیان مین بزازیہ سے

نقل کیا کہ سلطان یا والی اگر نابالغ ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اُسنے قاضی کا ذکر نہین کیا اگرچہ عموم والی مین قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی واذا رفع

الیہ حکم قاض خرج المحکم ودخل المیت والمعزول والمخالف لرایہ لانہ نکرۃ فی سیاق الشرط فیعم فافہم آخر قید اتفاقی اذ حکم نفسہ قبل ذلک کذلک ابن کمال نفذہ ای الزم

الحکم والعمل بمقتضاہ اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کی طرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اُسکو نافذ کردے یعنی اُسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنے اپنے حکم سے اُسکے حکم کو نافذ و لازم

کردے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل ہوگیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ

ہے سیاق شرط مین تو عام ہوگا جمیع الذارع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اُس قاضی کا حکم قبل اُسکے یعنے قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنے اپنے

حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کرنا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اُسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور

اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہین ہوتا چنانچہ باب التحکیم مین آویگا اور عموم قاضی مین اہل بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل

عدل اُسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی مین مغنی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اُسکو رد

نہین کرسکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی لو مجتہدا فیہ عالما باختلاف الفقہاء فیہ

فلو لم یعلم لم یجز قضاءہ ولا یمضیہ الثانی فی ظاہر المذہب زیلعی وعینی وابن کمال قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنے جس

امر مین مجتہدون کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو کہ اسمین فقہا یعنی مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین

کو تو اسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال ھ خلاصہ مقام یہ ہی کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو
مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی پر اسکی تنفیذ واجب ہی یہ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور
اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمداً حکم کیا تو اسمین دو روایتین ہین یعنی
تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو خود اسکے نزدیک خطا ہی
اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا یہ مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہی قنیہ مین ہی کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ
نہوگا اور فتح القدیر مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہواً یا عمداً قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمداً
چھوڑتا ہی تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہی نہ قصد جمیل سے اور یہ باسی کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اسکی تقلید نہین کی مگر اسکے مذہب کی جہت سے نہ اسکے
غیر کے مذہب کے اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہی اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اتنے واسطے قاضی کیا ہی تا وہ ابوحنیفہ کے مذہب پر مثلا حکم کرے اور وہ خلاف
نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف
پر حکم کرے تو نافذ ہی اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہی جو بزازیہ مین ہی کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز
نہین محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی مافی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہی وہی قول معتمد علیہ ہی مذہب مین اور
بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہی اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہی کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہی جسنے نسیان
سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی نخر شرنبلالی
نے کہا اور یہان مین بھی فتح القدیر سے منقول ہی پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صریح ہی جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ ویفتی بخلافہ
دکانہ تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہی کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کے واسطے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ خلاف اسواسطے فتوی
دیا گیا ہی یعنی قضا علی المخالف نافذ ہی خواہ قاضی اس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوائد بدریہ مین ہی کہ مین کہتا ہون لائق ہی
کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصاً ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائے علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اسنے
خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہی یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب
مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہی نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہی اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم
حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر یعنی حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہی الزم کا یعنی قاضی حکم کو لازم کرے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا ہو اسکے
سامنے یعنے قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہی کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول الحنفی حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنے قاضی ثانی قاضی اول کا حکم
اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوے صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضاء قاضی کافی ہی بزازیہ مین ہی کہ ایک
شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مرگیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضاء اول کو
ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال دلاوے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہو اور ضرور ہی نام لینا قاضی کا اور بیان اسکے نسب کا انتہی والا کان افتاء فیحکم بمذہبہ لا غیر
بحر اور اگر ایسا نہین تو یہ افتا ہی تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اپنے کے کذا فی البحر حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہی بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے کہ بدون
دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہی کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی
ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتا ہی یعنے طلب فتوی ہی نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور عمل

مضمون طحطاوی یہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ افتا تھا نہ قضا تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وسیجئی آخر الکتاب وانہ اذا ارتاب
فی حکم الاول لہ طلب شہود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی مین قبل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہہ پڑے قاضی اول کے
حکم مین تو اسکو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اسکے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبہ عرف ان ما فیہ زماننا
لا تعتبر لترک ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کے تنفیذات معتبر نہین بسبب ترک کرنے اس چیز کے جو مذکور
ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کر دینا اسواسطے معتبر نہین کہ بلا دعوے اور بلا حادثہ وہ جاری کر دیتا ہے اسطرح پر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے فلانے قاضی کے
حکم پر تا قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کر دیا چنانچہ بحر الرائق مین ہے مین کہتا ہون اور کاہے یہ لکھدیا جاتا ہے قاضی اول کے
دیکھنے پر بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارف فی زماننا القضاء بالموجب در البتہ رائج ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیون مین قضا بالموجب یعنی موجب پر
حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن عرس سے مزید توضیح کے واسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن عرس نے فواکہ بدریہ مین
کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف مین معروف نہین سلف مین تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یون کہتے تھے کہ فلانے کے واسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا التسلیم مین بیعہ کا حکم
یا قبض دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک ور اسطرح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب مین پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کے واسطے پھر تو بیہودگی کی یہانتک
نوبت پہونچی کہ جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے آگاہ نہین وہ کہتا ہے کہ مین نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت مین اسکو کہتے ہین جسکو کوئی شئی واجب کر دے
اور اسکو مقتضی ہو اور موجب کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وہو عبارۃ عن المعنی المتعلق بما اضیف الیہ فی ظن القاضی شرعاً من حیث انہ یقتضیہ یہ
اور موجب عبارت ہے معنی متعلق بالعقد سے جو عقد کہ شرعاً مضاف اور منسوب ہے موجب کی طرف قاضی کے ظن مین جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہے ہم مثال
اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت مین مقتضا بیع ہے یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل
ہونا اسکا مشتری کی ملک مین اور تسلیم اور تسلم ثمن اور مثمن مین (دینا لینا) الی غیر ذلک من مقتضیات البیع ولوازمہ تو یہ معنی محکوم بہ ہے جو مضاف اور منسوب ہے بیع کی طرف اور متعلق بالبیع
ہے قاضی کے ظن مین شرعاً وہی موجب ہے یہان اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضا کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور
اسکے موجب کا حکم کیا تو اس حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ مواجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کے وقت موجود نہین اور قاضی کو اسکا دھیان بھی
نہین تو یہ موجب متعلق بالحکم نہوا اس لیے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کر دیا فتامل کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناہ الحکم ببطلان البیع سو جبکہ قاضی
حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع مین تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی کے
پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہے تو موجب اس صورت مین وہ معنی ہے جو اس بیع محکوم بہ کی طرف مضاف
ہے شرعاً قاضی کے ظن مین یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاہ لا یصح لان الشیء لا یقتضی بطلان لنفسہ اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کہ
بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شی اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہین ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یون کہے کہ مین نے بیع مدبر کی
مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہین حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل بے معنی ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہے
اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہین ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضا بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا
کچھ مقتضا ہی نہین اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبہ ظہر ان الحکم بالموجب اعم نہر اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا
کہ حکم بالموجب عام تر ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النہر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصرہ سے تباین ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن العرس کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے
ابن العرس نے فواکہ مین کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم مین موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کے قضا کی بعض صورتون مین جیسا کہ بیع المدبر کی

قضا بالموجب

صورت مین انتہی اور موجب اور مقتضا مجتمع ہوجاتے ہین بیع صحیح کے قضا بالموجب مین چنانچہ اول مذکور ہوچکا فوائد بدریہ مین کہا حاصل یہ ہی کہ موجب بیان مقتضا کے ساتھ
صادق آتا ہی اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہی فلہذا متبادر ہوتا ہی کہ موجب اور مقتضا مین تساوی کی نسبت ہی الی آخرہ قال
کذا فی الطحطاوی الا ماعری عن دلیل مجمع درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ مرا ہو دلیل سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المحیط ہم صاحب
مجمع نے اسکو بعد کتاب و سنت اور اجماع کے ذکر کیا معرا عن الدلیل کی ایک صورت یہ ہی کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین نے مطالبہ کرے کذا فی الطحطاوی
او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیہ یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل مین سلف نے اختلاف نہین کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا
بلزوم ثمن متروک التسمیہ عمدا ہم سلف سے مراد وہ علما ہین جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک مذبوح متروک التسمیہ عمدا حلال ہی اسکا
کھانا اور بیع اسکی صحیح ہی اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدا حلال نہین اور نہ اسکی بیع صحیح ہی بدلیل آیت قرآنی (و لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اس جانور
کو جسپر اللہ کا نام نہین لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ مین ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہین لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی
حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی
کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہی ہم سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہی کہ مطلقہ ثلثہ مجرد نکاح محلل حلال ہوجاتی ہی بدون اسکی
وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہی اور یہی حکم ہی حدیث متواتر کے مخالف کا زیلعی نے کہا مشہور کی قید
سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ
کا حکم دینا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضون نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہی بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہ مذہب
ہی کہ ام ولد کی بیع صحیح ہی تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہوگا اور اسی پر فتوی ہی اور یہی قول ہی محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہی اور
شیخین کا یہ مذہب ہی کہ قضاء مذکور نافذ ہی کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہین تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر مین ہی کہ قضاء مذکورہ دوسرے
قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہی بدائع مین ہی کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا
اور متفق علیہ ہوگیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی و من ذلک ما لو قضی بشاہد و یمین المدعی لمخالفتہ للحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من
انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہ صورت ہی کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اسپر ہین جو دعوی
کرے اور قسم اسپر ہی جو منکر ہو او بالقصاص بتعیین الولی واحدا من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب متعین کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے
ہم بعضے علما نے کہا کہ یہ مالک اور شافعی کا قول قدیم ہی کہ جب مدعی علیہ مین اور مقتول مین عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہو بشرطیکہ
مدعی علیہ محلے مین موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اسکے دعوی پر پچاس جب وہ قسم کھالے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے
نزدیک اسمین دیت اور قسامہ ہی تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہی کذا فی الطحطاوی
عن العالمگیریہ او بصحۃ النکاح المتعۃ والموقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کرے او بصحۃ بیع عبد معتق البعض
یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشائخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمین
ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہین اور اگر خصاف کا قول ہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہی فصل مجتہد فیہ مین کذا فی الطحطاوی او بسقوط
الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور و بقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقاے نکاح کا
حکم دے چنانچہ مذکور ہوچکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب مین و قضاء عبد و صبی مطلقا اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہین یعنی خواہ

بر لفظ جان بوجھ کر بسم اللہ کہنا چھوڑ دی ہو ۱۲
حلال کرنا زوج اول کو ۱۲
اسکا بیان کتاب النکاح جلد دوم مین گزرا
یعنی پچاس قسمین ۱۲

حد یہ حکم کرین یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم یا کافر پر کذا فی الحلبی یہ قضاء کا فر الی مسلم ابدا ونحو ذلک کتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لاینفذ فی الکل اور قضا کا فر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہین ہوتا قضا کے جمیع مسائل مذکورہ مین وعدہا فی الاشباہ نیفا وارلعین اور منجملہ احکام غیر نافذ کے اشباہ مین چالیس او رچند مسائل شمار کیے ہین ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل مذکور اشباہ مین بطریق حصر کے مذکور نہین حموی نے کہا اور جن مسائل مین قضاء قاضی منقوض ہوتی ہی انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور سیر فیہ اور فتح القدیر مین ہی جسکا جی چاہیے وہ کتب مذکورہ کی طرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما ینفذ سبع صور منہا کما لو قضت المرأۃ بحد وقود وسیجی متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر مین قضاء نافذ کی سات صورتین مذکور کین انمین سے ایک یہ صورت ہی کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن مین آوے گا کتاب القاضی الی القاضی مین اسکے برخلاف جسکا مصنف نے شرح مین ذکر کیا ہم اسمین دو قول ہین خانیہ مین نفاذ مذکور ہی اور بزدوی نے قضاء جامع کے مقدمہ مین عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ قضا صحیح ہی موضع اختلاف مین نہ موضع خلاف مین اور اختلاف اور خلاف مین فرق یہ ہی کہ اختلاف کے واسطے دلیل ثابت ہی نہ خلاف کے واسطے ہم یہ تفرقہ عرفیہ ہی والا فقد قال تعالی (وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب) اور حالانکہ اہل کتاب کے واسطے کچھ دلیل نہین اور مراد شارح یہ ہی کہ موضع خلاف مین کوئی دلیل صحیح نہین مخالف کی نظر مین والا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وہل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہی قول اصح یہ ہی کہ ہان معتبر ہی کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ مین ہی ہدایہ مین کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہی یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہی کہ یہ شرط نہین تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہی لیوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہین یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہین بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہی اور اسکی تاریخ معتبر ہی اور قتل کے مانند نکاح ہی اعتبار تاریخ مین کذا فی الطحطاوی فلو برہن علی موت ابیہ فی یوم کذا ثم برہنت امرأۃ ان المیت نکحہا بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جائیگا ہم جب ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ابن کے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہین اور استحقاق میراث سبب ابق علی الموت سے ہوتا ہی تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہوگئی لہذا دونون کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جائیگا کیونکہ دونون گواہیون پہ عمل ممکن ہی ولو برہن علی قتلہ فیہ فبرہنت ان المقتول نکحہا بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہی تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسی طرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات ہین ہم عقود چنانچہ بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات چنانچہ قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہی تعلق قضا مین کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی معہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے مین جسکے ساتھ لڑکا ہی اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہی یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی ولوالجیہ مین یون ہی کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوے کیا کہ اسنے اسکے باپ کو عمداً تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور مین اسکا وارث ہون کوئی اسکا وارث نہین سوا میرے اور اس دعوی کو گواہون سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہی سو اسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اسکا ہی اور اسکا وارث ہی اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اسمین یہ مستحسن جانتا ہون کہ عورت کے گواہون کو جائز رکھون اور ولد کو ثابت النسب کہون اور قتل کے گواہون کو باطل کردون اور یہ حکم امر نسب کی احتیاط کے سبب سے ہوا اس دلیل سے کہ اگر عورت فقط نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

فرق درمیان اختلاف وخلاف

ع ۱۲ اور نہین اختلاف کیا انھون نے جنکو دی گئی کتاب مگر بعد اسکے کہ آیا انکو علم
ع اور نہین اختلاف کیا انھون نے جنکو کتاب دی گئی

گواہ مقبول ہونگے نہ عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنے محشوها من الاول مسائل منها ادعیاد میراثا فلا سبقها تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنے یوم موت سے جو داخل قضا نہین ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو میراث اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق تر ہے ہم ہر شخص یہ کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو بیان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نہ کی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برہن الوکیل علی الوکالة وحکم بہا فادعی المطلوب موت الطالب صح الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنے طالب مرگیا بعد توکیل کے تو دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کے واسطے حق قبض باقی نہین رہا طحطاوی نے کہا بیان حکم کہان ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا برہن انہ شراہ من ابیہ منذ سنة وبرہن ذو الید علے موتہ منذ سنتین لم تسمع وقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی هم استثنا بنظر قول ثانی ہے اور عدم سماع عمر حافظ کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسرہ ان القضاء بالبینة عبارة عن رفع النزاع والموت من حیث انہ موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباتہ بخلاف القتل فانہ من حیث هو محل للنزاع کما لا یخفے اور بھید اسکا یعنے موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینة عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اس راہ سے کہ موت ہے محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہے موت سے پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اسکا وارث پاوے گا بلاخصوصیت زمانہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا چنانچہ مخفی نہین ہم اجناس مین مذکور ہے کہ محمد نے دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل بظلم خالی نہین قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زمان متاخرین مین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین مذکور ہوچکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ یہ نہین ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو زمان سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے ہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین اسواسطے کہ بیان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہین اسلیے کہ ابن وارث ہوتا ہے زوجہ کے ساتھ جس طرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین درباب ارث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات مین لہذا عورت کے گواہ بیان مقبول ہوئے کذا فی الطحطاوی وینفذ القضاء بشہادة الزور ظاہرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن مین هم امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوے کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیان ہین اور مولی کی ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کے نکاح مین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورہم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے کذب کو نہ جانتا ہو هم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالة وطلاق لقول علی رضی اللہ عنہ شاہداک زوجاک قضا بشہادت زور نافذ ہے عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین مانند اقالہ اور طلاق کے

اور ایک نسخہ مین بعد رضی اللہ عنہ کے ذلک ... [illegible]

دلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونون شاہد نے تیرا نکاح کردیا ہے یہ امام کی دلیل ہے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت پر نکاح کا دعوی کیا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے سامنے
اور دو گواہ اسنے قائم کیے تو آپ نے دونون مین ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر مجبوری اور ناچاری ہے تو میرا نکاح اس سے کردیجیے تو علی رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ تیرے دونون شاہدون نے تیرا نکاح کردیا تو اگر دونون مین نکاح منعقد نہ ہوجاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب
نکاح کر چکی تھی اور مرد راغب تھا اور البتہ اسمین دونون کا محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود بلاشبہ کاذب تھے بدلیل قصہ مذکورہ کذا فی الدرر بیع کی صورت یہ ہے کہ مشتری نے
غیر پر دعوے کیا کہ اسنے اس لونڈی کو اتنے ثمن سے بیچا ہے اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کے واسطے تو یہ حکم نافذ ہے
باطن مین بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلث کا دعوی کیا اور اسپر شہود زور قائم کیے اور قاضی
نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج اول کو اسکی وطی ظاہراً اور باطناً حلال نہین اور زوج ثانی کو ظاہراً
اور باطناً وطی حلال ہے خواہ زوج ثانی حقیقۃ الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہین دی اسطرح پر کہ زوج ثانی احد الشاہدین ہو یا حقیقت حال نہ جانتا ہو اسطرح
پر کہ وہ اجنبی ہو کذا فی العالمگیریہ اگر تو کہے کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے کہ حرام محض یعنی شہادت کاذبہ کیونکر سبب ہوگی حلت کا تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہادت نے
حرام محض کو سبب حلت کا نہین ٹھہرایا بلکہ قاضی نے بسبب اپنے حکم دینے کے گویا عقد جدید کو انشا کیا و لہذا اکثر فقہا کے نزدیک حضور شہود شرط ہے یعنی درصورت حکم نکاح
اور قاضی کا حکم حرام نہین بلکہ وہ واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کذب شہود سے واقف نہین اور قضا مرتب ہے شہادت پر اور اسکے نزدیک شہادت حق ہے بنا بر عدم ظہور قادح
شہادت تو حلت مترتب ہوئی انشاء عقد لازم ہے قاضی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی وصدر الشریعۃ بتصرف اور امام کی قوی تر دلیل تحریم بالقضا سے یہ ہے کہ اگر تفریق
بین الزوجین واقع ہو زوج کے امر سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن مین تو تفریق بامر اللہ اولی بالنفاذ ہے کیونکہ قاضی اسکا مامور ہے حق تعالی کیجانب سے کذا فی الفتح
وقالا وزفر والثلثۃ ظاہرا فقط وعلیہ الفتوی شرنبلالیۃ عن البرہان اور صاحبین اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ قضا شہادت زور سے فقط ظاہر مین نافذ ہے اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرہان ہم یعنی قضا بشہادت زور ظاہر مین نافذ ہے نہ باطن مین اسواسطے کہ شہادت زور ظاہر مین حجت ہے نہ باطن مین تو قضا بھی
اسی طرح فقط ظاہر مین نافذ ہوگی نہ باطن مین اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے قہستانی مین حقائق سے منقول ہے کہ عدم نفاذ باطن پر فتوی ہے بحر الرائق مین
فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الاوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاک المرسلۃ ای المطلقۃ عن ذکر سبب الملک فظاہر فقط اجماعا لتزاحم الاسباب
بخلاف قضا ر املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جو ذکر سبب ملک سے مطلق ہین تو فقط ظاہر مین نافذ ہوگی بالاجماع بسبب تزاحم اسباب کے ہم یعنی املاک مرسلہ عقود اور فسوخ کے مخالف
ہین کہ انمین ظاہر ہی مین فقط قضا نافذ ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ مثلاً نکاح مین نکاح مقدم ہوجاتا ہے قضا پر بطریق اقتضا کے گویا قاضی نے کہا کہ مین نے تیرا نکاح اس سے کردیا
باہم دونون مین نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کے واسطے اور املاک مطلقہ مین ایسا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ ملک کے واسطے کوئی سبب ضرور ہے اور بعض سبب اولی نہین
بعض سے بسبب تزاحم اسباب ملک تو بیان اثبات سبب سابق علی القضا ممکن نہین بطریق اقتضا کے جب باطن مین قضا نافذ نہوئی تو مقضی لہ کو وطی اور اکل وغیرہ حلال
نہین اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن وہ پوشیدہ کیا کرے کیونکہ اگر ظاہر مین کریگا تو لوگ اسکو نسبت تفسیق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی وعن الولوالجیۃ حتی لو ذکر
سببا معینا فعلی الخلاف ان کان سببا یمکن انشاؤہ تو اگر املاک مین سبب معین کو مذکور کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور پیدا
کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع ہم یعنے اگر مدعی نے دعوی کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خریدنے کے اور شہادت کاذبہ اسپر قائم کی اور قاضی نے ثبوت ملک
کا حکم کیا تو امام کے نزدیک قضا نافذ ہوگی ظاہراً اور باطناً اور صاحبین کے نزدیک فقط ظاہر ہی مین نافذ ہوگی نہ باطن مین والا لا ینفذ اتفاقا کالارث اور اگر ایسا سبب
مدعی نے مذکور نہین کیا جسکا انشا قاضی سے ممکن ہو تو قضا باطن مین نافذ نہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ ارث یعنی ارث اگرچہ سبب ملک ہے لیکن ایسا سبب
نہین ہے جسکو قاضی انشا کرسکے اور مدار نفاذ قضا امام کے نزدیک اس سبب پر ہے جو قاضی کے حکم سے پیدا ہوسکے طحطاوی نے کہا بدائع مین ہے کہ میراث اور مطلق ملک

دعوی مین برابر ہین اور اسی قول کو ہم کہتے ہین انتہی وکما لو کانت المرأۃ محرمۃ بنحو عدۃ او ردۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی ونکاح الفتح
اور جیسا کہ اگر عورت محرمہ یعنی مدعی پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہما کے اور جیسا کہ اگر قاضی گواہون کی دروغگوئی سے واقف ہوجا کہ وہان اصلا قضا نافذ نہوگی جیسی قسم
کی قضا کے مانند کذا فی الزیلعی ونکاح فتح القدیر ہم بشر یہ تھا کہ عورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح علیحدہ ذکر کرتا اور ان کے ساتھ تمثیل نہ دیتا کیونکہ دونون صورتون مین اصلا قضا
نافذ نہین نہ ظاہر مین نہ باطن مین بخلاف ارث کے کہ اسمین فقط باطن مین نافذ نہین یمین کاذبہ کی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ
کیا بطلقات ثلثہ اور زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلاشبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس
رہنا جائز نہین اور نہ اسکی میراث لینا اسکو درست ہے خلاصہ مین ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہین اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہین کہ امام کے نزدیک
شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے نہ یمین کاذبہ سے وقضی فی مجتہد فیہ بخلاف رأیہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع
ووقایہ وملتقی وقیل بالنفاذ یعنی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا مین برخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع وابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا نہ بھولکر نہ عمدا
صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے چنانچہ صغری مین کافی سے فتوی منقول ہے
کذا فی الطحطاوی ہم یہ مسئلہ عنقریب شرح مذکور ہوچکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی تقضی من لیس مجتہدا کالحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہین جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھ کر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام اور
صاحبین کے اور اسی طرح اپنا مذہب بھولکر حکم نافذ نہوگا صاحبین کے نزدیک ہم حکم خلاف مذہب جیسا کہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف
یا محمد وغیرہما امام کے شاگردون کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہین ہے چنانچہ درر مین ہے یہ اس صورت مین ہے جبکہ قاضی کو حکم بمذہب امام کی تقیید
واقع ہوئی ہو ورنہ معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقید بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اسنے صحیح
مذہب کے ساتھ مقید کیا جیسا کہ ہمارے زمانے مین تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوتی ہے تو قضا بلا خلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف مذہب سے
انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ماصح اصلا یسطر اور البتہ مین نے متغیر کردیا وہبانیہ کی بیت کو سو یون کہا
اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف تو اصلا صحیح نہین نہ عامدا نہ ساہیا اسکو لکھ رکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ
عن سیر التتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ مین کہتا ہون اور امیر کا حکم تو جبکہ فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ
وغیرہا سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جاے شخص غائب غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب
کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم دینا صحیح نہین بلکہ حکم نافذ ہی نہین قول مفتی بہ پر کذا فی البحر ہم امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل
حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہ حدیث صحیح ہے جو ابو داؤد مین مروی ہے کہ
جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونون خصم بیٹھین تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے
سے نہ سن لینا جیسے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا
حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسی واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو دفع
اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا عاجز ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہین ہوسکتا کذا فی الفتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ
کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہین مگر اسکے نائب کے حضور مین نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ جیسا کہ غائب کا
وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا ہم خواہ وکیل خصومت اور دعوے کا ہو خواہ حکم کے واسطے اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسنے کسی کو وکیل

مقرر کیا اُسپر حکم ہوا قنیہ مین ہے اقامت بینہ وکیل پر ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اُسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مرگیا و ارثینا
وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہے اسو بینہ مذکورہ سے اُسپر حکم ہوگا جو حاضر ہے انتہی اور وصی سے مراد وہ وصی
مراد ہے جو میت کی طرف سے ہے نہ قاضی کی طرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل ہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی الغائب
والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انہ حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرۃ وکیلہ وبحضرۃ وصیہ جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے
یہ فائدہ نکالا کہ قاضی تو فقط غائب اور میت پر حکم کرتا ہے نہ وکیل اور وصی پر تو قاضی سجل مین یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت
کے وصی کے روبرو کذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان احد الورثۃ کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیدہ مال یتیم او
لبعض الموقوف علیہم ای لو الوقف ثابتا کما مر فی بابہ اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین
منحصر نہین اسواسطے کہ ایک شخص وارثون مین سے اسطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کی طرف سے اور اسی طرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک
خصم ہوجاتا ہے دوسرے شریک کی طرف سے اور اسی طرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہے خصم ہوجاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جنپر وقف ہوا ہے اُن مین
سے ایک دوسرے کا نائب ہوجاتا ہے یعنے اگر وقف ثابت ہوچکا ہو چنانچہ باب الوقف مین مذکور ہوچکا او نائبہ شرعا کوصی نصبہ القاضی خرج المسخر کما یجئ یا قضا جائز
ہے غائب پر اُسکے شرعا نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا
مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل قائم کرے غائب کی طرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سُنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون مایدعی علی الغائب
سببا لا محالۃ فلو شری امۃ ثم ادعی ان مولاہا زوجہا من فلان الغائب واراد ردہا بعیب الازدواج لم یقبل لاحتمال انہ طلقہا وزال العیب ابن کمال
لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اُسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہ ہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہے اس دعوی کا جو
شخص حاضر پر دعوی کیا جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے لونڈی کا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی
نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اُسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اُسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہوگیا ہو کذا
صحح ابن کمال ثم شارح نے یہ تفریع کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالیقین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج
غائب رد علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثالہ کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرہن المدعی علی ذی الید انہ اشتری الدار من فلان الغائب
فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر لان الشراء من المالک سبب الملکیۃ لا محالۃ مثال سبب لا محالہ
کی چنانچہ دعوی کیا اُس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے مین ہے اور مدعی قابض پر اس بات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اُس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا
پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے اور بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید
کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ فقط اھ اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شراء دار سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر کا یعنے مالکیت کا اسواسطے کہ مالک
سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الاکملیہ ولہ صور کثیرۃ ذکر منہا فی المجتبی اثنتا عشرۃ اور غائب کی نیابت حکمی کی
بہت صورتین ہین انمین سے مجتبی مین بارہ صورتین مذکور ہین ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اُسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اُسکا
ضامن ہے اُسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونون پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ کہتا تو غائب پر حکم نہوتا اور ازانجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ
تو نے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور مین اُسکا شفیع ہون اور حاضر منکر ہوا اور مدعی گواہ لایا اُسکی خرید کو پر تو غائب پر حکم ہوگا اُس سے خرید کرنے کا
اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور ازانجملہ مسئلہ متن ہے اور ازانجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح ذکر کریگا کذا فی الطحطاوی عن المنح عن المجتبی

دلو کان مایدعی علی الغائب شرطا لما یدعیہ علی الحاضر کما اذا ادعی عبد علی مولاہ انہ علق عتقہ بتطلیق زوجۃ زید وبرہن علی التطلیق بغیبۃ زید لا یقبل فی الاصح اذ کان فیہ
ابطال حق الغائب فلو لم یکن کما اذا علق طلاق امراتہ بدخول زید الدار یقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوے کیا جائے غائب پر اگر وہ شرط ہو اس دعوی کی
جو حاضر پر ادعا ہوا چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوے کیا کہ اسنے معلق کیا میرے عتق کو زوجۂ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق
واقع ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے قول اصح مین جبکہ اسمین حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ مین تو اگر غائب
کا حق باطل نہو تا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی یعنے یون کہا کہ اگر زید گھر مین داخل ہو تو اسکی زوجہ مطلقہ ہی تو ثبوت
دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنے زید کا کچھ ضرر نہین دخول دار کے ثابت ہونے مین ہم قضا فی الشرط مین اختلاف مشائخ ہی اور
صحیح یہ ہی کہ مقبول نہین سبب اور شرط مین فرق یہ ہی کہ سبب اصلی ہی نسبت بہ مسبب تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا
نہین جبکہ شرط ہو یعنی شرط اصل نہین ہی نسبت بمشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا کذا فی صدر الشریعۃ ومن حیل اثبات العتق علی الغائب ان یدعی الشہود
علیہ ان الشاہد عبد فلان فیبرہن المدعی ان مالکہ الغائب اعتقہ فیقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلون مین سے ایک حیلہ یہ ہی کہ مشہود علیہ یہ دعوے
کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہی سو گواہ لاوے مدعی کہ اسکے مالک غائب نے اسکو آزاد کردیا ہی تو گواہی عتق کی مقبول ہوگی ومن حیل الطلاق
حیلۃ الکفالۃ بمہرہا معلقۃ بطلاقہا اور حیل طلاق سے حیلہ ہی عورت کے مہر کی کفالت کا معلق بطلاق عورت ہم صورت اسکی یہ ہی کہ عورت ایک مرد پر دعوے
کرے کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج طلاق دے تو مین تیرے مہر کا ضامن ہون جو زوج پر ہی سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اسنے طلاق
پر گواہ قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا طحطاوی نے کہا یہان سے متن تک جتنے مسائل ہین وہ قول ضعیف پر متفرع ہین چنانچہ منح الغفار مین اسکی
تصریح ہی اسواسطے کہ من قبیل شرط مضر ہین غائب کے واسطے جامع الفصولین مین ہی کہ باوجود اسکے اگر قاضی اسپر حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے
سبب سے ودعوی کفالتہ بنفقۃ العدۃ معلقۃ بالطلاق اور نفقہ عدت کی کفالت معلق بطلاق کا دعوی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا
کہ تونے کہا ہی کہ اگر تیرا زوج تجکو طلاق دے تو مین نفقۂ عدت کا ضامن ہون سو اسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ
قائم کیے تو طلاق اور کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف ومن اراد ان لا ینزی فی تحلیلہ ما فی دعوے البزازیۃ ادعی علیہا ان زوجہا الغائب طلقہا وانقضت عدتہا
وتزوجہا فاقرت بزوجیۃ الغائب وانکرت طلاقہ فبرہن علیہا بالطلاق یقضی علیہا انہا زوجۃ الحاضر ولا یحتاج الی اعادۃ البینۃ اذا حضر الغائب اور جو شخص
ارادہ کرے کہ زنا نہ کرے تو اسکا حیلہ وہ ہی جو بزازیہ کی کتاب الدعوی مین ہی کہ دعوی کیا ایک عورت پر اسکا کہ اسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی
اور اسکی عدت منقضی ہوگئی اور مدعی نے اس سے نکاح کرلیا سو عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے
عورت پہ گواہی طلاق ثابت کردی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہی حاضر کی اور اعادۂ شہادت کی حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ہم طحطاوی
نے کہا کہ اگر یہ دعوی راست ہی تو اسکو حیلہ کہنا بلا وجہ ہی اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہی اور طرز بیان شارح اسکا موہم ہی کہ دعوے دروغ مین یہ حیلہ
جاری ہی اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ ایسا فعل اکبر الکبائر مین سے ہی اور ظاہر کلام بزازیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ برہان اطلاق مثبت زوجیت ہی حالانکہ دونون
مین تلازم نہین سو اگر یہ مراد ہی کہ گواہی طلاق اور نکاح دونون پر قائم ہوئی تو آپ ظاہر ہی انتہی ولو قضی علی غائب بلا نائب ینفذ فی اظہر الروایتین
عن اصحابنا ذکرہ ملا خسرو فی باب خیار العیب اور اگر قاضی نے حکم کردیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر الروایتین مین بیان کیا ہی اسکو
ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہی اس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو نہ مطلق غائب مین
بحر الرائق مین ہی کہ اس قول سے کہ قضا علی الغائب کے نفاذ پر فتوی ہی بہت لوگون نے دھوکا کھایا ہی یعنی وہ عالم سمجھے ہین کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب مین

قضا علی الغائب جائز ہی خواہ حنفی جسکے نزدیک جائز نہین اور ظاہر یہ فتوی اُس قاضی کے حق مین ہی جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہی اسواسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہی کہ قضا علی الغائب جائز نہین چنانچہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہی اور اگر عام ہو تو ہمارے اصحاب کا ہدم مذہب لازم نہ آوے یا فتوی نفاذ کا مفقود کے حق مین محمول ہی نہ مطلق غائب مین وقیل لاینفذ مرجحہ غیر واحد وفی المنیۃ والبزازیۃ وجمیع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہی کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہین اور اسی قول کو راجح کہا ہی اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور جمیع الفتاوی مین کہا اور اسی قول پر فتوی ہی ورجح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کر دے ہم طحطاوی نے کہا بیان شارح اسکا مقتضی ہی کہ توقف کا قول تیسرا قول ہی حالانکہ یہ بعینہ وہی قول ہی عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لایجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور بحر الرائق مین ہی اور قول معتمد وہ ہی کہ حکم کرنا مسخر پر جائز نہین مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہی ہم مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی سماع خصومت کے واسطے وکیل مقرر کرے غائب کی طرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہی کہ کوئی چیز بشرط خیار خرید کی سو بائع چھپ رہا ہم یعنے مشتری نے مدت خیار مین رد بیع کا قصد کیا اور بائع مخفی ہی تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بائع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اُسکو بیع پھیر دے صاحب بحر نے اسمین دو قول نقل کیے ہین بلا ترجیح اختفی المکفول لہ دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مکفول لہ چھپ رہا ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اس شرط پر کہ اگر اسکو کل حاضر نہ کرے تو مکفول عنہ کا دین کفیل پر ہی سو مکفول لہ کل غائب ہو گیا اور کفیل نے اُسکو نہ پایا یہان تک کہ مدت گذر گئی تو کفیل پر مال لازم ہو گیا اور اگر کفیل نے قاضی سے نالش کی سو اُسنے مکفول لہ کی طرف سے وکیل قائم کیا اور کفیل نے اسکو مکفول عنہ کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی تو یہ ابو یوسف کی بعضی روایت مین سے ہی کذا فی البحر عن جامع الفصولین حلف لیوفیہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہی کہ مدیون نے قسم کھائی کہ البتہ اسکا دین آج ادا کریگا سو دائن غائب ہو گیا ہم خواہ طلاق کی قسم ہی یا عتاق کی منجز ہو یا معلق اور حالف حنث سے ڈرا تو قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دین ادا کرے تو حانث نہو خانیہ مین کہا اسی قول پر فتوی ہی شرف الدین غزی نے کہا کہ نصب وکیل کی کچھ حاجت نہین اگر قاضی کو دین ادا کریگا تو حانث نہوگا یہ قول مختار مفتی بہ چنانچہ اکثر کتب معتمدہ مین ہی اور اگر وہان قاضی نہو تو حانث ہوگا لقول مفتی بہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرہا بیدہا ان لم تصل نفقتہا فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہی کہ زوج نے زوجہ کو طلاق کا اختیار دیا اگر اُسکا نفقہ نہ پہونچے سو عورت چھپ رہی یعنی لقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے واسطے الخامسۃ اذا تواری الخصم فالمتاخرون ان القاضی ینصب وکیلا فی الکل وہو قول الثانی خانیۃ پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ جب متخاصم چھپ رہے دار القضا مین حاضر نہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب صورتون مین اور یہ قول ہی ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوہبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بیتہ مرۃ بعد اخری ثم ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہی اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے ولا یبیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین لغیرہم ولایت بیع ترکہ مستغرق بالدین کی قاضی کے واسطے ہی نہ وارثون کو بسبب نہ مالک ہونے وارثون کے جبکہ دین وارثون کے سوا اور کسی کا ہو ہم مثلاً متروکہ ہی پانسو کا اور میت پر دین اتنا ہی یا زیادہ تو اب قاضی اسکو بیچ کر ادا ے دین کریگا نہ اسکے وارث مگر جبکہ ارباب دیون بیع ورثہ سے راضی ہون اور وارثون کو استخلاص متروکہ کا حق ہی تو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دیون سے زبردستی قبول کروایا جاویگا اور اگر وارث کہین کہ ہم دین کو ادا کرینگے اور مال نقد حاضر نہ کرین تو قاضی کو بیع متروکہ کا اختیار ہی کذا فی الطحطاوی یقرض القاضی مال الغائب واللقطۃ والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبلہ مضاربۃ ولا مستغلا یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم مالدار امانت دار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے ہم قاضی بسبب

گزشت مشتغال کے نہ بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہین کر سکتا لہذا مستحب ہی کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض مین تاوان ہی نہ ودیعت مین اور قاضی کو مناسب ہی کہ قرض
لینے والون کا حال دریافت کرے تا اگر کسی کا حال پریشان دیکھے تو اس سے مال کو لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہی مگر غنی سے نہ محتاج سے ولہذا محتاج
کو قرض دینا جائز نہین اور قاضی کو یہ جائز نہین کہ اپنی ذات کے واسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہی چنانچہ قنیہ مین
ہی کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہی جسمین آمدنی ہو چنانچہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کمانے والا ۱۲ کسب ولہ اخذ المال من اب مبذر ووضعہ عند عدل قنیہ اور قاضی
کو جائز ہی فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھوا چھوڑنا مرد عدل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہو جاوے ویکتب الصک
ندبا لیحفظہ اور تمسک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے ہم حموی نے کہا صک عبارت ہی مال وغیرہ سے
اقرارنامہ سے وہ فارسی معرب ہی لا یقرض الاب ولو قاضیا لانہ لا یقضی لولدہ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہین کر سکتا
اپنے فرزند کے واسطے ہم یعنی اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہی اور قاضی کو اپنے فرزند کے واسطے حکم
دینا جائز نہین تو جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الوصی ولا الملتقط فان اقرضوا ضمنوا لعجزہم عن التحصیل بخلاف القاضی اور نہ قرض دے وصی یتیم
کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسی کو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی
کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہی ہم شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہی کیونکہ ولایت اسکی قاضی کی ولایت
سے عام تر ہی اسواسطے کہ نفس اور مال مین دونون کی ولایت یکسان ہی مگر مزید شفقت مین باپ زیادہ ہی قاضی سے تو ظاہرا باپ اسکو قرض نہ دیگا جو لیکر منکر ہو جائے خلاصہ
جواب یہ ہی کہ جواز قرض اور عدم قرض مین قرب قرابت اور زیادت ولایت کو دخل نہین بلکہ تمام قدرت علی الاسترجاع کا اعتبار ہی بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو
پھیر لینے پر قدرت نہین بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہون کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور دانست پر حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا نے
الطحطاوی عن الکمال ویستثنی اقراضہم للضرورۃ کحرق اونہب فیجوز اتفاقا بحر اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورین کا قرض دینا مستثنی ہی بسبب ضرورت کے چنانچہ
آتش زنی یا غارتگری کا خوف تو ایسی ضرورت مین بالاتفاق جائز ہی کذا فی البحر ومتی جاز للملتقط التصدق فالاقراض اولی اور جسوقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہی تو
اسوقت مین قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا ہم یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہی تو اس حالت مین قرض دینا بھی
جائز ہی ولو قضی بالجور فالغرم علیہ فی مالہ ان متعمدا واقر بہ ای التعمد ولو خطا فالغرم علی المقضی لہ ۱۲ مشتہر کرنے درر اور اگر قاضی نے غیر واجبی جور کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہی
اسکے ذاتی مال مین اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہی یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم حکم قاضی جبکہ خلاف حق
واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہین بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتین ہین پہلی صورت یہ کہ حق اللہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ حق العبد مین ہو تو اگر حق العباد
مین تدارک اور رد ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اس طرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم
باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا پھیرنا ممکن نہین اس طرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء
قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہہ قضا مانع ہی قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال مین خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت مین ہی جبکہ قاضی کی خطا
بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو یہ مقضی لہ کے حق مین ظاہر نہوگا جبتک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق مین باطل نہ کرے اور اگر
قاضی نے حق اللہ مین خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف
ہین تو تاوان اسکا بیت المال مین ہی اور اگر قاضی نے عمدا حکم کیا حکم مین اور اسکا اقرار کیا تو اسکے مال مین تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ مین اور قاضی پر
تعزیر ہوگی بسبب ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصا وفی المنح معزیا للسراج قال محمد لو قال تعمدت الجور انعزل عن القضاء

قاضی اگر حکم مین خطا کرے

وفیہ عن ابی یوسف اذا طلب جودہ ورشوتہ رزقہ نفذ یا دو شہادتہ اور شیخ الفتاوی مین ہر سراج کی طرف نسبت کرکے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ مین نے عمداً ظلم کیا تو معزول
ہوجائیگا قضا سے اور اشمنین البویۃ سے ہر کہ جبکہ قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی مردود ہر فروع مسائل ملحقہ شارح کے القضاء مظہر لا مثبت
قضا ظاہر کرنے والی ہر حق کی نہ ثابت کرنے والی ہم یعنی حکم قاضی مظہر ہر خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہر عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا مثبت نہین جو قبل حکم ثابت
نہین یہ اُسی صورت مین ہر جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادت کاذبہ کذا فی الطحطاوی وتخصیص
بزمان ومکان وخصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہر زمان اور مکان اور خصومت
کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سُنا تو حکم نافذ نہوگا ہم ظہیریہ کے مختصر مین ہر کہ اگر امام ایک مرد
کو امیدن یا ایک مجلس کے واسطے قاضی مقرر کرے تو جائز ہر اور خلاصہ مین ہر کہ اگر سلطان قضا مین خصومت استثنا کرے یعنے یون کہے کہ فلانا مقدمہ مفصل
نہ کرنا تو صحیح ہر کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامر الا فی الوقف والارث ووجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ مین کہتا ہون تو
اب بعد امر سلطان کے دعوی نہ سُنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف اور میراث اور موجود ہونے عذر شرعی مین بعد پندرہ برس کے
بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسی کا فتوی دیا ہر مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے اپنے استاذ یحیی منقار سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین حکم دیتے
قاضیون کو حکم کرتے ہین اپنی سب ولایت مین کہ دعوی نہ سنین پندرہ برس کے بعد سواے وقف اور ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل اور دفع تزویر
کے واسطے ہر اور یہ جو روایت تیس برس یا تینتیس برس یا چھتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی مین ہر در باب عدم سماع سو یہ روایت
قبل صدور نہی سلطانی ہر عذر شرعی چنانچہ طفلی اور دیوانگی اور غیبت کذا فی الطحطاوی مختصراً امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ
وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک او سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا اُسوقت نافذ
ہوتا ہے جبتک شرع کے موافق ہو اور نہین تو نافذ نہین چنانچہ اشباہ کے پانچوین قاعدے اور فوائد شتی مین مذکور ہر تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیون کو شاہدون کی
قسم دلانے کا حکم کیا تو عالمون پر واجب ہر کہ بادشاہ کو نصیحت کرین اور اُس سے کہین کہ اپنے قاضیون سے وہ امر نہ کرواے جس سے آپ کا غضب لازم آوے
یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کرین تو خالق کا غضب ہر اور اگر تیری نافرمانی کرین تو تیرا غضب ہر ہم صاحب بحر نے ائمہ حنفیہ سے نقل کیا کہ اطاعت
امام غیر معصیت مین واجب ہر تو اگر سلطان ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صیرفیہ سے جواز تحلیف منقول ہر یعنے شاہدون سے قسم لینا
جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مقید ہر اِس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح پر کہ وہ صاحب راے ہو یعنی مجتہد ہر اور اگر صاحب الراے نہو تو تحلیف
نہین جائز ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اُسکا قاضی کی طرف جائز ہر اگر سلطان
کی طرف سے قاضی معین نہو ہم باشا امیر کو کہتے ہین روم مین باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بالقول الاصح نفتی بہ نافذ ہر چنانچہ ادب الخصاف مین ہر کذا فی الطحطاوی
والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہر مگر چودہ مسئلون مین جنکو ہمنے ذکر کیا ہر شرح کنز مین یعنی بحر الرائق
مین ہم بحر الرائق مین سترہ مسئلے مذکور ہین اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ مین پھر اُسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کی طرف تو اگر اُسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری
کرے نہین تو باطل کرے اور تحکیم پر تراضی خصمین ضرور ہر اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت مین
بقول صحیح جائز نہین اور فسخ یمین مضافہ مین جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جاے اگرچہ قول صحیح مین وہ نافذ ہر اور محکم کا حکم غائب کی طرف متعدی نہین ہوتا اگر دعا
علی الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے مین اور جائز نہین مکتوب محکم قاضی کی طرف جیسے قاضی کا مکتوب اُسکی طرف جائز نہین اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے
مکتوب پر مگر جبکہ دونون مخاصم راضی ہون اور اگر محکم مرتد ہو جاے تو معزول ہوگا بخلاف اسکے کہ اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی الا ذکر

محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی اور دوسرے پنچ کو اسکا قبول کرنا درست ہی اور پنچ کا حکم ایک وارث سے باقی وارثون کی طرف نہین پہونچتا اور محکم کا حکم بنسبت بائع کے بائع کی طرف نہین پہونچتا مگر جبکہ وہ تحکیم سے راضی ہوا اور اگر محکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہین متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہین جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم محکم کا تحکیم کے ساتھ مفید نہین بلکہ اسکا حکم جائز ہی جمیع بلاد مین یعنی بعد رضا متخاصمین اور اگر محکم مین اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو ایک گواہ کہتا ہی کہ اسکو خصومت مین وکیل کیا ہی فلانے فقیہ کی طرف اور دوسرا شاہد کہتا ہی کہ دوسرے فقیہ کی طرف تو ایک فقیہ کو حکم کرنا جائز نہین اور محکم کا حکم رافع خلاف نہین بخلاف قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ مین چلپی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم مین ہی انتہی ملخصاً اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہی کہ لعان بین الزوجین مین محکم کا حکم جائز نہین چنانچہ برجندی مین ہی کذا فی الطحطاوی وفی فصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول مین ہی کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہی اور معزول کیا جاوے اسکو اور تعزیر دیجاوے وفی الاشباہ لایجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطہ الا فی ثلث لریبۃ ولرجاء صلح اقارب واذا استمہل المدعی اور اشباہ مین ہی کہ جائز نہین قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے مین شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین وجہ سے تاخیر جائز ہی شک اور اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب سے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے حموی نے کہا اشتباہ یہ کہ قاضی کو شہود مین شبہہ پڑے چنانچہ اسطرح کہ تین گواہون نے قاضی کے پاس ایک مقدمے مین گواہی دی اور ہنوز انکی گواہی کے بموجب حکم نہین ہوا کہ ایک گواہ انمین سے بولا استغفر اللہ مین نے جھوٹی گواہی دی اور قاضی نے یہ کلام سنا مگر یہ معلوم نہین کہ تینون مین سے کسنے یہ کلام کیا سو قاضی نے اسکو کہنے پوچھا سو سب بولے کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہین تو قاضی انکی گواہی پر حکم نہ کرے اور لسان الحکام مین ہی کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاوین تو قاضی کو لائق ہی کہ انکو تھوڑا ٹالے اور جلدی حکم نہ دے شاید وہ باہم صلح کر لین اسواسطے کہ حکم اگرچہ حق ہو مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہی بھائیون مین علامہ شیخ صالح نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب مین مخصوص نہین بلکہ اجانب مین بھی ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا مورث ہی تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہین قضا فی الفور کے اسواسطے کہ قضا فی الفور اس صورت پر محمول ہی جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہو اور اسکا مؤید وہ ہی جو اختیار اور خزانۃ الاکمل مین ہی کہ جب قاضی کو ارضاے خصمین کی توقع ہو تو انکے رد کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور دو تین بار حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لین اور انکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہو تو حکم جاری کر دے انتہی اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہی ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوی کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فک کا اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جسمین تاخیر قضا جائز ہی یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہو گا چنانچہ خلاصہ مین ہی کذا فی الطحطاوی ولا یصح رجوعہ عن قضائہ الا فی ثلث لو بعلمہ او ظہر خطاءہ او بخلاف مذہبہ اور قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اسپر عمل نہ کرنا اور اسکو باطل کر دینا جائز نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دیانت پر یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا ہم اپنے علم پر حکم کیا پھر ظاہر ہو گیا کہ اسکا علم وہم تھا چنانچہ قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کے واسطے مبلغ کا اقرار کیا اور وہ لوگ وہان سے غائب ہو گئے پھر دو شخصون نے دعوی کیا قاضی کے پاس سو قاضی نے ایک پر حکم کیا اس گمان سے کہ یہ شخص وہی معترف ہی پھر معلوم ہوا کہ یہ اسکے سوا کوئی اور ہی تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہی بلکہ واجب ہی اور ظہور خطا کی یہ صورت ہی کہ مثلاً حنفی قاضی نے متاع محتمل القسمۃ کی صحت ہبہ کا حکم دیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا فتح القدیر مین ہی کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہی اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کے وقت اس شہر مین جہان کا وہ قاضی ہی اس حق کا علم جو حد خالص للہ نہین چنانچہ قرض دیا بیع یا غصب یا تطلیق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد مین پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے یا حالت قضا مین جان چکا غیر شہر مین پھر اس شہر مین داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک حادثہ معلوم ہوا اور وہ اسی شہر مین قاضی ہی پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب اور زنا مین قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہین انتہی مختصراً افسل

القاضی حکم فلو زوج الیتیمۃ من نفسہ او ابنہ لم یجز قاضی کا فعل حکم ہی تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہین ہم فعل سے مراد وہ ہی جو
قاضی سے صادر ہو بلا لفظ صیغۂ حکم نکاح مذکور اسواسطے جائز نہین کہ قاضی کا فعل مذکور جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کے واسطے یا اپنے فرزند
کے واسطے حکم کرنا صحیح نہین الا فی مسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتون مین حکم نہین ہم نے یہ استثنا ہی فعل القاضی حکم سے نہ لم یجز سے کذا فی الطحطاوی اذا اذن الولی للقاضی
بتزویجہا کان وکیلا ایک صورت یہ ہی کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا ہم قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم ہوگا تو اگر اسکے عقد کا
مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کی طرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ و اذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان لہ اعطاء غیرہ دوسری
صورت یہ ہی کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقرا کے وقف سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہی ہم اس مسئلہ مین قید یہ ہی کہ قاضی نے فقیر کے واسطے
راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر قرابت وارث واسطے حکم نہ کر دیا ہو و الا قاضی ثانی کو نقض اسکا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلۃ الوقف المذکورۃ
فامرہ فتوی فلو صرف لغیرہ صح امر قاضی کا حکم ہی مگر اس مسئلہ وقف مین جو مذکور ہو چکا تو امر اسکا فتوی ہی تو اگر اسکے سوا اور کی طرف صرف کرے تو صحیح ہی ہم مثلا قاضی کا
یون کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ مُدعی اسکو تسلیم کرا دین ادا کر تو یہ حکم ہی اشباہ مین عمادیہ اور بزازیہ سے کہ وقف کیا فقرا پر پھر بعضی قرابت دار واقف
کے محتاج ہوگئے سو قاضی نے امر کیا کہ کچھ وقف مین سے انکو دیا جاوے تو یہ امر بمنزلہ فتوی کا ہی یہان تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کی
طرف صرف کرے تو صحیح ہی القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بہ المریض قاضی قسم دے میت کے دین والے کو اگرچہ مریض نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے مرض الموت
مین دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگرچہ وارث قسم طلب کرین کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انہ حلف المخدرۃ الا بشاہدین قاضی کے
امین کا یون کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دلائی مقبول نہین مگر دو شاہدون سے ہم بزودی اسلئے کہا مخدرہ وہ عورت پردہ نشین ہی جسکو غیر محارم نہ دیکھین
کواری ہو یا بیاہی اور جو عورت جلوہ گاہ عروسی مین بیٹھی اور اسکو رجال اجانب نے دیکھا چنانچہ بعضی بلاد مین عادت ہی وہ مخدرہ نہین کذا فی الحموی من اعتمد علی امر
القاضی الذی لیس بشرعی لم یخرج عن العھدۃ انتہی جسنے اعتماد کیا قاضی کے اس امر پر جو شرعی نہین وہ عہدہ سے خارج نہوگا یعنی بری الذمہ نہوگا انتہی کلام الاشباہ
ہم مثال اسکی یہ ہی کہ ایک نے دوسرے کو وصیت کی کہ فلانے شہر کے فقیرون کو سو دینار خیرات کرے اور وصی دور ہو اس شہر سے اور وہان تک نہ پہنچ سکے اور
موصی کا اس شہر مین ایک مدیون ہی جسپر ہزار درہم ہین تو قاضی نے مدیون مذکور کو امر کیا کہ دراہم مذکورہ فقیرون کو دے تو مدیون پر اسکا دین باقی رہیگا اور مدیون
کا دینا تطوع ٹھہریگا اور وصیت میت وصی پر بحال سابق قائم رہیگی کذا فی الطحطاوی وقد منا فی الوقف عن المنظومۃ المحبیۃ معزیا للمبسوط ان للسلطان مخالفۃ
شرط الواقف لو غالبۃ قری و مزارع وانہ یعمل بامرہ وان غایر الشرط فلیحفظ اور سابق ہم ذکر کر چکے ہین منظومہ محبیہ سے نسبت بمبسوط کہ سلطان کو مخالفت کرنا شرط
واقف کا جائز ہی اگر اکثر وقف دیہات اور کشت زار ہون اور یہ کہ عمل کیا جاوے سلطان کے امر پر اگرچہ اسکا امر مخالف ہو واقف کی شرط کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
مفتی ابو السعود نے فتوی دیا کہ ملوک اور امرا کے اوقاف مین واقفین کی شروط کی رعایت نہین اسواسطے کہ وہ اوقاف یعنی اراضی بیت المال کی ملوک یا بیت المال کی طرف
راجع ہی اس طرح پر کہ واقف اُنکا رقیق ہی بیت المال کا جسکی آزادی ثابت نہین انتہی اور یہ حکم مطلق نہین بلکہ ان اراضی مین ہی جنمین واقفین کی ملک ثابت نہین
اور اگر انکی ملک شرعی ثابت ہی تو شروط کی مخالفت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا انتہت قلت واجاب صنعی افندی بانہ متی کان فی الوقف سعۃ ولم یقصر فی
اداء خدمتہ لا یمنع فتنبہ مین کہتا ہون اور صنعی افندی نے یون جواب دیا ہی کہ جب وقف مین گنجایش ہو اور جسکے واسطے سلطان نے وقف مین وظیفہ مقرر کرا دیا
بلا شرط واقف وہ اپنی خدمت کے ادا کرنے مین قصور نہ کرے تو ممنوع نہین یعنی اسکو وظیفہ لینا حرام نہین سو آگاہ رہنا ہم یہ بھی اسی صورت پر محمول ہی جبکہ وقف
واقف کا ملک نہو یا جواب اس اعتماد پر ہی کہ گنجایش وقف ظاہر اس دلیل پر ہی کہ اصل اسکی بیت المال سے ہی کذا فی الطحطاوی و فی الوھبانیۃ یحبس الولی بدین الصغیر
حتی یوفیہ او یظہر فقر الصغیر قلت لکن قدم شارحھا عن قاضی خان الحر والعبد والبالغ والصبی فی الحبس سواء فلیتامل لفقیہ ہنا قالہ الشرنبلالی اور وہبانیہ مین ہی کہ

قبول کرے اور مانند اسکے یہ ہے کہ محکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین اسکو قبول کرلین محیط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے
تو اسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی وشرطه من جهة الحکم بالکسر العقل لا الحریة والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنے
پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو مثلاً پنچ ہونا ذمی کا مسلمین مین باطل ہے اور ذمیون مین ذمی
کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی البنایه وشرطه من جهة الحکم بالفتح صلاحیته للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنے پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کے
واسطے چنانچہ اسکا ذکر ہو چکا یعنے پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے
تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی ھم ظاہراً فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاهلیة المذکورة
وقته ای التحکیم ووقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لاینفذ کما هو الحکم فی مقلد بفتح اللام مشددة بخلاف الشهادة
اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جاے یا صغیر کو
پھر وہ بالغ ہو جاے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جاے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادا شہادت
کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت وقدمنا انه لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاه سعدی افندی للمتبنی اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی
مقرر کیا جاے پھر وہ آزاد ہو جاے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اس قول کو متبنی کی طرف نسبت کیا ہے ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر یہ
ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجهالة فحکم بینهما ببینة او اقرار او نکول ورضیا بحکمه صح لو فی غیر حد وقود ودیة علی عاقلة
متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سو اسنے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونون اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت
علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین بسبب اسکے مجہول ہونے کے ھم
شارح نے جو رضیا متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضا متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا
تحکیمه کہتا عوض رضیا بحکمه کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم بکرہ خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ
(زبردستی سے پنچ کیا گیا ۱۲)
حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت
اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اسی پر نافذ
ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا الاصل ان حکم المحکم بمنزلة الصلح وهذه لایجوز بالصلح فلایجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور
قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہوگی وینفرد احدهما بنقضه ای التحکیم بعد وقوعه کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربة وشرکة
ووکالة بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت
اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنے موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمهما ولایبطل حکمه بعزلهما لصدوره عن
ولایة شرعیة پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اسکا ماننا لازم ہو گیا اور اسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے
ولایتعدی حکمه الی غیرهما الا فی مسئلة ما لو حکم احد الشریکین وغریم له رجلا فحکم بینهما والزم الشریک یتعدی للشریک الغائب لان حکمه کالصلح تجر اور متعدی نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین
کے غیر کی طرف مگر اس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کر دیا تو
دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجارت کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر فلو حکماه فی عیب مبیع فقضی برده لیس للبائع رده علی بائعه الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمه فتح تو اگر بائع اور

محبوس ہو ولی طفل صغیر کے دین مین یہان تک کہ اسکو ادا کرے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے مین کہتا ہون لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے مقدم ذکر کیا ہی قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محبوس ہونے مین برابر ہین تو غور کرنا چاہیے ولی کی نفی حبس کو بیان یہ قول ہی شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اُسکا کاسیکو محبوس ہوگا م خلاصہ مین ہی کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہین کیا جاتا دین کے استہلاک سے ولیکن اُسکا باپ یا وصی حبس کیا جاتا انتہی اور ظاہر وجہ توفیق بین القولین یہ ہی کہ قاضی خان کا کلام صغیر ماذون مین اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ مین ہی چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی قال

ولیس للقاضی البیع مع وجود اب او وصی وہی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیہ ومتی باع فللقاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ للبیت مغیر البعض فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہین باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہی مین کہتا ہون اور یہ مسئلہ تو قنیہ مین ہی اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اسکا توڑدینا جائز ہی اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہی سو مین نے اسکو متن سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یون کہا ہی ۵ ونقض بیع من اب او وصیۃ ✦ ولو مصلحا والاصح النقض لیسطر ✦ اور توڑی جاسے بیع باپ یا اسکے وصی کی اگرچہ باپ یا وصی مصلح ہو نہ مفسد اور حالانکہ نقض اصلح ہی یہ حکم مسطور ہی کتب مذہب مین ویحبس فی دین علی الطفل والدہ ووصی ولہذا دیبعض بصورۃ اور حبس کیا جا طفل صغیر کے دین مین باپ اور وصی اور تادیب کے واسطے بعض علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہین یعنی بعضون کے نزدیک حبس صغیر تادیب کے واسطے جائز ہی تاکہ وہ ڈھیٹ نہو جاے وفی الدین لم یحبس اب مکاتب ✦ وعبد لمولاہ کعکس ومعسر ✦ اور صغیر کے دین مین باپ محبوس نہین ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب مولی کے دین کتابت وغیرہ مین اور نہ غلام مولی کے دین مین اور نہ مولا غلام کے دین مین اور نہ مدیون مفلس محبوس ہوتا ہی ثم لو العبد مدیونا یحبس المولی بدینہ لانہ للغرماء ان اگر غلام مدیون ہو غیر شخص کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین مین اسواسطے کہ کسب غلام کا اب اصحاب دیون کا حق ہی یعنی حبس مولی اسواسطے ہی تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہوجا دین جو غلام پر ہین کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ الا اذا کان من جنس الکتابۃ اور اسی طرح مولی محبوس ہوتا ہی اپنے مکاتب کے دین مین مگر اُس دین مین محبوس نہین ہوتا جو دین کہ کتابت کی جنس سے ہی یعنی اگر دین مکاتب پر مثلاً دس من گیہون ہین اور کتابت ہوئی مثلاً دس درہم پر تو اس صورت مین بدل کتابت مغائر ہی دین کے تو مولی محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہون پر ہوئی ہی تو اب دین جنس کتابت سے ٹھیرا تو محبوس نہوگا ففی عتاق الوہبانیہ ۵ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا ✦ مکاتبہ والعبد فیہا یخیر ✦ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق مین ہی اور غیر جنس حق مین محبوس کرے مولی کو مکاتب اُسکا اور غلام کتابت مین مختار ہی یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کردے بدون رضامندی مولے کے کذا فی الطحطاوی وفی حجر ہا ✦ ویحبس ذو الکتب الصحاح المحرر ✦ علی الدین اذ بالکتب ما ہو معسر ✦ اور وہبانیہ کی کتاب الحجر مین ہی اور صحیح کتابون والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اسواسطے کہ بسبب کتابون کے وہ مفلس نہین ہم قنیہ مین ہی کہ فقیہ پر دین ہی اور اُسکے پاس کتابین ہین تو وہ در حق قضاء دین مقدور والا ہی تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہی در حق صدقہ و وجوب زکوۃ کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

یہ باب ہی تحکیم مین یعنی پنچ مقرر کرنے مین تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہی قاضی سے حکم رانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اُسی پر مخصوص ہی جنے اسکو پنچ ٹھیرایا اور پنچایت حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف ہوتا ہی کسی خبر مین تو میرے پاس آتے ہین سو مین انمین حکم کردیتا ہون تو مجھسے فریقین راضی ہوجاتے ہین تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہی رواہ النسائی کذا فی الفتح ہو لغۃ جعل الحکم فی مالک لغیرک اور تحکیم لغت مین عبارت ہی اس سے کہ تو اپنے مال مین غیر شخص کے واسطے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف مین عبارت ہی متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونون مین حکم کردے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہی یا خاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول کرلینے دوسرے کے یعنے محکم کے اسکو یعنی متخاصمین ایک مرد سے کہین کہ ہمنے تجکو حکم مقرر کیا تا تو ہم مین حکم کرے اور وہ اُسکو

قبول کرے اور مانند اسکے یہ ہے کہ حکم کہے کہ مین تم دونون مین حکم کرتا ہون اور متخاصمین اسکو قبول کرلین مبسوط مین ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کرین سو وہ قبول نہ کرے
تو اسکا حکم کرنا جائز نہین مگر بتجدید تحکیم کذا فی الطحطاوی و شرطہ من جہۃ المحکم بالکسر العقل لا الحریۃ والاسلام فیصح تحکیم ذمی ذمیا اور شرط تحکیم کی محکم بالکسر یعنے
پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور نہ مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کی ذمی کو یعنی پنچ ہونا ذمی کا مسلمین پر باطل ہے اور ذمیون مین ذمی
کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایہ وشرطہ من جہۃ المحکم بالفتح صلاحیتہ للقضاء کما مر اور شرط تحکیم کی محکم بالفتح یعنے پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کے
واسطے چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا یعنے پنچ کی شرط یہ ہے کہ مسلم بالغ عاقل عادل ہو نہ اندھا نہ بہرا نہ گونگا نہ محدود فی القذف فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر فاسق حکم کرے
تو واجب ہے کہ جائز ہو ہمارے نزدیک انتہی ہم ظاہر فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الاہلیۃ المذکورۃ
وقت ای التحکیم و وقت الحکم جمیعا فلو حکما عبدا فعتق او صبیا فبلغ او ذمیا فاسلم ثم حکم لا ینفذ کما ہو الحکم فی مقلد بفتح اللام مشددۃ بخلاف الشہادۃ
اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کرنے کے وقت سب حالتون مین تو اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین غلام کو پھر وہ آزاد ہو جاوے یا صغیر کو
پھر وہ بالغ ہو جاوے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہ ہوگا چنانچہ یہی حکم ہے قاضی مین بخلاف شہادت کے یعنی شہادت مین فقط ادائے شہادت
کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت وقد منا انہ لو استقضی العبد ثم عتق فقضی صح وعزاہ سعدی افندی للمتبنی اور پہلے ہمنے اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی
مقرر کیا جاوے پھر وہ آزاد ہو جاوے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی افندی نے اس قول کو متبنی کی طرف نسبت کیا ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف متن کے ہے اور ظاہر یہ
ضعیف ہے حکما رجلا معلوما اذ لو حکما اول من یدخل المسجد لم یجز اجماعا للجہالۃ فحکم بینہما ببینۃ او اقرار او نکول ورضیا بحکمہ صح لو فی غیر حد وقود ودیۃ علی عاقلۃ
متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد معین کو سوا اسکے دونون مین حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور دونون اسکے حکم سے راضی ہوگئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت
علی العاقلہ کے غیر مین حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کرین اسکو جو اول مسجد مین داخل ہو تو بالاجماع جائز نہین ہے بسبب اسکے مجہول ہونے کے ہم
شارح نے جو رضائے متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اگلے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری مین صاف مذکور ہے کہ رضائے متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت تو اگر شارح رضیا
تحکیمہ کہتا عوض رضیا بحکمہ کے تو خوب ہوتا کہ تحکیم مکرہ خارج ہو جاتی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ تحکیم اس امر مین صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد مین صحیح ہے نہ
حقوق اللہ مین تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور قصاص اور ضمان سرقہ مین جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف مین انتہی اور قہستانی مین ہے کہ طلاق اور عتاق اور کتابت
اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیوع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ مین اسواسطے صحیح نہین کہ عاقلہ راضی نہین اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم اسپر نافذ
ہے جو راضی ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا الاصل ان حکم المحکم بمنزلۃ الصلح وہذہ لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحکیم اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حکم محکم کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور
قصاص اور دیت علی العاقلہ جائز نہین صلح کرنے سے تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وینفرد احدہما بنقضہ ای التحکیم بعد وقوعہ کما ینفرد احد العاقدین فی مضاربۃ وشرکۃ
ووکالۃ بلا التماس طالب اور متخاصمین مین سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑدینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے نقض عقد کا مضاربت اور شرکت
اور وکالت مین بلا التماس طالب کے یعنے موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب عزل ہو یا نہو فان حکم لزمہما ولا یبطل حکمہ بعزلہما لصدورہ عن
ولایۃ شرعیۃ پھر اگر محکم نے حکم کیا تو متخاصمین کو اسکا ماننا لازم ہوگیا اور اسکا حکم باطل نہین ہوتا دونون کے معزول کردینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے
ولا یتعدی حکمہ الی غیرہما الا فی مسئلۃ مالو حکم احد الشریکین وغریم لہ رجلا فحکم بینہما والزم الشریک یتعدی للشریک الغائب لان حکمہ کالصلح بحر اور متعدی نہین ہوتا حکم محکم کا متخاصمین
کے غیر کی طرف مگر اس مسئلہ مین کہ اگر احد الشریکین اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونون مین حکم کیا اور شریک کو کچھ مال مشترک سے لازم کردیا تو
دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے تجار کا تو ہر شریک صلح سے راضی ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر فلو حکماہ فی عیب مبیع فقضی بردہ لیس للبائع ردہ علی بائعہ الا برضی البائع الاول والثانی والمشتری بتحکیمہ فتح تو اگر بائع احد

مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا مبیع کے عیب مین سو اسنے ردمبیع کا حکم کیا تو جائز نہین بائع کو اسکا بخیبر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول اور بائع ثانی اور مشتری اسکے راضی ہوجائینسے اُس شخص کی تحکیم پر کذا فی الفتح ثم استثناء الثلث یفید صحۃ التحکیم فی کل المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک یعنی ثالث کا مستثنی کرنا چاہیے کہ تین یعنی حد اور قصاص اور دیۃ علی العاقلہ کا مستثنی کرنا مفید ہے صحت تحکیم کا جمیع مسائل مختلفہ مجتہد فیہا مین چنانچہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیر ذلک ہم اذا الجملہ یہ ہے کہ خوشدامن کو شہوت سے مساس کیا اور انتشار حاصل ہوا پھر زوجین نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا کہ وہ دونون مین حلت کا حکم کرے امام شافعی کے مذہب پر تو قول اصح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا لکن ہذا مما یعلم دلیفتم وظاہر الہدایۃ انہ یجب بلا یحل فتامل لیکن اسکو یعنی صحت تحکیم مجتہدات کو معلوم کیجیے اور چھپا ڈالیے اور ظاہر ہدایہ یہ ہے کہ مفتی جواب دے کہ حلال نہین ہے سو تامل کر یعنی اگر مفتی سے کوئی اس طرح کا سوال کرے جسکا کتمان مصلحت کے واسطے واجب ہے تو یون جواب دے کہ حلال نہین ہے اور اول قول پر مفتی سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی کتمان اسواسطے واجب ہے تا عوام الناس ہر مذہب پر دلیر ہوجاوین وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا محکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت مین اپنی ولایت کی حالت مین یعنی درصورت بقاء تحکیم متخاصمین ہم یعنی اگر مدعی علیہ سرکشی کرے اور محکم حاکم کو اسکے اقرار کی خبر دے اخراج حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال بقاء تحکیم کیونکہ اسکا اخبار اس حال مین قائم مقام ہے دو شاہدون کی شہادت کے کذا فی الطحطاوی لا یصح اخبارہ بحکمہ لانقضاء ولایتہ صحیح نہین اسکا خبر دینا اپنے حکم کا بسبب منقضی ہوجانے اسکی ولایت کے یعنی حکم کے بعد اسکی ولایت باقی نہ رہی تو وہ منجملہ رعایا کے ہوگیا تو اب اسکا اخبار بجاے شہادت شاہدین نہین ہوسکتا ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہین حکم محکم کا اپنے والدین اور ولد اور زوجہ کی منفعت کے واسطے جیسے قاضی کا حکم اشخاص مذکورین کے واسطے صحیح نہین ہم اشخاص مذکورین کی قید سے معلوم ہوا کہ بھائیون اور چچون اور انکی اولاد اور سسر اور داماد کے واسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی البحر بخلاف حکمہا ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف قاضی اور محکم کے حکم کے اشخاص مذکورین کی مضرت پر کہ وہ صحیح ہے جیسے شہادت مضرت کی صحیح ہے حکما رجلین فلا بد من اجتماعہما علی المحکوم بہ مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصون کو پنچ مقرر کیا تو دونون کا اجتماع محکوم بہ پر ضرور ہے یعنی اب ایک پر فیصلہ صحیح ہوگا تاوقتیکہ دونون متفق الراے ہون وامضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ والا ابطلہ لان حکمہ لا یرفع خلافا اور قاضی محکم کے حکم کو جاری کرے درصورت مرافعہ اگر قاضی کے مذہب کے موافق ہو اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم اختلاف مجتہدین کا رافع نہین ہم اسواسطے کہ ولایت محکم مین قصور ہے کہ وہ فقط محکمین پر مخصوص ہے بخلاف ولایت قاضی کہ وہ عام ہے تو اسکا رافع خلاف ہوگا ولیس لہ ای للمحکم تفویض التحکیم الی غیرہ اور جائز نہین محکم کو تحکیم سپرد کرنا اپنے سوا کسی اور شخص کو یعنی اسواسطے کہ متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہین اور اگر غیر شخص حکم کرے اور محکوم اسکو جائز رکھے تو جائز نہین مگر متخاصمین کی اجازت سے البتہ جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی ثم حکمہ بالوقت لا یرفع الخلاف علی الصحیح خانیہ اور لزوم وقف پر محکم کا حکم کرنا رافع خلاف امام نہین بنا بر قول صحیح کذا فی الخانیہ یعنی امام کے نزدیک عدم لزوم وقف ثابت ہے تو بقول صحیح محکم کے حکم سے یہ خلاف مرتفع نہوگا فلو رفع الی موافق لمذہبہ حکم ابتداء بلزومہ لشرطہ ولا یمضیہ لانہ لم یقع معتبرا پھر اگر محکم کے حکم کا مرافعہ ہوا ایسے قاضی کی طرف جو محکم کے مذہب کے موافق ہے تو وہ سرنو سے لزوم وقف کا حکم کرے اسکی شرط کے ساتھ اور محکم کے حکم کو جاری نہ کرے کیونکہ وہ معتبر نہین واقع ہوا ہم لزوم وقف کی شرط یہ ہے کہ صادر ہو اہل سے اپنے محل مین کذا فی الطحطاوی و الحاصل ان کالقاضی الا فی مسائل عد فی البحر منہا سبعۃ عشر منہا لو ارتد القول فاذا اسلم احتاج التحکیم جدید بخلاف القاضی خلاصہ مقام یہ ہے کہ محکم قاضی کے مانند ہے مگر چند مسائل مین قاضی کے مانند نہین انمین سے بحر الرائق مین سترہ مسئلہ شمار کیے ہین از انجملہ یہ ہے کہ اگر محکم مرتد ہوجاے تو معزول ہوگا پھر جب مسلمان ہو تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی بخلاف قاضی کے کہ وہ اسلام لبعد الارتداد سے معزول نہین ہوتا ومنہا ورد الشہادۃ لتہمۃ فلغیرہ قبولہا اور ازانجملہ یہ ہے کہ اگر محکم رد شہادت کرے بسبب تہمت کے تو غیر کو قبول شہادت جائز ہے وینبغی ان لا یلی الحبس ولم ارہ اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہو اور مین نے اسکو مصرح نہین دیکھا

ہم یہ بحث صاحب بحر کی ہے طحطاوی نے کہا صدر الشریعہ نے تصریح کی ہے کہ محکم کو حبس کا اختیار ہے وکذا لم ار حکم قبولہ الہدیۃ وینبغی ان لا یجوز ان اہدی الیہ وقت الحکم
اور اسی طرح مین نے نہین دیکھا محکم کے ہدیہ قبول کرنے کا حکم اور لائق یہ ہے کہ ہدیہ قبول کرنا جائز نہو اگر متخاصم نے اسکو ہدیہ دیا ہو تحکیم کے وقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

اراد بغیرہ قولہ والمراۃ تقضی الخ یہ باب ہے قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی کی طرف اور باب ہے غیر خط کا مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا ارادہ کیا
والمراۃ تقضی الخ یعنے عورت قاضی ہوتی ہے حد اور قصاص کے سوا اور احکام مین ہم کتاب یعنی مکتوب ہے اور غیرہ عطف ہے کتاب پر کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اس
باب مین قاضی کے خط کے احکام مذکور ہین اور خط کے سوا اور بھی احکام اسمین ہین القاضی یکتب الی القاضی فی کل حق یعنی استحسانا قاضی مکتوب لکھکے بھیجتا ہے
دوسرے قاضی کی طرف ہر ایک حق مین اسی کا فتوی ہے بطریق استحسان کے ہم یعنی دین اور نکاح اور طلاق اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصاء اور موت اور
وراثت اور قتل موجب مال اور نصب اور غصب اور امانت اور مضاربت اور اعیان منقولہ اور غیر منقولہ سے حقوق مین خط لکھنا جائز ہے اور یہی مروی ہے محمد سے
اور اسی پر متاخرین ہین اور اسی کا فتوی ہے بسبب ضرورت کے کذا فی البحر غیر حد و قود للشبہۃ قاضی خط لکھے سوا حد اور قصاص کے بسبب شبہہ کے یعنی شبہہ نیابت
عن الشہادت سے اور اسواسطے کہ حد اور قصاص کی بنا اسقاط پر ہے تو انمین خط پر عمل کرنا انکے اثبات کی کوشش ہے کذا فی الدر فان شہدوا علی خصم حاضر
حکم بالشہادۃ وکتب بحکمہ یعنے اسواگر شاہد گواہی دین خصم حاضر پر تو قاضی بواسطہ شہادت حکم کرے اور اپنے حکم کو لکھے تا محفوظ رہے ہم یہ قول مقصود بالذات نہین ہا
تحریر مکتوب الی القاضی کا توطیہ ہے کذا فی الدر تحریر حکم کا فائدہ یہی ہے کہ طول مدت سے واقعہ بھول نہ جاے والا تحریر حکم کی حاجت نہین کیونکہ حکم تمام ہو جاتا ہے حضور خصم سے
یا اسکے وکیل سے مگر جبکہ غائب ہو جاے حکم کے بعد یا حکم کا منکر ہو تو اب لکھنا چاہیے تا حقدار کا حق سلامت رہے اور قاضی کا حکم نافذ بنا رہے کذا فی الزیلعی وکتاب الحکم
وہو السجل الحکمی ای الحجۃ التی فیہا حکم القاضی ہذا فی عرفہم وفی عرفنا کتاب کبیر تضبط فیہ وقائع الناس اور حکم کتاب وہی سجل حکمی ہے یعنی وہ حجت اور سند جسمین قاضی
کا حکم مندرج ہو یہ اصطلاح متقدمین ہے اور ہمارے عرف مین سجل حکمی وہ بڑی کتاب ہے جسمین لوگون کے وقائع اور مقدمات لکھے جادین ہم مفرب مین ہے کہ سجل قاضی کا
نوشتہ ہے جسمین اسنے اپنا حکم لکھا خواہ دوسرے قاضی کے پاس بھیجا یا نہ بھیجا اور محضر وہ ہے جو قاضی کے سامنے ماجرا گذرا یعنی وصف دعوی اور اسامی شہود اور درا ہم انتہی
اور کفایہ مین ہے کہ محضر وہ ہے جسمین دعوی لکھا گیا قبل جواب دوسرے کے پھر جب اسنے جواب دیا یا اقامت بینہ ہوئی تو وہ توقیع ہے اور جب قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی
الطحطاوی وان لم یکن الخصم حاضرا لم یحکم لانہ حکم علی الغائب وکتب الشہادۃ الی قاض یکون الخصم فی ولایتہ لیحکم القاضی المکتوب الیہ بہا علی رایہ وان کان
مخالفا لرای الکاتب لانہ ابتداء حکم وہو نقل الشہادۃ حقیقۃ ویسمی الکتاب الحکمی ولیس بسجل اور اگر خصم حاضر نہو تو قاضی حکم نکرے کیونکہ یہ غائب پر حکم ہے اور بہ لکھے
گواہی کو اس قاضی کی طرف جسکی ولایت مین خصم ہے تا کہ قاضی مکتوب الیہ گواہی سے اور مذہب کے موافق حکم کرے اگرچہ اسکا مذہب مخالف ہو قاضی کاتب کے مذہب کے
کیونکہ یہ ابتداء حکم ہے اور وہ یعنی قاضی کاتب کا نوشتہ نقل ہے شہادت کی فی الحقیقۃ یعنی اسواسطے کہ قاضی کاتب نے اسمین حکم نہین لکھا اور قاضی کاتب کا مکتوب مسمی بہ کتاب حکمی
ہے اور سجل نہین ہم سجل اسواسطے نہین کہ اسمین حکم مندرج نہین اور اسکو کتاب حکمی کہا باعتبار انجام کار کے وقراء الکتاب علیہم او اعلمہم بہ وختم عندہم ای عند شہود
الطریق اور قاضی کاتب کتاب مذکور کو شہود طریق پر پڑھے یا انکو فقط مضمون سے مطلع کر دے اور اپنی مہر کرے مکتوب پر انکے سامنے ہم شہود طریق وہ ہین جو قاضی کا خط
لیجائین دوسرے قاضی کے پاس اور انکے سامنے خط پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ یاد رہے کیونکہ یادگاری ضرور ہے وقت شہادت کے تا اداے شہادت طرفین کے نزدیک ہو کذا فی البحر اور مختصر
اسپر ہے کہ اگر خط شہود کے پاس ہو تو مہر شرط نہین اور اگر مدعی کے پاس ہو تو مہر شرط ہے کذا فی القہستانی وسلم الکتاب الیہم بعد کتابۃ عنوانہ فی باطنہ وہو ان
یکتب فیہ اسمہ واسم المکتوب الیہ وشہرتہما اور سپرد کرے خط شہود کو سرنامہ لکھنے کے بعد خط کے اندر اور سرنامہ یہ کہ اسمین اپنا نام اور مکتوب الیہ کا نام اور شہرت
دونون کی لکھے ہم لیکن فقط نام اور کنیت عنوان مین کافی نہین تا وقتیکہ وہ لفظ اور لقب نہ لکھے جس سے دونون مشہور ہین اس واسطے کہ

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

نام اور کنیت مین لوگ شریک ہوتے ہین اور حموی نے کہا یہ شرط ہی کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہی اور یہ شرط ہی کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام بروجہ امتیاز لکھے
اور حق اسمین ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج کرے کذا فی الطحطاوی فلو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل
یہ سو اگر عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا لیکن ان نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف مین تھا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہی تو اسپر
عمل کیا جائیگا والثانی الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی الخزینۃ عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف رحمہ نے کفایت کی ہی اسپر
کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہی یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیساکہ طرفین کا مذہب ہی ضرور نہین اور
اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ خزینہ مین ہی کفایہ سے اور ملتقی مین ہی کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہم یعنی ابو یوسف قاضی ہوے تھے اور انھون نے وقائع کو دیکھا اور
جسمین مصلحت تھی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو معاینہ تجربہ کار کا قول لائق فتوی ہی کذا فی الطحطاوی فاذا وصل
الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضور الخصم وشہودہ پھر جب خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکی مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول نکرے یعنی
اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہم تو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہو اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہی تو اس
خط کے گواہ طلب کرے یہی مطلب ہی مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین
جو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہی کذا فی الطحطاوی ولا بد من اسلام شہودہ ولو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہی شہود طریق کے
اسلام سے اگرچہ قاضی کا خط ذمی کے واسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعی علیہ کافر ہون تو بھی اسلام شہود ضرور ہی
کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہی الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الیہم الی الشہود مگر جبکہ مدعی علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود
کی کچھ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھ حاجت
نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنی سلطان چاہے امان دے چاہے نہ دے سم منح الغفار مین عنایہ سے منقول ہی کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طالب امان ہونے کے واسطے
انتہی تو اب اسکی حاجت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کی طرف سے ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتا کذا فی الطحطاوی
وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ مین ہی کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے
ملحق ہین فرامین سلاطین دربارۂ وظائف ہم براءات سے مراد فرمانات سلطانیہ ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کے واسطے اور الحاق
صاحب اشباہ کی طرف سے ہی نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر مین
انکے بہی کھاتے ہم ذکر بیاع عطف ہی کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص اہل مذہب ہی نہ ملحق ابو السعود نے خزانہ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہی کہ اہل دانش انکے قول
پر خرید و فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین تو کتابت مین کیونکر اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے
شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہی اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا کہ میرے اوپر فلانے
کے اتنے درم ہین تو اسپر دین لازم ہو گیا سرخسی نے کہا اور اسی طرح صراف اور سمسار کا خط ہی انتہی تو موضوع مسئلہ اس صورت مین ہی کہ جب کاتب پر دین ہو
نہ کاتب کا دین خزانہ الاکمل مین ہی کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال مین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہی اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہی پھر وہ مر گیا اور
اسکا صاحب دین آگیا اور اسکے وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ مین انتہی طرسوسی نے ان مسائل
پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہی کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جواب
دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہی اور اسیپر ہی انتہی مجیب نے دائرہ بہت وسیع کر دیا حالانکہ مسائل کتاب کی اصل وضع اس

دین مین ہی جو کاتب پر ہی چنانچہ نفس ص مستند الیہا سے معلوم ہوتا ہو تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی اسپر ہرگز عمل نہوگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے نہین کہا
بلکہ بعضے ناواقفون نے ابن وہبان کی تعبیر سے اُسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہی کہ کہان سے یہ ہمکو معلوم ہوا کہ سوائے مال اور
ما علیہ کے وہ کچھ نہین لکھتا اسواسطے کہ کا ہے صراف وغیرہ اسکے سوا بھی لکھتا ہی انتہی علی الخصوص جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے مین
تو کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کے ثبوت مین اور جو اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی اصل نص خزانۃ الاکمل سے اور منشاء غلط تعلیل ابن وہبان ہی کذا فی
الطحطاوی مختصرا وجوزہ محمد لراو وقاض وشاہد ان تیقن بہ قیل وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز رکھا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کے واسطے اگر اُسکا یقین ہو بعضون نے
کہا اور اسی کا فتوی ہی دم خزانۃ الاکمل مین ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی کا مین جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو
انتہی عیون مین کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ مین نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغیر اور جعل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور کمتر
مشتبہ ہوتا ہی خط ہر وجہ سے تو جبکہ یقین ہو جاوے تو اُسپر اعتماد جائز ہی تا لوگون پر وسعت ہو جاے تنگی اسمین باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی بتصرف تتمہ خانیہ مین ہی
کہ ایک شخص کے پاس زمین ہی سو ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور اُسنے صک ظاہر کی جسمین خطوط مین عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اُسنے
حکم طلب کیا اُس وثیقہ کا علمانے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہین اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ
حجت ہونے کی لیاقت نہین رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اسی خانیہ مین ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ
کے خط سے اسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہین سوا اسکے کچھ لکھوایا گیا اور دونون کے خط مین مشابہت ظاہر نکلی تو اسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے
کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضون نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی مین ہی کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اُسوقت کا باقی نہو اور
اسمین حکم بشہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند مین لکھا ہو کہ یہ ہمنے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدون کے ہی تو جائز ہی اسکے موافق
حکم ہونا بشرطیکہ مدعا علیہ تغییر اور تزویر کی تہمت اسمین نہ کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کہاوے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ بینہ
کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کہاوے تو اُسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی جو اصل مذہب کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی
ولا بد من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوزہا الثانی بحیث لا یعود فی یومہ وعلیہ الفتوی شرنبلالیہ دوسرا جیسا اور
ضروری ہی مسافت تین دن کی دونون قاضیون کے مابین جیسے شہادت کی شہادت مین مسافت مذکورہ ضروری ہی ظاہر الروایۃ مین اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی
کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اتنی مسافت مین جسمین آدمی عود نہ کر سکے اسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب
بموت الکاتب وعزلہ قبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی
معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کی طرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی [illegible] ویبطل او بعد
وصول کتاب اور بعد قرات کے اگر کاتب مر گیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہین یعنی اُسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدہ لقذف وعماہ وفسقہ بعد
عدالتہ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہو جاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہو جانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہو جانے اور فاسق ہو جانے
سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکل جانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ
وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسی طرح خط باطل ہو جاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہو جانے لیاقت قضا سے الا اذا عمم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ
مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہین ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کر دے یعنی یون لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کی طرف
یا جو مسلمانون کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمم ابتداء وجوزہ الثانی وعلیہ العمل خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے تعمیم کرے

ہو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تعمیم استبدال کو جائز کہا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الخلاصۃ لا یبطل بموت الخصم ایا کان لقیام وارثہ او وصیہ مقامہ خط باطل نہیں ہوتا
مدعا علیہ کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے اسکے مقام پر بلکہ وکذا لا یبطل بموت شاہد الاصل کما سیاتی متنا فی باب الشہادۃ
لمن تدرج فی الخانیۃ بناء فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمہ فتنبہ اور اسی طرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں متن کے
اندر آویگا بخلاف اسکے جو خانیہ میں بیان واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہے اس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی شہادت علی الشہادت کے باب میں ذکر
کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے ہم خانیہ میں اس مقام پر مذکور ہے کہ شہادت فرع اصل کی موت سے باطل ہے کذا فی الحلبی و اعلم ان الکتابۃ بعلمہ کالقضاء
بعلمہ فی الاصح بحر فمن جوزہ جوزہا ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتابت یعنی قاضی کا خط لکھنا دوسرے قاضی کو بواسطہ اپنی دانست
کے واسطے حکم کرنے کے اپنے علم و دانست سے ہے قول صحیح میں کذا فی البحر سو جسنے قضا بالعلم قاضی جائز رکھی ہے اسنے کتابت بھی اسکی دانستگے جائز رکھی اور جسنے قضا بالعلم ناجائز
کہی اسنے کتابت بھی ناجائز کہی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانے میں قول معتمد نہیں کذا فی الاشباہ ہم کہتے جب قضا بالعلم معتمد نہوئی تو کتابت بالعلم کیونکر معتمد
ہوگی وفیہا الامام یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان حکم کرتا ہے اپنی دانست سے حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں قلت فعل الامام قید
کما قدمناہ فی الحدود ولم ارہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ان المختار الان عدم حکمہ بعلمہ مطلقا میں کہتا ہوں سو کیا سلطان قید ہے قضا بالعلم کے مسئلے میں چنانچہ ہم
اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں حدود میں میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار اب عدم حکم قاضی ہے اپنے علم سے مطلقاً ہم شارح نے شرح وہبانیہ
سے استدراک کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بالقول المعتمد مطلقا خواہ حقوق العباد سے ہو خواہ حد قذف اور قصاص اور تعزیر میں کذا فی
الطحطاوی کما لا یقضی بعلمہ فی الحدود الخالصۃ لہ تعالی کرتا و مطلقا جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنی دانست سے حدود خالصہ اللہ تعالی میں چنانچہ زنا اور شراب میں مطلقاً
یعنی خواہ حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا پھر وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو یا نشہ وار ہو چنانچہ اسپر قول آئندہ دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
غیر انہ یعزر من بہ اثر السکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جسمیں اثر ہے مستی کا بسبب تہمت کے ہم اسواسطے کہ تہمت سے تعزیر دینے کی اصل ہے شرع میں وعن الامام
ان علم القاضی فی طلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور امام سے روایت ہے کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں حیلولت کو ثابت
کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق اور عتاق اور غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں تو زوج کو امر کرے زوجہ کی عدم مخالطت کا بطریق مخالطت
ازدواج اور مولی کو عدم استخدام قن کا اور عدم وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع مغصوب کا یا اسکو کسی امین کے پاس رکھوا دے لیکن یہ امر بطریق احتساب از قبیل
ثواب کے ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام بملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی
رستاق الی قاضی مصر او رستاق واعتمدہ المصنف والکمال اور مقبول نہیں کتاب القاضی محکم کی طرف سے بلکہ اس قاضی کی طرف سے جو معین ہے سلطان کی طرف سے کہ جو اقامت
جمعہ کا مالک ہے اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی کی طرف یا دیہات کے قاضی کی طرف مقبول ہے اور اس قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں
اور کمال الدین نے کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض ولی بعد کتابۃ ہذا المکتوب لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کی طرف جسکو پہونچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے سو خط پہونچا اس قاضی کو جو قاضی مقرر ہوا بعد کتابت اس مکتوب کے
تو مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی یعنی تحریر مکتوب کے وقت وہ قاضی نہ تھا تو اسکا مخاطب ہی نہ ٹھہرا انتہی
ابتدائی مذہب ابو یوسف ہے جسپر عمل ہے وفیہا لو خص الخطاب بالمکتوب الیہ لیس لنائبہ ان یقبلہ اور اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کیطرف
معین ہو گیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول کرنا جائز نہیں ہم اور اسی طرح اگر نائب کی طرف خطاب ہو تو منوب کو قبول کرنا جائز نہیں کذا فی النہر والمرأۃ
تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت قاضی ہو سکتی ہے سوا حد اور قصاص کے

اگرچہ عورت کا قاضی کرنے والا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے بھلا نہوگا اُس قوم کا جسنے اپنا کار بار عورت کو دیا ھم بحر الرائق مین لن یفلح قوم) یعنی ہرگز بھلا
نہوگا اُس قوم کا جنھون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہے کہ انھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر لائق اُس سے نہوسکیگی و تصلح ناظرۃ
لوقف و وصیۃ لیتیم و شاہدۃ فتح تصح تقریرۃ بانی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط الواقف بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہے وقف کے ناظر ہونے کی اور یتیم
کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تو صحیح ہے مقرر کرنا اُسکا نظارت اور اوقاف کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال وقد افتیت
فیمن شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتا انہا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور مین نے فتوی دیا اُس شخص کے بارہ مین جسنے شہادت
شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کے واسطے پھر اُسکے ولد کے واسطے سو وہ شخص مرگیا اور اُسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی ھم
یہ فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہے اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہے کہ عرف واقفین واجب الرعایۃ ہے اور تا حال کسی وقت اُسکا اتفاق نہین ہوا کہ
عورت وقف کی شاہد ہوئی ہو تو واجب ہوا اُنکے الفاظ کا صرف کرنا اُنکے عرف پر تو واقف کی مراد شاہد کامل ہے تو اُسکی غیر مراد کی طرف کیونکر اُسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا
فی الطحطاوی مختصرا وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز کونہا نبیۃ لا رسولۃ لبناء حالہن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور ہے کہ مسایرہ
مین عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہے نہ اُسکے رسول ہونے کو کیونکہ عورتون کا حال ستر اور اخفا پر مبنی ہے ھم اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہے تعلیم اور اقامت
دلائل کے واسطے اور یہ نہین ہوسکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہین بدء الامالی مین کہا کہ عورت کا نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہے علم عقائد کا
صاحب فتح القدیر نے اُسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حد و قود فرفع الی قاض آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ
ابطالہ کخلاف شریح عینی اور اگر عورت نے حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اُسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کی طرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہو
اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کردیا تو اُسکے غیر کو اُسکا ابطال جائز نہین بسبب خلاف شریح کے کذا فی العینی ھم عینی نے ذکر کیا کہ شریح کے نزدیک عورتون کی
شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین جائز ہے انتہی پھر جب اُنکی شہادت جائز ہوئی تو اُنمین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ
سے رفع اختلاف ہوگا کما مر والخنثی کالانثی بحر اور خنثی عورت کے مانند ہے کذا فی البحر یعنی تو اُسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا وقع للقاضی حادثۃ
او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلدہ القضاء او لولد الامام سراجیۃ اور دریافت کر کہ جب قاضی
یا اُسکے ولد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو اپنا نائب کرے سو قاضی کا نائب اُسکے یا اُسکے ولد کے واسطے حکم کرے تو اُسکی قضا جائز ہے چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان
کے واسطے حکم کرے جسنے اُسکو عہدہ قضا سپرد کیا ہے یا امام کے ولد کے واسطے حکم کرے تو جائز ہے ھم اور اسی طرح سلطان کے والد اور زوجہ کے واسطے حکم قاضی جائز ہے
کذا فی العالمگیری وفی البزازیۃ کل من لا تقبل شہادتہ لہ و علیہ یصح قضاءہ لہ و علیہ انتہی خلافا للجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہے کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی
کی گواہی مقبول ہے تو اُسکے نفع اور نقصان مین اُسکی قضا بھی صحیح ہے انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اُسکے ولد
کی قضا کی طرف راجع ہے چنانچہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کذا فی الطحطاوی ولیقضی النائب بما شہدوا بہ عند الاصل وعکسہ وھو قضاء الاصل بما شہدوا بہ
عند النائب فیجوز للقاضی ان یقضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب عکسہ خلاصہ اور حکم کرے نائب اُسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اُسکے یعنی
اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہے کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اُسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے
خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل ملحقۃ شارح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاض لمن لا تقبل شہادتہ لہ فیجوز قضاءہ بہ اشباہ
حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین چنانچہ اصول اور فروع مگر جب کہ قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا خط آوے اُس
شخص کے واسطے جسکے واسطے اُسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا بواسطہ مکتوب جائز ہے کذا فی الاشباہ ھم معین الاحکام مین ہے نہ قضا سے کے

مانند افتا ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اُس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا یقضی لنفسہ
ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ مین ہی کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کے واسطے اور نہ اپنے ولد کے واسطے مگر وصیت مین ہم یون مناسب تھا کہنا مگر الصیا مین صورت اُسکی
یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہی یا قاضی کے بعضے اقارب پر جسکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پھر صاحب دین مرگیا پھر دوسرے مرد نے دعوے کیا کہ مین
میت کا وصی ہون اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ اس حالت مین
قاضی شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر قاضی دین
دیگا اس مرد کو جو آپ کو وصی میت گمان کرتا ہی پھر دینے کے بعد اُسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو
قضا اُسکی نافذ نہوگی اور قاضی دین سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس مرد کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس گواہی مین قاضی کی منفعت ہی یعنے
براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کے واسطے صحیح نہین اسی طرح قضا بھی صحیح نہین تو اگر قاضی مذکور مرجاے یا معزول ہو جاے تو قاضی ثانی اُسکے حکم کو باطل کریگا اور
مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور نہ قاضی اور اُسکے قرابت دار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ
ابیہ ولو فی حیاۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین صحت قضاے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کے واسطے تحریر کی ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ یا اپنے
باپ کی زندگی مین دیا ہو وانہ یقضی فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی ان اوقاف مین جو اُسکے تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے
مضمون مذکور دو بیتین زیادہ کین سو یون کہا ہے ولیقضی لام العرس حال حیاتہا ٭ وعرس ابنہ وہو حی محرر ٭ اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی ماں کے واسطے زوجہ
کی حالت حیات مین اور حکم کرتا ہی اپنے باپ کی زوجہ کے واسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہی یہ حکم محرر ہی - وبعد وفاۃ ان خلا عن نصیبہ ٭ بمیراث مقضی فیتیصر وا ٭ اور بعد
وفات باپ اور زوجہ کے حکم کرتا ہی بشرطیکہ جسکا اُسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اُسمین حکم کرے جسمین قاضی کے واسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت مین
دعوی ہو جو خوشدامن اور سوتیلی ماں کے واسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہی خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصر وا بر آیت ہی یعنی بصارت حاصل کرو اس حکم کو دریافت
کرکے - ولیقضی بوقف مستحق لریعہ ٭ بوصف القضاء والعلم او کان ینظرہ ٭ اور حکم کرتا ہی قاضی اُس وقف مین جسکی آمدنی کا بوصف قضا و علم مستحق ہی یا وقف قاضی کے
تحت نظر ہو ہم یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہی تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم
کے وصف سے کذا فی الطحطاوی ہذہ مسائل شتی ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہین ہم شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی (ان سعیکم لشتی)
یعنے مختلف الخبر و جاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہین وہ لوگ شتی یعنی متفرق ای بمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لآخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ سو صاحب
التحتانی منع کیا جاے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھوکے بیت تحتانی مین ہم ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہی
اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے کے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا
کہ زمین مین تصرف جائز ہی خانیہ مین ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنوان وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانے والے کا ضرر ہو اور صاحبین
کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس درعوی الحجج یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاے اور اسی طرح
بالعکس کذا فی دعوی الحجج یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوہ بفتح و
ضم کاف وتشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الآخر وہذا عندہ وہو القیاس بحر یعنے صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی
دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونون مین سے ہر ایک کو وہ فعل درست
ہی جو دوسرے کو ضرر نہ کرے ہم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر حموی مین ترجیح سے منقول ہی

کہ یہی قول فتوی کے واسطے مختار ہے ولو انھدم السفل بلا صنع ربہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اسکے مالک کے بدون کرتب کے تو اسپر اسکے بنانے میں
زبردستی نہو گی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنہ او اذن قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو
جائز ہے کہ بناوے یعنے نیچے کے مکان کو درصورت انھدام پھر جو اسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے پھیرے اگر اسکے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو
اور نہیں تو جو اسکی قیمت ہو بنانے کے دن اسکو پھیرے اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اسکے پڑوسی کا گھر گر گیا
تو اسپر تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تتشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر یمنع اہل الاولی عن
فتح باب للمرور لا للاستضاءۃ والریح عینی فی القصوی الغیر النافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغہ مستطیلہ یعنے لنبا کوچہ ہے جس سے
دوسرا کوچہ چھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لنبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہیں دوسرے مکان کی طرف یعنی بند ہے دوسری جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے
کے واسطے دروازہ چھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ میں بقول صحیح اسواسطے کہ انکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہیں بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین دروازہ چھوڑنا
جائز ہے عینی نے کہا روشنی کے واسطے اور ہوا آنے کے واسطے کوچہ غیر نافذہ میں دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے هم یعنے اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار
ہو کوچہ غیر نافذہ میں اسطرح کہ اسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار میں دروازہ نہیں چھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ میں نکل آیا کرے
اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کے واسطے ہے اور اسکے واسطے حق مرور نہیں کوچہ غیر نافذہ میں بلکہ اسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کے واسطے ہے
ولہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ میں تو پہلے کوچے والون کا شفعہ اسمین ثابت نہیں بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ انکو پہلے کوچے میں دروازہ لگانا درست ہے
کیونکہ اسمین انکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اسمین سب کا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ میں فتح باب ممنوع نہیں بلکہ مرور ممنوع ہے
اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع میں نص محمد مصرح ہے اھ اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب ممکن نہیں کہ رات اور دن اسکی نگہبانی ممکن نہیں اور شاید کہ
بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعا حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر تو معلوم ہوا کہ عینی کا قول مذکور غیر اصح ہے اور مثال[عم]
کوچہ مستطیلہ اور منشعبہ غیر نافذہ کی حاشیہ پر ہے و فی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاہا ای نہایۃ سعۃ اعوجاجہا بالمستطیلۃ لا یمنع لانہا کساحۃ مشترکۃ فی دار
اور گول کوچے میں جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہین دروازہ چھوڑنا ممنوع نہیں کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اس صحن کے ہے جو گھر میں
مشترک ہے دونون کنارے سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے هم فتح باب سے یہ جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ میں حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے
غایت امر یہ ہے کہ وہ کج ہے ولہذا وہ لوگ شفعہ میں مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچ ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے
کمتر تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اسمین فتح باب جائز نہیں تو یہان دو صورتین تصور کرنا چاہییں پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت مین وجہ
فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اسکا داخل کشادہ تر ہوا داخل سے تو وہ دوسرا موضع ٹھہرا مستطیلہ کا
تابع نہوا کذا فی شرح الوقایہ هم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہوئین ایک یہ کہ استدارۃ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ
زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے[عہ] واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یمکنہم نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ
کوچہ مستطیلہ اولے کوچہ مستطیلہ کوچہ مستطیلہ بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اس کوچے کے ہے جو کوچے میں واقع
ہے ولہذا کوچہ مربعہ والون کو نصب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بصورت مرقومہ شارح هم یعنی کوچہ مستطیلہ والون کو جائز نہیں کہ کوچہ مربعہ
میں دروازہ لگا دیں اور اس محل کی صورتین نسخون میں مختلف الرقم ہیں لیکن مقام سے قریب الفہم ہین کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے
سہولت فہم کے واسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کردین ہین تتمہ فتح القدیر میں ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہان کے لوگون میں سے ایک شخص نے کار ابنانے کا ارادہ

کوچہ مستطیلہ
غیر نافذہ
کوچہ مستطیلہ
نصف
کوچہ مستطیلہ
کوچہ کم از نصف
کوچہ مستطیلہ
زیادہ از نصف

کیا تو اگر راہ بقدر مرور لوگون کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر مین
ہو سو اسنے اپنی دیوار مین مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہین وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور
مٹی ہمسایہ کے گھر مین پڑی ہی سو اسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہی یا اسکا نابدان ہی دوسرے کے گھر مین سو اسنے اسکے صاف
کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہین بدون اسکے گھر کے داخل ہوسے اور وہ منع کرتا ہی تو اسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو داخل ہونے سے منع نہ کر تا وہ درست
کرے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہی محمد بن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان
یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا سو اسکے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اسپر زبردستی نہین پھر اگر دیوار منہدم ہوگی تو اسپر تاوان نہین یہی قول ظاہر
مذہب ہی حکایت ہی کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر مین کنوان کھودا ہی یعنی میری دیوار کو اس سے ضرر ہی امام نے کہا تو اپنے
گھر مین اسکے قریب بیر بالوعہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اسنے ایسا ہی کیا تو اسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اسنے ناچار ہوکر کنوان بند کر ڈالا امام نے
منع جار کا فتوی نہ دیا بلکہ اسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع
من ذلک وعلیه الفتوی بزازیه واختاره فی العمادیه وافتی به قاری الهدایه حتی منع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع نہ کیا جائے شخص اپنی
ملک مین تصرف کرنے سے مگر جبکہ اسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ اور اسی کو پسند کیا ہی عمادیہ
مین اور اسی کا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روشندان کھولنے سے اور یہ جواب ہی مشائخ کا بطریق استحسان کے ہم ضرر بین
یعنی ضرر صریح وہ ہی جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو جیسا کہ روشنی کا بالکل بند کرنا
اور اسی کو علمانے فتوی کے واسطے پسند کیا اور اگر ادنی مضرت بھی مانع ہو تو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہو جائیگا رازی نے کتاب الاستحسان مین ذکر
کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھرون کے ہی اور اس گھر کا مالک یہ ارادہ کرے کہ اسمین تنور بنادے جسمین ہمیشہ روٹیان پکا کرین دوکان کی مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون
کی کندی کرنے کی ٹھڑی بنادے تو جائز نہین کیونکہ اسمین پڑوسیون کا ضرر فاحش ہی جس سے بچاؤ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تنور دھوئین سے بکثرت و شدت دھوان پھیلیگا اور
چکی اور کندی کی ٹھڑی سے دیوارین بودی ہو جائینگی بخلاف حمام کے کہ وہ مضر نہین مگر بسبب حرارت کے اور اس سے بچاؤ ممکن ہی درمیان مین دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور صغیر
کے جو گھرون مین ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ مین نے تہذیب قلانسی مین وہ قول پایا جو روزن بنانے کے واسطے اس عمارت مین جو مشرف ہی کسی کی
زمین یا گھر پر لائق اختیار ہی وہ یہ ہی کہ اگر روزن دھوپ پانے کے واسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کے واسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت مین روزن ہی
تو پہلی صورت ہی اور اگر اعالی عمارت مین ہی یا اسپر شباک یعنی جالی ہی تو وہ دوسری صورت ہی کہ ظاہرا روشنی کے واسطے ہی کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایه عدم المنع
مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح فی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثمه فقال وقد اختلف الافتاء وینبغی ان یعول
علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا فتدبر اور جواب ظاہر الروایۃ کا عدم منع ہی ہر طرح سے خواہ پڑوسی کا
ضرر صریح ہو یا نہو اور اسی کا فتوی دیا ہی چند علمانے چنانچہ امام ظہیر الدین اور ابن شحنہ اور انکے والد نے اور فتح القدیر مین اسکو ترجیح دی ہی اور مجتبی کی کتاب القسمہ
مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین وہان یعنی کتاب القسمہ مین اسی پر اعتماد کیا ہی سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے مین یہان اختلاف واقع
ہوا ہی اور لائق یہ ہی کہ درصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایہ پر اعتماد کیا جاسے انتہی مین کہتا ہون اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح مین تعارض ہوا تو عمل متون پر
لازم ہی چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی بارہا سو تامل کرو جواب ظاہر الروایہ یہی قیاس ہی کہ انسان اپنے املاک کے تصرف مین مختار ہی کسی کا ضرر ہو یا نہو اور تجکو معلوم ہوچکا کہ
اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہین یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہی نہ ہر ضرر مین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما لو اشکل الحال اضرر ام لا

وقد حرر محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انہ لا یتقید اذا اضر وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فکذا التصرف فی ملکہ ان اضر او اشکل یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبہ علیہ فلیغتنم فانہ من خواص کتابی انتہی میں کہتا ہوں اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال اور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہے یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہے مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ دیوار مین نہ ٹھونکے جب کہ دوسرے کو ضرر کرے اور اسی طرح حکم ہے کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر مین بنا بر اس قول کے جو فتوی کے واسطے مختار ہے چنانچہ خانیہ مین ہے محشی نے کہا تو اسی طرح انسان کا تصرف اپنے ملک مین اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر مین تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہین تو منع نہ کیا جائیگا محشی نے کہا مین نے نہین دیکھا اس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ یہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہے انتہی کلام المحشی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہے اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب مین کافی تھا ادعی علی آخر ہبۃ مع قبض فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنیہا ای الہبۃ فاشتریتہا منہ او لم یقل ذلک اے جحدنیہا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت مین مثلاً یہ دعوی کیا کہ اسنے فلانی چیز مجکو رمضان مین دی سو مدعی سے گواہی طلب ہوئی اثبات ہبہ پر سو اسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہو گیا ہبہ سے تو مین نے اس سے وہ چیز خرید کر لی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اسکے بعد خرید کا ومفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وہو مختار شیخ الاسلام من الاقوال الاربعۃ اور مفاد عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہے بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہے منجملہ چار قولون کے ہم جس موضع مین تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض مین فقہا کے چار قول ہین پہلا قول یہ ہے کہ دونون کلامون مین بالفعل توفیق ضرور ہے اور امکان توفیق کافی نہین دوسرا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے مطلقاً خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کی طرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہے جو خجندی کا مختار ہے جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہے کہ امکان توفیق کافی ہے بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد کذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوے کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوے کیا تو بیان توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہین بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہے امکان توفیق ہے واختارہ الخجندی انہ یکفی من المدعی علیہ لا من المدعی لانہ مستحق وذلک دافع والظاہر یکفی للدفع لا للاستحقاق بزازیۃ اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہے کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہے نہ مدعی کی جانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہے اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہے اور ظاہر دافع کے واسطے کفایت کرتا ہے نہ استحقاق کے واسطے کذا فی البزازیۃ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اسکا ظاہر ہے اور ظاہر دفع مین حجت ہے نہ استحقاق مین کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعدہ ای وقت الہبۃ تقبل فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کیے یعنے مثلاً شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونون صورتون مین یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجھسے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا ہو بعدہ ہنا ظرف ہے شرا کا نہ اقامۃ کما فی الحلبی وقبلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلاً شعبان کی خرید پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول مین اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی مین ہم حاصل مسئلہ یہ ہے کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلاً دعوی کیا جب گواہ طلب ہوے تو اسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہون نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلاً شوال مین خرید کی تو گواہی مقبول ہے کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہے اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید مین تناقض نہین کہ اسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہون نے کہا کہ مدعی نے اسکو شعبان مین خرید کیا تو اسمین قول مدعی اور شہادت شہود مین تناقض ہے اسواسطے کہ دعوے ہبہ مین اسکا اقرار ہے کہ موہوب واہب کا مملوک ہے قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہین ولو لم یذکر لہما تاریخا او ذکر لاحدہما تقبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی

تاریخ مذکور کی تو دعوے مقبول ہی بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور ہنوئی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وہل تشترط

کون الکلامین عند القاضی او الثانی فقط خلاف وینبغی ترجیح الثانی بحر لان بہ التناقض اور کیا شرط ہی کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے صادر ہون یا فقط
کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہی اسمین خلاف ہی اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت ہوتا ہی ہم علامہ
مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جبتک کہ وہ قاضی کے نزدیک ثابت نہ کیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا تو گویا دونون مجلس
قاضی مین صادر ہوئے کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ فی البحر وافرد المصنف اور
تناقض رفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب مین یہ دعوی کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب سے اور پورا
بیان اسکا بحر الرائق مین ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکہا ہی ہم تکذیب حاکم کی یہ صورت ہی کہ زید نے دعوی کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہی سو محمود نے
ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر دعوے
کیا کہ مین اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک مقبول ہی اور مدیون سے مال ضمانت بھر لینا جائز ہی یعنی مدیون یہ نہین کہ سکتا کہ کفیل
ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہی یہ صریح تناقض ہی اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعاً تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر بتصرف کما لو ادعی اولا انہا
ای الدار مثلاً وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعوی کیا اول کہ وہ یعنی مثلاً گھر وقف ہی مجھ پر پھر اسکی
ملکیت کا دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے یا دعوی کیا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہی پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعوی کیا تو مقبول نہین بسبب تناقض کے ہم ذخیرہ
ہو بقی القبول مین جب وقف کا پھر ملکیت کا دعوی کیا تو اب توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل تقبل ان وفق بان قال کان
لفلان ثم اشتریتہ درر فی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مین نے اسکو خرید
کیا تو مقبول ہی چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہی قال ولو ادعی الملک لنفسہ اولا ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول دعوی
ملکیت کا اپنی ذات کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہ مجھ پر وقف ہی تو مقبول ہی ہم منح الغفار مین اسی طرح ہی اور بحر الرائق اور حموی مین تقیید بلفظ علیہ نہین تو بموجب
عدم تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہی اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہو پھر مدعی اسکو وقف کردے اور درصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہی
جسمین توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہی کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ لا تقبل چنانچہ اگر اسکا
دعوی کیا اپنی ذات کے واسطے پھر اپنے غیر کے واسطے تو وہ مقبول ہی اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کرلیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ وانکر الآخر
الشراء جاز للبائع ان یطاہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا لمنزلہ لما تقرر ان جحود جمیع العقود ما عدا
النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خریدی اور دوسرے شخص نے خرید کا انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہی اگر بائع نے
جھگڑا کرنا چھوڑ دیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی پر دلالت کرے چنانچہ لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا
جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سواے نکاح کے فسخ ہی یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین
داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فللبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی یعنی تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز ہی بباعث
تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیمی سے رد جائز ہی جسپر اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ
بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب رضا بالعیب کی علامت ہی عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی
مشتری کی جانب سے پھر جب کہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا کذا فی الطحطاوی اما النکاح فلا یقبل الفسخ اصلا فلذا

لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه و برهن علی النکاح یقبل برهانہ اور نکاح تو اصلا فسخ قبول نہین کرتا تو اسی واسطے اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو
پھر بعد اُسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اُسکی مقبول ہو م نکاح محتمل فسخ نہین کسی سبب سے تو اگر عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح
کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہین کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہین تو قاضی کو حاجت ہے کہ اُسکے بعد یون کہے کہ مین نے تم دونون
مین تفریق کردی یا مرد یون کہے کہ میری زوجہ تھی سو مین نے اُسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوے کیا اور عورت نکاح کی منکر ہے پھر مرد
مر گیا اور عورت آئی میراث کا دعوی کرتی تو اُسکو میراث ملیگی کذا فی الطحطاوی بخلاف البیع فانہ اذا انکرہ ثم ادعاہ لا یقبل لانفساخہ بالانکار بخلاف النکاح بخلاف
بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوے کریگا تو مقبول نہین بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے م بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ
بخلاف النکاح کو حذف کرتا کہ اُسکی کچھ حاجت نہین اور اُن مسائل کا ذکر کتاب الدعوی مین مناسب تھا مگر بیان انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم فقنا اُنمین مذکور
ہو اقر بقبض عشرۃ دراہم ثم ادعی انہا زیوف او نبہرجۃ صدق بیمینہ لان اسم الدراہم یعمہا بخلاف الستوقۃ لغلبۃ غشہا اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا
پھر مقر نے دعوی کیا کہ دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ دراہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے
کہ اُنکو اسم دراہم شامل نہین بسبب غالب ہونے اُنکے غش کے م زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی مین نہ لیا جاتا اور سوداگرون مین اُسکا لینا دینا
رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی مین کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونون طرف چاندی حموی نے ابو سعود سے نقل کیا
کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ مین ب مقدم ہے لون پر چنانچہ مغرب سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی و لذا لو ادعی انہا ستوقۃ لا یصدق الا ان البیان مفصولا
وصدق لو بین موصولا نہایۃ فالتفصیل فی المفصول لا الموصول اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہین اگر یہ مقر مذکور یہ دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ
ہین تو اُسکی تصدیق نہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اُسی اقرار قبض سے ملا کر کذا فی النہایۃ تو تفصیل مذکور مفصول مین ہے نہ موصول
مین م یعنی تفصیل زیوف اور نبہرجہ مین اور ستوقہ مین درصورت انفصال بیان ہے یعنے اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی اور
اگر ستوقہ کہا تو بطور انفصال تصدیق نہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ
ولو اقر بقبض الجیاد لم یصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ
تھے تو تصدیق نہوگی مطلقاً اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنے جب جودت کا اقرار کیا تو اب اُسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انہ
قبض حقہ او قبض الثمن او استوفی حقہ صدق فی دعواہ الزیافۃ لو بین موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اُسنے
اپنا حق پورا بھر لیا تو اُسکی تصدیق ہوگی دعوی زیافت مین یعنی اگر یون کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اُسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اُسکو موصول
بیان نہین کیا تو تصدیق نہوگی م نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند ہے دعوی زیافت کے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ مین ہے کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ
وہ ستوقہ ہین یا دراہم رصاص ہین تو موصولا تصدیق ہوگی نہ مفصولا کذا فی الطحطاوی لان قولہ جیاد مفسر فلا یحتمل التاویل بخلاف غیرہ لانہ ظاہر او نص فیحتمل التاویل ابن کمال اسواسطے کہ مقر کا
جیاد یعنی کھرے درہم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہین بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص تو اُسمین تاویل کا احتمال ہے کذا ذکرہ ابن کمال م مفسر لمبین مفسدہ وہ
جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح پر کہ اُسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمین غیر مراد کا احتمال بعید
تر ہو کذا فی الطحطاوی تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے یا نص تو
اُسمین زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید یا ابعد ہے اقر بدین ثم ادعی ان بعضہ قرض و بعضہ ربوا و برہن علیہ قبل برہانہ قنیہ عن علاء الدین وسیجی
فی الاقرار اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی اُسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ مین ہے علاء الدین سے

دررالحکام کتاب الاقرار مین آویگا قال لآخر لک علی الف درہم فردہ المقرلہ ثم صدقہ فی مجلسہ فلا شی علیہ للمقر الا بحجۃ او اقرار ثانیا وکذا الحکم فی کل اقرار یرتد بالرد یعنی ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھپر ہزار درم ہین سو جسکے واسطے اقرار کیا اسنے اسکا اقرار رد کیا یعنی یون کہا کہ میرا تجھپر کچھ نہین یا وہ درم تیرے ہین یا فقط اتنا کہا کہ مین نہین قبول کرتا
پھر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی اسی مجلس مین تو مقرلہ کا کچھ ثابت نہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسی طرح کا حکم ہر ایسے اقرار مین جسمین کسی شخص کا
حق ہو مگر مقرلہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہوگیا مقرلہ کے رد کردینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا یہ دعوے ہی تو انکے ثبوت کے
واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہی مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور اعتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہین ہوتا
اور تصدیق بعد الرد کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کریگا پھر رد کریگا تو مردود نہوگا اسی طرح ابراء عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام
ہوجاتا ہی پھر رد کرنے سے رد نہین ہوتا اور اسی طرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبل قبول رد کردیا تو رد ہوگا تصدیق مجلس
کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہی تو بیان مقرلہ مردود اقرار
ہی بخلاف اسکے اگر یون کہا کہ تونے خرید کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہی کہ بعد انکار کے مدعی شرا کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ
بیع مین منفرد نہین جیسے عقد مین منفرد نہین خلاصہ یہ ہی کہ جس چیز مین دو شخصون کا حق ہی اگر اسمین منکر رجوع کرے تصدیق کی طرف قبل اس بات کے
کہ شخص آخر اسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہی چنانچہ بیع اور نکاح اور جس چیز مین ایک شخص کا حق ہو چنانچہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہین کذا
فی الطحطاوی ملخصا ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیہ ما کان لک علی شی قط فبرہن المدعی علی انہ لہ علیہ الف وبرہن المدعی علیہ علی القضاء ای الایفاء او
الابراء ولو بعد القضاء ای الحکم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسئلۃ المخمسۃ کما سیجی قبل برہانہ لامکان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی ویبرا منہ دفعا
للخصومۃ اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھپر کچھ نہ تھا ہرگز سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہین اور مدعا علیہ ایفاء
دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا
دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہی مگر مسئلہ مخمسہ مین دفع صحیح نہین چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی مین آویگا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول
ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا مین اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہی اور حق سے ابرا کیا جاتا ہی مترجم یعنی
جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ مین ال دیچکا ہون یا مدعی نے معاف کردیا ہی اور اسکو بگواہی ثابت کیا تو اگرچہ ظاہر مین تناقض ہی لیکن گواہی مقبول
ہی کیونکہ رفع تناقض بیان متصور ہی اس احتمال سے کہ واقع مین مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کردیا ہو یا واقع مین مدعی کا حق
مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کردیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہی کہ اسمین علما کے پانچ قول ہین وسیجی فی الاقرار انہ لو برہن
علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شہودی کذبۃ او لیس لی علیہ شی صح الدفع الی آخرہ وذکرہ فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستشراء اور کتاب الاقرار مین آویگا
یہ کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ مین دعوی مین جھوٹا ہون یا میرے گواہ جھوٹے ہین یا میرا اسپر کچھ نہین تو دفع دعوی مدعی صحیح ہی الخ اور درر مین
اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استشراء مین ذکر کیا ہی استشراء یعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانکرہ المدعی علیہ فبرہن المدعی علی القصاص
ثم برہن المدعی علیہ علی العفو او علی الصلح عنہ علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہی اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار
کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعی علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کرلینے پر قصاص سے بعوض مال کے مترجم یہان بھی کلام مدعی مین رفع تناقض اس
احتمال سے ممکن ہی کہ واقع مین اسپر قصاص نہو اور اسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال دیکر صلح کرلی ہو یا قصاص ہو مگر معاف کرالیا ہو وکذا فی دعوی
الرق بان ادعی عبودیۃ شخص فانکر فبرہن المدعی ثم برہن العبد ان المدعی اعتقہ یقبل ان لم یصالحہ اور ایسا ہی حکم ہر دعوی رق مین اس طرح پر

او دعوے کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سوائے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہی تو برہان مدعا علیہ
مقبول ہی اگر اسنے صلح نکرلی ہو مدعی سے ہم لیعنے برہان درصورت عدم صلح مقبول ہی اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو
اسکی برہان مسموع نہوگی ایضا ہی کذا فی المنح ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برہانہ علی الایفاء تجز اذ اگر مدعا علیہ نے ایفاے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے
کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا برہان ایفا پر مقبول ہی کذا فی البحر ہم لیعنی صلح دعوے ایفا کی مبطل نہین اسواسطے کہ دفع خصومت کے واسطے کا ہے غیر حق بھی دیا جاتا ہی
کذا فی الطحطاوی وفیہ برہن ان لہ اربع مائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ سقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ
جاحدا فذمتہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق مین ہی کہ مدعی گواہ لایا کہ اسکے چار سو ہین پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر
کے میرے اوپر تین سو ہین تو چار سو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضون نے کہا کہ تین سو ساقط نہین اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم
سقوط کی وجہ یہ ہی کہ جب کہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اسکا ذمہ مشغول نہین اسکے گمان مین پھر مقاصہ لیعنے باہم مجرا ہونا کہان واقع ہوتا ہی واللہ اعلم وان زاد
کلمۃ ولا اعرفک ونحوہ کما رأیتک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر مال نے یہ لفظ زیادہ کیا اور مین تجکو نہین پہچانتا ہون اور مانند اسکے چنانچہ
یون کہا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا تو برہان ایفا یا ابرا مقبول ہی بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم لیعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ
نے کہا کہ تیرا مجھہ پر کچھہ نتھا ہرگز اور مین تجھکو نہین پہچانتا یا یون بولا کہ مین نے تجکو نہین دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلط نہین اور نہ دینا اور
نہ لینا یا مین اور تو ایک مکان مین مجتمع نہین ہوے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کیے تو مقبول نہین کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ
مین ہی کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہی اسواسطے کہ دو شخصون کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابرا بدون معرفت کے نہین ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب او
المخدرۃ قد یتأذی بالتشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یعمل بنفسہ لا یقبل اور بعضون نے لیعنے قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان
باوجود عدم معرفت مقبول ہی اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو گاہے اذیت ہوتی ہی اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ
امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہین پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اسکو معلوم کرتا ہی تو اگر مدعا علیہ ان لوگون مین سے ہو جو اپنا کام بذات خود
کرتے ہین بلا واسطۂ وکیل تو اسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ہم یہ تفریع ہی قاضی خان کی محتجب وہ ہی جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضون
نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی آخر الدعوی لان التناقض
لا یمنع صحۃ الاقرار ہان اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہی کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے
کہ تناقض مدیون صحت اقرار دائن کا مانع نہین ہم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہی اس کلام محذوف سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے تقدیر محذوف یہ ہی کہ جب توفیق
ممکن نہو تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اسنے کہا کہ مین نے اسکو کچھہ نہین دیا پھر اسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہی کہ شی واحد مین واقع غیر واقع
ہو ہان اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے لیعنے جسپر دفع دین اور قضاء دین کا دعوی ہوچکا اسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اسنے یہ اقرار کیا
کہ دین اسکو پہونچ گیا ہی مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہی اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف اقر ببیع عبدہ من
فلان ثم جحدہ صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار بزازیۃ اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہی اسواسطے کہ
بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہی چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار مین ہی ہم صحت انکار کا مطلب یہ ہی کہ کلام متناقض نہین اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہین ادعی
علی آخر انہ باعہ امۃ منہ فقال الآخر لم ابعہا منک قط فبرہن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردہا فبرہن البائع انہ ای المشتری
بری الیہ من کل عیب بہا لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوے کیا دوسرے پر کہ اسنے اپنی لونڈی اسکے ہاتھہ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ مین نے اسکو

تیرے ہاتھہ نہین بیچا ہرگز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی مین عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ
مشتری بائع سے برات کرچکا ہی اسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہوگی بسبب تناقض کے ھ وجہ تناقض یہ ہی کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی
ہوا اسواسطے کہ برات عیوب مبیع بدون بیع متصور نہین وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق ببیع وکیلہ وابرائہ عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ بائع
کی گواہی مقبول ہی بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ھ جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ مین نے بیع
نہین کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہین ہوا اور برات عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہی ومنہ واقعۃ سمرقند اور ازجنس
مسئلہ متن واقعہ ہی سمرقند کا جسمین تناقض واقع ہی ھ طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو مصرح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انہ نکحہا بکذا وطالبتہ
بالمہر فانکر فبرہنت فادعی انہ خلعہا علی المہر تقبل لاحتمال انہ زوجہ ابوہ وہو صغیر ولم یعلم خلاصہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اُسنے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور
اُس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اُس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اُسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوے
مقبول ہی یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہی کہ مرد کا نکاح اُسکے باپ نے کردیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اُسکو معلوم نہو کذا فی
الخلاصۃ ھ یعنی اُسکا انکار نکاح اسپر محمول ہی کہ وہ خود مباشر نکاح نہین ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہین پھر جب ایسا ہوا تو بعد اُسکے دعوی
خلع بعوض مہر مین تناقض نہین کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع صک ای مکتوب کتب ان شاء اللہ فی آخرہ باطل ہوجاتا ہی تمام مضمون اُس صک یعنی کاغذ مرقوم
کا جسکے آخر مین ان شاء اللہ لکھا ہی ھ شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہوجاتا ہی خواہ اُسمین ایک شی مرقوم ہو یا چند اشیا اور صاحبین کا خلاف
ثانی مین ہی وقالا آخرہ فقط وہو استحسان راجح علی قول فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مرقوم کا باطل ہوتا ہی جو ان شاء اللہ تعالی سے
متصل ہی اور قول صاحبین استحسان ہی جو راجح ہی امام کے قول پر کذا فی الفتح ھ وجہ استحسان یہ ہی کہ جمل مین اصل استقلال ہی یعنی ہر جملہ دوسرے
سے متعلق نہین اور وثیقہ لکھا جاتا ہی اعتماد اور وثوق کے واسطے تو اگر استثنا کل کی طرف راجع ہو تو کل کا ابطال لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف
ہی تو استثنا اُسی کی طرف راجع ہوگا جو اُس سے متصل ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واتفقوا علی ان الفرجۃ کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہین اسپر
کہ فرجہ خط مین فاصل سکوت کے مانند ہی ھ فرجہ یعنی اثناء تحریر مین کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہی جیسے نطق مین سکوت کرنا تو ان شاء اللہ تعالی مابعد فرجہ
کی طرف راجع ہوگا جیسے سکوت مین مابعد سکوت کی طرف راجع ہوتا ہی وعلی انصرافہ للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علما ء ثلثہ متفق ہین ان شاء اللہ
تعالی کے راجع ہونے پر کل کی طرف اور اُن جمل منطوقہ مین جنمین عطف بحرف واو واقع ہوا ہی اور اُنکے اخیر مین شرط ہی ھ چنانچہ ایک شخص نے یون کہا
کہ اُسکی عورت مطلقہ ہی اور اُسکا غلام آزاد ہی اور اُسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہی ان شاء اللہ تعالی تو شرط تینون جملون کی طرف راجع ہی یعنی طلاق اور عتاق
اور مشی کچھہ لازم نہین جمل منطوقہ کی قید ترجمہ مین اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ مین امام اور صاحبین کا اتفاق نہین چنانچہ مسئلہ صک مین مذکور ہوچکا و
اما الاستثناء بالا واخواتہا فللاخیر الا لقرینۃ کمائۃ درہم وخمسون دینارا الا درہما فللاول استحسانا اور استثنا بہ لفظ الا اور اُسکے امثال سے اخیر کی طرف راجع
ہوتا ہی مگر بقرینہ اول کی طرف راجع ہوجاتا ہی چنانچہ اس قول مین کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہمون کی طرف راجع ہی نہ اخیر
کی طرف بطریق استحسان کے ھ قرینہ بیان اتحاد جنسیت مستثنے منہ اور مستثنے ہی واما الاستثناء بان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین فالیہما اتفاقا اور استثنا بلفظ
ان شاء اللہ بعد جملتین ایقاعیتین دونون کی طرف بالاتفاق راجع ہی ھ جملہ ایقاعیہ سے جملہ منجزہ مراد ہی جسمین تعلیق واقع نہین بقرینہ مقابلہ چنانچہ یون کہنا
کہ انت طالق وہذا حر ان شاء اللہ کذا فی الحلبی وبعد طلاقین معلقین او طلاق معلق وعتق معلق فالیہما عند الثالث وللاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہونا
بعد دو طلاق معلق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونون کی طرف راجع ہوتا ہی محمد کے نزدیک اور اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی ابو یوسف کے

نزدیک ہم دو طلاق معلق کی مثال (ان دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ انشاء اللہ) اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال (ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر)
اور یہ خلاف تعلیق میں ہے اور صک میں تو دونوں کا اتفاق ہے ولو بلا عطف اور یہ بعد سکوت فلا خیر اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو بعد جمل غیر متعاطفہ کے یا جملوں میں عطف
ہو لیکن مابین میں سکوت واقع ہوا ہو تلفظ میں یا فرجہ واقع ہو انشاء خط میں تو استثنا اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد ما بعد سکوت ہے کذا فی الطحطاوی
وعطفہ بعد سکوتہ لغو الا بما فیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا لیکن اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اسمیں لغو نہیں جسمیں سخت گیری ہے اسکی ذات پر
اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنی جسمیں متکلم کی ذات پر وسعت ہے تو وہاں عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل
ہوئی تو تجکو طلاق ہے پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع نہو مگر دونوں گھروں کے داخل ہونے سے اور جسمیں
سخت گیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یوں بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس دوسری زوجہ کو تو زوجہ ثانیہ بھی
میں داخل ہو گی کذا فی الطحطاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال ذمی مرگیا سو اسکی زوجہ نے کہا
کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثوں نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے ہم
یعنے بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر
محقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ہم
یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہوا اسلیے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی
کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں
بھی جاری نہ تھا ثم الحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کے واسطے چنانچہ
مسئلہ سابقہ میں نہ استحقاق کے واسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لہم لان الحادث یضاف لاقرب
اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی وارث ہوں اور
میت کے وارثوں نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثوں کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کی طرف منسوب ہوتی ہے
یعنی ما بعد موت اقرب ہے ما قبل موت سے لہذا اسلام حادث ما بعد موت کی طرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث
کی موجب ہوتی ہم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسیر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کی بسبب تحکیم حال کے اور حالانکہ ایسا نہیں وجہ خلل یہ ہے کہ
مسئلہ طاحونہ اصل متن میں نہ تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونوں میں وجہ شبہہ اعتبار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں آنے سے خلل
پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت واسلامہ فالقول
لمدعی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے والدین ذمی ہیں
اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودع بالفتح ہذا ابن مودعی بالکسر
المیت لا وارث لہ غیرہ دفعہا الیہ وجوبا کقولہ ہذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے یعنے جسکے پاس غیر کی ودیعت ہے اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر
یعنی جسنے میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اسکا یہ بیٹا ہے کوئی اسکا وارث نہیں سوائے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ
اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت واین قیدیا لوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری منہ لم یدفعہا
مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل مشتری ہے میت سے تو اسکو ودیعت نہ دے۔

فان اقر ثانیا بابن آخر لم یُعد اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقرار علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اسکا
اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر حجت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہوچکا کہ اسکا کوئی مکذب نہیں
بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا و یضمن للثانی حظه ان دفع للاول بلا قضاء زیلعی اور درصورت تکذیب
ولد ثانی کو بقدر اسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دیچکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی هم قول بالضمان بھی صواب ہی جیسا کہ
فتح القدیر مین ہی اور مقابل اسکے غایة البیان کا قول ہی عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکة قسمت بین الورثة او الغرماء بشهود لم یقولوا لا نعلم له کذا فی نسخ
المتن والشرح وعبارة الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا او غریما طحطاوی لم یکفلوا اختلافا لما لجهالة المکفول له ترکہ مقسوم ہوگیا درمیان وارثون کے یا دین والون کے
اُن گواہون کی گواہی سے جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم جانتے ہین میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسی طرح ہی لفظ لا نعلم کا بلا حرف نفی متن اور شرح کے
نسخون مین اور عبارت دُرر وغیرہا کی یون ہی کہ اُن شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہو جنھون نے یہ نہین کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہین جانتے ہین
تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون یا دین والون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک حاضر ضامنی لیجائیگی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ
شارح کے نسخہ متن اور شرح مین نعلم ہوگا باسقاط لا اور میرے پاس جو متن اور شرح کا نسخہ ہی اسمین لا نعلم مذکور ہی اور لم یکفلوا مبنی للمجهول بمعنی العین ہی اور ضمیر ورثہ
وغیرہم کی طرف راجع ہی انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص متروکہ چھوڑ کر مرگیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ میت کے فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہین
لیکن اُنھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہین دی تو قاضی ترکہ قسمت کردے اُنمین اور اُنسے ضامن طلب نکرے و یتلوم القاضی مدة ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت
ترکہ مین تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے هم تاخیر احتیاط کے واسطے ہی کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین پیدا ہو پھر جب گمان غالب ہو کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو
حاضر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم ہی نہ تاخیر دفع بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہی اور طحطاوی نے ایک سال کی مدت مذکور کی ہی کذا فی
الطحطاوی ملخصاً و ثبت بالاقرار کفلوا اتفاقاً اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضمانت دین بالاتفاق امام اور صاحبین کے و لو قال الشهود
ذلک لا اتفاقاً اور اگر شہود دے کہین یعنی یون کہین کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوا اُنکے نہین جانتے ہین تو نہین ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی
علی آخر دار النفسه و لاخیه الغائب ارثا و برهن علیه علی ما ادعاه اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا و ترک باقیه مع ذی الید بلا کفیل جحده ذو الید دعواه او
لم یجحد خلافا لهما وقولهما استحسان نهایه ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کے واسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوے پر تو
مدعی نصف گھر لے بطور مشاع اور چھوڑدے باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نکیا ہو بخلاف صاحبین کے
اُنکے نزدیک درصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہی کذا فی النهایه هم امام کی دلیل یہ ہی کہ حاضر خصم نہین غائب کی طرف
سے استیفا وارث مین اور قاضی کو تعرض جائز نہین بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ جب اُسنے دعوے ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت ہوئی تو
اب اُسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہین ولا تعاد البینة ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثة خصما للمیت حتی یقضی منها دیونه اور گواہی
کا اعادہ نہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح مین بسبب قائم ہوجانے ایک وارث کے مخاصم ہو کر میت کی طرف سے یہانتک کہ
ادا کیے جاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعة مبسوطة فی البحر پھر معلوم کیجیے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہی باقی وارثون کی طرف سے
اُسمین جو میت پر دعوے کیا جاے نو شرطون سے جو شرح مذکور مین بحر الرائق مین هم سید حموی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح بشروط ثلثة کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل
وارث کے [illegible] مین ہو دوسرے یہ کہ اُسمین قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق کرے کہ عین مذکور میراث ہی میت سے انتہی اسواسطے
کہ جمیع امور جو بحر الرائق مین مذکور ہین وہ شروط نہین بلکہ بعضے شروط ہین اور بعضے احکام اور وہ بھی آٹھ ہین نہ نو کذا فی الطحطاوی مختصرا و الحق [illegible]

بین الدین و العین اور حق یہ ہی کہ دین اور عین مین فرق ہی م یعنی احد الورثہ خصم نہین باقی وارثون کی طرف سے اُس عین کے دعوے مین جو میت پر ہی
مگر جب کہ عین اُسکے ہاتھ مین ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہی تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثون کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ مین عین ترکہ نہو اسواسطے
کہ دائن کا حق جمیع متروکہ مین شائع ہی بخلاف عین مدعا بہا او ہدایہ او نہایہ او عنایہ کا ظاہر یہ ہی کہ دعوی دین مین بھی عین ترکہ کا بالکل ہاتھ مین ہونا فرد
ہی بحر الرائق مین کہا کہ جو فتح القدیر مین ہی یعنے فرق مذکور وہی حق ہی باقی سہو ہی اور یہ اُس صورت مین ہی جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر
وارث میراث عین کا مدعی ہو قابض پہ تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثون کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر انہے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوے
کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کرسکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کردیا ہو اسطرح پر کہ مین نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہی اور خرید کو ثابت کرچکا ہو تو دعوے
ارث کا حاضر اور غائب کے حق مین مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود و مثلہ او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح دُرر اور مانند اُسکے یعنی غیر منقول کے
مانند منقول بھی ہی امر مذکور مین بقول اصح کذا فی الدرر م یعنے اگر مال منقول مین دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس
چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یوخذ منہ اتفاقا و مثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر مین اس قول پر اعتماد کیا ہی کہ منقول لے لیا جائے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین
کے اور اسی کے مانند بحر الرائق مین ہی م اسواسطے کہ منقول مین حفاظت کی حاجت ہی اور اُس سے لے لینے مین زیادہ تر حفاظت ہی اور زمین تو خود محفوظ ہی قال
واجمعوا انہ لا یوخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہی اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جائے یعنے منقول مین اگر ذی الید مقر ہو م طحطاوی نے
کہا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ غیر منقول مین اجماع نہین حالانکہ ایسا نہین کیونکہ درحالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہی اوصی لہ بثلث مالہ یقع ذلک
علی کل شیء لانہا اخت المیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مملوکہ پر اسواسطے کہ وصیت
میراث کی بہن ہی یعنی ہمجنس میراث ہی تو جیسے میراث ہر چیز مین جاری ہی ویسے ہی وصیت بھی و لو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ
استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے م وجہ استحسان یہ ہی کہ
ایجاب عبد معتبر ہی حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز مین حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہی اُسی مین ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ مین سوائم اور نقدین
اور اسباب تجارت داخل ہی خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہون یا نہون اسواسطے کہ جس چیز مین زکوۃ واجب ہوئی ہی اُسکی
جنس معتبر ہی قطع نظر اُسکی مقدار اور شروط سے کذا فی الطحطاوی و ان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور
نہ پاوے سوائے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سوا سوائم اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُنہین سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی
خیرات کرے پھر سوائے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے م علمائے متاخرین نے مقدار قوت کی یون ٹھہرائی ہی کہ پیشہ در اپنی ذات و عیال کے واسطے
ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور اراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر
اسقدر رکھ لے جو اُسکو کفایت کرے یہان تک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل
بثوب فی مندیل و یقبضہ و لم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرویۃ فلا یلزمہ شیء بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا کرون یعنے مثلاً اگر
زید سے کلام کرون تو جسکا مین مالک ہون وہ صدقہ ہی تو اُسکا حیلہ یہ ہی کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اُس کپڑے کے جو رومال مین
لپٹا ہوا ہی اور اُسے قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اُسپر
کچھ صدقہ لازم نہ آویگا م اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلاً کلام زید کے وقت کوئی چیز اُسکی ملک مین نہ تھی بسبب بیچ ڈالنے کے اسواسطے کہ
ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہی نہ حلف کے وقت و لو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک و لم یکن لہ شیء لا یجب شیء اور اگر بولا کہ
قسم تو ہے ۱۲

حیلہ صحیحہ در اعلان یمین

ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہی تو اُسپر اتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہی اور اگر اُسکی
مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وصح الایصاء بلا علم الوصی فصح تصرفہ اور صحیح ہی وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہی تصرف وصی کا م
یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اُسکی بیچڈالی تو صحیح ہی لا
یصح التوکیل بلا علم وکیل نہین صحیح ہی وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنے اُسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین والفرق ان تصرف الوصی خلافۃ
والوکیل نیابۃ ایضاً اور توکیل مین فرق یہ ہی کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہی اور تصرف وکیل با بطور نیابت ہی ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو
علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہی تو اگر دادا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچڈالے تو جائز ہی اور وکیل کا تصرف
بطریق نیابت موکل ہی نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہی تو یہان علم ضرور ہی تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر
مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اُسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے
تو مالک کو اختیار ہی چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کراوے اور پھر تلف ہو تو کسی
پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فلو علم الوکیل بالتوکیل ولو من ممیز او فاسق صح تصرفہ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق
سے معلوم ہو تو اب اُسکا تصرف صحیح ہی ولا یثبت عزلہ الا باخبار عدل او فاسق ان صدقہ عنایہ او مستورین او فاسقین فی الاصح اور ثابت نہین ہوتی
وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی العنایہ یا معزولی ثابت ہوتی ہی دو شخص مستور الحال
سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول اصح مین کاخبار السید بجنایۃ عبدہ فلو باعہ کان مختار اللفداء مانند خبر دار ہونے مولی کے اپنے غلام کی جانب سے تو اگر باخبار عادل
یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اُسنے اُسکو بیچ ڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہی یعنی اُسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا والشفیع بالبیع
اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر ہوئی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا والبکر بالنکاح
اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اُسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین اور اگر مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح
ولی کی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا نہین والمسلم الذی لم یہاجر الینا بالشرائع اور جیسے اُس مسلمان کو جسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ
کی خبر پہونچنا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اُسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین آتا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہی یہان تک کہ اگر فرائض ترک کریگا تو قضا
اُسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول اصح یہ ہی کہ ایک فاسق کی خبر اسمین کافی ہی وکذا الاخبار بعیب لمرید شراء وحجر ماذون وفسخ شرکۃ وعزل قاض و
متولی وقف فہی عشر یشترط فیہا احد شطری الشہادۃ لا لفظہا اور اسی طرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدنے کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور
فسخ شرکت کی خبر احد الشریکین کو اور قاضی اور متولی وقف کو معزولی کی خبر تو یہ دس چیزین ہین جنہین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہی نہ لفظ شہادت ہم
شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو امور عشرہ مذکورہ کے اخبار مین ایک جز شرط ہی یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد وعزل قاضی اور
متولی وقف بحث ہی صاحب بحر کی نقص مذہب کذا فی الطحطاوی ولیشترط سائر الشروط فی الشاہد اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط مین یعنی آزاد اور بالغ
ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو مع عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہی جو شاہد مین شرط ہی بجز لفظ شہادت وحضور مجلس قضا اور یہ سب
مذکور امام کا مذہب ہی اور صاحبین کے نزدیک تو فقط تمیز مخبر مین شرط ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ فی البحر بالعزل القصدی وبما اذا لم یصدقہ وبکون المخبر غیر المرسل
والرسول الیہ فانہ یعمل بخبرہ مطلقا کما سیجیء فی بابہ اور قید لگائی ہی بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اُسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اُسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو
اور موکل کا پیام رسان نہو اسواسطے کہ پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہی چنانچہ عزل وکیل کے باب مین آویگا م یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہی اور عزل

حکمی مین تو قبل علم معزولی کے معزول ہوجاتا ہے عزل حکمی یہ ہے کہ موکل مرجاے یا اسکو جنون مطبق ہوجاے غیر رسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے یعنی اگر خصم
خبر دے تو عدد یا عدالت مخبر شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل
لازم ہے خواہ وہ فاسق ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی الصحیح ولوالجیۃ عبدا للغرماء
واخذ المال فضاع ثمنہ عند القاضی و استحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن بل لا کلیف
بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین بقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا دین والون کے
ادائے دین کے واسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن ضائع ہوگیا قاضی کے پاس اور غلام مالک غیر نکلا یا غلام ہلاک ہوگیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین ضامن
نہین اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک امین سے تاوان نہین دیتا بلکہ اسکے قسم بھی نہین لیجاتی بخلاف ناظر
وقف کے نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین کہ اگر انپر تاوان ہو تو اصل امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرین تو
رعایا کی مصالح معطل ہوجاوین کذا فی العینی ورجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد اور مشتری اپنا ثمن دین والون سے پھیرے بسبب متعذر ہونے
رجوع کے عاقد پر یعنی قاضی یا امین پر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے تعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کی
طرف اقرب الناس وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جب تک
صاحب دین طلب کرے کذا فی الحموی تصرف ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ فاستحق العبد او مات قبل القبض للعبد من الوصی وضاع
الثمن رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقدا نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو فیرجع علی الغرماء لانہ عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والون
کے واسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون اسکے حکم کے پھر غلام مستحق غیر نکلا یا مرگیا قبل قبضہ کرادینے غلام کے وصی کی جانب سے اور ثمن ضائع ہوگیا تو مشتری
وصی سے ثمن پھیرے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے عاقد قائم کیا میت کا نائب بناکر حقوق عقد وصی ہی کی طرف راجع ہونگے اور وصی دین والون پر
رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے انھین کی منفعت کے واسطے ہر جو کسی کے واسطے کام کرے اور اس کام کے سبب سے اسپر ضمان لازم آوے تو وہ تاوان اسی سے
پھیرے جسکے واسطے کام کرنا تھا طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یرجع کہتا بجاے فیرجع کے ولو ظہر بعدہ للمیت مال رجع الغریم فیہ بدینہ ہو الاصح اور اگر بعد اسکے میت کا
مال ظاہر ہو تو دین والا اپنا دین اس مال مین سے پھیرے یہی قول اصح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ایاہ حتی ہلک کان الہالک من مالہم
ای الفقراء والثلثان للورثۃ لما مر قاضی نے متروکہ موصی سے تہائی نکالی فقیرون کے واسطے اور انکو نہین دی یہان تک کہ وہ تلف ہوگئی تو فقیرون کا مال ضائع
ہوگیا اور باقی دو تہائیان وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہے یعنی قاضی فقیرون کے واسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہوگا امرک قاض عدل برجم او
قطع فی سرقۃ او ضرب فی حد قضی بہ بالذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعۃ ولی الامر ای مخاطب تجکو قاضی عادل نے امر کیا زانی محصن کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے
کا چوری مین یا مارنے کا حد مین جسکا وہ حکم کرچکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجکو اسکے فعل مین گنجائش ہے تنگی نہین بسبب واجب ہونے
طاعت حاکم کے یعنی طاعت اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور منجملہ طاعت حاکم کی تصدیق ہے ومنعہ محمد حتی یعاین الحجۃ واستحسنوہ فی زماننا وفی العیون
وبہ یفتی اور منع کیا ہے فعل مذکور کو محمد رحمہ نے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ کرے اور علما نے اسکو پسند کیا ہے ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہے کہ اسی قول کا
فتوی ہے اور وجہ استحسان مذکور فساد قضاۃ ہے اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت دیکر عہدہ قضا حاصل کرتے ہین تو احکام انکے باطل ہین اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن
ہے بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد رحمہ نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع
کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوے پھر انکا رجوع کرنا شیخین کے قول کی طرف صحیح ہوا کذا فی الطحطاوی۔

الا فی کتاب القاضی للضرورۃ مگر قاضی کے خط مین اسکے موافق عمل کرنا بلا معائنہ حجت جائز ہی بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حق اور اسواسطے کہ خیانت امیر
کم واقع ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہی اگر قاضی عادل اور عالم ہو ہم یہ قول ہی ابو منصور
کا اسواسطے کہ عدم اعتماد بعلت فساد اور غلط کے ہی اور یہ امر عالم عادل مین منتفی ہی اور اسیجابی نے ذکر کیا امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا امر
صورت مین ہی جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہین اور اسکا امر بالاتفاق لائق امتثال کے نہین تو ابو منصور کا قول
کشف ہی مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاہلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا لا اور اگر قاضی عادل جاہل ہی اگر اس سے
استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اسکی تصدیق ہوگی اور نہین تو تصدیق نہوگی ہم مثال اسکی زنا مین یہ ہی کہ قاضی کہے کہ مین نے زنا کے مقر
سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اسنے زنا کیا اسکا سوال مقر سے کیا تو اسنے اقرار کیا چنانچہ اسمین معروف ہی اور اسپر مین نے سنگساری کا حکم کیا
اور حد سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک بحجت ثابت ہوا کہ اسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمین کچھ شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے عمداً بلا شبہہ
قتل کیا تو اب اسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہی کذا فی النہر وکذا لا یقبل قولہ لو کان فاسقا عالما کان او جاہلا للتہمۃ فالقضاۃ اربعۃ اور اسی طرح قاضی کا
قول مقبول نہین اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہین ہم قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہی یا جاہل
غیر عادل ہی تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہی اور قاضی ثانی اگر سوال سب مین خوب بیان کرے تو تصدیق اسکی واجب ہی اور قطع جائز ہی اور ثالث
اور رابع کا قول مقبول نہین کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا مگر جبکہ حجت یعنی سبب شرعی کا معائنہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول
مقبول ہی ہم اسواسطے کہ بعد معائنہ حجت تہمت باقی نرہے شارح نے حجت کو ماول بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاے صب بہنا الانسان عند الشہود
فادعی مالکہ ضمانہ وقال الصاب کانت الدہن نجسۃ وانکر المالک فالقول للصاب لانکارہ الضمان والشہود یشہدون علی الصب لا علی عدم النجاسۃ
ڈھلکا یا کسی آدمی کا تیل گواہون کے سامنے سو اسکے مالک نے اسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اسکا انکار
کرتا ہی تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہی بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہین ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ہم ظاہر اجواب عدم
ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہی حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاے تو اسکی تطہیر ممکن ہی اور تیل ناپاک کا چراغ مین جلانا درست ہی غیر مسجد مین اور اگر اسکو اسپر حمل کیجیے کہ اسپر
پاک تیل کا ضمان نہین بلکہ ناپاک کا ضمان ہی تو جواب ظاہر ہی یعنی بلا تردد صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ولو قتل رجلا وقال قتلتہ لردتہ او لقتلہ ابی لم یسمع قولہ
لئلا یودی الی فتح باب العدوان فانہ یقتل ویقول کان القتل لذلک وامر الدم عظیم فلا یہمل بخلاف المال اقرار بزازیہ اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور کہا
کہ مین نے اسکو قتل کیا بسبب اسکے ارتداد کے یا بسبب اسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول مسموع نہوگا تا سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلجاے
لیئے اگر اسکا قول بلا شہود مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور
قاضی کہے کہ قتل اسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہی سو وہ مہمل چھوٹ نہین سکتا بخلاف مال کے کذا فی البزازیہ من کتاب الاقرار ہم خون کا امر عظیم ہی لہذا مال مین
ایک قسم کفایت کرتی ہی اور خون مین پچاس قسمین صدق قاض معزول بلا یمین قال لزید اخذت منک الفا قضیت بہ ای بالالف لبکر ودفعت الیہ
او قال قضیت بقطع یدک فی حق وادعی زید اخذ الالف وقطع الید ظلما واقر بکونہما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائہ وکذا لو زعم فعلہ قبل التقلید
او بعد العزل فی الاصح لانہ اسند فعلہ الی حالۃ معہودۃ منافیۃ للضمان فیصدق الا ان یبرہن زید علی کونہما فی غیر قضائہ فالقاضی یکون مبطلا صدر الشریعۃ
تصدیق کیجاویگی اس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھ سے دہ ہزار درم لیے جبکہ مین نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے
اور مین نے اسکو دیے یا قاضی نے کہا کہ مین نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق مین اور زید نے اسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا ازراہ ظلم کے

دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسی طرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو
گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول اصح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اس حالت معینہ یعنی قضا کی طرف نسبت کی جو تاوان کے
منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی سے فعل ہوگا اس فعل میں کذا فی [illegible]
ہم حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم اسواسطے نہیں کہ فعل اُسکا قضا میں باقرار
مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولی من
اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر نہو تو اُسکو دسواں حصہ اموال یتامی اور
اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ہم صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اُسکے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر
فی مسئلۃ الطاحونۃ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ہم اس مسئلہ کا بیان ذکر مجمل ہے علاوہ بریں یہ قول محرر اور منقح بھی
نہیں اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات
وقف کا دسواں حصہ متولی کیواسطے مقرر کردیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ جسمیں متولی کی کچھ حاجت نہیں
اور اس پنچکی والے لوگ اُسکا غلہ لیا کرتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اسمیں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہوگا
بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کے واسطے اسوقت میں مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہوا اجرت مثل سے
تو زائد کو پھیر دے اور تخفیف کرے اور خزانۃ الاکمل اور ولوالجیہ میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت
لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لھما اخذ الاجرۃ کالنکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لھما علی قدر کتبھما لان الکتابۃ
لا تلزمھما وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اسکی مزدوری لینا جائز نہیں
جیسے صغیر کا نکاح کردینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور
مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر اُنکی کتابت کے اسواسطے کہ کتابت قاضی اور مفتی پر لازم نہیں اور پورا بیان اُسکا شرح وہبانیہ میں ہے ہم خلاصہ میں ہے
کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں اور اسکے سوا سے حلال ہے
اور مال یتیم کی بیع کی اجازت پر اجرت حلال نہیں اور اگر اجرت لے گا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور اصح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت
کے ہے اور کہا ہے ایک سو کے وثیقہ کی مشقت جسمیں اجناس مختلفہ میں زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عمادیہ میں ملتقط سے ہے اور یہ
جو بعضوں نے کہا کہ ہر ایک ہزار میں پانچ درہم اجرت ہے سو معتمد نہیں اور ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں اور کونسی مشقت ہے کاتب کو کثرت
ثمن کی تحریر میں اُسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اُسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک اور نقاب کے مشقت قلیلہ میں اور شرح تمرتاشی میں
نصاب سے منقول ہے کہ اجرت تو واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ
کے طول اور قصر اور اسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذا فی الطحطاوی وفیہا ولیس لہ اجر ان کان قاسما وان لم یکن من
بیت المال مقرر اور شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کے واسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو اور بعض
لانعدام مقررہ وفی عصرنا فالقول الاول [illegible] اور بعضوں نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں تو پہلا قول منصور اور مختار ہے وجوز للمفتی
علی کتبہ خطہ علی قدرہ ولیس فی الکتب بکثیر اور مفتی کو اجرت تجویز کرتی اسکے لکھنے پر بقدر اسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کو کتابت میں منحصر نہیں یعنی اسپر کتابت واجب

اور لازم نہین ہم شرح وہبانیہ مین جلال الدین ابوالمحامد سے منقول ہر کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہین جواب فتوی کی کتابت کی اجرت لینے مین اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہر نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہر یعنی تاقیل اور قال سے بچے اور ابرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہر شہادات کے احکام مین ہم شہادات جمع ہر شہادت کی اگرچہ شہادت اصل مین مصدر ہر لیکن مصنف اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے اخرہا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وہو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہر اور قضا مقصود ہر اور مقصود مقدم ہر وسیلہ پر ہی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت مین عبارت ہر خبر قاطع سے یعنی قطعی اور یقینی خبر جسمین شک و تردد نہین وشرعاً اخبار صدق لاثبات حق فتح فتدت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع مین شہادت عبارت ہر اخبار صدق سے حق ثابت کرنے کے واسطے کذا فی الفتح مین کہتا ہون جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہر نہ حقیقت جیسے قسم بولنا جھوٹی قسم پر مجاز ہر ہم اخبار بمنزلہ جنس کے ہر اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئین اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بعض عرفیات کو کوئی شخص مجلس قضا مین بہ لفظ اشہد تکلم کرے بلفظ الشہادۃ اخبار صدق بلفظ شہادت ہو ہم یعنی شہادت مین بالخصوص لفظ شہادت متعین ہر تو تعبیر بہ لفظ علم ویقین کافی نہین فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق بہ لفظ شہادت مجلس قاضی مین اگرچہ بلادعوی مدعی ہو چنانچہ لونڈی کی آزادی مین ہم مجلس قضا کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا مین واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہین عتق جاریہ اور طلاق زوجہ مین صحت شہادت کے واسطے دعوی شرط نہین بلکہ جمیع شہادت حسبیہ کا یہی حکم ہر کذا فی الطحطاوی وسبب وجوبہا طلب ذی الحق اوخوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا اذا الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب صاحب حق ہر یعنی جبکہ صاحب حق شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کے حق فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے فوت ہو جانے حق سے تو اسکو گواہی دینا لازم ہوگا بلا طلب مدعی کے کذا فی الفتح یعنی آدمی کے حق مین شہادت شاہد پر واجب نہین بلا طلب آدمی مگر درصورت خوف فوت حق اور حق اللہ کی آدا شہادت مین تو شاہد شرعاً مطالب ہر شرطہا احد وعشرون شہادت کی شرطین اکیس ہین شرائطہا مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہر یعنی ایک شرط یہ ہر کہ مجلس قضا مین شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ شرط مکانہا واحد وشرط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطین تین ہین عقل کامل ہونا شاہد ہونے کے وقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجا مگر اسکا معاینہ شرط نہین جسمین تسامع سے گواہی ثابت ہر ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہین اور اسی طرح اندھے کی گواہی صحیح نہین بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کے واسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہین تو اگر گواہ ہونے کے وقت صغیر عاقل ہو یا کافر یا فاسق پھر صغیر بالغ ہو جا اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرے اور انحالتون مذکورین قاضی کے سامنے گواہی دین تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطین ہین دس شرطین عام ہین جمیع انواع شہادت مین اور سات شرطین بعض انواع شہادت مین خاص ہین منہا الضبط از اخذہ ضبط ہر یعنے یہ شرط ہر کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو یا اشتباہ ترددہ تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہین بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافاً للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہر یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونون کا دین ایک ہو یا شاہد کا دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہر اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہر والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور ازانجملہ یہ شرط ہر کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھ کر دونون مین فرق کر سکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اور منجملہ شرائط عدم قرابت ہر

اول یعنی درصورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے اور ضم کا فیجی ایک عالم ہی جسکا رسالہ مسمی البینۃ القضاۃ علی البناۃ کذا فی الفتح و یجب اداؤہا بالطلب
و لو حکما کما مر اور واجب ہی ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب کہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا ہو اور خوف ہو فوت کا تو
شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہی ہم افتراض ادائے شہادت صحیح علیہ ہی حق تعالی نے فرمایا (لا تکتموا الشہادۃ و من یکتمہا فانہ آثم قلبہ) یعنے نہ چھپاؤ
گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہی تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہی تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدون پر جس
کتمان مجرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہی تو یہ تاکید پر تاکید ہی اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہی دل کی طرف جو اشرف الاعضا ہی
اور بدن کا رئیس ہی کیونکہ دل محل کتمان ہی تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہی کذا فی الفتح
امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالی کے اس قول میں کہا (ولا یاب الشہداء اذا ما دعوا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین کہ
یہ بھی عام ہی تحمل اور ادائے شہادت مین لیکن تحمل متعاقدین کو شاہد کرنے کے واسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو انکے پاس حاضر
ہونا لازم نہین اور ادائے شہادت مین شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر
رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہی کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل اور ادا کے واسطے
کوئی نہووے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات پر مستحب ہی مگر قدر یسیر مین چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی
مین ہی کہ اشہاد عقود مین مستحب ہی مگر نکاح مین ہمارے نزدیک واجب ہی اور اسی طرح رجعت مین شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ مین ہی
کہ کچھ مضائقہ نہین کہ احتراز کرے آدمی تحمل اور ادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل اور ادا کے واسطے اور اگر اور لوگ
نہون تو امتناع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولکن وجوبہ لشروط سبعۃ مبسوطۃ فی البحر وغیرہ منہا عدالۃ قاضی و قرب مکانہ و علمہ بقبولہ او بکونہ اسرع قبولا
و طلب المدعی لو فی حق العبد ان لم یوجد بدلہ ای بدل الشاہد لانہا فرض کفایۃ تتعین لو لم یکن الا شاہدان لتحمل او اداء ولیکن ادائے شہادت کا
وجوب سات شرطون سے ہی جو بحر الرائق وغیرہ مین مشرح ہین از انجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہونا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اسکے
شتاب تر قبول ہونے کا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد مین ہی بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہی فرض
عین ہو جاتی ہی اگر تحمل و ادا کے واسطے سوائے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ہم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی
غیر عادل ہو تو گواہی نہ دینا جائز ہی کیونکہ غیر عادل اکثر طعن کرتا ہی قبول نہین کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہی کہ ادا ادائے شہادت
اسپر متعین ہو ۲ اقرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے
گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہی اور حق تعالی نے فرمایا (ولا یضار کاتب ولا شہید) یعنے اور ضرر نہ پہونچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو
اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نکریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہین یا علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے
تو اسپر ادائے شہادت واجب ہی اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر مین ہی علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہی وجہ تامل شاید یہ ہی
کہ جب وہان وہ شخص موجود ہی جس سے حق ثابت ہو سکتا ہی تو وجہ وجوب کی ظاہر نہین ہم طلب مدعی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق و
عدم علم مدعی الشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو
اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہی کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے
بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دی ہی یا مشتری نے

غلام کو آزاد کر دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اب اُسکو دین اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہین اور اگر مخبر عدول نہو تو شاہدون کو
اختیار ہے چاہین گواہی دین اور قاضی سے مخبرین کی خبر بیان کر دین اور چاہین گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین شرط سابع یہ ہے
کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اُسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اُسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً بتصرف وکذا
الکاتب اذا تعین لکن لہ اخذ الاجرۃ لا للشاہد حتی لو رکبہ بلا عذر لم تقبل وبہ تقبل لحدیث اکرموا الشہود اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے یعنی کتابت فرض ہے جبکہ کاتب
متعین ہو جاوے یعنے جب اُسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کر لیگا تو اُسکی گواہی مقبول
نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے بدلیل اس حدیث کے کہ اکرموا الشہود ھم عذر یہ ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے
کرایہ دینے کا مقدور نہو اور یہ تفصیل صاحب نوازل کی ہے پوری حدیث خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رض سے یون روایت کی ہے کہ (اکرموا الشہود فان اللہ
تعالی یستخرج بہم الحقوق ویدفع بہم الظلم) یعنی تکریم اور توقیر کرو شاہدون کی اسواسطے کہ اللہ تعالی اُنکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی حجت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی
الطحطاوی تو پیر مرد عاجز کو سواری دینا منجملہ توقیر اور تکریم کے ہے وجوز الثانی الاکل مطلقاً وبہ یفتی بحر واقرہ المصنف اور ابو یوسف نے شاہدون کو کھانا دینا مطلقاً
جائز رکھا ہے اور اسی کا فتوی ہے اور مصنف نے اُسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین ھم تجویز اکل مطلقاً ہے خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہدون کے آنے سے پہلے یا خاص اُنہین
کے واسطے تیار کیا ہو اور محمد رح نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعضے مشایخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشہادۃ فی حقوق اللہ تعالی اور ادائے شہادت
واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق مین ہو ھم واجب سے مراد فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ مین قبول شہادت بلا طلب
کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی منجملہ اُنکے ہے جنپر یہ واجب ہے تو شاہد مدعی ٹھہرا من جہۃ الوجوب اور شاہد ٹھہرا
من جہۃ تحمل الشہادت تو اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضون نے حق اللہ مین قاضی کو مدعی کہا ہے وہی کثیرۃ عد منہا فی الاشباہ اربعۃ عشرۃ اور حقوق
اللہ تعالی کے بہت مین اُنمین سے اشباہ مین چودہ شمار کیے ہین ھم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان
حدود سوا حد قذف و سرقہ نسب خلع ایلا ظہار مصاہرت حریت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا لائق یہ ہے
کہ وقف مین جواب علی التفصیل ہو کہ جب وقف ہو قوم پر باعیانہم تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول نہین اور اگر فقیرون اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے
نزدیک بدون دعوے مقبول نہین اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوے مقبول ہے اسی کا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال
رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوے مقبول ہے اور عمادیہ مین فتاوی رشید الدین سے عدم قبول مذکور ہے اور اضحی مین اختلاف ہے بعضون نے
اُسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضون نے ہلال فطر پر اور نسب مین خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوے نقل کیا ہے اور بعضون کے نزدیک بلا دعوے مقبول
نہین اور ایلا اور ظہار اور مصاہرت مین شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوے ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد مین
صاحبین کے نزدیک حق اللہ غالب ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہین یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد
غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاہد الحسبۃ شہادتہ بلا عذر فسق فترد صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت
مین تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اُسکی مردود ہوگی ھم بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ بعضی مشایخ نے اُن گواہون مین جواب
دیا جنھون نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ اُنکی گواہی مقبول نہین کاکی نے کہا حسبہ وہ ہے جس سے ثواب آخرت کی توقع
ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امراۃ ای بائنا وعتق امتہ و تدبیرہا حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اُسکا مدبر ہونا ھم
عورت عام ہے خواہ بی بی ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی مین زوجین کا پاس رہنا بطور ازواج مخالف شرع نہین اسواسطے کہ اسطرح

کا رہنا جبت مین شمار ہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اُسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسی طرح تدبیر سے اُسکی شرمگاہ وارثون پر حرام ہی مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہی وکذا عتق عبد وتدبیرہ شرح وہبانیہ اور اسی طرح ہی غلام کی آزادی اور اُسکا مدبر کرنا کذا فی شرح الوہبانیہ م ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر مین خلاف ہی اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الرضاع کما مر فی بابہ اور اسی طرح رضاع حق اللہ ہی چنانچہ باب الرضاع مین مذکور ہوچکا وبل یقبل جرح الشاہد حسبۃ للظاہر نعم لکونہ حقا للہ تعالی اشباہ اور کیا طعن کرنا شاہد مین بارادہ ثواب مقبول ہی یا نہین جواب ظاہر یہ ہی کہ ہان مقبول ہی کیونکہ وہ حق اللہ ہی کذا فی الاشباہ م حسب حال جرح سے یعنی اگر طاعن شاہد مین بقصد ثواب طعن کرے تو ظاہر مقبول ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ حسبہ شاہد سے حال واقع ہو چنانچہ بعضون نے ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی فبلغت ثمانیۃ عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی چودہ حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوچکے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اُسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اُسکی تدبیر کو ذکر کیا سو تو چودہ مین داخل ہین بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ مین منحصر نہین چنانچہ شارح نے پہلے بہ لفظ کثرت اُسکی طرف اشارہ کر دیا ولیس لنا مدع حسبۃ الا فی الوقف علی الرجوح فلیحفظ اور نہین ہی ہمارے واسطے مدعی حسبہ مگر وقف مین بنا بر قول ضعیف کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف مین دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہی اور فتوی اُسپر ہی کہ دعوی مسموع نہین مگر متولی سے پھر جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا کذا فی الاشباہ وستر افی الحدود ابر لحدیث من ستر فالاولی الکتمان الا المتہتک بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود مین بہتر ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپا لیگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود مین کتمان شہادت بہتر ہی مگر بے پردہ درکے واسطے کتمان بہتر نہین بلکہ گواہی دینا بہتر ہی کذا فی البحر م ہر چند قرآن مجید مین نہی عن الکتمان عام ہی لیکن اُسکی تخصیص حدود کی شہادت مین احادیث مشہورہ سے ثابت ہی اسواسطے کہ اُسمین پردہ پوشی ہی از انجملہ وہ حدیث ہی جو ابو ہریرہ سے بخاری اور مسلم مین مروی ہی (من ستر علی مسلم سترہ اللہ فی الدنیا والآخرۃ) یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اُسکی دنیا اور آخرت مین پردہ پوشی کرے وتمامہ فی فتح القدیر والاولی ان یقول الشاہد فی السرقۃ اخذ احیاء للحق لا سرق رعایۃ للستر اور بہتر یہ ہی کہ شاہد چوری مین یون کہے کہ اُسنے لیا تا صاحب مال کا حق تلف نہو اور یون نہ کہے کہ اُسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کے واسطے م یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہی یعنی جب حدود مین پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اُس سے لازم آتا ہی کہ چوری کی گواہی مطلقًا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہی اُسکا جواب دیا کہ اسطرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہی خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادائے مال وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق مستلزم حد نہین اور بخلاف اسکے اسمین سروق منہ کی بھی مصلحت ہی اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان مال کا منتفی ہوگا در صورت اتلاف کذا فی الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر مین حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے انہین قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اُسکا مال اُسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا انہون نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہین اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہین کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہی پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف رحمہ اللہ نے اُنکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی اب کیا وجہ ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اُسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہو گیا تو اب اُسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار مقبول نہوگا جو مسقط ضمان ہی تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابہا للزنا اربعۃ رجال لیس منہم ابن زوجہا اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہین جنمین کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو م ثبوت زنا کے واسطے چار مرد گواہ ہونا چنانچہ قرآن مجید مین مصرح ہی یہ عبادت پردہ پوشی کی طرف مشیر ہی اسواسطے کہ چار مردون کا بصفت خاص گواہی دینا اکثر دشوار ہوتا ہی اور ابن زوج کی نفی مقید ہی اُسکے ساتھ کہ جب باپ مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں زندہ ہو

اور اگر ایسا نہو تو ابن زوج کی گواہی جائز ہی بحر الرائق مین کہاکہ محیط برہانی کا خلاصہ یہ ہی کہ مرد کی اگر دو عورتین ہون اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہون
انمین سے چار بیٹون نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اسنے زنا کیا انکی سوتیلی مان سے تو گواہی مقبول ہی مگر جبکہ باپ مدعی زنا ہو یا انکی مان زندہ ہو تو گواہی
انکی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی (ولو علق عتقہ بالزنا ووقع برجلین ولا احد) اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے متعلق کی یعنی یون بولا کہ اگر
مین زنا کرون تو یہ غلام آزاد ہی تو آزادی واقع ہوگی دو مردون کی گواہی سے اور حد نہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دین تو حد نہ ہوگی مولی
پر حد نہین کیونکہ چار گواہ نہین لیکن عتق غلام ثابت ہوگا (ولو شہد اربعۃ بزنائہ محصنا فاعتقہ القاضی ثم رجموہ رجع الکل ضمن الاولان قیمتہ للمولی
والاربعۃ دیتہ لہ ایضا لوارثہ) اور اگر دو شاہدون نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہون نے غلام کے زنا در حالت احصان کی گواہی دی سو
قاضی نے غلام کو آزاد کردیا یعنے اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہون نے شہادت سے رجوع کیا یعنے کذب شہادت کے قائل
ہوے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دین اسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا بھی تاوان دین اگر مولی غلام کا وارث
ہو (لبقیۃ الحدود والقود ومنہ اسلام کافر ذکر لما لہ القتلۃ بخلاف الانثی بحر ومثلہ ردۃ مسلم رجلان) اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت
دو مرد ہین اور من قبیل قصاص کافر مرد کے اسلام کی گواہی ہی کیونکہ انجام کار شہادت کا اس کافر کا قتل ہی بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر
کے مانند ارتداد مسلم ہی (م) مرد کافر کے اسلام کی گواہی مین دو مرد اسواسطے شرط ہوے کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت
کافرہ کے کہ اسکے اسلام پر عورتون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مآل کار قتل نہین اگر وہ کفر پر اصرار کرے اسی طرح ارتداد مسلم کی گواہی مین دو مرد
شرط ہین اسواسطے کہ درصورت اصرار اسکا بھی مآل کار قتل ہی بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر مین ہی کہ زنا کے سوا باقی حدود اور قصاص مین دو مردون
کی گواہی مقبول ہی نہ عورتون کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی (قال مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین بعدہ
ان لا تجوز شہادۃ النساء فی الحدود والدماء) یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے بعد دونون خلیفون سے یہ سنت جاری ہی کہ جائز نہین
عورتون کی گواہی حدود اور دماء مین یعنی قصاص مین اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے کہ معظم تقریر شرع اور طریق احکام
انھین دونون کے زمانے مین ہوا اور انکے بعد ان خلفا مین نہ تھا مگر انکا اتباع انتہی (الا المعلق فیقع ولا یحد کما مر مثلا عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری
جائیگی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہی یعنی اگر بعض شہود عورات ہون تو امر معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین شراب پیون تو میرا
غلام آزاد ہی پھر ایک مرد اور دو عورتون نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہوگی کیونکہ حدود مین شہادت عورات کی
مجال نہین کذا فی الطحطاوی (والولادۃ واستہلال الصبی للصلوۃ علیہ للارث عندہما والشافعی واحمد وہو ارجح فتح والبکارۃ وعیوب النساء فیما لا یطلع
علیہ الرجال امراۃ حرۃ مسلمۃ والثنتان احوط) اور ولادت اور آواز طفل اسپر نماز پڑھنے کے واسطے اور بکارت اور عیوب النساء کے واسطے جس عضو مین مرد مطلع
نہین ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہی اور دو عورتون مین زیادہ تر احتیاط ہی اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کے واسطے صاحبین اور
شافعی اور احمد کے نزدیک ہی اور یہی قول راجح تر ہی کذا فی الفتح (م) یعنی امور مذکورہ مین ایک عورت کی شہادت کافی ہی قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی
سے ولادت ثابت ہوتی ہی یعنے بحق ثبوت نسب بحق میراث انتہی اگر دائی گواہی دے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور
امام کے نزدیک میراث ثابت نہوگی ہان اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کے واسطے کافی ہی عورات کے عیوب چنانچہ شرمگاہ مین ہڈی یا گوشت زائد ہونا
لونڈی خرید کرنے مین اسکے دریافت کی حاجت ہوتی ہی زیلعی نے عورت شاہدہ مین بالغہ عاقلہ عادلہ کی قید زیادہ مذکور کی ہین کذا فی الطحطاوی (فتح لقولہ
مین ہی کہ ایک عورت کے شاہد ہونے کی دلیل وہ ہی جسکو مبسوط مین محمد بن حسن نے روایت کیا (عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء

بن رباح و طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ) یعنی مجاہد اور سعید اور عطاء اور طاؤس تابعین نے فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے اُسمین جسکی طرف مرد نہین نظر کرسکتے یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع محلی بالف ولام ہے
مراد اُس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ احسن ہے اور عبدالرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ
عورتون کی گواہی اُس امر مین جائز ہے جسپر اُنکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا اس قبیل سے ہے ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی والاصح قبول رجل واحد خلاصہ اور ایک مرد کی گواہی
مقبول ہے بقول اصح کذا فی الخلاصۃ ہم بحرالرائق مین ہے کہ جب ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ مین عورت کے پاس ناگہان جا پڑا اور ولادت کے وقت میری نظر اُسپر پڑ گئی
تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے بالقصد اُسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا و فی البرجندی
عن الملتقط ان المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان تقبل شہادتہ انتہی فلیحفظ اور برجندی مین ملتقط سے منقول ہے کہ معلم جبکہ تنہا گواہی دے وقائع اطفال مین تو
اُسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین بحکم دیت مقبول ہے تاکہ خون مفت
ضائع نہو و نصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح و طلاق و وکالۃ و وصیۃ و استہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ
کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہین خواہ حق مال ہو یا غیر مال چنانچہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کیواسطے
ہو لان فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس نہ صبیان مکتب مین اسواسطے کہ اُنمین تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے
چنانچہ قہستانی مین ہے تجنیس سے ہم ابوسعود نے کہا ملتقط مین صبیان مکتب کی قید نہین تو اہل صبیان حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ صبیان مکتب کی
قید اتفاقی ہے او رجل وامرأتان یا ایک مرد اور دو عورتین یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق مین نصاب شہادت دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین قال اللہ
تعالی (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان) یعنی اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین الحاصل شہادت چار قسم پر ہے زنا مین چار مرد اور باقی حدود اور قصاص
مین دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اور اُن امور مین جنمین مرد مطلع نہین ہوسکتے مانند ولادت و عیوب نساء
ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدیٰہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتون مین بدلیل قول حق تعالی کے تو یاد دلاوے
ایک عورت دوسری کو ہم جب تذکیر کا حکم ہوا تو یہ بدون اجتماع کے نہین ہوسکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہین چار عورتون
کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتون کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتون کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کے واسطے اُنکو دارالحکومت مین آنا پڑے اور
دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع مین ثابت نہین خصوص الا منۃ الثابت بالاموال و توابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتون کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص
کی ہے اموال اور اُنکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ مین اُنکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہین توابع اموال چنانچہ
شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جس زخم سے کہ مال واجب ہو اور اسی طرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتین ہین ایک روایت شافعی
کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح و لزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا
اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ مین لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت مین یہ ضرور ہے کہ گواہ
یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون اسکی کہ مدعی کے دس درم مثلاً مدعا علیہ پر ہین تو اگر یون کہے کہ مین جانتا ہون یا یقین رکھتا ہون اسکا تو مقبول نہین
کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہین فتح القدیر مین ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اشتراط لفظ پر ناطق ہین قال تعالی (واشہدوا ذوی عدل منکم
واشہدوا اذا تبایعتم فاستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم و اقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رأیت
مثل الشمس فاشہد) الحاصل کہ ان نصوص مین امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت اقویٰ ہے اخبار

اور یقین سے کیونکہ معنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار کے ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم مین برابر ہی اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کے لفظ مین منحصر
نہین انتہی ملخصا بتصرف وکل مالا یشترط فیہ ہذا اللفظ کطہارۃ ماء ورویۃ ہلال فہو اخبار لا شہادۃ اور جسمین کہ یہ لفظ اشہد کی شرط نہین جیسے طہارت پانی کی یا رویت
ہلال رمضان کی تو وہ اخبار ہی شہادت نہین والعدالۃ لوجوبہ اور مراتب اربع مین عدالت شاہد کی لازم ہی وجوب قبول کے واسطے یعنی قاضی پر قبول شہادت واجب
نہین بدون عدالت شاہد ہم عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی (واشہدوا ذوی عدل منکم) یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والون کو اپنون سے یعنی اہل اسلام سے
اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہی اسواسطے کہ شہادت خبر ہی جسمین صدق اور کذب دونون کا احتمال برابر ہی بنظر نفس مفہوم تو اس سے
آشکارا ہونا لازم نہین آتا کہ اسپر عمل کیا جائے کذا فی الفتح فی الینابیع العدل من لم یطعن علیہ فی بطن ولا فرج ومنہ الکذب لخروجہ من البطن ینابیع مین ہی کہ عادل
وہ شخص ہی جسپر طعنہ نہوپیٹ اور شرمگاہ مین اور از انجملہ کذب ہی بسبب نکلنے کذب کے پیٹ سے ہم علامہ عبد البر نے کہا تفسیر عدالت مین بہتر قول یہ ہی کہ عادل
وہ ہی جو مجتنب ہو کبائر سے مصر نہو صغائر پر صلاح اور صواب اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور خطا سے صدق اسکے استعمال مین ہو اور کذب سے کنارہ گزین ہو دیانت
اور مروت کی راہ سے اور یہی بیان مروی ہی ابو یوسف سے دریافت کرنا چاہیے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ تیسری شرط بھی ضروری ہی یعنی تفسیر شہادت
تو اگر شاہد یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہین اور اگر کہے گواہی دیتا ہون مثل گواہی اپنے ساتھی کے تو جمہور کے نزدیک مقبول
ہی اور اوزجندی نے اسمین یہ قید لگائی کہ اگر یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے جو اسنے مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دی خلاصہ
مین ہی کہ اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الطحطاوی لا لصحتہ خلافا للشافعی فلو قضی بشہادۃ فاسق نفذ واثم فتح عدالت وجوب قبول کی شرط ہی نہ صحت قبول
کی برخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار ہوگا کذا فی الفتح الا ان یمنع منہ ای من القضاء
بشہادۃ الفاسق الامام فلا ینفذ لما مر انہ یتاقت ویتقید بزمان ومکان وحادثۃ وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاءہ باقوال ضعیفۃ مگر یہ کہ امام منع کر دے اس سے
یعنے قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہو گی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قضا موقت اور مقید ہو سکتی ہی زمان اور مکان اور حادثہ اور قول معتمد سے
تو قاضی کی قضا نافذ نہو گی اقوال ضعیفہ مین وما فی القنیۃ والمجتبی من قبول ذی المروۃ الصادقۃ فقول الثانی بحر وضعفہ الکمال بانہ تعلیل فی مقابلۃ النص
فلا یقبل واقرہ المصنف اور جو قنیہ اور مجتبی مین ہی صاحب مروت صادقہ کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہی کذا فی البحر اور اس قول
کو ضعیف کہا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابلہ مین تو مقبول نہین اور اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی ہم
فتح القدیر مین ہی کہ ابو یوسف سے روایت ہی کہ فاسق جب کہ لوگون مین صاحب وجاہت ہو جیسے سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی
مقبول ہی اسواسطے کہ بسبب اسکی رو داری اور وجاہت کے جھوٹی گواہی کے واسطے کوئی اسکے واسطے اجورہ مقرر نہین کر سکتا اور وہ کذب سے
باز رہتا ہی بسبب اپنی مروت کے اور قول اول اصح ہی کیونکہ یہ تعلیل ہی نص کے مقابل مین تو مقبول نہین انتہی نص سے مراد نص قرآنی ہی یعنے (واشہدوا
ذوی عدل منکم) طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہی آداب نفسانیہ سے جو محاسن اخلاق اور جمیل عادات پر باعث ہون وہی ان علی حاضر یحتاج
الشاہد الی الاشارۃ الی ثلثۃ مواضع اعنی الخصمین والمشہود بہ لو عینا لادینا اور گواہی اگر حاضر شخص پر ہی تو شاہد کو تین موضع کی طرف اشارہ کرنے کی حاجت
ہی یعنے مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ یعنی جس امر کی گواہی دیتا ہی بشرطیکہ مشہود بہ عین ہو نہ دین ہم مثلا یون کہے شاہد کہ مین گواہی دیتا ہون کہ یہ تلوار
اس مدعی کی ہی اس مدعا علیہ کے پاس وان علی غائب کما فی نقل الشہادۃ او میت فلا بد لقبولہا من نسبتہ الی جدہ فلا یکفی ذکر اسمہ واسم
ابیہ وصناعتہ الا اذا کان یعرف بہا ای بالصناعۃ لا محالۃ بان لا یشارکہ فی المصر غیرہ اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت مین یا میت
پر گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضرور ہی نسبت مشہود علیہ کی اسکے دادا تک تو ذکر کرنا اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا

متن عادل

کافی نہین مگر جبکہ وہ اُس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر مین دوسرا شخص اس حرفے مین اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر
التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین و ملتقط تو اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا پس معتبر مشہود علیہ
کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہان تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب ذکر کرنا کافی ہے کذا فی
جامع الفصولین والملتقط ولا یسأل عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد و قود اور قاضی شاہد کی عدالت اور فسق لوگون سے نہ پوچھے بدون طعن
مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص مین البتہ سوال کرے وعندہما یسأل فی الکل ان جہل بحالہم بحر سرا و علنا بہ یفتی وہو اختلاف زمان لانہا کانا فی
القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال نہ جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور
علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے اسواسطے کہ صاحبین چوتھے قرن مین تھے حموی
نے کہا صاحبین کے نزدیک سوال واجب ہے تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے مگر حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی ایک رقعہ
جسکو مستورہ بھی کہتے مین مزکی کے پاس بھیجے اور اُس رقعہ مین شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس مسجد مین وہ نماز پڑھتے ہین مرقوم ہو سو مزکی شاہد
کی عدالت اسمین اسطرح لکھے کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہو تو یون لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم
ہو تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تا مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اُس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے
کہ اگر مین تصریح نہین کرتا تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو ابتصریح فسق کرے چنانچہ بنایہ مین ہے اور اخفاے سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے
تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا اور شاہد حاضر کر اور قاضی یہ نہ کہے کہ یہ مجروح اور مطعون ہے تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے عداوت اور خلش نہ پیدا ہو اور
علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہے کہ مزکی اور شاہد کو ایک جگہ جمع کرے اور پوچھے کہ اسی شخص کو تو نے عادل کہا ہے ملتقط مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہین
مگر بعد تزکیہ سر یعنی مخفی کے کہا کہ قرن رابع مین لوگون کے احوال متغیر ہو گئے تھے اور خیانت اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے
کہ وہ قرن ثالث مین تھے جنکے واسطے خیر اور صلاح کی گواہی حدیث مرفوع مین موجود ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے جسمین مین ہون
پھر وہ لوگ جو انکے متصل مین پھر وہ لوگ جو انسے متصل پھر کذب پھیل جائیگا یہانتک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کرنے سے
پہلے انتہی اور یہ مبنی ہے اُسپر کہ قرن پچاس برس کا ہو جیسا کہ جعبری نے شرح مسلم مین مذکور کیا ہے ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانے سے
اور اسکی تحدید مین اختلاف ہے دس برس سے ایک سو بیس برس تک لیکن ستر اور سو برس کا قول مین نے نہین دیکھا انتہی طبقات عبد القادر مین مذکور ہے کہ امام کا انتقال
ڈیڑھ سو برس مین ہوا اور ابو یوسف کا انتقال ایک سو بیاسی مین ہوا اور محمد کا انتقال ایک سو ستاسی مین ہوا کذا فی الطحطاوی ولو اکتفی بالسر جاز مجمع وبہ یفتی سراجیہ
اور اگر قاضی سوال مخفی پر کفایت کرے تو جائز ہے کذا فی المجمع اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم فقط تزکیہ علانیہ صدر اول مین تھا اور محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ
بلا اور فتنہ ہے وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار درر یعنی الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ فہو بعبارتہ جواب عن النقص
بالعبد و بدلالتہ عن النقص بالمحدود ابن کمال اور تزکیہ مین مزکی کا یون کہنا کفایت کرتا ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح مین بسبب ثابت ہونے حریت
کے بجہت دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنے جو شخص کہ دار الاسلام مین رہتا ہے اسمین اصل حریت ہے تو وہ معنی لفظ عادل اپنی عبارت اور منطوق
سے جواب ہے نقص عبد سے اور اپنی دلالت سے جواب ہے محدود فی القذف کے نقص سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے فقط لفظ عادل بلا قید جائز الشہادۃ
کافی ہے تزکیہ مین اسواسطے کہ اسکا غلام نہونا اور محدود فی القذف نہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ نفی عبدیت بعبارۃ النص ہے اور نفی
محدود فی القذف بدلالۃ النص ہے طحطاوی نے کہا یہ اُسوقت مسلم ہو جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق منطوق مفہوم ہو اور غلام پر عدل نہ بولا جاتا ہو اور

سلہ یعنے جس صورت مین گواہ مشہود علیہ کے دادا کا ذکر کرے [illegible]

محدود فی القذف عدل نہوتا ہو حالانکہ ایسا نہین واندا سرخسی کا مختار یہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہین اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر
جائز الشہادت ہی اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کے واسطے گواہی دے تو ضرور ہے زیادہ کرنا جائز الشہادۃ کا چنانچہ ظہیریہ مین ہے بحر الرائق مین کہا کہ
یہ قول ترجیح کے لائق ہے انتہی خصاف کی شرح ادب القاضی مین ہے کہ تزکیہ کی آٹھ شرطین ہین اول یہ کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو دوم یہ کہ مزکی شاہد
کو آزما چکا ہو شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم مزکی کو معلوم ہو کہ شاہد نماز جماعت کا ملازم ہے چہارم یہ کہ شاہد دینار اور درم کی خوش معاملگی مین معروف ہو پنجم یہ
کہ اداے امانت مین قاصر نہو ششم یہ کہ راست گو ہو ہفتم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہشتم یہ کہ صغائر پر مصر نہو انتہی ما فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم الذی
لم یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اُس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل مین رجوع نہین کیا گیا صحیح نہین ہے جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح
نہوئی تو مدعی کی تعدیل بطریق اولی صحیح نہین حموی نے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہین کہ مدعی او اسکے شہود کے گمان مین مدعا علیہ کاذب ہے انکار دعوی مین
اور مبطل ہے اپنے اصرار مین لہذا وہ معدل ہونے کی لیاقت نہین رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بزازیہ تو اگر مدعا علیہ اُن لوگون مین ہو جنکی
طرف تعدیل مین رجوع ہوتی ہو تو اب تعدیل اسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ والمراد بتعدیلہ تزکیتہ بقولہ ہم عدول زاد لکنہم اخطاؤا او نسوا ولم یزد اور مدعا علیہ
کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ ہے یون کہنے سے کہ شاہد عادل ہین خواہ اُسنے یہ قول زیادہ کیا ہو لیکن شاہدون نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو ہم جب
مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اُسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا و اما قولہ صدقوا او ہم عدول صدقۃ فانہ اعتراف
بالحق فیقضی باقرارہ لا بالبینۃ عند الجحود اختیار اور مدعا علیہ کا یون کہنا کہ شاہد سچے ہین یا وہ عدول ہین سچے سو یہ تو حق مدعی کا اعتراف اور اقرار ہے
تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کرے نہ گواہون پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار ہم یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کرے اور شاہدون کو سچا کہے تو یہ در
حقیقت اقبال دعوی ہے تو اب بیان مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہون کی کچھ حاجت نہین اور اُسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہین
واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشہود فی زماننا لتعذر التزکیۃ اذ المجہول لا یعرف المجہول واقرہ المصنف ثم نقل عن الصیرفیۃ تفویضہ للقاضی
بحر الرائق مین ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہون کو ہمارے زمانے مین بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہین بتا سکتا
مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اُسنے صیرفیہ سے نقل کیا سپرد کرنا حلف کا قاضی کو یعنے اگر قاضی مناسب دیکھے تو شاہدون
سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق و فجور کے اور مجہول اول سے مزکی مراد ہے اور مجہول ثانی سے شاہد یعنے مزکی کی عدالت اس زمانے مین خود
مجہول ہے تو وہ شاہد مجہول کو کیا بتادیگا قلت ولا تنس ما مر عن الاشباہ مین کہتا ہون اور نہ بھولیو وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہوچکا ہم کتاب القضا
مین قبیل تحکیم اشباہ سے مذکور ہوچکا کہ اگر سلطان اپنے قاضیون سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اُسکا نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ کہین تکلیف
نہ دے اپنے قاضیون کو اُس امر کی جس سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کرین یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کرین انتہی علامہ
مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول مذکور تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہین کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ اور بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہین اور
یون نہین کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کے مانند غالبًا اور مجہول بتایا نہین کرتا مجہول کو کیونکہ ہم یون کہتے ہین کہ
فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فقیہ نے کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاے یعنی تفتیش عدالت اور تقوی مین نہایت کدوکاوش کیجاوے تو دائرہ تنگ ہوجاوے اور
کوئی مومن بلا عیب نملے چنانچہ قائل نے کہا ہے شعر ومن ذا الذی ترضی سجایاہ کلہا کفی المرء نبلا ان تعد معائبہ کذا فی الطحطاوی یعنی ایسا کون ہے جسکے سب
خصائل پسندیدہ ہون مرد کی خوبی کے واسطے اتنا کافی ہے کہ اسکی برائیان گنی جاوین ولہ ان یشہد بما سمع او رائی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون
من المرئی والاقرار ولو بالکتابۃ فیکون مرئیا اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اسکی جسکو سُنے یا دیکھے بیع کے مانند مین اگرچہ بیع بطریق

تعاطی کے ہو تو بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوگی اور مانند اقرار کے اگرچہ اقرار بطریق لکھنے کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا م یعنی اگر شہود بہ مسموعات
سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئی مسموع اور مرئی دونون ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع کا انعقاد اگر ایجاب
اور قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی مین گواہ لینے دینے کی گواہی دین اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو
بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ مین ہے اور خریداری کی شہادت مین بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہین اور اقرار لسانی مسموعات
سے ہے اور اقرار بالکتابہ مرئیات سے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدین کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اس
طرح کہ اُسنے اقرار کیا حلال نہین کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت
اور پیام کے یون لکھے کہ (اما بعد فلک علی کذا) یعنی بعد حمد یا سلام دریافت کرای مخاطب کہ تیرے مجھپر اتنے درم ہین اور اگر لکھے اور شہود کے روبرو پڑھے
تو انکو اُسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے یہ نہ کہا ہو کہ تم گواہ رہنا میرے اقرار کے اور اگر شاہدون کے روبرو لکھا اور کہا اسکے گواہ رہنا تو اگر
انکو اسکا نوشتہ معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہین تو اقرار نہین اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور معنون چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی
وحکم الحاکم والغصب والقتل وان لم یشہد علیہ لو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر
گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اُسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا منھ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو م خلاصہ مین ہے کہ اگر مقر نے کہا کہ میرے اقرار کی جو تو نے
سُنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی در صورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو دیکھتے نہون اور اسکا کلام سنتے ہون تو
انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہین مگر در صورت آئندہ متن کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی محجب بسماعہ منہ الا اذا تبین القائل بان لم یکن فی البیت
غیرہ لکن لو فسر للقاضی لا یقبل درر اور جو شخص دیوار وغیرہ کی آڑ مین ہے اسپر گواہی نہ دے اُس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ نہو کوئی کوٹھری
مین سوا اُسکے لیکن اگر شاہد آڑ کی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدرر م یعنی جبکہ شاہد کوٹھری مین داخل ہوا اور وہان ایک مرد کو
دیکھا پھر شاہد نکل کر اُسکے دروازے پر بیٹھا اور اُس کوٹھری مین کوئی راہ نہین سوا دروازے کے تو اب اُس مرد کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی
الطحطاوی عن الخصاف او یری شخصہا ای القائلۃ مع شہادۃ اثنین بانہا فلانۃ بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادۃ علی الاسم والنسب و
علیہ الفتوی جامع الفصولین یا دیکھے عورت کلام کرنے والی کا جسم دیکھے دو مردون کی یون گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلان بن فلان کی بیٹی
اور یہ یعنی دو شخصون کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کے واسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین م رویت شخص کی قید اسواسطے
لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہین بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہین
کہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہین چنانچہ ابن مقاتل سے مروی ہے جامع الفصولین مین ہے کہ اگر دو عادل نام اور نسب عورت مذکور کا بتا وین تو
عادلین کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کرین تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی بالاصالہ دے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ محققہ شارح
کافی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادۃ لانہ عند الاداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر مین ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہین گواہی
لکھنا لینے وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا اُسنے تو بغض اسکو ضرر کریگا م وجہ ضرر یہ ہے کہ یہ ناحق بغض ہے اور
لوگون سے جو شرعاً محبوب ہین یعنی اہل علم کی محبت شرعاً لازم اور تحمل شہادت آخر کار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی نہ لکھنا خوب ہے یہ اُس
صورت مین ہے جبکہ اہل علم مین تحمل یا ادائے شہادت متعین نہو وان کان بین الخطین بان اخرج المدعی خط اقرار المدعی علیہ فانکر کونہ
خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہۃ ظاہرۃ علی انہما خط کاتب واحد لا یحکم علیہ بالمال ہو الصحیح خانیۃ وان افتی قاری الہدایۃ

بخلاف فلا یعول علیہ وانما یعول علی ہذا التصحیح لان قاضی خان من اجل من یعتمد علے تصحیحاتہ کذا ذکرہ المصنف ہنا وفی کتاب الاقرار واعتمدہ فی الاشباہ واگر دو خطون
مین تشابہ ہو اسطرح کہ مدعی اقرار نامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونے کا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمائش کے واسطے کچھ لکھایا
لیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونون خطون مین ایسی مشابہت ظاہر ہو کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم ہوگا یہی قول
صحیح ہو کذا فی الخانیۃ اگرچہ قاری ہدایہ نے اُسکے مخالف فتوی دیا ہو یعنے ثبوت مال کا تو اُسپر اعتماد نہ کیا جائیگا اعتماد تو فقط اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے
کہ جن لوگون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہو اُنمین سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہو ایسا کچھ مصنف نے اپنی شرح مین بیان اور کتاب الاقرار مین ذکر
کیا ہو اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہو ہم مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہو کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہین کہ مدعی علیہ اقرار
کرے کہ یہ میرا خط ہو اور مین نے اُسکو لکھا ہو لیکن مجھپر مال نہین ہو تو اُس اقرار سے مال واجب نہین ہوتا تو اِسی طرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی النہر
لکن فی شرح الوہبانیۃ لو قال ہذا خطی لکن لیس علے ہذا المال ان کان الخط علی وجہ الرسالۃ مصدرا معنونا لا یصدق ویلزم بالمال ونحوہ فی الملتقط وفتاوے
قاری الہدایۃ فراجع ذلک لیکن شرح وہبانیہ مین ہو اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہو لیکن مجھپر یہ مال نہین ہو اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو
انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اُسپر لازم کیا جائیگا اور مانند اُسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہو تو اُسکی طرف مراجعت کر ہم یہ قول ہو
قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہو اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہو جیسے خطاب حاضر سے تو
کاتب متکلم قرار دیا جائیگا انتہی لیکن جمہور علماء اُسکے خلاف پر ہین اسواسطے کہ لکھنا گاہے تجربہ کے واسطے بھی ہوتا ہو کذا فی البحر ملخصاً **ولا یشہد علے**
شہادۃ غیرہ مالم یشہد علیہ وقیدہ فی النہایۃ بما اذا سمعہ فی غیر مجلس القاضی فلو فیہ یا زوان لم یشہدہ شرنبلالیۃ عن الجوہرۃ اور نہ گواہی دے
اپنے غیر شخص کی گواہی پر جب تک کہ شخص غیر اُسکو اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ مین اِس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہو کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس
کے سوا اور کہین سُنے تو گواہی دینا جائز نہین بدون اُسکے گواہ کرنے کے تو اگر محکمہ قضا مین اُسکو سُنے تو گواہی دینا درست ہو اگرچہ غیر شخص نے اُسکو
گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیۃ عن الجوہرۃ ہم وجہ جواز یہ ہو کہ شہادت اب ملزم ہو اور یہ تعلیل اُسکی مفید ہو کہ قاضی نے اُس شہادت پر حکم کر دیا
کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہین ویخالفہ تصویر صدر الشریعۃ وغیرہ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہو صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر
ہم صدر الشریعہ نے اِس مسئلہ کی صورت یون بیان کی ہو کہ ایک مرد نے قاضی کے پاس اداے شہادت کو سُنا تو اُسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز
نہین انتہی تو اگر اُسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاے کذا فی الطحطاوی وقولہم لابد من التحمیل وقبول التحمیل وعدم النہی بعد التحمیل
علے الاظہر اور نہایہ کی قید کے مخالف ہو فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہو تحمیل سے یعنے گواہ کر دینے سے اور ضرور ہو قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل
کے بقول اظہر ہم قولہم عطف ہو تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر ہو باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہو کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین
اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اُسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اُسکو قبول نہین کیا اور جواب یون ممکن ہو کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت
کے ہو کذا فی الطحطاوی نعم الشہادۃ لقضاء القاضی صحیحۃ وان لم یشہدہما القاضی علیہ وقیدہ ابو یوسف بمجلس القضاء وہو الاحوط ذکرہ فی الخلاصۃ
ان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہو اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اُسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہو
یعنے شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہو جب کہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا مین سُنا ہو اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہو کذا فی الخلاصہ
فی عدل واحد فی اثنا عشر مسئلۃ علے ما فی الاشباہ منہا اخبار القاضی بافلاس المحبوس بعد المدۃ کفایت کرتی ہو ایک عادل کی خبر بارہ مسئلون
مین چنانچہ اشباہ مین ہو ازانجملہ قاضی کا خبر دینا ہو محبوس کے افلاس مین بعد مدت حبس کے ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ مستور العدالت

کی خبر اور اسی طرح مستورین کی خبر ان چیزون مین مقبول نہین خبر قاضی کی یہ صورت ہی کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا اُس مال مین جو دوسرے
مال کا عوض ہی اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اُسکی تصدیق نہ کرے اور مناسب حال مدت تک اُسکو مقید رکھے پھر جب اس مدت کے
بعد شخص عادل اُسکے افلاس کی خبر دے تو اُسکی خبر کو قبول کرے اور اُسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی وللتزکیۃ ای تزکیۃ السر واما تزکیۃ العلانیۃ
فشہادۃ اجماعا اور عادل واحد کافی ہی تزکیہ سر مین یعنی تزکیہ مخفی مین اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہی بالاجماع ھم تو تزکیہ علانیہ مین وہ شرط ہی جو شہادت
مین شرط ہی سوائے لفظ شہادت اور ظاہرا تزکیہ علانیہ مین دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل عورتین مراد ہین تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ اُسکو مزکی شہود
مقرر کرے جو لوگون کے احوال خوب تر جانتا ہو اور لوگون سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون چیز جرح ہی اور کون نہین لالچی اور مفلس
نہو تا مال پاکر دھوکا نہ کھاوے اور اگر شاہد کے پڑوسی مین یا اہل بازار مین کوئی شخص لائق اعتماد کے نہو تو اب تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود مین
کذا فی الطحطاوی وترجمۃ الشاہد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے مین ایک عادل کافی ہی ھم مصباح مین ہی ترجم کلام عرب بولتے ہین جبکہ متکلم
اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے وترجم کلام غیرہ بولتے ہین جبکہ غیر کے کلام کو دوسری بولی مین تعبیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہی بفتح تا وضم جیم لغت
فصیح مین اور ضمہ تا بھی جائز ہی اور کبھی جیم اور تا دونون کو مفتوح بولتے ہین انتہی امام اعظم رح کے نزدیک شرط ہی کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو
اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہین اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونون مین واقع ہوا ہی چنانچہ زید بن ثابت
بحکم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھ کر عربی مین ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالۃ من القاضی الی المزکی والاثنان احوط
اور کافی ہی عادل واحد پیام رسانی مین قاضی سے مزکی کی طرف اور دو شخصون کے ہونے مین زیادہ تر احتیاط ہی ھم اسی طرح مزکی کی پیام رسانی مین
قاضی کی طرف عادل واحد کافی ہی [illegible] غلام کا اپنے مولی کے واسطے اور صغیر کا تزکیہ اور والد کا تزکیہ اپنے
ولد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وہبان منہا احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ مین بارہ مسائل مذکورہ سے
گیارہ مسئلہ نظم مین بیان کیے ہین سو یون کہا ہے ۱ ویقبل عدل واحد فی التقوم * وجرح وتعدیل وارش یقدر ۱ اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام قیمت
ٹھہرانے مین اور جرح اور تعدیل شاہد مین اور دیت مقرر مین ھم یعنی صید حرم کی قیمت ٹھہرانے مین اور تلف کرڈالنے کی قیمت مین اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے
شخص کی کوئی چیز تلف کرڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اُسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہی کہ اتنی قیمت اُسکی نہ تھی تو اُسکے اثبات قیمت مین عادل
واحد کا قول کافی ہی لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہی کہ اُسمین دو شخصون کی تقویم ضرور ہی چنانچہ عنایہ مین ہی اور بہت سے زخمون کی دیت ٹھہرانے
مین مثلا ایک عادل کافی ہی – وترجمۃ والسلم ہل ہو جید * وافلاسہ الارسال والعیب یظہر * اور مقبول ہی عادل واحد کا کلام ترجمہ مین اور مسلم فیہ مین کہ وہ عمدہ ہی
یا ناقص اور افلاس محبوس مین اور قاضی کی پیام رسانی مین اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہی ھم سلم سے مسلم فیہ مراد ہی یعنے جب مسلم فیہ حاضر ہوا اور رب السلم
اور مسلم الیہ مین اختلاف ہوا اُسکے عمدہ یا ناقص ہونے مین تو عادل واحد کا قول اُسمین کافی ہی اور جبکہ بائع اور مشتری مین اختلاف ہو عیب بیع کے
اثبات مین تو عادل واحد کا قول اُسمین کافی ہی کذا فی الطحطاوی وصوم علی ما مر او عند علۃ * وموت اذا الشاہدین یخبر * اور صوم مین چنانچہ مذکور ہو چکا یا
علت ہونے کے وقت اور موت مین جبکہ دو شاہدون کو ایک عادل موت کی خبر دے ھم مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان مین عادل واحد کی خبر کافی ہی اگرچہ
آسمان پر علت نہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہی حسن کی اور ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ در صورت علت مذکورہ عادل واحد کافی ہی اور اگر عادل موت انسان
کی خبر دے تو شاہدین کو اُسکی موت کی گواہی دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی والتزکیۃ للذمی تکون بالامانۃ فی دینہ ولسانہ ویدہ وانہ صاحب یقظۃ فان لم
یعرفہ المسلمون سالوا عنہ عدول المشرکین اختیار اور تزکیہ ذمی کا ہوتا ہی امانت داری سے اُسکے دین اور زبان اور ہاتھ مین اور یہ کہ وہ ہوشیار ہی

صورت نہین ہے پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہون تو اُسکا حال عدول مسلمین سے دریافت کرین کذا فی الاختیار ہم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے عقیدہ
شرعیت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانت داری شاید یہ کہ سارق ہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہون
تو قاضی عدول کفار سے اُسکا حال دریافت کرے جیسا کہ محیط اور اختیار مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم قبلت شہادتہ ولو سکر الذمی
لا تقبل اور ملتقط مین ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اُسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیکیا ہے اور اگر ذمی نصرانی
مست ہوا تو گواہی اُسکی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ نشا اور مستی انجیل مین حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا نصاری کے دین مین ولا یشہد من رای
خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اسکو یاد نہین کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط الخط اسی طرح
قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر بدون یادداشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ مین ہے کہ
ابو حنیفہ نے جمیع اُمور مین تنگ روی اختیار کی لہذا اُنسے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو
مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار
مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر انمین سے کوئی چیز یاد نہو اور اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اُسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر
باوجود اُسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی الفتح اور فقط تذکرہ مجلس شہادت کافی نہین وجوزاہ لو فی حرزہ وبہ ناخذ بحر عن المبتغی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے
اگر کاغذ مرقوم اُسکے قبض اور حفاظت مین ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہین کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ مین ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نگیا ہو
اور منشی کے ہاتھ مین نہو جیسے کہ اُستے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا ہو تو اُسکو گواہی دینا جائز نہین انتہی بحر الرائق مین ہے کہ ابو یوسف نے یہ قاضی
اور راوی کے واسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کے واسطے اور محمد نے کل مین جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جب کہ اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو
لوگون پر آسان کرنے کے واسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق مین جو بحر الرائق مین ہے وہ معلوم ہوچکا اور اسی طرح
عینی اور زیلعی مین ہے ابو السعود نے کہا دفعہ تنافی یون ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتین مین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع
الا فی عشرۃ علی ما فی شرح الوہبانیۃ اور نہ گواہی دے کوئی اُس چیز کی جسکو اُسنے معائنہ نہین کیا بالاجماع مگر دس مسئلون مین بلا معائنہ گواہی درست
ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح مین ہے ہم عدم معائنہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہین آنکھ کے معائنہ یا سماع سے اُسکی گواہی نہ دے اور
سماع کی مثال عقود مین کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیۃ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے اور ولاء ابو یوسف کے نزدیک ہم مہر
القول اصح کذا فی البزازیۃ ہم شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق مین بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے اُستاد حلوائی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف
ثابت ہے سو ابو یوسف سے جواز منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق مین جیسے ولاء مین عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ مین ہے کہ شہادت عتق مین
یعنی بسماعت حلال نہین ہمارے نزدیک خلافاً للشافعی پھر اُسنے حلوائی کا قول مقدم مذکور کیا اور ولاء مین محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر امام کا قول معتمد
ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہین اور مہر مین محمد سے دو روایتین مین اصح یہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع مین چنانچہ
علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند ہے بحر الرائق مین ظہیریہ اور بزازیہ اور خزانہ سے اور شرنبلالیہ مین ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی
والنسب ہم نسب ہم تو جسنے ایک جماعت سے امام کے نزدیک یا دو عادل سے صاحبین کے نزدیک سنا کہ وہ شخص فلان بن فلان ہے تو اُسکو اُسکی گواہی دینا جائز
ہے اگرچہ اُسنے اُسکی ولادت اُسکے فراش پر نہین دیکھی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی والموت ہم موت ہم تو جب لوگون سے
سنا کہ فلانا شخص مرگیا تو اُسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اُسنے موت کا معائنہ نہ کیا ہو بزازیہ مین ہے کہ ایک مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا

شوہر مر گیا تو اُسکو نکاح کر لینا درست ہی اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہی کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اُسکے اینون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہی تو جائز
نہین اُسکی موت کی خبر دے جبتک شخص معتمد اُسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اُسکی موت کا معائنہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا سامان موت پر مقدم ہو جاتے ہین حنطا کی راہ
یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کے واسطے کذا فی الطحطاوی **والنکاح** ۶ نکاح ہم تو اگر جماعت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سُنے صاحبین کے نزدیک
تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہی عمادیہ مین ہی کہ شہادت بشہرت اور بتسامع نکاح مین جائز ہی تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آتے جاتے دیکھے اور لوگون سے
سُنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہی تو اُسکو اُسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہی اگرچہ اُسنے عقد نکاح کا معائنہ نہین کیا اور درر مین ہی کہ اگر ایک شخص نے
مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہی تو گواہی دے کہ وہ اُسکی جورو ہی کذا فی الطحطاوی **والدخول بزوجتہ** ۷ دخول
بزوجہ لینے یہ بھی بالسماع ہی اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب **وولایۃ القاضی** ۸ ولایت قاضی ہم یعنی جب سُنا کہ فلانا
شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اُسکو اُسکی قضا کی گواہی دینا درست ہی اگرچہ اُسنے تقلید سلطان کا معائنہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہی کہ امیر قاضی کے
مانند ہی تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے **واصل الوقف** ۹ اصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہی فلانے موضع یا فلانی جماعت پر اور
کیا ذکر مصرف کا شرط ہی یا نہین کافی مین مرغینانی سے مروی ہی کہ ہان شرط ہی اور خزانہ مین ہی کہ شرط نہین یہی قول مختار اگر وقف قائم ہی تو فقیرون
کی طرف منصرف ہوگا قیل وشرائطہ علی المختار کما مر فی بابہ اور قول صحیح مین شرائط وقف کی بھی گواہی بسماع درست ہی بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب
مین ہم طحطاوی نے کہا اُسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بلا وجہ ہی کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہی بحر الرائق مین فصول عمادیہ سے ہی کہ قول مختار یہ ہی کہ شرائط
وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی اور مجتبی مین ہی قول مختار یہ ہی کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہی انتہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی
معراج اور فتح القدیر مین **واصلہ ہو کل ما تعلق بہ صحتہ وتوقف علیہ والا فمن شرائطہ** اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہی جس سے صحت وقف کی متعلق
ہو اور جس پر وقف موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہی ہم تعلق صحت وقف شروط صحت وقف سے ہی چنانچہ وقف کا منجز ہونا نہ معلق اور
مسلم ہونا اور انجام کار کو اُس جہت کے واسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جس پر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن

کا قلۃ الشہادۃ بذلک اذا اخبرہ بہا بہذہ الاشیاء من یثق الشاہد بہ من خبر جماعۃ لا یتصور تواطؤہم علی الکذب بلا شرط عدالۃ او شہادۃ عدلین
الا فی الموت فیکفی العدل ولو انثی وہو المختار ملتقی وفتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہی جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر
شاہد اعتماد رکھتا ہی اُس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت مخبرین یا دو عادل کی شہادت سے سوائے موت
کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہی اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہی کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی صغری مین مذکور ہی کہ شہرت کی دو صورتین ہین
ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بہ لفظ شہادت خبر دین مگر موت مین ایک عادل
کی خبر کافی ہی بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معائنہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہی دفع حرج کے واسطے اور
تاکہ تعطیل احکام لازم نہ آوے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سوائے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوج
مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسی طرح موت کو ہر شخص معائنہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہی سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سوائے دائی جنائی کے اور سبب
قضا تقلید سلطان ہی سو اُسکو کوئی معائنہ نہین کرتا سوائے وزیر وغیرہ خواص کے اور اسی طرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین
تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو بڑا حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الحموی اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہی نہ قضا
کے واسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت ایک ہی شخص موجود ہو تو اُسکا طریقہ یہ ہی کہ وہ دوسرے کو خبر دے موت کی

پھر دونون مل کر قاضی کے سامنے گواہی دین تو قاضی انکی شہادت پر حکم کرے کذا ذکر ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لایکون المخبر منہما کوارث وموصی لہ اور شارح وہبانیہ نے مخبر مونث ... قید لگائی ہی کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت کی وصیت کی ہو وجہ تہمت یہ ہی کہ وارث شاید اسواسطے مورث کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ومن فی یدہ شئ سوی رقیق علم رقہ ولیعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع لک ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ یا در جس شخص کے قبض اور ہوت تصرف مین کوئی چیز ہو سوا اُس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ اپنا حال بیان کرسکتا ہی اور اگر رقیق صغیر ہی کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہی تو تجکو اُس متاع مقبوضہ کی یون گواہی دینا درست ہی کہ وہ قابض کی مملوک ہی تشرطیکہ تیرے دل مین یہ بات واقع ہو کہ بقبول قابض کی ملک ہی ہم خلاصہ یہ ہی کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا النقد ہو یا اسباب یا زمین کسی شخص کے قبض اور تصرف مین ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہی تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہی اسواسطے کہ قبض اور تصرف ملک کی بڑے سرے کی دلیل ہی کیونکہ جمیع اسباب مین مرجع دلالت قبض ہی تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبض اور تصرف مین دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے ہاتھ مین دیکھے اور پہلا آدمی اُسکی ملک کا مدعی ہی تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہی کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہی اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہی کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان کرسکتا ہی تو بمجرد معاینہ قبض اُسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہین اور اگر رقیق ایسا صغیر ہی کہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہی تو اُسکی مملوکیت کی گواہی معاینہ قبض سے درست ہی طحطاوی نے کہا یہ جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہی اور شارح کو دھوکا اثر شرنبلالیہ کی عبارت سے ہی مضمون عبارت مذکورہ کا یہ ہی رقیق معتبر کے سوا یعنی جب یہ نہ جانے کہ وہ رقیق ہی تو معاینہ قبض سے اُسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر معتبر مین اُسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معاینہ قبض سے مراد اُسکی یہ ہی کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہی تو اُسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معاینہ قبض سے مگر جبکہ اُسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہین نکلتا تو اگر شارح یون کہتا (سوا اسے رقیق لیعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع) تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ مین ہی شہادت قلب بالاتفاق شرط ہی اسواسطے کہ حلت شہادت مین یقین ہونا اصل ہی تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہی بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب دل نے گواہی نہ دی تو ظن حاصل نہوا تو مجرد قبض مفید نہو الذا علماء نے کہا ہی کہ جب انسان گران قیمت موتی خاکروب کے ہاتھ مین دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد مین کوئی اہل علم نہین ہوا تو اُسکی ملک کی گواہی قابض کے واسطے جائز نہین تو معلوم ہوا کہ فقط قبض کافی نہین انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر نہ دین کہ چیز مقبوض غیر قابض کی ہی تو اگر خبر دین تو ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ خلاصہ مین ہی اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی منزل نہین مگر جبکہ تیرے دل مین یہ جم جا کہ یہ شخص صادق ہی تو اب تجکو اول قابض کے واسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہین چنانچہ شبلی کے حاشیہ مین ہی خانیہ سے والا وان لم یقع فی قلبک ذلک لایحل لک ان تشہد بہ

والا اور نہین تو نہین یعنے اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہین چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا ولو عاین القاضی ذلک جاز لہ القضاء بزازیۃ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اُسکو یعنے قبض اور تصرف کو معاینہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی ملکیت کا جائز ہی کذا فی البزازیۃ یعنے اسوقت حکم جائز ہی کہ جبکہ مالک اسکا دعوے کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہین ہم دعوی ملک کی قید مین شارح صاحب بحر کا تابع ہوا ہی اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع تنافی کی ہی زیلعی کے کلام مین اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام مین زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا بمعاینہ قبض جائز نہین خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہین کیونکہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی متقدمین اور متاخرین مین متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہی اور متاخرین کے نزدیک جائز نہین تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہی اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان فسر الشاہد للقاضی ان شہادتہ

بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسر او قالا فیہ اخبرنا بہ من نثق بہ تقبل علی الاصح

خلاصہ اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اُسکی تسامع سے ہی یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت مین جبکہ
دونون شاہد بیان کرین اور یون کہین کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہی اُسنے جسپر ہمکو اعتماد ہی تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصہ حموی نے
کہا علما نے فرمایا ہی کہ شاہد کو مناسب ہی کہ مطلق گواہی دے اور اُسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض مذکور نہ کرے بل فی العزمیۃ عن الخانیۃ

معنی التفسیر ان یقولا شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذلک و لکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے
حاشیہ عزمی زادہ مین خانیہ سے منقول ہی کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہی کہ شاہدین کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ کو لوگون سے
سُنا اور اگر یون کہین کہ ہمنے اُسکو معائنہ نہین کیا و لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جمیع امور مین شہادت بالتسامع جائز ہی اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے
اس قول کو صحیح کہا ہی حموی شہرت اور سماع من الناس مین فرق یہ ہی کہ شہرت وہ ہی جو سب لوگون مین مشہور ہو یا اکثر مین اور سماع من الناس مین
یہ بات حاصل نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول و عدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب الا من یصح قبولہا او لا یصح کشہادۃ الفاسق مثلا کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہی قبول شہادت
اور عدم قبول مین یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہی اور کسکی واجب نہین نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہی اور کسکی نہین بسبب صحیح
ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین باتباع یعقوب باشا وغیرہ
کے ذکر کیا ہی

تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر و قدر و رفض و خروج و تشبیہ و تعطیل و کل منہم اثنتا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنتین وسبعین
مقبول ہی گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہین چنانچہ جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک اُن چھ مذہبون
سے بارہ فرقے ہین تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے ہوی عبارت ہی خواہش مذموم سے اور اہل ہوی ایک فرقہ معین نہین بلکہ جو مخالف سنت
کے ہی بتاویل فاسدہ اہل ہوی ہی مغرب مین ہی کہ اہل اہوا وہ لوگ ہین جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے کجروی کرین اور اہل قبلہ سے ہون یعنی آپکو
مسلمان کہتے ہون اُنکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی کہ انکا فسق اعتقادی ہی اور بدعت مین اسکو نہین ڈالا مگر اُسکی تدین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر
اُسنے بدعت اختیار کی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بہ کذب نہین بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہی لہذا اُسکی گواہی
مقبول نہین جبریہ وہ فرقہ ہی جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ ہی جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہی اور
رافضی فرقہ مشہور ہی اور خارجی وہ لوگ ہین جو حضرت علیؓ اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کو کافر کہین معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہین جو خالق مین مخلوق کے صفات ثابت
کرین اور قہستانی مین عوض اُنکے مرجیہ کا ذکر ہی مرجیہ وہ فرقہ ہی جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا اور اہل التعطیل و معطلہ وہ فرقہ ہی جو حق تعالی کی ذات پاک کو
صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی مین سے جنکی تکفیر ثابت ہی چنانچہ مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہین
اُنکی شہادت مسلمین پر مقبول نہین انتہی تو شارح نے اُن فرقون کو اہل ہوی کے بیان مین شمار کیا ہی نہ یہ کہ ان سب فرقون کی گواہی مقبول ہی چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر
دلالت کرتا ہی کہ اصول ہوی چھ مین پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی بتصرف

الا الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من
حلف انہ محق فردہم لا للبدعۃ بل للتہمۃ الکذب عنہم ولم یبق لمذہبہم ذکر بحر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہی سوا خطابیہ کے کہ وہ ایک قسم ہی رافضیون سے جائز جانتے ہین گواہی اپنے
شیعون کے واسطے اور اُس شخص کے واسطے جو قسم کھائے کہ مین حق پر ہون تو اُنکی شہادت کا مردود ہونا اُنکی بدعت کے سبب سے نہین بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہی اور اُنکے مذہب کا
ذکر باقی نہین رہا کذا فی البحر یعنی اُس مذہب والا کوئی باقی نہین رہا خطابیہ نسبت ہی ابو الخطاب محمد بن ذہب اجدع یا محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کی طرف ابو الخطاب کوفہ مین

باب القبول و عدمہ

ضمنا جائز ہے قصداً اور بالعکس یعنی کہ گواہی دے کا فر اُس مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہے کذافی الطحطاوی و تقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ

دین لمسلم مجرا اور مقبول ہے گواہی کافر کی اُس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہے بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذافی البحر وفی الاشباہ لاتقبل شہادۃ

کافر علی مسلم الا تبعا کما مرا و ضرورۃ فی مسئلتین فی الایصاء شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہد ان نصرانی

ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہ فی الدرر اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہو کر جیسا کہ مذکور

ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کا فر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت کرنے میں چنانچہ دو کافرون نے ایک کافر پر یہ گواہی دی

کہ اُسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اُس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے چنانچہ دو کافرون نے گواہی

دی کہ یہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اُسنے مسلم پر حق میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے ہم وجہ استحسان لیئنگے کہ وہی ہے

کہ مسلمین نصاری وغیرہم کفار کی موت میں موجود نہیں ہوتے اور وصیت اکثر موت کے قریب ہوتی ہے اور ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور

اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت اثبات مسلم پر اثبات ایصا میں جو موت پر مبنی ہے اور نسب میں جسکی بنا نکاح پر ہے

مقبول نہو تو وہ حقوق ضائع ہو جاوین جو ایصا سے متعلق ہیں تو گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے انتہی شرنبلالی نے کہا

کہ ظاہر ا قبول شہادت اُس صورت میں ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیون کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ یہ نصرانی میت پر گواہی ہے

اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیون کی گواہی اُسپر کیونکر مقبول ہوگی اور صورت نسب کا بھی وہی محل ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذافی الطحطاوی

والعمال للسلطان اور عمال سلطانی کی گواہی مقبول ہے ہم عمال بضم عین وتشدید میم عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ مانند خراج

وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کیونکہ بعضے اصحاب کبار عامل تھے کذافی الطحطاوی الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم

فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العہد والوکلاء المفتعلۃ والصکاک

وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشہادتہ علی باطل فتح وبحر مگر جبکہ عمال سلطانی ظلم اور ستم کے مددگار ہون تو انکی گواہی مقبول

نہین بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہین بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنے والے کی یعنے جو ظلم سے خراج جمع

کرے اور صراف کی اور جہاز رانون کے معرف کی یعنے جو تجار اہل جہاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری

اور مہترون کی اور اُسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور جہات

کے ضمانت دارون کی گواہی مقبول نہین مانند اُن لوگون کے جو ٹھیرون کی بازار کو یا نخاس کی بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہانتک

کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اُسکی گواہی دینے کے باطل پر کذافی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دین اور

وہ خوشی سے رکھے اور معرفا سے مراد پیشہ درون کے رئیس اور محضر قضاۃ عہد کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہین اور وکلاے

مفتعلہ سے شاید وہ لوگ مراد ہیں جو دعاوی اور خصومات میں ذمہ دار ہو جاتے ہیں تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہین

اور انکو مفتعل اسواسطے کہا کہ لوگ انکی حیلہ سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہین کرتے اور صکاک بضم صاد

مشددہ جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق وقبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور قبضہ

درک ہوا اور مبیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکورہ واقع نہون اور کتابت مانند تکلم کے ہے لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادۃ

ہے اور ضمان بضم ضاد معجمہ وتشدید میم جمع ہے ضامن کی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہین اُسکی جو اقرار باطل پر گواہی دے مانند اُسکے جو سوق نخاسین کو بطور

مغالطہ کے لیتا ہی یا اُسکے وثیقے پر گواہی لکھتا ہی مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہی کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہی سو کیا حلال ہو اُن لوگون کا سا بادشاہ سلطان سے جو ضمان جہات اور اجارات معتادہ پر گواہی دیتے ہین انتہی نخاسین بخاے مہملہ ہی اور بعضی کتب مین بخاے معجمہ جمع نخاس یعنی بائع دواب و رقیق کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہم لاتقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ مین ہی امیر کبیر نے دعوی کیا سو اُسکے عمال اور لواحق نے اور عمال کی رعایا نے اُسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین مقبول نہین ہم عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ لا تلیق بہ وہی حرفۃ آبائہ واجدادہ والافلا مروۃ لہ لو دنیۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واقرہ المصنف اور بعضون نے کہا کہ عمال بقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اُسکے لائق ہی یعنی جو پیشہ ور کے باپ دادون کا پیشہ ہی اور اگر اُسکا پیشہ نالائق ہی باپ دادا کے مخالف تو اُس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی نہین اگر اُسکا پیشہ رذیل اور ذلیل ہی تو اُسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا حد عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہی کہ ترک مروت مسقط عدالت ہی مروت کی تعریف مین بعضون نے یون کہا کہ انسان ایسا فعل نکرے جس سے اُسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جاے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہی روش نیک اور حفظ لسان اور سبکی عقل کے اجتناب سے اور ہر خلق دنی کے ارتفاع سے انتہی لاتقبل من اعمی ای لایقضی بہا ولو قضی صح دعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء وما جاز بالسماع خلافا للثانی مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقا یعنے اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہی اور مصنف کا مطلقا کہنا عام ہی اُس صورت کو کہ شاہد اندھا ہوگیا بعد اداے شہادت قبل قضا کے اور اُس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہی بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہی ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہی کہ اداے شہادت مین اشارے سے تمیز کی حاجت ہی مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان مین اور اندھا امتیاز نہین کرسکتا مگر آواز سے تو خوف ہی کہ اُسکو کچھ خصم تلقین کردے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہوجاتی ہی وافاد عدم قبول الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقا افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقا مقبول نہین خواہ اُسمین شہادت ہو جسمین تسامع کافی ہی یا اُسکے غیر مین خواہ یا اشارہ ہو خواہ بہ کتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہی کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اُسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا فی حال صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہی ہم محیط مین ہی کہ جو ایک ساعت مجنون ہوجاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار ہوتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہی اور یہ بمنزلہ بیہوشی کے ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے ہی کذا فی الطحطاوی الا ان تحملا فی الرق والتمیز واد یا بعد الحریۃ ولو معتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ آزادی اور بلوغ کے اداے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہی اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنیوالے کے حق مین گواہی دے چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا لعبد البصار و اسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسی طرح گواہی اندھے کی مقبول ہی بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر اداے شہادت کا حال ہی کذا فی شرح التکملۃ ہم عطف اُسکا مقتضی ہی کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہی حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ بصارت شرط تحمل ہی اور باقی مسائل ثلثہ مین حکم صحیح ہی کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم برد ہ لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا ارلعۃ عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہی جب کہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہوجاے پھر شاہد اُسی مقدمہ مین گواہی دے تو مقبول نہوگی مگر

چار شخصون کی گواہی مقبول ہی بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے لگائی کہ حادثہ ثانیہ مین اسکی گواہی مقبول ہی بعد
رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ مین رد کرے تو دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ مین قبول
کرنا جائز نہین اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہی منح الغفار وغیرہ مین ہی چار شخصون کے استثنا سے معلوم ہوا کہ شہادت زوج کی اور اخرس اور مغفل اور
متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہین انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہی کہ تحمل اور ادا شہادت حال بصارت مین ہوا اور تحمل اور
ادا کے درمیان نابینائی واقع ہوگئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہی یعنی وکذا بعد البصار واسلام کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین
مع الاربعۃ سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کے ساتھ سہو ہی ہم جنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا او محدود
فی قذف تام الحد وقیل بالاکثر وان تاب بتکذیبہ فتح لان الرد من تمام الحد بالنص اور اسکی گواہی مقبول نہین جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور
بعضون کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف
کے ہی نص قرآنی سے ہم قاذف کے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہوا (والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم
شہادۃ ابدا واولئک ہم الفسقون الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم) یعنے جو حرامکاری کا عیب لگاوین محصنات کو پھر
چار گواہ نہ لاوین تو انکو اسّی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہین مگر جن لوگون نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری
کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہی انتہی تو ظاہر اعطف ولا تقبلوا کا فاجلدوا پر دلالت کرتا ہی کہ عدم قبول شہادت حد کے اندر داخل ہی اسواسطے کہ
عدم قبول شہادت مولم اور دردناک ہی کوڑے مارنے کے برابر اور قید تابید اسکی موکد ہی واللہ تعالی اعلم (والاستثناء منصرف لما یلیہ وہو واولئک
ہم الفسقون) اور استثنا راجع ہی اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ یہ ہی واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا راجع ہی واولئک ہم الفاسقون
کی طرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کی طرف اسواسطے کہ علم اصول مین ثابت ہوچکا ہی کہ استثنا جبکہ جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو اخیر کی طرف راجع ہوتا ہی
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سب کی طرف راجع ہوگا جنانچہ آیت محاربین مین اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد
توبہ کے مقبول ہی وتمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف
ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اسکی گواہی قبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے بموجب قول ظاہر الروایۃ بخلاف
اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہوگیا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی ہم کافر اور غلام مین وجہ فرق یہ ہی کہ کافر فی الجملہ اہل شہادت ہی تو اسکی رد شہادت
منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہی بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام مرقوق
کی حالت مین مطلق شہادت کی اہلیت نتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمین اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد شہادت
منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او لیقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو برہن قبل الجلد بحر محدود فی القذف گواہ قائم کرے
اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین کذا فی المنح اسکے زنا کے اقرار پر لاوے جنانچہ اگر قبل
حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہی کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہوگی کیونکہ افترا کی تہمت اسپر سے
اب مندفع ہوگئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود لقذف والمعروف بالکذب اور بحر الرائق مین ہی کہ فاسق جب کہ
توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہی مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہین ہم مشہور بالکذب کی اسواسطے
گواہی مقبول نہین کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہین ہوسکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاہد الزور لو عدلا لا تقبل ابدا لسقوط [illegible]

ترجیح قبولہا اور شاہد زور اگر عادل ہو اُسکی گواہی کبھی مقبول نہین کذافی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادتہ مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر
عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اُسکی مقبول ہوگی اور ترجیح موعود یہ ہی کہ فقیہ ابوجعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ
مقبول ہی اور اسی پر اعتماد ہی کذافی النہر ومسجون فی حادثۃ تقع فی السجن کذا لاتقبل شہادۃ الصبیان فیما یقع فی الملاعب لاشہادۃ النساء فی مایقع فی الحمامات
وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق بہ السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیہ وصغری وشرنبلالیہ لکن فی الحاوی

تقبل شہادۃ النساء وحدہن فی القتل فی الحمام بحکم الدیۃ کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبہ عند الفتوی وقدمنا قبول شہادۃ المعلم فی حوادث الصبیان اور
مقبول نہین گواہی محبوس کی اُس حادثہ مین جو واقع ہو محبس اور بیلخانے مین اور اسی طرح لڑکون کی گواہی مقبول نہین اُن حوادث مین جو انواع
لہو ولعب مین واقع ہون اور نہ عورتون کی گواہی اُس واقعہ مین جو حمامون کے اندر واقع ہو اگرچہ مساس حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے
اُس فعل سے جسکے سبب سے محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نسا کے تو عدم قبول شہادت مین تقصیر انکی طرف
منسوب ہوئی نہ شرع کی طرف کذافی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی مین ہی کہ فقط عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین مقبول ہی بحکم ثبوت
دیت تا خون ضائع اور باطل نہو جاے انتہی تو مفتی کو چاہیے کہ فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہمنے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان
مین ہم عبارت صغری ظاہر اسپر دلالت کرتی ہی کہ اگر بالغ ملاعب اطفال مین حاضر ہو تو اُسکی بھی گواہی مقبول نہین کیونکہ وہ وہان جانے سے
فاسق ہو گیا اور ہر محبوس کے فسق مین گفتگو ہی اسواسطے کہ گاہے انسان بیقصور بھی قید ہو جاتا ہی اور منع شرعی حق محبوسین اور نسار مین البتہ ظاہر ہی نہ
اطفال مین کیونکہ وہ شرعاً مکلف نہین ہین کذافی الطحطاوی والزوجۃ لزوجہا وہو لہا وجاز علیہا اور مقبول نہین زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے
حق مین اور نہ زوج کی زوجہ کے حق مین اور جائز ہی گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذافی الطحطاوی ہم عبدالرزاق اور
ابن ابی شیبہ نے شریح کا قول روایت کیا کہ جائز نہین گواہی بیٹے کی باپ کے حق مین اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق مین اور نہ زوج کی اپنی عورت کے واسطے
اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اُس چیز مین جو دونون مین مشترک ہی لیکن غیر مشترک مین جائز ہی اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق مین اور نہ غلام کی اپنے مولی
کے واسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی (عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتجوز شہادۃ الوالد لولدہ ولا الولد لوالدہ

ولا المرأۃ لزوجہا ولا الزوج لامرأتہ ولا العبد لسیدہ ولا السید لعبدہ ولا الشریک لشریکہ ولا الاجیر لمن استاجرہ انتہی) کذافی الفتح الا فی مسئلتین فی الاشباہ
مگر اشباہ کے دو مسئلون مین زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہین ہم پہلا مسئلہ یہ کہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا پھر تین شاہدون کے ساتھ زوجہ کے زنا
کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا دعی ہی کذافی
الطحطاوی ولو فی عدۃ من ثلث لمافی القنیۃ طلقہا ثلثا وہی فی العدۃ لم تجز شہادتہا ولا شہادتہ لہا ولو شہد لہا ثم تزوجہا بطلت خانیۃ لعلم منع الزوجیۃ

عند القضاء لا التحمل والاداء احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق مین جائز نہین اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت مین گواہی واقع ہو اسواسطے کہ قنیہ مین ہی کہ
زوجہ کو تین بار طلاق دی اور وہ عدت مین ہی تو جائز نہین شہادت زوج زوجہ کے واسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کے واسطے اور اگر گواہی دی پھر
اُس سے نکاح کیا یعنی قبل قضا کے تو گواہی باطل ہی کذافی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ تحمل اور ادائے شہادت کے وقت ہم شارح کو مناسب
تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہو جاتی وہ مسئلہ یہ ہی کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کے واسطے گواہی دی اور حاکم نے
اُسکی گواہی رد نکی یہان تک کہ اُسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اُسکی گواہی نافذ ہی انتہی جب زوجیت عند التحمل منع نہوئی تو اگر زوج گواہ
ہوا حالت زوجیت مین اور بعد انقضاے عدت اُسنے گواہی ادا کی تو جائز ہی اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا مین مسئلہ خانیہ مین مذکور ہو چکی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا او مقبول نہین۔ گواہی شاخ کی بیخ کے واسطے یعنے اولاد کی آبا اور اجداد کے واسطے اگرچہ اصل بعید ہو یعنی دادا پردادا اور نانا
پرنانا ہو دلیل اسکی قول شریح اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا مین متصل ہین تو من وجہ اپنی ذات کے واسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو
زکوٰۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہان تک کہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰ کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نہ کی تو
علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے یعنی روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انکو قضا سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روزینہ انکا زیادہ کردیا
تو بعضون نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کی طرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ اشباہ مگر جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین گواہی
دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ صاحب محیط نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اُسنے
دعوے کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اُسکے ولد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونون کی
گواہی مقبول ہے اور منح الغفار مین وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ مین قبول مطلقاً منقول ہے بلا تقیید حق اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہے کہ بیٹا عزیز تر ہوتا ہے
پوتے سے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اُسکی صداقت کی تو تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل
کی ہے فرع کے واسطے کذا فی الطحطاوی قال وجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع
کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی مان کے واسطے اگرچہ اُسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ مان اُسکے باپ کے نکاح مین ہے ص
اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنے مین اسواسطے مقبول نہوئی کہ اُسمین جر منفعت ہے مان کے واسطے کذا فی الحموی
وفیہا بعد ثمان ورق لا تقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ مین آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان
کی گواہی اپنی ذات کے نفع کے واسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اُسکی طرف ص القاتل
کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اُسکی اشباہ مین یون مذکور ہے کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمداً قتل کیا پھر انھون نے توبہ کے
بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اسطرح کہ اُنمین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو
تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ سب کے حق مین مقبول ہے انتہی ملخص کبری مین ہے کہ فتوی
ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کے واسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق مین ہان
مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کے واسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصاً و بالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی
اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے ص وجہ تہمت اتصال منافع اصول اور فروع ہے تو گویا اپنے حق مین گواہی دی و سید لعبدہ
ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین میان کی گواہی اپنے غلام اور اپنے مکاتب کے حق مین اور شریک کی گواہی
اپنے شریک کے حق مین اُس مال مین جو دونون مین مشترک ہے اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے ایک راہ سے فی الاشباہ
للخصم ان یطعن بثلثۃ برق وحد وشرکۃ اشباہ مین ہے کہ مدعی علیہ کو جائز ہے کہ شاہد مین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے ص
جب مدعا علیہ کہے کہ شاہد غلام ہے تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہیے اُسکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہے تو طاعن پر اقامت بینہ لازم اور اگر کہے کہ
شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی کے گواہ عدم شرکت پر مقبول نہین ظاہر الروایۃ مین ہے کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی
الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعضہم بزیادۃ الخراج لا تقبل مالم یکن خراج کل ارض معینا او لا خراج للشاہد اور فتاوی نسفی مین ہے کہ

اگر گواہی دی بعض اہل قریہ نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہین جبتک کہ ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کے واسطے خراج مین منفعت نہو ہم اور اگر خراج ہر زمین کا
معین ہو تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمین جر منفعت اور دفع مضرت نہین اور اسی طرح جبکہ شاہد کو خراج مین دخل نہو وکذا اہل قریۃ شہدوا علی ضیعۃ انہا
من قریتہم لاتقبل وکذا اہل سکۃ یشہدون لشیٔ من مصالحہا غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لاتقبل وان قال لا آخذ شیئا قبل وکذا فی وقف المدرسۃ
انتہی فلیحفظ اور اسی طرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ اُنکے گاؤن مین سے ہے تو مقبول نہین اور اسی طرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی اپنے منجملہ مصالح
اور منافع کے مثلاً قطعہ زمین کو کہین کہ ہمارے کوچے مین سے ہے کذا فی العالمگیریہ تو مقبول نہین بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے
حق طلب کرتا ہو اسطرح پر کہ شاہد اُس قطعہ زمین مین دروازہ پھوڑا چاہتا ہو تو گواہی مقبول نہین اور اگر کہے کہ مین کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسی طرح
وقف مدرسہ مین گواہی مقبول ہے انتہی مافی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق
کی غلہ وقف مین مقبول نہین کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ مین تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ مین عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے
کہ شاہد کا اسمین فائدہ ہے تو محل تہمت ہے والاجیر الخاص لمستاجرہ مسانہۃ او مشاہرۃ او الخادم والتابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر
لنفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وہو معنی قولہ علیہ السلام لاشہادۃ للقانع باہل البیت ای الطالب معاشہ منہم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہین گواہی اجیر
خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کے واسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص
مراد ہے جو استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور وہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہین قانع
اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش اُنسے یعنی گھر والون سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم سے بمعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے ہم اجیر خاص کی مراد مین
اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے
جو حدیث مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اُس حدیث کا جو ابوداؤد مین عن عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے (قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمر علی اخیہ ورد شہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا
لغیرہم) یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کے واسطے
اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد مین بعضون نے یون فرق بیان کیا ہے کہ خادم
سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود لہ کے گھر مین زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم بیت اور شاگرد سے اہل صناعت مراد ہین
جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہون اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسے خیاط اور حداد اور نجار اور نائی اور دھوبی کی گواہی مستاجر کے واسطے
مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہین مگر اپنے عمل سے تو جب وہ اجارہ سے کسی چیز کا مستحق جب ہوا تو تہمت باقی نرہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع مستاجر کے مستحق
ہین ولہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہین کر سکتا مدت اجارہ مین تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے منافع کے ہے
تو مستاجر کی تجارت وغیرہ مین مقبول نہین انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاد لہ اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے
قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہین بخلاف اجیر خاص کے ہم یہ مسئلہ فتح القدیر مین مصرح مذکور ہے ومخنث بالفتح من یفعل الردی ولوطی اور مخنث کی گواہی مقبول
نہین مخنث بفتح نون وہ ہے جو نالائق فعل کرے اور لواطت کراوے ہم نالائق فعل کرے یعنی عورتون کے افعال کرے یعنی عورتون کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل مین انکے
ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ محل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کی طرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضون کے نزدیک فقط قولی یا
فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابوداؤد مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء) یعنی لعنت

کرے اللہ مردون سے مخنث پر اور عورتون میں سے اُن عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین وانما بالکسر فالمتکسر الملین فی اعضائہ وکلامہ خلقۃ فتقبل
بحر اور مخنث بکسر نون وہ شخص ہے جو بد الشی حرام کا بجا ہو اپنے اعضا اور گفتگو مین تو اسکی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین بد الشی ہے بخلاف
مخنث ملعون کے ومغنیۃ ولو لنفسہا لارتکابہا محرما ... اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی اور لوگون کو سناتی ہو بسبب
حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر ہم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین الفاجرین الغنیۃ والنائحۃ
دریافت کرنا چاہیئے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کے واسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسی طرح نوحہ گری خصوصا جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا
بلا خلاف حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وینبغی تقییدہ بمداومتہا علیہ لیظہر عند القاضی کما فی مدمن الشرب علی اللہو ذکرہ الوانی اور لائق ہے راگ مین مداومت کی
قید لگانا یعنی ہمیشہ گایا کرتی ہو تا کہ قاضی کے نزدیک اسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی ہم اسی طرح
مبیع الوانی کہا کہ یہ مین مداومت کی تقلید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہین کہ اگر عورت
ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہین ہے ونائحۃ فی مصیبۃ غیرہا باجر درر وفتح زاد العینی فلو فی مصیبتہا تقبل وعللہ الوانی بزیادۃ اضطرارہا والنسلاب صبرہا واختیارہا
فکان کالشرب للتداوی اور اُس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر
اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اُسکے اضطرار کے اور مسلوب ہونے اُسکے صبر اور
اختیار کے تو اُسکا نوحہ اپنی مصیبت مین مانند شرب مسکر کے ہے واسطے علاج کے وعدو لسبب الدنیا اور مقبول نہین اُس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا
کے ہو نہ بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی المقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ مین لٹا ہو اُسکی
گواہی رہزن غارتگر پر اور یہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اُسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے
کذا فی البحر وجعلہ ابن کمال عکس الفرع لاصلہ فتقبل لہ لا علیہ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس قرار دیا ہے تو اسکی گواہی
اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اُسکے ضرر پر واعتمد فی الوہبانیۃ والمحبیۃ قبولہا مالم یفسق بسببہا قالوا والحقد فسق للنہی عنہ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول
شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق نہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ
رکھنے سے نہی وارد ہے ہم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اختیار متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے اُنکے زمانے اور ہمارے زمانے مین
کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی تتمۃ قاعدۃ اذا اجتمع الحلال والحرام ولو العداوۃ للدنیا لا تقبل سواء شہد علی عدوہ او غیرہ لانہا فسق وہو لا تتجزی اور
اشباہ مین اجتماع حلال اور حرام کے قاعدے کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کے واسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے
یا اُسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وفی فتاوی المصنف لا تقبل شہادۃ الجاہل علی العالم لفسقہ بترک ما یجب تعلمہ
شرعا فحینئذ لا تقبل شہادتہ علی مثلہ ولا علی غیرہ وللحاکم تعزیرہ علی ترکہ ذلک ثم قال والعالم من یستخرج المعنی من التراکیب کما یحق وینبغی اور مصنف
کے فتاوے مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اُس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اُسپر واجب ہے
شرعا یعنی احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اُسکی گواہی مقبول نہین ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے
ترک تعلم پہ پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے ہم عالم کی تفسیر
اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر امر او تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم
شرعیہ اور بعض آلات علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی ومجازف فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو البسا کثیر الکذب

کہ راست گوئی کی پروانہ رکھتا ہو جسکو باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی ۱۲ م فتح القدیر
مین حکایت ہی کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اُسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے
شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہی جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اُسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مین نے اُس سے
سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپ کا غلام ہون تو اگر وہ اُس کلام مین صادق ہی تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہی تو کاذب کی بھی گواہی
مقبول نہین تو خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ حر کا یون کہنا کہ مین ترا غلام ہون باختیار مجاز کے ہی
یعنی قائم بخدمت ہون اور مطیع اور مجاز کلام مین شائع ہی یہانتک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہی بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہی کہ اس مجاز مخصوص مین اپنی ذلیل
کرنا اور دنیا کے واسطے چاپلوسی کرنا ہی الحاصل ترک مروت مسقط عدالت ہی انتہی مختصراً او یحلف فیہ کثیراً او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول
نہین اُسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہی ۱۲ م کثرت
حلف اگرچہ راستی مین ہی مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہی اور رفتہ رفتہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہی اور گالی دینا یا اُسکے سامنے ہی یا پیچھے
اگر سامنے ہی تو شوخ چشمی اور سوء ادب اور کمینون کی عادت ہی جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہی تو غیبت ہی اور وہ موجب فسق ہی اور مسقط عدالت
ہی اور اگر اسی طرح دشنام بہ لفظ لعنت ہی چنانچہ بازاریان بے نصیب کی عادت ہی کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان کترک زکوٰۃ او حج علی روایۃ فوریتہ جیسے
ترک زکوٰۃ یا حج کبیرہ گناہ ہی بموجب روایت وجوب علی الفور کے ۱۲ م یعنی تاخیر ادائے زکوٰۃ بلا عذر فسق ہی یعنی مختار ہی فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ او اکل
فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہی ۱۲ م بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی
قید ہی یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر
کرتا ہو تو وہ ساقط العدالۃ نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بُعد مصر یا بتاویل فسق ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہی اور بعضون کے
نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہی اور اگر بعذر موانست مہمان یا بنیت روزہ زیادہ کھالے تو ساقط العدالۃ نہین کذا فی الطحطاوی وغیرہ وخروج لفرجۃ قدوم امیر
اور نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ۱۲ م ظہیریہ مین فتوی اُسپر ہی کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کے واسطے یا عبرت کے واسطے نہ نکلین بلکہ تماشے کے واسطے
تو ساقط العدالۃ ہین کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر اور سمندر یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہی ۱۲ م اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کے واسطے
اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا تا مالدار ہوکر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہی کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے
کہا رکوب بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہر ارکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اُسوقت تھا جبکہ ہندوستان تمام کفرستان تھا
چنانچہ تعلیل سے معلوم ہوتا ہی اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہی مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور ہمیشہ سلف سمندر مین سوار ہوا کیے ہین
بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہی جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس او قمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی
بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف پیشاب مسقط عدالت ہی اور طفیلی اور
مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وفی
شرح الوہبانیۃ لاتقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یقرض من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلا اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مقبول نہین شہادت
بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہی اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا ہی تو صاحب عدالت نرہا ۱۲ م ایک نسخہ
مین یقبض ہی بجائے یقرض کے اور اسی طرح خلاصہ مین ہی اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین یقرض ہی بہ یائے تحتانیہ وقاف کذا فی الحلبی

ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہین گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب اُنکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسی کو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اُسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اُسکی سفارش کرتا ہے تو عجب نہین کہ جھوٹی گواہی دے یعنی یا سرداری قوم سے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبد البر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اُسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اُسکو جرأت ہو ایک مذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کی طرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے تو اُسکی گواہی مقبول نہین انتہی ملخصاً تو مذہب ابو حنیفہ کی کچھ قید نہین بلکہ ہر مذہب حق چھوڑنے کا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی بتصرف قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا یعنی اپنی شرح مین اور اسی طرح کفن اور میت کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہین بسبب تمنا رکھنے اُس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہو اُسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والے کی کذا فی العالمگیریۃ وکذا الدلال اور اسی طرح دلال کی گواہی مقبول نہین ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہین اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دین اور کہین کہ ہمنے اُس چیز کو بیچا ہے فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہین فتح القدیر مین ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشہ والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہے کہ اُنکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے اُن پیشون کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادح شہادت معلوم نہو تو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہین ہوسکتی اور یہی حکم ہے نخاسین اور دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہا امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسی طرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہین اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یون گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یون نہ کہے کہ مین وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہین کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینۃ معزیاً الی البزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والسکاکین والمحضرین وکلاء المفتعلۃ علی الواہم ونحوہ فی فتاوی مؤیدزادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات مین اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسمی بالمعین کی کتاب الاجارہ مین بزازیہ کی طرف نسبت کرکے اور خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ مقبول نہین گواہی دلالون کی اور قبالہ نویسون کی اور اُنکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہین اور وکیلان مفتعل کی جو قاضیون کے دروازون پر حاضر رہتے ہین اور اسی کے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہے ہم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہون تو صحیح قول یہ ہے کہ اُنکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور جو وکیل کہ قاضیون کے دروازون پر ہوتے ہین اُنکی گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ وہ حق کے ابطال مین کوشش کرتے ہین اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی ووصی اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابداً وکذا الوکیل بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقاً والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ مین ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اُسکی گواہی میت کے حق مین جائز نہین کبھی اور اسی طرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اور اگر خصومت نہ کی تو ابو یوسف کے نزدیک مقبول نہین ہم اس مسئلہ کا ذکر بعد ایک ورق کے متن مین آویگا ومدمن الشرب بغیر الخمر لان بقطرۃ منہا ترتکب الکبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شرب صغیرۃ اور گواہی مقبول نہین ... پینے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے مرتکب کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اُسکی مردود ہوگی اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہے سو

اہل صناعات دنیئہ کی گواہی مقبول ہے

ف قدوری

غلط ہی چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہی اور سوا ے شراب اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہی اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہی ہم شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہی نہ خمر مین سو لائق اعتماد کے نہین کہ صریح منقول مذہب کے مخالف ہی کافی مین ہی کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہی پوشیدہ اور اسکا یہ فعل ظاہر نہین ہوتا تو عدالت سے خارج نہین ہوتا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اسی وقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اس سے یا مست ہو کر نکلے اور اطفال اس سے کھیلین تو ایسے شخص مین مروت نہ رہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہی کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہی اور نہایہ مین ہی کہ ادمان شرط ہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہی بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا ہی کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہی یعنی سقوط شہادت کے واسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب نہر نے کہا کہ یہ غلط ہی اسواسطے کہ مشائخ نے تصریح کی ہی کہ شرب خمر کبیرہ ہی اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہی انتہی تو خمر مین ادمان اشتہار کے واسطے شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہی دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ ادمان فعل سے ہوتا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ نیت سے ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی فلا یبطل العدالۃ لشبہۃ الاختلاف صدر الشریعۃ وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کے واسطے نشہ پینا نکل جاے تو عدالت ساقط نہو گی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال لہو عبارت ہی دل خوش کرنے سے بواسطہ اس قول اور فعل کے جو مقتضاے حکمت نہین اور مراد کھیل سے وہ جو دوا کے واسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل مین داخل ہی اور قول اصح یہ ہی کہ دوا کے واسطے بھی پینا حرام ہی ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھ کھیلے اسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اسپر دلالت کرتی ہی غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہی کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع مین تو اسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہی کہ اگر شیخ نوجوانون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اسکی مقبول نہین کیونکہ وہ خفیف ہی والطیور الا اذا امسکہا للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کے واسطے رکھے تو مباح ہی مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوتی کہ مورث غفلت ہی اور وہ محمول ہی اس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات نسا پر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیہ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اسکی گواہی مقبول نہین جو طنبور اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہی لوگون مین چنانچہ طنبور اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنے کے واسطے آہنگ بلند کرنا اور ضرب قصب تو مانع شہادت نہین مگر جبکہ اسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اس طرح کہ اسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہی کذا فی الخانیہ بسبب اسکے داخل ہونے کے حد کبائر مین کذا فی البحر ہم محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہین ایک قسم حرام ہی وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ خشت کی ہون یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور بدلیل حدیث ابو امامہ (ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر) یعنی حق تعالے نے مجھکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کے واسطے اور مجھکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کے واسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی وہ دف ہی نکاح مین اور نکاح کے مانند ہی ہر سرور حادث اور اسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہی اور اسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر حدیث مذکور

مشکوٰۃ مین مسند احمد بن حنبل سے منقول ہی معازف آلات سرود اور قاموس مین ہی کہ معازف ملاہی مین مانند عود اور طنبور کے اور فرامیر جمع مزمار آلہ غنا اور جس قصب یعنی نَے اور بانسری مین گاوین اسکو زمارہ اور مزمار کہتے ہین امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہی فقہا کہتے ہین کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہی اور فقط آواز سے مکروہ ہی اور اجنبی عورت سے تحت تر کذا فی ترجمۃ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اسکی گواہی مقبول نہین جو راگ گاتا ہو لوگون کے واسطے اسواسطے کہ وہ لوگون کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین ہی وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتامل اور سعدی افندی کا کلام معنی متن اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہی یعنی اُس مغنی کی گواہی مقبول نہین جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو ہم طحطاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہی بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہی بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا بأس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ و حکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کے واسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایہ اور اسکو صحیح کہا ہی عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود مین وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہی ہم محل اباحت سرود وہ ہی کہ باجا نہو اسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب مین اجماع نقل کیا ہی حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور ہدایہ اور عنایہ مین ہی کہ لہو اور لعب کے واسطے گانا معصیت ہی جمیع ادیان مین ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعضے فقہا نے جائز کہا ہی سرود کو نکاح مین جیسے دف بجانا اُسمین جائز ہی اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہی مطلقا نکاح اور بغیر نکاح مین اور بعضون نے اسکو مکروہ کہا ہی مطلقاً باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق مین ہی اور مذہب یہ ہی کہ سرود مطلقاً حرام ہی تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہی کہ سرود کبیرہ گناہ ہی اگرچہ اپنی ذات کے واسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ شارحین نے تصریح نہین کی کہ سرود مین مذہب کیا ہی اور ہدایہ اور عنایہ مین ہی کہ تغنی لہو کے واسطے معصیت ہی جمیع ادیان مین اور زیادات مین کہا کہ اگر اس چیز کی وصیت کرے جو معصیت ہی ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین اور مغنیات کے واسطے ہو انتہی تو ثابت ہو گئی نفس مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہی کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی مؤید نہین کیونکہ ہدایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہی اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہی اور شہرت اُسوقت ہو گی جب لوگون کے سامنے گاوے وجہ افادہ قید شہرت یہ ہی کہ وصیت منصرف ہوتی ہی متعارف کی طرف اور عرف مین مغنیہ یا مغنی نہین کہتے مگر اسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شارح اطلاق حرمت تغنی مین مصنف کا تابع ہوا ہی اور صحیح قول وہ ہی جو فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتیین سے منقول ہی کہ مقبول نہین گواہی اسکی جو لوگون کے واسطے گاوے اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کے واسطے ہو تا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون اس بات کے کہ دوسرا شخص سُنے تو اسکا مضائقہ نہین اور عدالت اسکی ساقط نہین ہوتی قول صحیح مین انتہی کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ لہو و لعب اور جمع مال کے واسطے تغنی حرام ہی بلا خلاف اگر تو کہے کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہی اسکی مقتضی ہی کہ تغنی مطلقاً حرام ہی اور حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سُنے اور غیر نہ سُنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کے واسطے تغنی مکروہ نہین اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کے سنانے کے واسطے نکاح اور ولیمہ مین تغنی کرے مکروہ نہین تو جواب اسکا یہ ہی کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کے واسطے تغنی مین فقہا کا اختلاف ہی بعضون نے کہا کہ مکروہ نہین مکروہ وہ تغنی ہی جو علی سبیل اللہو ہو بدلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زاہد صحابہ مین تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہی اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہی اور اس قول کو شیخ الاسلام

نے لیا ہی اور محمل حدیث براء بن مالک کا یہ ہو کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے جنمین مواعظ اور حکم تھین اسواسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہین
ویسے ہی غیر معروف کو بھی کہتے ہین چنانچہ حدیث مین آیا ہی (من لم یتغن بالقرآن فلیس منا) اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہی پھر جبکہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جائز ہو کہ
صاحب ہدایہ تعمیم منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہی کہ تغنی محرم وہ ہی جسکے الفاظ ایسے ہون جو حلال نہین جیسے مردمعین اور عورت معینہ زندہ
کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت
کے وصف مین ہون تو مباح ہین بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہین فرمایا ہان اگر
بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہی اگرچہ مواعظ اور حکم ہون تغنی مین ہو کہ ملاہی دو قسم مین ایک محرم چنانچہ الآت مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسرے
مباح وہ دف ہی نکاح اور اُسکے مانند اور سرور حادث مین اور اُسکے غیر مین مکروہ ہی عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہی کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ
ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اُسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درّہ لیتے اور اجناس مین ہی کہ محمد بن شجاع سے اُس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہی
جواب دیا کہ یہ اُسکی شہادت کا قادح نہین اور قرآن خوانی الحان سے بعضون کے نزدیک مباح ہی اور بعضون کے نزدیک منع ہی اور مختار یہ ہی کہ اگر الحان سے
حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہین ہوتے ہون تو مباح ہی اور نہین تو غیر مباح ہی ایسا کچھ علمانے ذکر کیا ہی اور ہم باب الاذان مین مذکور کر چکے ہین کہ تلحین بدون
تغیر مقتضیات حروف کے نہین ہوتی تو یہ تفصیل بے معنی ہی انتہی ما فی الفتح ملخصا بتصرف قال ولا تقبل شہادۃ من یسمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس
الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف یسقط عدالتہ مصنف نے کہا اور مقبول نہین گواہی اُس شخص کی جو راگ سنتا ہی یا راگ کی
مجلس مین بیٹھتا ہی عینی نے اتنا زیادہ کہا یا فسق و فجور یا شرب کی مجلس مین بیٹھتا ہی اگرچہ وہ نشا نہ پیتا ہو اسواسطے کہ اُسکا مختلط ہونا اُنکے ساتھ اور
امر بالمعروف کا ترک کرنا اُسکی عدالت کا مسقط ہی ہم مجلس غنا مین بیٹھنا مسقط عدالت ہی اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہے اور اسی طرح جو راگ
سنے اگرچہ راگ کی مجلس مین نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قالہ المصنف وغیرہ یا اُسکی گواہی مقبول نہین جو
مرتکب ہو اُس چیز کا جسکے سبب سے اُسکو حد ماری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب اُسکا یہ ہی کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو اُسکی گواہی مقبول نہین ایسا کچھ کہا ہی
مصنف وغیرہ نے ہم کبیرہ کی حد مین اقوال مختلف ہین اور قول محقق وہ ہی جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمیل مین اختیار کیا ہی یعنی حق یہ ہی کہ کبیرہ گناہ
وہ ہی کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہی قرآن مجید مین یا حدیث صحیح مین جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہی یا اُسکے مرتکب کو کافر کہا ہو چنانچہ
تارک صلوٰۃ متعمد کو یا اُسکے مرتکب پر شرع مین حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اُنسے زیادہ تر ہو شر اور برائی
مین بحکم بداہت عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہی جو شرع مین منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب مین
کہا کہ مین نے اُن احادیث کو جمع کیا جنمین کبائر کی تصریح وارد ہی تو سترہ کبائر پائے چار دل مین شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور نا امیدی رحمت الٰہی سے اور بیخوفی مکر
الٰہی سے اور چار زبان مین شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ مین شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ مین زنا اور لواطت
اور دو ہاتھ مین قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤن مین یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن مین یعنی عقوق والدین انتہی حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہمکو اُنسے بچاوے
آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اُسکی گواہی مقبول نہین جو حمام مین غسل کے واسطے بلا ازار برہنہ جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہی او یلعب بنرد او طاب مطلقاً
قامر اولا یا اُسکی گواہی مقبول نہین جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے ہم فتح القدیر مین ہی کہ لعب طاب کھیل ہی ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ مین نرد کے مانند
اُسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہین جو کھیل ایسا ہو جسکو شیطان نے پیدا کیا اور اہل غفلت اُسکو کرتے ہون وہ مطلقاً حرام ہی انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہی جو کسر یا النون
کی طرح اُسکو پھینکتے ہین اما الشطرنج فلشبہۃ الاختلاف شرط واحد من ستۃ فلذا قال او یقامر بشطرنج اور شطرنج مین تو بسبب شبہ اختلاف سقوط عدالت کے واسطے

رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدہم فی الخیر وبالسکون فی الشر بحر اور نہایہ میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد
تابعین کا صدر اول ہے انہیں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک لوگ ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں
جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر م صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علمائے مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین ذخیرہ عنایہ میں ابی یوسف
لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف السابّ اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابویوسف
سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اس واسطے کہ وہ ایک
دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل پر ہے تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نہ کیا دل میں رکھا بخلاف بدگو کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کر دیا م
ظاہر یہ ہے مسئلہ متفق علیہا ہے اور ابویوسف کی طرف اس واسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدا ان اباہما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا
کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الایفاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور
اسکا دعوے کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی
گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسی کے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے
شخص کے وصی کرنے میں صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان انکر لا لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی
اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اس واسطے کہ قاضی مالک نہیں کسی کو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباہما الغائب وکلہ
بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے مقبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ
ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں
یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنے کا بخلاف نصب وصی کہ اسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق للمیت بعد ما عزلہ القاضی
عن الوصایۃ بنصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ
بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے یعنے میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ
قاضی نے اسکو معزول کر دیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں اسکے مال اور غیر
مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نہ کی ہو بسبب ہو جانے وصی کے بجائے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول
کرنیکا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہوگیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگی م درصورت بقاے وصایت وصی کا
بجاے میت کے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں
بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم
خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہے مجلس قاضی
میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب تہمت کے م تہمت سے مراد تہمت تصدیق ہے یعنے وکیل جسمیں خصومت
کر چکا ہے اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا تقبلت لعدمہا خلافا للثانی فجعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں
بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابویوسف کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابویوسف
نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قنیۃ الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان بعرضیۃ ان یصیر خصما ولم ینصب

خصما بعد لا تقبل و ہذان الاصلان متفق علیہما و تمامہ فیہ اور شرح زیلعی کی کتاب الشہادات مین ہی کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمے مین تو اُس مقدمے مین
گواہی اُسکی مقبول نہین اور جبکا مخاصم ہونا درپیش ہی اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اُسکی گواہی مقبول ہی اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین
اور پورا بیان اسکا اُسی شرح مین ہی ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومہ جبکہ اُسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ
معزول ہو گیا تو اُسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اُسکو ترک کیا تو اُسکی گواہی بیع
مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہی جب کہ اُسنے خصومت نہ کی اور شفیع ہی جبکہ اُسنے شفعہ طلب نہ کیا اور گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہی کذا
فی الطحطاوی قید بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزلہ قبلت عندہما کما لو شہد فی غیر ما وکل فیہ و علیہ جامع الفتاوی قید لگائی ہینے
مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہی
چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اُس مقدمے کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی حضرت کی گواہی دی تو مقبول ہی کذا فی جامع الفصولین و فی البزازیۃ
وکلہ بالخصومۃ عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درہم عند القاضی ثم عزلہ فشہد ان لموکلہ علی المطلوب مائۃ دینار تقبل بخلاف ما لو وکلہ عند غیر القاضی وخاصم
وتمامہ فیہا اور بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اُسنے جھگڑا کیا مدعا علیہ سے ہزار درم کا پھر موکل
نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اُسکے موکل کے مدعا علیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہی یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہی غیر متعلق
بوکالت بخلاف اُس صورت کے کہ اُسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اُسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان اُسکا اسی کتاب مین ہی ہم باقی
بیان بزازیہ ہوا اور کافی مین یون ہی کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہو اور مدعا علیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اُسکو
معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اُسکی مردود ہی ہر ایک اُس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہو مگر جبکہ اُس حق کی گواہی دے جو بعد اُس
تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہو گی کذا فی الطحطاوی کما قبلت عندہما فالثانی شہادۃ اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شہد
المشہود لہما للشاہدین بدین علی المیت لان کل فریق یشہد بالدین فی الذمۃ وہی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکۃ لہ فی ذلک بخلاف الوصیۃ لغیر عین
کما فی وصایا المجمع و شرحہ و سیجی ثمہ جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہی دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر
پھر مشہود لہمانے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہی اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہی کہ دین ثابت ہی ذمہ پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول
کر سکتا ہی تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اُسمین بخلاف اُس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اُسکی شرح مین ہی اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین
آویگا ہم دین کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہی اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف
وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اُسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہی تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین
اسواسطے کہ اُنکا حق ترکہ مین ہی یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہی تو یہ گواہی ہوئی اُسمین جو دونون مین مشترک ہی اور اگر دو شخصون نے
گواہی دی کہ میت نے اُن دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لہمانے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی
تو مقبول ہی کیونکہ اُسمین شرکت نہین و کشہادۃ وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانہا مقبولۃ فی ظاہر الروایۃ کما لو شہد الوصیان
علی اقرار المیت بشئ معین لوارث بالغ فتقبل بزازیہ اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ
وہ مقبول ہی ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہی کذا فی البزازیہ
ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی و لو شہد فی مال ای المیت لا تقبل اتفاقا لہما

دو نو صغیر ہوں یہ بالاتفاق وصی نہیں الوصایا اور اگر دو وصیوں نے میت کے مال میں گواہی دی تو مقبول نہیں بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے
گواہی دی تو باتفاق ائمہ اور صاحبین کے جائز نہیں اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا میں آویگا لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح ای فسق مجرد عن اثبات
حق اللہ تعالیٰ او للعبد جیسے مقبول نہیں گواہی جرح مجرد پر یعنے اُس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد سے ہم جرح بالفتح
اصطلاح شرع میں عبارت ہو اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق اللہ جیسا کہ حد اور حق العبد جیسا کہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہے جس پر نفع خصوصیت
مشہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر میں ہو کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہیں ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہو حکم کے واسطے تو ضرور ہو کہ مشہود بہ تحت
حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہیں اسواسطے کہ حکم الزام ہو اور قاضی کے اختیار میں نہیں الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق بسبب دفع ہونی الحال
قادر ہو توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہو کہ مجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہو کیونکہ اشاعت فاحشہ بنص قرآن سے ممنوع ہو اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت
فاحشہ مقصود نہیں بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہو اسکا جواب یہ ہو کہ دفع ضرر اشاعت میں منحصر نہیں اسطرح پر کہ برملا قاضی کی مجلس میں گواہی دے بلکہ پوشیدہ
قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہو انتہی وان تضمنت تقبلت والا لاتقبل سو اگر گواہی اثبات حق اللہ یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہو اور نہیں تو
مقبول نہیں بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ قبول الاخبار ولو من شاہد علی الجرح المجرد وکذا اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ
ملا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطال ابن الکمال ردہ باتباعہ عامۃ الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہیں بعد
ثبوت عدالت مشہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت یعنی مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہو بلکہ اخبار مقبول ہو اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو
جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہو مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرار داد کی پیروی کر کے اور اسیکو ثابت رکھا ہو ملا خسرو نے درر غرر میں اور داخل کیا ہو
اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہو رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہو بعد ثبوت کے اٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہو اور ابن کمال
نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقاً مردود کہا ہو باتباع عامہ کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور رکھی ہو ہم ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہو کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی خبر واحد
کیون نا مقبول ہو قبل تعدیل شہود کے اور بعد تعدیل نا مقبول نہیں اگر نصاب شہادت درصورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہو کہ جرح شاہد قبل تعدیل دفع ہو
شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہو لہذا اسمین خبر واحد مقبول ہو اور بعد تعدیل کے رفع ہو شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہانتک
کہ قاضی پر عمل شہادت واجب ہو جبتک کہ جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہو کہ دفع اسہل ہو رفع سے اور یہی سبب ہو جرح مجرد کے مقبول ہونے میں قبل
تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہو بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہو انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہو
کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ تحت حکم داخل نہیں اور گواہی اسیکی مقبول ہوتی ہو جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار میں اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے
ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام میں لفظی خلاف ہو نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہو کہ شہادت فسق مجرد کی
مقبول نہیں گرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہو کہ وہ معتبر نہیں باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہیں کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول نہو
چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اس طرح بیان کیا ہو کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہیں ہو کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت [illegible]
قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو میں جواب دونگا کہ ہان مانع ہو لیکن یہ منع اس سبب سے ہو کہ خبر فسق طعن ہو [illegible]
مقدمہ سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہوگیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کردیا دلیلا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہو اور اگر
شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتے اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہیں کہ فسق مجرد کی
گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہو اسواسطے کہ ہرچند اسنے یہ کہا لیکن اسنے یہ بھی کہا ہو کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو وہی مشہود کی گواہی انتہی

مقبول ہوگی تو خلاف نقلی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت در حقیقت
شہادت نہیں ہے خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل تعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا اسواسطے
کہ اس باب میں اُنکا ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ یہ گواہی معتبر نہیں بمطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل
تعدیل ہو انتہی اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف نقلی کی طرف راجع ہوا
کذا فی الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرًا وعلنا فان عدلوا قبلہا وعزاہ للمضمرات اور اسیطرح قہستانی کا بھی
میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمین یعنے نقایہ کے کلام مین اسکا اشارہ ہے کہ قاضی نہ التفات کرے اس
شہادت کی طرف یعنی فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول کرے
اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل
مین مقبول ہے (قولہ لم یلتفت الاولی لا ینصت کذا فی الطحطاوی) ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نہ کیا بلکہ لا ینصت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی ظاہرہا الا قولہ
فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ تجکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ
حاجت نہیں اسواسطے کہ خلاف نقل ہے نہ معنوی مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر حیث انکہ
مدعی کے شہود پر جرح مجرد کی یون گواہی دین کہ شہود مدعی فاسق ہین یا زانی ہین یا سود خوار ہین یا شراب خوار ہین ہم جرح مرکب کی بھی مثالون مین زنا اور اکل ربا
اور شرب خمر مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد مین بسبب متقادم پر محمول ہے اور جرح مرکب مین غیر متقادم پر محمول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد مین
تفسیق بصیغہ اسم فاعل ہے اور اسم فاعل گاہے بمعنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہین بخلاف جرح مرکب کے کہ وہان بصیغہ ماضی تفسیق ہے
او علی اقرارہم انہم شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ فلا تقبل
بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دین کہ انھون نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت گیر ہین اس شہادت
مین یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی مین یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہین مدعا علیہ پر اس حادثہ مین تو یہ گواہی مقبول نہین بعد تعدیل کے
بلکہ قبل تعدیل مقبول ہے چنانچہ درر مین ہے اور اُسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار محض ہے وتقبل
لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بانہم شہدوا بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول ہے اگر گواہون نے
جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدون کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر کی
اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر رد شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور رد وہ دو چیزین ہین اور فسق شہود کی گواہی یا اقرار مدعی
اسواسطے مقبول ہوگی کہ شاہدون نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہین دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے اور اقرار
ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب اسکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہین ہوتا خزانۃ المفتین مین ہے کہ اثبات اقرار مدعی بفسق شہود
یا بطلان شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہین بلکہ اس بات سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا المجلس
الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس مین جسمین مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی قذف
او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یون گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہین یا محدود فی القذف ہین

یا گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا اسکا باپ ہے کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہے اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہے او انهم زنوا او شهدوا انهم شربوا

الخمر ولم يتقادم العهد لما مر في بابه یا گواہی دی کہ مشہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے بہر افعال جو اوپر بیان ہوا

مسروق کی اسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہیں ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب میں ہم حد شرب میں مذکور ہو چکا کہ شرب کا

تقادم ذہاب ریح یعنی بدبو جانے سے ہوتا ہے اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمدا یعنی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا

جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکاء للمدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہیں مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہے وہ مال ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایسا شاہد ... مدعی کا

اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو جسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہیں کہ شاہد مدعی کا شریک ہے ... اسکا اقرار ہوگا کہ ... مدعی ... کا مملوک ہے

كذا في فتح القدير او انه استاجرهم بكذا لها الشهادة واعطاهم ذلك مما كان لي عنده من المال ولو لم يقل ذلك لم تقبل لانه دعوى الاستيجار لغيره ولا ولاية له عليه

یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کو اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال میں سے جو میرا تھا مدعی کے پاس

اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہیں غیر شخص پر یعنی تو دفعا نھم ... اجرتهم یعنی جب

یہ کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہوگی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہوگی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہے جو مقبول نہین

او اني صالحتهم على كذا و دفعته اليهم اي رشوة والا فلا صلح بالمعنى الشرعي ولو قال لم ادفعه لهم لم تقبل على ان لا يشهدوا علي زورا وقد شهدوا وازوروا واطلب

ما اعطيتهم یا گواہی دی مدعی علیہ کے اس قول پر کہ شہود مدعی سے میں نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے میں نے دیا تھا اس شرط پر

کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور میں انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو میں نے دیا شارح نے کہا اگر دینا مال کا بطور رشوت کے

ظاہر نکریگا تو صلح معنی شرعی ثابت نہوگی اور اگر کہے کہ صلح کرکے میں نے مال نہیں دیا تو گواہی مقبول نہیں وانما قبلت في هذه الصور لانها حق الله او العبد فمست الحاجة

لاحيائها اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہے کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہیں تو دونون حقون کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی

شهد عدل فلم يبرح من مجلس القاضي ولم يطل المجلس ولم يكذبه المشهود له حتى قال اوهمت اخطات بعض شهادتي ولا مناقضة قبلت شهادته جميعا

شهد به لو عدلا ولو بعد القضاء وعليه الفتوى خانيه وبحر گواہی دی شاہد عادل نے سو نہ ہٹا وہ مجلس قاضی سے جدا نہیں ہوا اور مجلس بھی دراز نہیں ہوئی اور مدعی نے

اسکی تکذیب نہیں کی یہانتک کہ شاہد نے کہا کہ میں نے خطا کی بعض شہادت میں اور حالانکہ دونون قولون میں مخالفت نہیں تو اسکی گواہی مقبول ہے سب چیز

میں جسکی اسنے شہادت دی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ والبحر ہم خطا بعض شہادت

خواہ زیادت ہو خواہ نقصان زیادت اس طرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا حقیقت میں پانسو درم ہیں اور کمی کی یہ مثال ہے کہ پانسو کی گواہی

دی پھر بولا کہ میں بھول گیا وہ تو ہزار درم ہیں تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون میں مقبول ہے اسواسطے کہ رعب مجلس قضا سے گاہے ایسا

ہو جاتا ہے کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت جیسا کہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہے پھر بولا کہ میں نے

خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہے تو گواہی مقبول نہوگی قلت لكن عبارة الملتقى تقتضي قبول قوله اوهمت وانه يقضي بما بقي وهو مختار السرخسي وغيره وظاهر كلام الاكمل و

سعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر میں کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہے کہ شاہد کا یون کہنا کہ میں نے خطا کی مقبول ہے اور اسکی کہ ما بقی کا حکم ہوگا اور

یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہے اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ

استدراک بے معنی ہے کیونکہ اس قول میں صریح اختلاف ہے باہمی اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد

نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ میں چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہے تو اسمیں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ سب کا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور

بعضون سے کہا فقط ما بقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلطی کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ
جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اُسکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسی کی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصرًا وان قال الشاہد
بعد قیامہ عن المجلس اوہمت قبل علی الظاہر احتیاطًا اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اُٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر
ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھم وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاید مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلایا ہو طمع دیکر صدر الشریعۃ نے کہا کہ عدم
قبول اس صورت مین ہی جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہی جیسا کہ لفظ شہادت کو
اُسنے ذکر نہ کیا پھر دوسری مجلس مین اُسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسی کا نام نلیا تو
مقبول ہی اسواسطے کہ قضا متصور نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح وکذا لو وقع الغلط فی بعض الحدود والنسب ہدایۃ اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع
ہوگئی بعض حدود یا النسب مین کذا فی الہدایۃ ھم مثلًا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجاے محمد بن علی بن عمران کے
محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اُسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہی اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہدون نے ایک
حد یا دو حدین غلطی کی پھر اُسکا تدارک کیا اُسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو درصورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہد یون بولے کہ اُسکا نام فلانا تھا پھر اُسکا نام فلانا ہوگیا
بینۃ انہ ای المجروح مات من الجرح الاولی من بینۃ الموت بعد البرء اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولے بالقبول ہی اُس گواہی سے کہ بعد صحت کے
مرگیا ھم یعنی زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اُسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگارون نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم سے
چنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہی کذا فی الدرر ولو اقام اولیاء المقتول بینۃ علی ان زیدا جرحہ وقتلہ و اقام زید
بینۃ علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینۃ زید اولی من بینۃ اولیاء المقتول مجمع الفتاوی اور اگر اولیاء مقتول نے
اُسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اُسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی
اولی اور اقدم ہی اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوی ھم ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی وبینۃ
الغبن من یتیم بلغ اولی من بینۃ کون القیمۃ ای قیمۃ ما اشتراہ من وصیہ فی ذلک الوقت مثل الثمن لانہا تثبت امرا زائدا ولان بینۃ الفساد ارجح من بینۃ
الصحۃ درر خلافا لما فی الوہبانیۃ اور ثبوت نقصان کی گواہی اُس یتیم کی جانب سے جو بالغ ہوگیا اولے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس
قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اُس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے
کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسمین بینۂ صحت کی تقدیم فساد پر مذکور ہی ھم درر مین صورت مسئلہ یون
مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اُسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ
کی قیمت اُس وقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی اما بدون البینۃ فالقول لمدعی الصحۃ منیہ اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا
قول معتبر ہی کذا فی المنیۃ ھم شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور
درصورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی وبینۃ کون المتصرف فی نحو تدبیر او خلع او خصومۃ ذا عقل اولی من بینۃ الورثۃ
مثلا کونہ مخلوط العقل او مجنونا اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصومت کے تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہی وارثون کی مثلًا
اس گواہی سے کہ وہ متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھم یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اُسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ وہ
عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ سے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے
گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتوں میں عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر ولو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فھو علی المرض اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہمکو
معلوم نہیں کہ طلاق یا اعتاق صحت میں تھا یا مرض میں تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی ولو قال
الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان گو تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی یہانتک
کہ دو شاہد گواہی دیں کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ وبینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا واتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یورخا فبینۃ
الطوع اولی ملتقط وغیرہ واعتمدہ المصنف وابنہ وعزمی زادہ اور اقرار مقر میں اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین سے تاریخ مذکور کی
اور دونوں کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونوں کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونوں نے تاریخ مذکور نہ کی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ
اور اسی قول پر مصنف نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے فروع مسائل ملحقہ شارح کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیہ
فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہوگیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفی الاشباہ اختلف
المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ میں ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا
صحت اور بطلان بیع میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع میں اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ میں مدعی فساد کا
قول معتبر ہے ہم مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوے کیا کہ میں نے بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا
دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونوں قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط اختلفا فی البیع والرہن فالبیع
اولی اور ملتقط میں ہے کہ دو شخصوں نے اختلاف کیا بیع اور رہن میں تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات والوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصوں نے اختلاف کیا
بیع کے لازم ہونے میں اور بیع الوفا میں تو بیع الوفا کا قول اولی اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالدار بلا ذکر انہا
فی ید الخصم فشہد آخران شہادت قاصرہ کو پورا کر دیا اور شاہدوں نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدوں نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اس بیان کے
کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے میں ہے سو دو اور شاہدوں نے اسکی گواہی دی ہم دونوں گواہیاں ملکر مقبول ہیں اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے
کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات میں کذا فی الدرر او شہدا بالملک فی المحدود وآخران بالحدود یا دو شخصوں نے ملک محدود کی گواہی دی یعنی بلا ذکر
حدود اور انکے سوا اور دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم والنسب ولم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمے بہ اور یا دو شاہدوں نے
نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونوں شاہد اس مرد کو بعینہ نہیں جانتے ہیں تو دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمے باسم ونسب مذکور ہے
کذا فی الدرر یعنے یہ نام ونسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ وعلیہ الفتوے
ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدوں نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہیں اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تا وقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ بولے
اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے ہم یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگوں کے نزدیک اس طرح پر کہ سب جانتے ہوں کہ مدعی علیہ
اس مکان اور زمان میں نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوے متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب نہ لازم
آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات میں شک داخل نہیں ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہیں مگر دس مسائل میں جو اشباہ کی کتاب القضا
میں مذکور ہیں اور نوادر میں ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر اجارہ یا کتابت
یا طلاق یا اعتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات میں لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص وہاں اس دن

باعتبار وجوب قوامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتہا اور وافقت الشہادۃ الدعوی قبلت والا لم توافقہا لا تقبل و ہذا حاصل الاصول المتقدمۃ
جبکہ شہادت دعوے کے مطابق ہوگی تو مقبول ہوا در اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہیں اور یہ ایک قاعدہ ہی قولہ لما تقدم سے ہم شارح نے تقدم
دعوی کو بیان قاعدہ نہ کہا حالانکہ اول اسکو قاعدہ و اعتبار کرچکا ہی باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدم دعوی کو اس باب مین دخل نہیں فلو ادعی
ملکا مطلقا فشہدا بسبب کشراء او ارث قبلت لکونہا بالاقل مما ادعی فتطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے
ملک باسبب کی گواہی دی چنانچہ خرید یا ارث یعنی مثلاً مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہدون نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا
یا ارث مین پایا ہی تو گواہی مقبول ہی بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوے مدعی سے تو دعوی اور شہادت مطابق ہوگئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد متقدمہ مین ہم
شارح نے ارث کو ملک مقید کی مثال مین مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہی کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہی چنانچہ بحر الرائق مین ہی فتح القدیر سے اور خود شارح
اسکو عنقریب ذکر کریگا تو اگر یہان ارث کا ذکر نہ کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسہ بان ادعی بسبب وشہدا بالمطلق لا تقبل لکونہا بالاکثر کما مر اور بالعکس اسکے اسطرح کہ دعوی کیا
ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو دعوی سے
تو مقبول نہین قلت و ہذا فی غیر دعوی ارث و نتاج و شراء من مجہول کما بسطہ الکمال مین کہتا ہون اور یہ یعنے ملک سببی کے دعوے مین ملک مطلق کی
شہادت کا مقبول نہونا دعوی ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سوا ہے مین ہی چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم اگر دعوی
کیا ملک بالارث کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی
کیا یعنی یون دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہی کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی اسواسطے کہ مطلق اقل ہی نتاج سے
اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہی بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہی اور اگر دعوے کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر
نہ کیا یا یون کہا کہ مین نے اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہی مگر اسمین اختلاف ہی کذا فی الفتح والحلبی تتمہ فی مستثنی فی البحر ثلثۃ
وعشرین اور بحر الرائق مین تیئیس صورتون کو استثنا کیا ہی یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہی اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو مقبول نہین
بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنے کی ہین طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد (فاذا وافقتہا قبلت والا لا) مذکور کرتا
چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہی منجملہ صور مذکورہ چار صورتین وہ ہین جو شارح (فی کل قول جمع مع فعل) کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء من المجہول
ہی جو مذکور ہو چکی انتہی مختصرا و کذا یجب مطابقۃ الشہادتین لفظا و معنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہی امام اعظم رح کے نزدیک
تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہی اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا
مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی کذا فی الفتح الا فی ثنتین واربعین مسئلۃ مبسوطۃ فی البحر زاد ابن المصنف فی حاشیتہ
علی الاشباہ ثلثۃ عشر اخر ترکتہا خشیۃ التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین مشرح مذکور ہین مطابقت شرط نہین اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے
اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہین مین نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام مین بخوف تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر
نہین کیا والا مسائل مذکورہ تو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کرچکا ہی بطریق الوضع لا التضمن واکتفیا بالموافقۃ المعنویۃ و بہ قالت الثلثۃ تطابق مذکور یہ ہی
واجب ہی بطریق التضمن اور صاحبین رح نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہی اور یہی مذہب ہی ائمہ ثلثہ باقیہ کا ہم وضع کی قید سے دو صورت
نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہی اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ
متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنے غیر معنے بریہ ہین کذا فی البحر و لو شہد احدہما بالنکاح

والآخر بالتزوج صح قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں
ہم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنی ہم معنی وکذا الہبۃ
والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ہم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے
ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلث ردت
لاختلاف المعنیین اور اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی
گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ہم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد
ایکہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد زیادت ہے تو مجتمع علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں
شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار
بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ہم اسواسطے کہ شاہدین کا
اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول
ہے ہم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوی میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شہادتین میں اور شہادت اور دعوی میں تطابق ویسا شرط نہیں جیسا شہادتین
میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی تبصرہ وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہا لانہ لم یجمع بین قول وفعل قنیۃ اور اسیطرح
گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اس طرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے
اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ہم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے
کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد اللفظ کشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق او عتاق والآخر بالاقرار بہ فتقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت واقرضت
وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہوجاویں باعتبار لفظ یعنی دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی
بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے
بسبب متحد ہونے صیغہ انشاء اور اقرار کے یعنے تفرقات مذکورہ میں انشاء اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں خلاف رکھتا ہے
بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ہم اتحاد صیغہ انشاء اور اقرار باعتبار آخر صیغہ اقرار
کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور زمانہ آئندہ کے بولتے ہیں بقصد
اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ عمدا بالسیف والآخر بسکین لم تقبل لعدم تکرار الفعل تبکرار الآلۃ محیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس
گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے
فعل کے آلہ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ہم فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور
دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے و تقبل
علی الالف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل الا ان یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول
ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا
نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا

اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور ایک شاہد سو مین
منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی نے تکذیب کیا ہے اُس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی
اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو تھے سو مین سے سو درم لیچکا یا مین نے اسکو معاف کر دیے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہے
وہذا فی الدین اور یہ یعنے اشتراط موافقت بین الشہادتین لفظاً بحسب وضع دین کے دعوے مین ہے تو اسم اشارہ اسکی طرف راجع ہے
جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی وفی العین تقبل علی الواحد کما لو شہد واحد ان ہذین العبدین لہ وآخر ان
ہذا لہ قبلت علی العبد الواحد الذی اتفقا علیہ اتفاقا اور دعوے عین مین گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے
کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اُس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا
اتفاق ہوا باجماع ائمہ اور صاحبین سے کذا فی الدرر عن المحیط وفی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرہما عزمی زادہ
اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو
یا مشتری کذا فی الدرر ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلو شہد واحد بشراء عبد او کتابتہ علی الف وآخر بالف وخمس مائۃ ردت لان المقصود
اثبات العقد وہو یختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد پھر مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک شاہد نے
گواہی دی غلام کی خرید یا اُسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات
ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ہم عقد مختلف ہوتا ہے
اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اُس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی
ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثلہ العتق بمال والصلح عن قود والرہن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراہن والمرأۃ لف ونشر مرتب
اذ قصدہم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال و صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین
اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہوا کہ مدعیون کا مطلب
اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا ہے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی
الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین اذ مقصودہم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلاً مولےٰ مدعی ہو تو دعوے
دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو چنانچہ
مذکور ہو چکا ہے توضیح دعاوی مذکورہ اس طرح ہے کہ غلام کے مولی نے کہا کہ مین نے تجکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوے کرتا ہے کہ ہزار درم پر
یا ولی قصاص کہتا ہے کہ مین نے تجسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارۃ کالبیع
لو فی اول المدۃ للحاجۃ لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ہم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے
دعوے کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو ہین سو ایک شاہد نے اُسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند
بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاء منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح
وکالدین بعدہا لو ادعی الموجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر
مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہے بالاتفاق ہم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجر اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی ہو

یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہی تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دو سو اینڈر دسو کی اور موجر مدعی ہوا کثر کا تو ہزار کا حکم ہو گا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود
نہین بعد مدت کے سواے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہی کیونکہ وہ مال اجارہ کا معترف ہی تو مستاجر پر حکم ہو گا بقدر اسکے اعتراف کے
خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہو گا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا خلافا لہما
اور صحیح ہی نکاح اقل مال سے یعنی ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کہ انکے نزدیک نکاح باطل ہی ہم
وجہ استحسان یہ ہی کہ مال تابع ہی نکاح مین اور مقصود اصلی نکاح مین حلت اور ملک ہی اور اسمین اختلاف نہین بلکہ تابع مین ہی پھر جب تابع مین یعنی مال مین اختلاف ہوا
تو اقل المالین پر حکم ہو گا کیونکہ اقل پر اتفاق ہی شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہو گی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ بارث بان یقولا مات
وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت مین جر میراث کا بیان کرنا لازم ہی اس طرح کہ شاہدین کہین کہ مورث مرگیا اور متروکہ کو اسنے مدعی کے واسطے میراث
چھوڑا ہم جر میراث یعنے ملک مورث کو وارث کی ملک کی طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہی کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہی متروکہ مین ولہذا
مورثہ لونڈی مین وارث پر استبرا واجب ہی اور وہ وارث غنی کو حلال ہی جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متعدد و محتاج ہی نقل کا تا استصحاب حال تثبت نہ ٹھہرے
اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جر میراث لازم نہین اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہی بطور خلافت کے مورث سے ولہذا ردمبیع بسبب عیب کے کرسکتا ہی تو ملک مورث
کی گواہی بعینہ ملک وارث کی گواہی ہی الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او یدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر و مستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر
لان الایدی عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہی مگر یہ کہ شاہدین گواہی دین مورث کے ملک کی
اسکے مرنے کے وقت یعنی یون کہین کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنی اسکے قبض اور تصرف کی گواہی دین یا اس شخص کے قبض اور تصرف کی
گواہی دین جو مورث کے قائم مقام ہی چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا غاصب یا امانت دار تو یہ یعنی شہادت ملک یا قبض معنی ہی بیان جر میراث سے اسواسطے کہ
قبض اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہو جاتے ہین بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضرور ثابت ہو گی ہم تا وقت
موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہی اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہی یعنی قبضۂ غصب اور قبضۂ امانت اور قبضۂ ملک لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضۂ ملک کا
ہو جاتا ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب اور امانت کے مرجاے تو مغصوب اور ودیعت اسکی ملک ہو جاتی ہی اسپر ضمان واجب ہو کر
شرعا کذا فی الفتح ملخصا در بین کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہی بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مغصوب اور
امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک مین بیان کر دیتا پھر جب اسنے بیان نہ کیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف مین تھا سو اسکا مملوک تھا انتہی ملخصا
ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک ظہیریۃ اور شہادت میراث مین جر مذکور کے ساتھ
بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہی یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہی یا چچا اور یہ بیان ضرور ہی کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہی
یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریۃ ہم اور مولی کی شہادت مین یون کہنا ضرور ہی کہ مدعی مولی ہی میت کا جسنے اسکو آزاد کر دیا اور کوئی اسکا وارث نہین
سواے اسکے اسواسطے کہ لفظ مولی مشترک ہی چند معانی مین کذا فی الطحطاوی وبقی شرط ثالث وہو قول الشاہد لا وارث او لا اعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت
ارث مین تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہی شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہین سواے مدعی کے یا مین کسی وارث کو نہین جانتا سواے اسکے والرابع
وہو ان یدرک الشاہد المیت والا فباطلۃ لعدم معاینۃ السبب ذکرہا البزازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہی کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنے
دیکھا ہو اور نہین تو شہادت باطل ہی بسبب عدم معائنہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط
اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت مین شرط نہین وان شہد ابیہ حی سواء قالا منذ شہر اولا ردت لقیامہا بالمجہول التنوع ید الحی اور اگر شاہدین نے

شخص زندہ کے قبض اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نہ کہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے
گواہی بامر مجہول سبب چند قسم ہونے قبض زندہ کے ہم یعنے مثلاً ایک گھر ایک مرد کے قبضہ مین ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ
سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو یہ بنی
بسبب شک کے حکم نہ دیگا کہ میرا اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی
دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلاً گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار
کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبض مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جاویگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے
اور جہالت مقر بہ مبطل اقرار نہین ہم یہی صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھتے ہم جبتک ثبوت
انتقال اور مقر بہ یعنی جسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبض مدعی کا تو یہ مجہول ہے معلوم نہین کہ اسکے قبضہ مین بطور امانت یا غصب کے تھا یا بطور ملک کے تو یہ جہالت
مبطل اقرار مدعا علیہ دلانے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلاً گھر سابق مین مدعی کے قبض مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے
انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے لیکن اسکے بعد اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی بتصرف
والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید لا الملک بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ
قبض منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبض کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ ہم قبض منقضی سے زندہ کا قبض مراد ہے نہ قبض میت کا اسواسطے کہ قبض
میت کی گواہی مقبول ہے جیسے کہ مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق بل یکون اقرارا لہ بالید المفتی بہ نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ
اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کے قبض مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبض کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان یہ بھی قبض کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین
یعنے اگر بعد اسکے گواہی غصب پر نہ قائم ہوگی تو مسموع ہوگی فروع مسائل ملحقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمس مائۃ قبلت بالالف الا اذا شہد معہ
آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اس شاہد کے
ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ
تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین ولا یشہد من علمہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی
دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ہم تبیین اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اس مین سے پانسو ادا
کیے ہین تا وقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نہ کرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر
صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعۃ نے
صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگت مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم
یذکر المدعی لونہا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنے عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نہ کی کذا فی الزیلعی یعنے اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق
گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھہریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی سے ایصال دین کا دعوی کیا
بطریق ادائے متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان
علیہ کذا تقبل الا اذا سالہما الخصم عن بقائہ الان فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ بحر شاہدون نے گواہی دی زندہ کے
دین مین اس طرح کہ اسپر اتنا دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقائے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین

تو گواہی مقبول نہین اور میت کے دین مین مطلقاً مقبول نہین جب تک کہ شاہدین یون نہ کہین کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی کذا فی البحر قلت وبخالفہ

ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین انتہی والاحتیاط لا یخفی مین کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہی وہ قول جو معین الحکام

مین ہی ثابت ہوجانے دین سے بمجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین نے یہ نہ کہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہی انتہی اور احتیاط مخفی نہین م یعنے

بحر الرائق کے قول مین احتیاط ہی تامل مین تو غیر ہے دار تون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنی بحر الرائق کا قول ضعیف ہی اور احتیاط امر ثبت مین اتنی قدر

کافی ہی کہ خصم سے قسم لیجاوے باوجود شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہدا بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے

ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین قول صحیح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی

جامع الفصولین م ادعاے ملک ماضی قرینہ ہی نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین اشہاد ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہی گواہی پر گواہی دینے کا م شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہی اور نیابت جاری نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل

استحسان اسکو جائز رکھا ہی بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے اداے شہادت سے عاجز ہوتا ہی تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی

گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہی اگرچہ بکثرت ہو یعنی فروع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت علی ہذا القیاس

کذا فی الدرر ملخصا ہی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہا بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہی اگرچہ طبقات فروع

مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہی بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین بسبب ساقط ہوجانے دونون کے شبہہ سے

وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہی شاہد کرنا ہر طرح یعنے بعذر و بلا عذر م خزانۃ المفتیین مین ہی کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہی اگرچہ اصول کو کچھ عذر

نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت سے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لا تقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت ای موت الاصل یکتفی بہ فرعہ کی

گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے ونقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ

عنہا وہو خطاء والصواب ما ہنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہی اسمین کلام ہی سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور

نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہی وہ خطا ہی اور ٹھیک وہ قول ہی جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہی م قہستانی نے

کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہی کہ اصل جب مرجاے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہین تو حیات اصل کی شرط ہی انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے

عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا (فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ) چنانچہ خود شارح نے اسکی

تصریح کی ہی شرح ملتقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بالغیبۃ بحیث تیعذر ان یبیت باہلہ واستحسنہ غیر واحد

وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسفؒ نے اصل کی غیبت پر کفایت کی ہی اسطرح

کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت علمانے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہی اور اس قول پر فتوی ہی اور ثابت رکھا ہی

اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م بیماری سے وہ بیماری مراد ہی کہ مجلس قضا مین حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہی اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہی

تاتارخانیہ مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی اور ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ اگر صبح سے اداے شہادت کے واسطے جاے اور اپنے گھر مین رات تک نہ آسکے تو اشہاد جائز ہی اور یہ قول ہی

فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی العالمگیریہ او کون المراۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو

بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیہ وفیہا الا یجوز الاشہاد بسلطان دار اور

قنیہ میں ہے کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہیں م یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہر میں ہوں تو انکو اپنی شہادت پر دوسرے کو گواہ کرنا جائز نہیں مگر محمد کے
نزدیک کذا فی الطحطاوی وہل یجوز للمحبوس ان من غیر حاکم الخصومۃ نعم ذکرہ المصنف فی الوکالۃ اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت
نے حبس کیا ہو تو ہاں جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالۃ میں ذکر کیا م مصنف نے اپنی شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اسمیں ہمارے زمانے کے مشایخ مختلف ہیں
بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہیں کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کرسکتا ہے اور اگر والی کے مجلس میں ہوا اور نکالنا
اسکا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وقولہ عند الشہادۃ عند القاضی قید للکل لاطلاق جواز الاشہاد لا الاداء کما مر اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے
شہادت کے وقت حضور اصل معتذر ہو یہ قید ہے سب عذرات مذکورہ یعنی موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے
شہادت کے چنانچہ مذکور ہوچکا اس قول میں کہ جاز الاشہاد مطلقا وبشرط شہادۃ عدد نصاب ولو رجلا وامرأتین اور اگر گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرطیکہ شہادت عدد یعنی بشرط
نصاب شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ومافی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی میں ہے غلط ہے کذا فی البحر م حاوی میں ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتوں کی گواہی
مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی عن کل اصل ولو امرأۃ نصاب شہادت شرط ہے ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی ہذا وذلک
خلافا للشافعی نہ مغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی م یعنے یہ واجب نہیں کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغایر ہوں
بلکہ دو شاہدوں کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنی ہر اصل کی دو فرع لازم ہیں خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہوں یا دو ہی شاہد دونوں کے
ہوں اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہوں دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتہا ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنہ بحر اشہد علی
شہادتی انی اشہد بکذا اور شہادت علی الشہادۃ کی کیفیت یعنی طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے مخاطب ہوکر اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد ہو میری
اس شہادت پر کہ میں ایسی شہادت دیتا ہوں م یہ ضرور ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہیں اگرچہ فرع نے اصل سے
گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو ردہ ارتد قنیہ اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول نہ کرے
تو شہادت رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشہد علی شہادۃ من لیس بعدل عندہ حاوی اور لائق نہیں
فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہیں کذا فی الحاوی م بحر الرائق میں خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم
عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادۃ میں مسیء یعنی بدکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشہد ان فلانا اشہدنی علی شہادتہ بکذا
وقال لی اشہد علی شہادتی بذلک ہذا اوسط العبارات وفیہ خمس شینات والاقصر منہا ان یقول اشہد علی شہادتی بکذا ویقول الفرع اشہد علی شہادتہ بکذا وعلیہ
فتوی السرخسی وغیرہ ابن کمال وہو الاصح کما فی القہستانی عن الزاہدی اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی کہ فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے
اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتوں میں سے اوسط عبارت ہے اور اسمیں پانچ شین ہیں
اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں اسکی اس شہادت پر اور عبارت
مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی میں زاہدی سے منقول ہے م اوسط عبارت اسواسطے
اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت ہے کہ فرع قاضی کے
نزدیک کہے اشہد ان فلانا اشہد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشہدنی علی شہادتہ وامرنی ان اشہد علی شہادتہ وانا اشہد علی شہادتہ بذلک
اس عبارت میں آٹھ شین ہیں اور اوسط عبارت میں پانچ شین ہیں اور اقصر میں دو شین ہیں عنایہ میں ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث اور انکے
استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصلہ ان عرف الفروع بالعدالۃ والا لزم تعدیل الکل اور کفایت کرتی ہے

۵۱ یعنی گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے روبرو میرے گواہی دی اس بات کی کہ فلان شخص کا فلان پر اسقدر مال ہے اور مجھکو اپنی شہادت پر گواہ کیا ہے اور اجازت دی کہ اسکی گواہی بعد گواہی دوں اور میں اسکی گواہی پر مال مذکور کے باب میں گواہی دیتا ہوں ۱۲

تعدیل فرع کی بابت اصل کے واسطے اگر فروع مشہور بعدالت ہون اور نہین تو اصول و فروع سب کی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح
لان العدل لایتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہی ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی
تعدیل سے ہم پہنے بعضون کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہی اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہی کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی
اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہی اسواسطے کہ عادل تعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اسکی ذاتی شہادت بھی اس منفعت کی متضمن
ہی کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی
کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیہ وشرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل علی ما فی القہستانی عن المحیط
فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنی فرع کی گواہی جائز ہی پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے
اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہی بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسیطرح اگر فرع کہے کہ اصل
عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہی سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور منہا نہیہم عن الشہادۃ علی الاظہر خلاصہ وسیجی متنا ما یخالفہ اور باطل ہو جاتی ہی فرع کی
گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فرع کے شہادت سے یعنے اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہی بقول
اظہر کذا فی الخلاصہ اور آیندہ متن مین مخالف اسکے ومنہا خروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہی شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت
کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنے اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہوگیا تو فرع کی شہادت باطل ہی اسی طرح جنون اور ارتداد و ومنہا انکار
اصلہ الشہادۃ کقولہم ما لنا شہادۃ او لم نشہدہم او شہدناہم وغلطنا اور فرع کی شہادت باطل ہی بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کو چنانچہ اصول کا
یون کہنا کہ ہم گواہ نہین یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہم نے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہی صورت مسئلہ یہ ہی کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مرگئے
یا غائب ہوگئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہین
اگرچہ اصول منکر ہون کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار
تو فروع کی گواہی مقبول ہی کذا فی الخلاصہ ہم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہی شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا
بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون کی شہادت پر فلانی
عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فرعین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو
لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہی تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ
مین وہی عورت ہون ہم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس مسئلہ سے غرض یہ ہی کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ یہ نسبت پوری ہی
اور گواہی مقبول ہی اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نہ کیا تو اسکو صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہی تاکہ
نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا کہ مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہوچکی دونون کی شہادت سے اور مدعی
دعوی کرتا ہی کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہی مگر یہ احتمال ہی کہ شاید اسنے رجوع نہ ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی
شہادت قاصرہ کے مانند ہی جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہی انتہی ومثلہ فی کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ
فلو جاء المدعی برجل لم یعرفا کلفہ لاثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر اسواسطے کہ شاہد نے اسکے کتاب حکمی ہی یعنے ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو
اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہی تو اگر مدعی لایا کسی مرد کو جسکو بسبب عدم ائتلاف کے شاہد نہین پہچانتے تو قاضی مکتوب الیہ مدعی کو

ان القاضی ان یسخم وجہہ اذا راٰہ سیاسۃ اور بحر الرائق مین ہی اور ظاہر کلام فقہا یہ ہی کہ قاضی کو جائز ہی کہ جھوٹے گواہ کا منھ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرا ضرب اجماعا وان تاب لم یعزر اجماعا اور بعضون نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہوکر تو باجماع امامؒ و صاحبینؒ کے مار کھاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ہم اصرار کی یہ صورت ہی کہ شاہد کہے کہ مین نے یہ جھوٹی گواہی دی اور مین ایسی گواہی سے نہ پھرونگا کذا فی الفتح وتفویض مدۃ توبتہ ولو رای القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو عدلا او مستورا لاتقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی راے پر مفوض ہی بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں یعنے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتیٰ عینی وغیرہ مین کہتا ہون لیکن ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہی اور اسی قول پر فتوے ہی کذا فی العینی وغیرہ ہم اسواسطے کہ گا ہے اسکی توبہ ظاہر ہوسکتی ہی شہادت زور پر ندامت اور تاسف کرنے سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہی شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہی نفی کرنے اس چیز سے جسکو ثابت کرچکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہی کہ شاہد کہے کہ مین پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی مین نے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہم چنانچہ یون کہنا کہ مین نے جھوٹی گواہی دی یا مین جھوٹ بولا اپنی گواہی مین کذا فی الطحطاوی یا مین مبطل تھا شہادت مین یعنی ناحق پر تھا اسمین کذا فی الدرر فلو انکرہا لایکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہی اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہی کہ رجوع عبارت ہی فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہی چنانچہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہی اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنے شہادت زور گناہ ہی مجلس قضا مین تو اسکی توبہ بھی مختص بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لاتقبل لفساد الدعوے تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو بگواہی ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوی کے ہم یعنے بینہ اور یمین دعوی صحیح پر قائم ہوتی ہین اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی مین رجوع کیا باطل ہی لہذا بینہ مقبول نہ ہوگی نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوی کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینا قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنے اگر یہ دعوی کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنے ضمان کا انپر حکم کیا اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہی بسبب صحیح ہونے دعوی کے کذا فی الدرر وبرہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک یا مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونون شاہدون نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہی اور اقرار مذکور فی الحال کا انشا اقرار رجوع جائیگا کذا ذکرہ ابن الملک یعنے گویا بالفعل رجوع واقع ہوا فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی بموجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہی قاضی اسپر حکم نکرے ولا ضمان وحررو او عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہد پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا یا رجوع سے کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی النہر ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے وہی تعزیر مراد ہی جو شاہد زور مین

باب الرجوع عن الشہادۃ

مذکور ہو چکی یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع جیسا کہ زمین اور اسکی عمارت کی اور گھوڑی اور اسکے بچہ گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا ولعدہ لم یفسخ الحکم مطلقا الترجمہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہو گا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح لسبب رجحان ہو جانے خبر اول کے قضا سے ہم اگر شارح توضیح کرتا الرجح الخبر الاول من شاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجمہ کی ظاہر ضمیر حکم کی طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہو گا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح ہے اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحطاوی بخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود للامر ان الحاکم اذا اخطا فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ہم صورت مذکورہ مین خطاے حاکم یہ ہے کہ اسنے حال شہود کا تفحص نہ کیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجا الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ہم امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنی شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا اینکہ اگر حکم نہ دے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال او لا بہ یفتی بحر وبزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسی کا فتویٰ ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصۃ وخزانۃ المفتین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے شرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ہم وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین مین ملک اسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نہ کرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ہم یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ہم اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جسمین حجت باقی نرہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان نہ دیگا ہم اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا بھی پھر گیا تو دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ہم اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد وان رجعت امراۃ من

رجل وامرأتین ضمنت الربع اور اگر ایک عورت پھر جائے ایک مرد اور دو عورتون سے تو وہ چوتھائی مال ضمان دے یہ حکم اسواسطے کہ شہادت پر
اتنے شخص باقی ہین جسنے تین چوتھائیان باقی ہین وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت سے پھر گئین
تو دونون نصف مال ضمان دینگی یہ حکم اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہی جس سے نصف مال باقی ہی وان رجع ثمان نسوۃ من رجل وعشر نسوۃ
لم یضمن اور اگر آٹھ عورتین پھر گئین ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دے یہ حکم اسواسطے کہ استقدر شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہی
کیونکہ نصاب شہادت دو مرد کا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت اخری ضمن التسع ربعہ لبقاء ثلثۃ ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین
چوتھائی مال کا ضمان دینگی بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائیون کے یہ حکم اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہی کذا فی
الدرر تو نو عورتون کی رجوع سے تلف نہوا مگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سواے ایک مرد اور دس عورتین سب ملکر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک
تاوان ششمی حصون کے حساب سے ہوئے یعنے چھٹا حصہ مرد پر ہوا اور باقی عورتون پر یہ امام کی دلیل یہ ہی کہ دو عورتین بجاے ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام
پانچ مردون کے ہوئین تو ایسا ہوگا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہوگا کذا فی الدرر یعنے ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہوگا وقالا علیہن النصف
کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ دس عورتون پر نصف مال کا ضمان ہی چنانچہ اگر فقط دسون عورتین پھر جائین تو انپر نصف تاوان ہی یہ حکم صاحبین کی
یہ دلیل ہی کہ عورتین اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کے ہین ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک
مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شہد بمہر المثل او الاقل اذ الاتلاف بعوض
کلا اتلاف اور ضمان نہین دیگا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہی یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض
بمنزلہ اتلاف کے ہی یہ حکم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہی کہ مرد نے عورت پر دعوے کیا
نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کیے اور عورت منکر نکاح ہی سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا شہادت سے پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے
خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وان زاد علیہ ضمناہا لو ہی المدعیۃ وہو المنکر عزمی زادہ اور اگر مہر مسمی
زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہوا اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ یہ حکم صورت اسکی یہ ہی کہ عورت نے
اپنے نکاح کا مرد پر دعوے کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر
کچھ ضمان نہین اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنے مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دین کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اسواسطے کہ
شاہدون نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر فلا عبرۃ بہ یہ ہی کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت
مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہی ولو شہدا باصل النکاح باقل من مہر مثلہا فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلۃ بین البضع
والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان
شرمگاہ عورت کے اور مال کے یہ حکم یہ ترکیب موہم ہی کہ مسئلہ اولی مین شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہی تو اگر ماتن یون
لکھتا (او باقل فلا ضمان) تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنے منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو تقوم سے ضمان
نہین ہوسکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہی اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہی تو اسکے
اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شہدا علیہا بقبض المہر او بعضہ ثم رجعا ضمنا لہا لاتلافہما المہر
بخلاف اس صورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونون شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونون شاہد ضمان دینگے

بسبب تلف کردینے مہر کے وضمنا فی البیع والشراء بالنقص عن قیمۃ المبیع لو شہادۃ علی البائع او زاد لو شہادۃ علی المشتری لاتلاف بلا عوض اور دونون شاہد ضامن
دین بیع اور شراء مین اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن دین اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب
اتلاف بلا عوض کے م اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونون کی تعلیل ہی پہلی صورت یہ ہی کہ مشتری نے کہا کہ مین نے اس غلام کو اس مرد سے بعوض ہزار درم کے لیا
اور دو دو ہزار کا ہی سو شاہدون نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درم ضامن دین کیونکہ انھون نے اسکے ہزار درم تلف کیے اور دوسری
صورت یہ ہی کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہ غلام ہزار درم کو لیا اور اسپر ثمن ہی اور مشتری اسکا منکر ہی سو شاہدون نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام
دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایکہزار کا ہی پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضامن دین اسواسطے کہ انھون نے مشتری کے ایکہزار تلف کیے انا
الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدون نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی اگر بیع اور
نقد ثمن کے ساتھی ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضامن دین اور اگر دو شہادت مین گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسرے بار ثمن کی تو
ثمن کا ضامن دین کذا فی العینی م اسواسطے کہ پہلی صورت مین منتفی بہ بیع ہی ثمن اور دوسری صورت مین ثمن بالاستقلال منتفی ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شہدا
علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایام اختار بری
الآخر وتمامہ فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدون نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایکہزار ہی تو بائع چاہے شہود سے
فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونون مین سے جسکو بائع اختیار کریگا دوسرا شخص بری الذمہ
ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین مین ہی م صورت اسکی یہ ہی کہ مشتری نے دعوے کیا کہ مین نے اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال
اور قیمت اسکی ایک ہزار ہی سو شاہدون نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہی دونون سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو
شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار پھیر لین انکو ایکہزار حلال ہین اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کردین سو اگر مشتری نے غلام مین کوئی عیب پایا اور اسکو پھیرے
سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہی تو بائع سے وہ ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہین شاہدین پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا
تو جو دو ہزار اسنے شاہدین کو دیے ہین انکو پھیر لے اور جو شاہدون نے ایک ہزار درم بائع کو دیے تھے وہ بائع سے پھیر لین کذا فی العالمگیریۃ عن المضمرات نسخ الطحطاوی ما
چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطئ وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی
او المتعۃ ان لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع مین شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دین یا متعہ کا ضمان دین اگر مہر مسمے نہو
ولو شہدا انہ طلقہا ثلثا وآخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المهر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدین نے گواہی دی
کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چارون اپنی شاہد
شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہون پر ہی انکے غیر پر نہین بسبب حرمت غلیظہ کے م اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم دیگا کیونکہ وہ
مفید نہین اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہی اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہی کذا فی المنح حلبی لانہ کما قبل دخول دونون گواہیون کی قید ہی ولو بعد
وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہادت پر ضمان نہین م یہ مسئلہ قدوری اور ہدایہ مین ہی اور
تحفہ مین ہی کہ ضمان نہین مگر اتنا جو مہر مثل پر زیادہ ہی کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمن شہود الدخول ثلثۃ ارباع المهر وشہود الطلاق
ربعہ اختیار اور اگر دو گواہون نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو شاہدون نے دخول کی گواہی دی پھر چارون شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول
کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دین اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دین کذا فی الاختیار ولو شہدا بالعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

للمولی مطلقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کے آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونون گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولی کو اسکی قیمت کا ضمان دین
مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہون اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحویل العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنے حق آزاد کرنے کا
مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدون کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا
ما نقصہ وہو ثلث قیمتہ او تدبیر مین شاہدین ضمان دین اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کر دیا یعنی اسکی تہائی قیمت ہے یعنے شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے
اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولی کو تہائی قیمت کا ضمان دین اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی
قیمت کم ہو جاتی ہے فان مات المولی عتق من الثلث ولزمہما بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولی مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو
اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہے ہم یعنے اگر مولی مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہو جائیگا اور قیمت مدبر کا
ضمان لازم ہوگا شاہدون پر وارثون کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت مین شاہد ضمان دین اسکی
پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنے شاہدون نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار
درم پر مکاتب کیا مدت ایک سال اور قیمت غلام کی پانسو ہین اور قاضی کی کتابت کا حکم کیا پھر شاہدون نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دے
سو اگر وہ تضمین شاہدین اختیار نہ کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نہ رہیگا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولی
اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدون سے ضمان نہ لیگا ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہ الیہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد
نہوگا یہانتک کہ شاہدون کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کرین زائد از قیمت کو یعنی اگر بدل کتابت جو شاہدون نے مکاتب سے لیا ہے اکثر ہو اسکی قیمت
سے جسکا وہ ضمان دے چکے ہین مولی کو تو زائد کو خیرات کرین چنانچہ صورت مذکورہ مین پانسو انکو حلال طیب ہین اور پانسو کو خیرات کرین یہ مذہب ہے طرفین کا
والولاء للمولاہ ولو عجز عاد للمولاہ ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتبت کی اسکے مولی کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادائے کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدین کے
تو پھر آویگا اپنے مولی کی طرف اور مولی اسکی قیمت جو شاہدون سے لے چکا ہے وہ شاہدون کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم امۃ وام ولد
لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد مین شاہدین ضمان دین ام ولد کی نقصان قیمت کا اس طرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی
بیع جائز ہوئی تو ضمان دین شاہد اسقدر کا جو دونون قیمتون کے مابین ہے ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدون نے گواہی دی کہ مولی نے اقرار کیا کہ میری لونڈی
میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان
قیمت ضمان دین کذا فی الطحطاوی عن العینی وہکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی درصورت
جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدون پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا امۃ للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد
ہوگی اور شاہد وارثون کا ضمان دین اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی مین ہے وفی القصاص الدیۃ فی العینی فی مال الشاہدین
وورثاہ اور قصاص مین دیت ہے شاہدین کے مال مین اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہونگے ہم یعنے شاہدین نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا
قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا ہو سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدون پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق مین سراج سے منقول ہے کہ
شاہدون کے مال سے تین سال مین دیت لیجائیگی اور شاہدون پر کفارہ نہین اور میراث سے وہ محروم نہین یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہون
تو دونون اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنی شاہدون نے اپنے
ہاتھ سے اسکو قتل نہین کیا جو قصاص آپڑتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیارا اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کر دینے کی گواہی دی تو آئیمہ ضمان

نہوگا اسواسطے کہ نقصان مال نہین ہوا پس ضمان لازم ہونا کذا فی الاختیار وضمن شہود الفرع برجوعہم لاضافۃ التلف الیہم اور رفتار لازم ہوگا شہود فرع پسبب انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے انکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھین کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لاشہود الاصل لقولہم بعد القضاء لم نشہد الفروع علی شہادتنا او اشہدنا ہم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی کذا فی الدرر وکذا لو قالوا رجعنا عنہ بالعدم اثنائی فہم ولا الفروع لعدم رجوعہم اور اسیطرح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فرع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع ولا اعتبار لقول الفروع بعد الحکم کذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین ٹوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہین پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الکل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھرے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول ہی شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہی جو مجلس قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ مختار ہی چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھین کی شہادت معائنہ کی اور اصول کی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزکون ولو الدیۃ بالرجوع عن التزکیۃ مع علمہم بکونہم عبیدا خلافا لہما اور ضمان دین مزکی یعنی شہود کی عدالت ظاہر کرنے والے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی دانست کے کہ شہود غلام ہین بخلاف صاحبینؒ کے ہم امامؒ کی یہ دلیل ہی کہ حکم مضاف ہی شاہد کے طرف اور شہادت حجت نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہی تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبینؒ کی یہ دلیل ہی کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنی اس سے ضمان لازم نہین آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہی کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع کرین اور یہ زعم کرین کہ وہ آزاد ہین تو انپر ضمان نہین اور نہ شہود کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہین باتفاق امام اور صاحبینؒ کے ہم خطا کی یہ صورت ہی کہ مزکی کہے کہ مین نے خطا کی تزکیہ شہود مین کذا فی الطحطاوی وضمن شہود التعلیق قیمۃ القن ونصف المہر قبل الدخول اور ضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو آزاد ہی یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہی اور حالانکہ عورت سے قربت نہین ہوئی پھر اور دو شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شہود الاحصان لانہ شرط بخلاف التزکیۃ لانہا علۃ نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کہ وہ علت ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ چار گواہون نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہی پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہی اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہی شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیۃ علۃ العلۃ ہی کیونکہ علت تو شہادت ہی کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنے وجود شرط کے شہود پر چنانچہ اسکا بیان شہود تعلیق مین ہوچکا ولو وحدہم علی الصحیح یعنے اگرچہ فقط

شہود شرط کی شہادت سے پھر جائین بالرجوع شہود تعلیق تو بھی اقوال صحیح آنپر ضمان نہین کذا فی العینی و شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ شہود شرط کسی حال مین
ضمان نہ دین چنانچہ زیادات مین منصوص ہی کذا فی فتح القدیر قال و ضمن شاہد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ والتفویض سبب عینی نے کہا ور ضمان دے شاہد ایقاع کا
نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہی اور تفویض سبب ہم بحر الرائق مین ہی شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دی گئی اپنی ذات کو اور دو
اور گواہون نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا انتہی اب شرط اور علت اور سبب
اور علامت مین فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہی جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم مین نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہی جو حکم مین موثر ہو اور
سبب وہ ہی جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہی جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہی وکالت کے احکام مین ہم وکالت بفتح وکسر واو لغت مین اسم ہی توکیل سے اور توکیل یہ ہی کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسایش یا عاجزی کی
جہت سے اور وکیل وہ شخص ہی جو قائم بامر تفویض الیہ ہو تو وہ فعیل ہی بمعنی مفعول یعنی جسکے طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق مین ہی کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہی
جبکہ بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت مین (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہی کہ آیت مین وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاہد والوکیل
ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ مراد ہی کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہی اپنے غیر کی تحصیل مراد مین یعنی شاہد مدعی کی
مراد اور وکیل موکل کی مراد مین ساعی ہی التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی (فابعثوا احدکم بورقکم) غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہی قرآن اور حدیث سے
حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت مین سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر وجہ استدلال یہ ہی کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہین
جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا نسخ ظاہر نہو کذا فی منح ووکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام لشراء اضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے
حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید مین ہم ابو داؤد نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہی کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر
بھیجا کہ آپ کے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خرید کی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری
قربانی خرید کی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت
کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی مین ہی بالجملہ توکیل نبوی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کذا فی فتح القدیر وعلیہ الاجماع اور اسکی صحت پر
اجماع اور اتفاق ہی وہو خاص وعام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی وخصہ ابو اللیث رح بغیر طلاق وعتاق ووقف
واعتمدہ فی الاشباہ وخصہ قاضی خان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وہو المذہب کما فی تنویر البصائر وزواہر الجواہر وسیجیء ان بہ یفتی واعتمدہ
فی الملتقط فقال واما الہبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفہ رح خلافا لمحمد رح اور توکیل خاص ہی اور عام ہی چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا
وکیل ہی ہر چیز مین یہ توکیل عام اور شامل ہی سب تصرفات کو یہانتک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوے ہی اور فقیہ ابو اللیث
نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہی اور اسی پر اعتماد کیا ہی اشباہ مین اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ
مخصوص کیا ہی تو عتق اور تبرعات مین وکیل تصرف نہ کرسکیگا اور یہی مذہب قوی ہی چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر مین ہی اور آگے
آویگا کہ اسی قول کا فتوے ہی اور اسی پر ملتقط مین اعتماد کیا ہی سو کہا کہ ہبات اور عتاق مین تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ رح کے نزدیک بخلاف
محمد رح ہم توکیل عام کی یہ بھی مثال ہی کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہی اور تیرا امر جائز ہی ہر چیز مین اور توکیل خاص کی مثال یہ ہی کہ تو میرا وکیل ہی اس گھر کی
خرید مین مثلا کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیہ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ اور شرنبلالیہ مین ہی کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو

کتاب الوکالہ

تو وکالت باطل ہے ہم یہ قول کہ میں نے تجکو وکیل کیا اپنے جمیع امور میں اور قائم کیا تجکو بجائے اپنی ذات کے توکیل عام نہیں ہے تو اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو جیسے
تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہیں اور معاملات اسکے مختلف ہیں تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وہو اقامۃ
الغیر مقام نفسہ ترفہا او عجزا فی تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع میں توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسایش یا عاجزی کی جہت سے
اس تصرف میں جو جائز اور معلوم ہے ہم جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے
ہبہ کرنے میں وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے جسمیں تصرف معلوم نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام
فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلاً معلوم نہو جیسا کہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہیں تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جہل ثبت الادنی وہو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہو
تو ادنی ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ہم تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر میں ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو
ادنی تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جب غیر سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شے میں تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہی درر میں ہے کہ قول مذکور
میں فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ لغت میں وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن یملکہ ای التصرف نظرا الی اصل التصرف وان امتنع فی بعض الاشیاء بعارض النہی
ابن کمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیاء میں بسبب
عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض نہو تصرف میں قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمیں داخل
ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع میں اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع میں اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے پس ملک تصرف موکل اسواسطے
شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصًا فلا یصح توکیل مجنون وصبی لا یعقل مطلقا وصبی یعقل بتصرف ضار
نحو طلاق وعتاق وہبۃ وصدقۃ تو صحیح نہیں وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقا خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونوں کا محتمل ہو اور
صحیح نہیں وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار میں جیسا کہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ میں ہم توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہیں کہ وہ تصرف کی مالک نہیں اور
معلوم ہو چکا کہ توکیل میں موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ینفعہ بلا اذن ولیہ کقبول ہبۃ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف
میں جو صغیر کو نافع ہے جیسا کہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بین ضرر ونفع کبیع واجارۃ ان ماذونا والا توقف علی اجازۃ ولیہ کما لو باشرہ بنفسہ اور صحیح ہے صغیر عاقل کا
وکیل کرنا اس تصرف میں جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے جیسا کہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور میں اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت
موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر جیسا کہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا یصح توکیل
عبد محجور اور صحیح نہیں وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا ومکاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توکیل مرتد فان اسلم
نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لہما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد میں مرگیا معاذ اللہ یا
دار الحرب میں جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہیں بخلاف صاحبین رحہ کے وصح توکیل مسلم ذمیا ببیع خمر او خنزیر وشرائہما کما مر فی البیع الفاسد ومحرم حلالا
ببیع صید وان امتنع عنہ الموکل لعارض النہی کما قدمنا فتنبہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب و سور کے بیچنے اور انکے خریدنے میں جیسا کہ مذکور ہوچکا بیع فاسد
میں اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع میں اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے جیسا کہ ہمنے مقدم ذکر کردیا توکیل کی تعریف
میں ہم آگاہ ہو جا ثم ذکر شرط الوکیل فقال اذا کان الوکیل یعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یوں کہا کہ جب وکیل عقد کو
سمجھتا بوجھتا ہو ہم یعنے وکیل میں اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو
غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہرا صغیر عاقل میں بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبیا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو

ہم مجور صبی اور عبد ماذون دونون کی صفت ہی تو معلوم ہوا کہ وکیل مین یعقل شرط ہی بلوغ اور حریت شرط نہین ایضاً ان الکلام الآن فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل
فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب اسباب مین صحت وکالت مین گفتگو ہی نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسیواسطے مصنف نے یون نہ کہا
کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز در عدم ذکر ہم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہی کہ یعقل العقد ویقصدہ یعنی وکیل مین یہ
شرط یہ ہی کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے قصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگی شارح
نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہی نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ثم ذکر ضابطہ
الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنی صحیح ہی وکیل کرنا ہر ایک اس چیز مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہی
اپنی ذات کے واسطے ہم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہو جاے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا
لیکن وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہی نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہی بذات خود اپنے واسطے
اور استقراض کے توکیل کا مالک نہین ہی اسکا جواب یہ ہی کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہی اسواسطے کہ خانیہ مین مصرح ہی کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے
استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی
خصومت کو ہم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہی کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہ کو
شامل ہی خصومت لغت مین معنی جدل ہی اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہی یعنے مدعی نے کوئی دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال کیا یا انکار
یہ حقیقت شرعی ہی خصومت کی اور جوہرہ مین ہی کہ خصومت عبارت ہی دعوی صحیح اور جواب صحیح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد
برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا صحیح ہی وکیل کرنا اس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہی مخاصم کی رضامندی سے وجوزا بلا رضاہ وبہ قالت الثلثۃ
اور صاحبین رح نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا امام رح اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل مین ہی نہ جواز مین
یعنے امام رح کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہی لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین مذہب صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ خصومت
مین وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہی تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام رح کی دلیل یہ ہی کہ جواب مستحق ہی مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت
ہوتی ہی تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوسنے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہی کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث رح وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ
فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین رح کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہی اور پسند کیا ہی اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہی اسکو نہایہ مین اور فتوی کی
کے واسطے یہ ہی کہ اسکو حاکم کی راے پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر رح و درر مین ہی کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو
عمل ندے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہی تو توکیل نکرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہی نہایہ
کافی مین ہی انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین
تو فساد ہی انتہی واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو
کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اب توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ہم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل
غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہی ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ مخاصم انتظار نکرے واذا محیط مین ہی کہ اگر موکل مریض
یا مسافر ہو تو توکیل دونون سے لازم نہین بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہی تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور اگر صبر
نہین کرتا تو توکیل سے راضی ہو پھر جبکہ وہ راضی ہو جاے تو توکیل لازم ہوگی ظاہر الروایۃ مین انتہی مدت سفر کی قید اسواسطے لگائی کہ جو مدت سفر سے کمتر غیبت ہو تو

بمنزلہ منصور کے ہی کذا فی الطحطاوی اوصریح الہ ویکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہی اور کفایت کرتا ہی موکل کا
اتنا کہنا کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون کذا ذکرہ ابن کمال م یہ اس صورت پر محمول ہی جبکہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحرالرائق مین ہی کہ ارادہ
سفر امر باطنی ہی تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہی یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا مقبول نہین کہ مین سفر کا ارادہ رکھتا ہون لیکن قاضی اسکے
حال کو ملاحظہ کرے اور اسکے سیلان مین اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہین رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردون سے
مخالطت نہین رکھتی ہی چنانچہ باب الشہادۃ مین مذکور ہوچکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہی م پردہ نشینی عذر ہی متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر
پردہ نشین کچہری مین حاضر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکے گی حیا کے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہی اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم
بالمسجد والم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہوا ور حاکم مسجد مین ہو تو توکیل لازم ہی جبکہ مخاصم تاخیر جواب سے راضی نہو کذا فی البحر م اور اگر تاخیر سے
راضی ہو تو حیض اور نفاس کا عذر نہوگا لزوم توکیل مین کذا فی البحر ایضاً او محبوسا من غیر حاکم ہذہ الخصومۃ فلو منہ فلیس بعذر بزازیۃ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم
کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہین تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہی تو حبس عذر نہین کذا فی البزازیہ بحثاً م اسواسطے عذر نہین کہ محبوس
اس حاکم کے اختیار مین ہی اسکو مجلس سے نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے
کذا فی البحر والاحسن الدعوی بخانیۃ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہی کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل طرح بیان خصومت سے بذات خود تو
وکالت اسکی کرے اگرچہ خصم راضی نہو لایکون من الاعذار ان کان الموکل شریفا خاصم من دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل مین عذر نہین اگر موکل مرد شریف مخاصم ہو
کمتر شخص سے بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہی کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہی پلٹ جانا وکالت کی
رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہین سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ م رجوع جائز ہی اگرچہ بعد مدت کے ہوا ور قنیہ مین یکدن کی قید
اتفاقی ہی کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقاً ولو ثیباً فیرسل امینہ لیجلوہا مع شاہدین بحر اقرہ المصنف اور اگر مخاصمین
اختلاف کرین عورت کے پردہ نشین ہونے مین تو اگر عورت مدعاعلیہا اشراف کی بیٹیون مین سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہی ہر طرح اگرچہ باکرہ نہو ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہدون کے
ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اس سے قسم لے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین م امین کے ساتھ دو شاہد اسواسطے جاوین تاکہ امین کو اطلاع کرین کہ ہان یہ وہی
عورت ہی دوسری عورت نہین طحطاوی نے کہا اور رد وا فرشاہد گواہی دین اسکے حلف اور نکول پر وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا وان ہی من الاسافل فی
الوجہین علا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگون کی بیٹیون سے ہی تو عورت کا قول معتبر ہی اگر وہ باکرہ ہی اور اگر عورت کمینون اور ارذال مین سے ہی تو اسکا قول پردہ نشینی
مین معتبر نہین دونون صورتون مین خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ م عمل بظاہر مسائل ثلثہ کی علت ہی یعنی ظاہر حال یہ ہی کہ اشراف کی بیٹیان
مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہین اور اوساط کی بیٹیان درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہین اور کمینون مین مطلقاً پردہ نہین طحطاوی نے کہا ظاہر اشراف سے
عرف اشرف مراد ہین تو اغنیاء وزمیندار وی اسمین داخل ہین کہ انکی بیٹیان نہین نکلتی ہین اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہون وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا
الا فی حد و قود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہی وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے مین اور اسیطرح حقوق کے لینے مین مگر حد اور قصاص کے دینے لینے مین وکالت
صحیح نہین درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفاء و استیفا سے کذا فی الملتقی م ایفا سے مراد یہان دینا ان حقوق کا ہی جو موکل پر واجب الادا ہین اور استیفا سے قبض یعنی
لینا حقوق موکل کا مراد ہی اور حد اور قصاص مین ایفاکی وکالت اسواسطے صحیح نہین کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہی سو وہ موکل ہی نہ اسکا وکیل اور استیفاء
حد اور قصاص موکل کی غیبت مین اسواسطے صحیح نہین کہ حدود ٹل جاتے ہین شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت مین موجود ہی شاید موکل
حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عبد لا بد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ وصلح عن اقرار یتعلق بہ

مادام حیا ولو غائبا ابن ملک اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہے جیسے بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہیں جب تک
وہ زندہ ہو اگرچہ وہ غائب ہو کذا صرح ابن ملک ثم اضافت الی الوکیل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یوں کہنا کہ مین نے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا
گھر مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نرہیگا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مرگیا
امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضون نے کہا کہ
بوارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہوگی تو فتوی کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن محجورا نشرطیہ وکیل محجور یعنے ممنوع
التصرف نہو مع یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر کتسلیم
المبیع وقبضہ وقبض الثمن والرجوع بہ عند استحقاقہ وخصومتہ فی عیبہ بلا فصل بین حضور موکلہ وغیبتہ لانہ العاقد حقیقۃ وحکما حقوق عقد کے جیسے
مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون
فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اُسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ
وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃً وحکماً عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف
راجع ہوتے ہین تو وہی حکماً عاقد ہوا لکن فی الجوہرۃ لو حضرا فالعہدۃ علے الآخذ الثمن لا العاقد فی اصح الاقاویل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو
عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الی الموکل تتعلق الحقوق بالموکل اتفاقا ابن ملک فلیحفظ فقولہ لا بد فیہ
ما فیہ ولذا قال ابن الکمال یکتفے بالاضافۃ الی نفسہ فافہم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق
کذا صرح ابن ملک سو اُسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہے وہ خلل ہے جو اُسمین ہے اور اسیواسطے
ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنی اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اُسکو تو جھ لے ثم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت
مین نسبت کرنا عقد کا وکیل کی ذات کی طرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصریح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لا بد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ
مین ابن ملک کے مخالف ہے یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام مین نے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مین نے
قبول کیا تو یہ بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اُسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اُسکی طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا
صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل نرہا فضولی ہو گیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہی تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نرہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے
اور اگر موکل کی نسبت کریگا تو اُسمین اختلاف مذکور ہے اور منح الغفار مین ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے
کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصراً تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لا بد کہنا لا بد تھا وشرط الموکل عدم تعلق الحقوق بہ ای بالوکیل
لغو باطل جوہرۃ اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرہ والملک یثبت للموکل ابتداء فی الاصح اور وکیل کے عقد سے
موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سرے سے قول اصح مین ثم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے
فلا یعتق قریب الوکیل بشرائہ ولا یفسد النکاح زوجتہ بہ تو آزاد نہو گا قرابت دار وکیل کا اُسکے خرید کرنے سے اور نہ فاسد ہو گا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل
کے خرید کرنے سے ثم یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسی کی لونڈی تھی اور اُسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہو گا نہ زوجہ
کا نکاح فاسد ہو گا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے
اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر موکل غلام کو آزاد کرے قبل

قبض تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق میں کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہیں اسواسطے کہ احکام
مذکورہ میں دونوں کا اتفاق ہے ولکن ہہنا ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ ذو رحمۃ لان الموجب للعتق والفساد الملک المستقر
دلیکن دونوں یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خریدکیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا
موجب ملک مستقر ہے ہم یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ مشرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنی
لا یستغنی عن الاضافۃ الی موکلہ حتے لو اضافہ الی نفسہ لم یصح ابن کمال اور جس عقد میں کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہے یعنے موکل کی طرف
نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہیں تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کریگا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے
کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنی اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اب
تفریع آیندہ سے منافاۃ باقی نرہی یعنے قولہ (حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح) کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وہبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورہن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنی تتعلق بموکلہ لانہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتے لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ
فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد سے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب ہونے وکیل کے عقود مذکورہ مین محض پیام رسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کریگا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل
رسول کے مانند ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر و تسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا ہم یعنی جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوئے
تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اس سے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن
دفع الثمن للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے
کوئی چیز خرید کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہے طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل
کردے تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین وان دفع لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن
دے تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض
موکل کا حق ہے سو اسکو پہونچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اس سے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ وبدینہما لو بموکلہ
ہان واقع ہوتا ہے باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنی اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو
مشتری کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونوں برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے
اپنا دین موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونوں مدیون ہون مشتری کے تو دونوں صورتوں مین موکل سے مقاصہ
واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم وصرف یعنی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ہم یہ متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وان دفع لہ
صح یعنی اگر مشتری موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتوں مین موکل کو دینا صحیح نہین یعنی مین بجائے وکیل یتیم وصی یتیم ہے صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور
مشتری نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین
اختیار نہین تو اسکا دینا تضییع ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہوگیا بسبب افتراق
احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض دیونہ ولو قبض استحسانا ما لم یکن علیہ دین لانہ

ف: بیان ہے کہ اگر عقد [illegible] وکیل اپنے نفس کی طرف منسوب کریگا تو نکاح اسی کا واقع ہوگا ۱۲

للغرماء بزازیۃ اور مثل اسکے یعنے وکیل کے مانند وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہی جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولے مالک دین عبد کے قبض کرنے کا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جب تک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دائنون کا حق ہی کذا فی البزازیۃ یعنے اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہی فرع مسئلہ متعلقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل الا الرسالۃ درر قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہی نہ رسالت کذا فی درر مین ہی توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہی کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہی اور مذکور ہو چکا کہ توکیل بالاقراض یعنی قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہی اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہی اپنی ملک مین انتہی مختصر الحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہی کہ مامور بالاستقراض اگر مستقرض سے یون کہے کہ مجکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ آمر کے واسطے تو اسکو جائز ہی کہ درم آمر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہی سو اسنے قرض دینا قبول کیا تو دس درم آمر کے ہونگے لیکن مامور اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہی وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہی والتوکیل بالقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہی سو آگاہ رہنا صورت اسکی یہ ہی کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنے کا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع و الشراء

یہ باب ہی بیع اور شرا کی وکالت مین الاصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وہی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بجہالت یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہی چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہی عموم وکالت یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسنے تفویض امر اسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم او متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو جموی نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہی چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہی تا جسکے واسطے وکیل ہوا ہی وہ معلوم ہو جائے تا امتثال امر ممکن ہو انتہی نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد مین الجنس والنوع ہی چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہی وان فاحشۃ وہی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہی چنانچہ دابۃ تو وکالت باطل ہی عموم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہی جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس مجتمع ہو گئین اور اسیطرح کپڑا ملبوس کو شامل ہی اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسطہ ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہی اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہی عموم اگر دو شی حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو اس طرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہی مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنس ہین بواسطہ اختلاف مقاصد بعبر ایک لونڈی اور غلام سے کا ہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہی چنانچہ ترکی غلام مین اور گاہے خدمت مقصود ہوتی ہی چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکالہ بشراء ثوب ہروی او فرس او بغل صح بما تحمل حال الآمر زیلعی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ من القسم الاول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہی بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہی اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نہ کیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہی یعنے جہالت یسیرہ کہ عبارت ہی نوع خالص کی جہالت سے عم اتقانی نے کہا کہ جہالت نوع کی متحمل ہی اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہی تو مانع امتثال امر کی نہین ہی لیکن وکالت منصرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو انتہی زیلعی نے کہا

باب الوکالۃ بالبیع و الشراء

حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اس طرح کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنے اُسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید
کرے کذا فی الطحطاوی والشراء دارا وعبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا ولا بحرا و نوعا یعنے زاد فی البزازیۃ او قدرا لکذا انفیذا وکیل کیا گھر یا غلام کی
خرید کا تو جائز ہی اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اُس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا جیسا کہ
غلام حبشی بزازیہ مین اتنا زیادہ کہا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہی کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت
صحیح ہو جاتی ہی صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ مین شمار کیا ہی اسواسطے کہ گھر مین اختلاف فاحش ہوتا ہی باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیون
اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو انتثال متعذر ہی اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہی اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اُس ملک پر محمول کیا ہی
جہان گھر دن مین اختلاف ہی فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہی منح الغفار مین ہی کہ بیان مقدار مانند بیان کرنے ثمن کے
ہی چنانچہ بزازیہ مین ہی کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی
والماہیۃ ذلک لا یصح والحق بجہالۃ الجنس وہی مالو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اُسکو معین نکرے یعنے ثمن
یا نوع یا مقدار کو تو توکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہی کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اُسکا
ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہی اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہی کہ جسکی خرید کے واسطے وکالت ہوئی اگر اُسکی جنس اور نوع
اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہی اور اگر سب ترک کیا اس طرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہی تو وکالت صحیح نہین بسبب
کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اُسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہی اور نہین تو صحیح نہین اور اسی طرح
اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی والشراء الطعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع سے عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل
من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ اعتبارا للعرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا
اور اُسکی مقدار بیان کر دی یا اُسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب ناز یہ کے عرف مین اُس طعام پر جو مہیا ہی کھانے
کے واسطے ہر ایک اُس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہی جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتویٰ ہی کذا فی
العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم مین عرف اور رواج معتبر ہی ہم اور کوفہ کے عرف مین طعام عبارت ہی گیہون اور اُسکے آٹے سے اور مصر کے عرف مین
طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربادار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہی اگرچہ قیاس یہ ہی کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام
ہر مطعوم پر واقع ہی تو اُسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہی وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ اور کسی شخص
کے واسطے طعام کی وصیت مین داخل ہی ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہی جسمین شیرینی ہی چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین مین
ذکر کیا ہی نہ وصیت مین اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہی کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب
مادام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ و لوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فلموکلہ ذلک ای الرد بالعیب
وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہی پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اُسکے ہاتھ مین ہی بسبب متعلق ہونے حقوق کے وکیل
سے اور اُسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہی بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اُسکے موکل کو وہ درست ہی یعنے بسبب
عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہی ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیچ کی اور مبیع مین عیب نکلا تو مبیع اُسکو پھیر دی جائیگی جب تک
وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہی اور اگر مجور ہوگا تو موکل پر پھیری جائیگی اور موکل اجنبی ہی خصومت بالعیب مین

کذا فی الطحطاوی عن البحر عن البزازیہ رنہا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب اسوقت ہی جبکہ
وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہین کردی اور اگر اسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کردی تو اب اسکو پھیر دینا ممتنع ہی مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے
تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع فاسد افلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اس وکیل کے جسنے کوئی شی بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہی
مطلقاً بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ ھم مطلقاً یعنے اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگر ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہی
بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحطاوی وللوکیل حبس المبیع بثمن دفعہ الوکیل من مالہ اولا لانہ کالبائع اور وکیل کو
جائز ہی روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہی اسواسطے کہ وکیل
بائع کے مانند ہی مطالبہ ثمن مین ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وہی الحیلۃ خلاصۃ اور اگر وکیل نے اسکو بثمن حال
خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہی اور یہی حیلہ ہی کذا فی الخلاصۃ ھم یعنے تعجیل ثمن کا
وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہی کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی ولو وہبہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ
رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن بھر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن
بھر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہی اصل ثمن کا کذا فے البحر فلو ہلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ہلک من مال موکلہ ولم یسقط
الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے
اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہی ھم اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ مین تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے
دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحطاوی ولو ہلک بعد حبسہ فہو کمبیع فیہلک بالثمن وعند الثانی
کرہن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہی تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے
نزدیک رہن کے مانند ہی ھم مبیع کے مانند ہی یعنے اس مبیع کے مانند ہی جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کریگا استیفاء ثمن کے واسطے
تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہین لے سکتا اور ابو یوسف کے
نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے بھر لیگا کذا فی الطحطاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما اعتمدہ
المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم مین اعتبار نہین موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے
بحر الرائق کی پیروی سے بر خلاف عینی اور ابن ملک کے ھم عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہی پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہین حموی نے اسکا
جواب دیا کہ وکیل نائب ہی اصل عقد مین اور حقوق عقد مین وہ اصیل ہی تو اب کچھ اعتبار نہین حضور موکل کا کذا فی الطحطاوی بل بمفارقۃ الوکیل ولو صبیا فی صرف
وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم مین مفارقت وکیل کا اعتبار ہی اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد
کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہی یعنے چونکہ عاقد وکیل ہی اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ
احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہی والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز ابن کمال اور مراد سلم سے اسلام ہی نہ قبول سلم اسواسطے کہ
قبول سلم کی توکیل جائز نہین کذا ذکرہ ابن کمال ھم اسلام کی یہ صورت ہی کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی
یہ صورت ہی کہ مسلم الیہ کسیکو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحطاوی والرسول فیہما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ
لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم مین مفارقت رسول کی معتبر نہین بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی

عقد مین ہی قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف او سلم کی صحت یعنے مسئلہ عدم مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف
اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو قبیل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری ضعفہ بدرہم مما یباع منہ عشرۃ
بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علے الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے
خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اُس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو لازم
ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک تمیس رطل سو کل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے
اسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اُس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی
خلاصہ جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری مالا یباع ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون
اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اُسکے برابر نہین یعنے مثلاً جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی بالاتفاق
امام رح اور صاحبین رح کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام
خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہوسکتا
مگر انکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اُسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی تصرف ولو وکلہ بشراء شئی بعینہ بخلاف الوکیل
بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح بنیہ والفرق فی الوافی غیبۃ الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اُسکو
وکیل کیا اُس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اُس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی
غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نہ کی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا
نکاح کریگا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ دانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہی ہم غیبت موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت
نکلجاے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اُسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی
کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل کی نکل گیا تو اگر شئی معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا
تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح اُن عقود سے ہی
جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اُسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اُسی کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ بہر صورت
موکل کے واسطے ثابت ہی اگرچہ وکیل اُسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ
من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ یعنی تو اگر وکیل نے شئی معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے
نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے درضمن مخالفت
امر کذا فی العینی ہم یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا بروان اشتراہ شئی بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ
ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے اُسکی نیت کریگا خرید کرنے کے وقت یا
اُسکو موکل کے مال سے خرید کریگا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم بالنقد اجماعا اور اگر بایع وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر
حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فروایتان اور اگر دونون مین اتفاق ہو
اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اُسمین دو روایتین ہین ہم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق مین اسطرح ہی کہ

اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کی طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق
مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسی کی ہوگی اور اگر نیت میں اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا
اور اگر عدم نیت پر دونوں کا اتفاق ہوا تو محمد رح کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہوا اور ابو یوسف رح کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو مصنف کے
اس قول کو (الا اذا نواہ للموکل) واجب ہی کہ اسی صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نکرے خواہ اسکو موکل کے
مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خریدا کرے
مراد یہ ہی کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہی خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادا ے ثمن اپنے
مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت میں تکاذب اور توافق اس وقت کا مراد ہی جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہوا اور دو روایتوں سے صاحبین رح کا
قول مراد ہی کذا فی الحلبی زعم انہ اشتری عبدا للموکل فھلک وقال موکلہ بل شریتہ لنفسک فان کان العبد معینا وھو حی قائم فالقول للماسور
اجماعا مطلقا نقد الثمن اولا لاخبارہ عن امر یملک استینافہ وکیل نے کہا کہ اسنے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہوگیا اور اسکے
موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہوا اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہی مطلقا خواہ اسنے
ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہی یعنی استیناف عقد یعنی ہر لحظہ عقد خرید بدید کر سکتا ہی یعنی اگرچہ
وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہی اس طرح پر کہ کہے کہ میں نے اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شی معین کی خرید
میں وکیل کو اختیار نہیں کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہی تو اسی طرح
حکم ہی یعنی مامور کا قول معتبر ہی ولا یکن منقودا فالقول للموکل لانہ ینکر الرجوع علیہ اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے
رجوع ثمن کا منکر ہی اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہی وان العبد غیر معین وھو حی او میت فکذا ای یکون للماموران الثمن منقود الانہ امین اور اگر غلام
غیر معین ہی خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہی یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہی اسواسطے کہ مامور امین ہی والا فللآمر للتہمۃ خلافا لہما
اور اگر ثمن نقد نہو تو آمر کا قول معتبر ہی بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے مہ تہمت یہ ہی کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان
دیکھا تو آمر پر ڈالا قال بعنی ہذا لعمرو فباعہ ثم انکر والآمر ای انکر المشتری ان عمرا امرہ بالشراء اخذہ عمرو لغا انکارہ الآ صرلما قدمنا ان الاقرار بتوکیلہ یقبولہ یعنے
عمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھ سے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنے مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا
امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لیگا اور اسکا انکار آمر کے لیے لغو ہوگا بسبب تناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے
کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنے جب اسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ میں اسکا وکیل ہون پھر اسنے وکالت کا انکار
کیا اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہی الا ان یقول عمرو لم آمرہ بہ ای بالشراء فلا یاخذہ عمرو الا ان اقرار المشتری
یرتد بردہ مگر یہ کہ عمرو کہے کہ میں نے اسکو خرید کرنے کا امر نہیں کیا تو اب اسکو عمرو نہ لے گا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہوگیا اسکے رد کر دینے سے
الا ان یسلمہ المشتری الیہ ای الی عمرو لان التسلیم علی وجہ البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن للعرف مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو
لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہی اگرچہ ادا ے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنے تراخی ثمن مروج ہی
امرہ بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواہ فللموکل کما مر بحر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کی خرید کا یا دو غیر معین
چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر عنقریب مذکور یہ ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کریگا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی والحال انہ لم یسم ثمنا فاشتری الحمار بقدر
قیمتہ او بزیادۃ یسیرۃ یتغابن الناس فیہا صح عن الآمر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجیٔ ومعین
دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حالانکہ اُسکا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خریدی بقدر اُسکی قیمت کے یا
ایسی قلیل زیادتی کے ساتھ جسقدر مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہی تو وہ خرید صحیح ہی موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ
خرید موکل کیطرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کہ اُسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا
جائز ہی چنانچہ مذکور ہوگا وکذا لشرائہما بالف وقیمتہما سواء فاشتری احدہما بنصفہ او اقل صح اور اسیطرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کے خرید کرنے کا بعوض ہزار
کے اور دونون کی قیمت برابر ہی سو وکیل نے ان دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہی ہم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہی لیکن اسمین
موکل کو فائدہ ہی بہذا صحیح ہی ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من المعینین مثلا بما بقی من الالف وقبل الخصومۃ لحصول المقصود
اور ایک چیز پانسو سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونون معین چیزون سے ہزار کی باقی سے
قبل خصومت کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اُسنے ایک غلام
پانسو اور دو درم کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم سے خرید کریگا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب
حصول مقصود کے یعنے حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے وجوزاہ ان بقی ما یشتری بمثلہ الآخر اور صاحبین رح نے اُسکو جائز کہا ہی اگر باقی رہی اتنی قیمت
جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہو سکے ولو امر رجل مدیونہ لیشتری شیئا بعینہ بدین لہ علیہ وعینہ او عین البائع صح وجعل البائع وکیلا بالقبض دلالۃ
فیبرا الغریم بالتسلیم الیہ اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اُس دین کے جو اُسکا اُسپر ہی اور مبیع کو اُسنے معین کر دیا یا بائع کو
معین کر دیا تو خرید صحیح ہی اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جائیگا قبض دین مین باعتبار دلالت حال کے تو مدیون بری الذمہ ہو جائیگا بائع کو دینے سے
بخلاف غیر المعین لان توکیل المجہول باطل ولذا قال والا یعین فلا یلزم الآمر ونفذ علی المامور فہلاکہ علیہ خلافا لہما بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے
اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہی اور اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر
نافذ ہوگی تو اُسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پر پڑے گا بخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک آمر پر خرید لازم ہی مامور کے قبض کرنے سے
کذا فی الطحطاوی وکذا الخلاف لو امرہ ان یسلم ما علیہ او یصرفہ بناء علی تعین النقود فی الوکالات عندہ وعدم تعینہا فی المعاوضات عندہما اور
اسی طرح امام رح اور صاحبین کا خلاف ثابت ہی اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد سلم یا عقد صرف کرے بعوض اُس دین کے جو اُسپر ہی
بناے خلاف ہی نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام رح کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین کے نزدیک ہم چونکہ
صاحبین رح کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہی اور آمر کو لازم ہی اسواسطے کہ تصرف مامور کا
آمر کے تصرف کے مانند ہی اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت مین متعین ہین تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون کو یہ تملیک
دین ٹھہری بدون اس بات کے کہ اُس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجیے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی والخصاف ولو امرہ ای امر رجل مدیونہ بالتصدق
بما علیہ صح امرہ بجعلہ المال للہ تعالی وہو معلوم اور اگر اُسنے اُسکو امر کیا یعنے ایک مرد نے اپنے مدیون کو اُس دین کی خیرات کرنے کا امر کیا جو
اُسکے ذمے پر ثابت ہی تو اُسکا امر صحیح ہی بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہی نہ مجہول کہ توکیل بالقبض وبین صحیح نہو
ہم یعنے جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کرے تو گویا اُسنے حق تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہی خدا جل شانہ کا کما صح امرہ

لو امر الآجر المستاجر بعمارتہ مما استاجرہ مما علیہ من الاجرۃ وکذا لو امرہ بشراء علف لیسوق الدابۃ فینفق علیہا صح اتفاقا للضرورۃ لانہ لایجد الآجر کل وقت
فیجعل الموجر کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہی امر اسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا استاجر کو اُسکی مرمت کا جسکو اُسنے اجارہ لیا اُس اجرت سے جو مستاجر پر ہی
اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اُسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے صحیح ہی
بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہیں پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ہم موجر بفتح جیم عبارت ہی
عین مستاجرہ سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لایجوز وبعد الوجوب فیہ [illegible]
الی آخرہ فراجعہ مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہی تو جائز نہیں اور بعد وجوب کے بعضون
کے نزدیک بموجب خلاف امامؒ اور صاحبینؒ کے ہی الخ تو اُسکی طرف مراجعت کرو ہم بیان خلاف یہ ہی کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امامؒ کے نزدیک صحیح نہیں بدون
تعیین مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور پر نافذ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک بہر صورت آمر پر نافذ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشراء الف ودفع
الالف فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بل بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اُسکو امر کیا اُسکی خرید کا بعوض ہزار کے
اور اُسنے ہزار روپیے سو وکیل نے اُسکو خرید کیا اور قیمت اُسکی ہزار ہی ہی سو موکل نے کہا کہ تونے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا
تو وکیل ہی کے قول کی تصدیق ہوگی کیونکہ وہ امین ہی وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین درر وابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بغیر الحلف
وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف وصوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اُسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے چنانچہ صاحب درر اور ابن کمال
نے ذکر کیا ہی صدر الشریعۃ کے تابع ہو کر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہی کہ موکل کی تصدیق ہوگی دو صورت مین یعنی وقوع اور عدم قیمت دونون صورتون مین بدون
قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہی فاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہی کہ قول بعدم حلف تحریف ہی اور ٹھیک بات یہ ہی کہ بعد حلف کے
موکل کی تصدیق ہوگی ہم طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہیں کی تو دعوے تحریف در حق فاضل بلا سند
بدگمانی ہی اور تخطیہ بے محل ہی وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قال المصنف تبعا للدرر کما مر قلت لکن فی الاشباہ القول للوکیل
بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ فتنبہ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہیں دیے اور حالانکہ قیمت اُسکی پانسو ہی تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے ایسا کچھ
کہا ہی مصنف نے درر کا تابع ہو کر چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہی کہ وکیل کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ مگر چار صورتون مین گواہی کے ساتھ
قول اسکا معتبر ہی تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ہم طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہیں ہی فیل پر کیونکہ وہ موکل مین ہی اور یہ وکیل مین ہی تو اس عبارت کی
کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اُسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہی تو نفی مین اُسکو لازم نہیں انتہی ملخصا وان کان قیمتہ الفا تحالفا ثم یفسخ العقد
بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اُسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونون قسم کہائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جائے تو مبیع وکیل کو لازم ہوگی وکذا لو
امرہ بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع الاختلاف فی الثمن
وموجبہ التحالف اور اسی طرح اگر اُسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے اُسکو اتنے ثمن کو خرید کیا
اگرچہ بائع اُسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تونے اُسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کہائین بسبب واقع ہونے اختلاف کے
ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کہانا ہی ہم تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہی قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہی اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر
اُسکی تصحیح کی ہی کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہوگا کذا فی الطحطاوی وان اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور
بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برہنا قدم برہان المامور لاثباتہ الزیادۃ اور اگر دونون نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنی تسمیہ مقدار ثمن مین

تو موکل نے کہا کہ مین نے تجکو اسکی خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو موکل کا قول معتبر ہی اسکی قسم کے ساتھ
پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے و لو امرہ بشراء اخیہ فاشتری الوکیل فقال الآمر لیس ہذا المشتری
یا اخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط
اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی نہین تو موکل کا قول اسکی قسم کے ساتھ
معتبر ہوگا اور وکیل اسکا مشتری ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہو لی تو وکیل پر نافذ ہوتی ہی بخلاف بیع کے
چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہی چنانچہ یعنے در صورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی و عتق العبد علیہ ای علی الوکیل لزعمہ عتقہ علی موکلہ
فیواخذ بہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اس گمان پر کذا فی الخانیۃ ولو امرہ عبد
بشراء نفس الآمر من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ عتق علی المال وولاءہ لسیدہ
وکان للوکیل سفیر اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اسکو دیا سو وکیل نے اسکے
مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اسکے مالک کا ہی
اور وکیل درمیانی ہی ھم جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اسکی طرف رجوع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہی نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہی آزاد ہو اسواسطے ہوا کہ غلام
بیچنا غلام سے اعتاق ہی اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہی کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیۃ لان الاول
مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار
دونون صورتون مین مالک کا مال ہی اسواسطے کہ وہ اسکے غلام کی کمائی ہی اور غلام پر دوسرے ہزار درم پہلی صورت مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے
مشتری پر ہزار مین مانند اسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہی مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی نہین رکھتا و شراء العبد
من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء اجماعا اور خرید کرنا غلام کا اپنی ذات کو اپنے
مالک سے اعتاق ہی نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہوجاوینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا عطا تک تو خرید صحیح ہی
کذا فی البحر ھم اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری نفسہ من مولاہ
ومعہ رجل آخر ولبطل الشراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہی خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنی ذات کو مول لیا اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام
کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہی اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ھم مراد یہ ہی کہ غلام اور اسکے شریک نے بصفقہ واحدہ خریداری کی
چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہی بخلاف ما لو شری الاب ولدہ مع رجل آخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیۃ من بحث الاستحقاق والفرق الخفاء والبیع فی الثانی
لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا فلذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک
اور مرد کے ساتھ شریک ہوکر کہ یہ خریداری دونون شریکون کے حق مین صحیح ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہی استحقاق کی بحث سے اور دونون
صورتون مین وجہ فرق یہ ہی کہ بیع منعقد ہوجاتی ہی دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلے صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ
شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہی وانہذا بیع غلام کے شریک کے حصے مین باطل ہی بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے ھم یہ شارح نے
جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی کہ کیا وجہ ہی کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک نہوئی خلاصہ

جواب یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہے ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنے اعتاق میں اور معنی حقیقی یعنے ثبوت ملک میں
اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں فقال العبد اشتر لی نفسک من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان
ففعل ای باعہ علی ہذا الوجہ فہو الآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد وان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا
ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے
سو اسنے کیا یعنے اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہے سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا
تو پھیر دینا جائز نہیں اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہے اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہے
کذا فی الاختیار شرح المختار رحم غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار رہا کہ غلام وکیل ہے اور حقوق بیع میں اصل وکیل ہے وان لم یقل لفلان عتق
لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیہما لزوال الحجر بعقد باشرہ مقترنا باذن المولی دررا اور اگر غلام نے یہ نہ کہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے
واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہوگا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے دوسرا
تصرف کیا تو اسپر نافذ ہوگیا اور غلام پر ثمن لازم ہے دونوں صورتوں میں یعنے درصورت وکالت اور عدم وکالت میں بسبب زائل ہونے
منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہوکر کذا فی الدرر رحم یہ جواب ہے سوال مقدر کا
تقریر اسکی یہ ہے کہ وکیل ہیان غلام ہے اور غلام محجور التصرف ہے تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع نہون فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف
ان خلافا الی خیر فی الجنس کبیع بالف ورہم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصہ دُرر وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت
موکل کی بہتری کی طرف ہے ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہے
اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہیں اگرچہ موکل کے حق میں سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر رحم یہ مسئلہ دُرر میں خلاصہ سے
منقول ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل یہ فصل ہے بیع اور شراء وغیرہما کی وکالت کے احکام میں لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم
ونحوہا مع من ترد شہادتہ لہ للتہمۃ وکیل بیع اور شراء اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کہ چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نہ کرے اس شخص
کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق میں مردود ہے بسبب تہمت کے ہم مثلاً اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نہ کرے نہ اجارہ دے کہ محل
تہمت ہے اور اسواسطے کہ منافع باہمی اصول اور فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق میں مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہے اور
اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین رحم نے
عقد کو جائز کہا ہے قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق لہ الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لہم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو
اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہیں مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہوگا اسکا
بیچنا ان لوگون کے ہاتھ مثل قیمت باتفاق ائمہ اور صاحبین رحم کے کما یجوز عقدہ معہم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لا شراؤہ باکثر منہا اتفاقا جیسے جائز ہے عقد
وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنے بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہے نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق رحم
شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہے محل تقیید میں کما لو باع باقل منہا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لہما

الا من عبدہ

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کرے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہیں اور اسیطرح بنقصان قلیل بیع جائز نہیں
امام رح کے نزدیک بخلاف صاحبین رح کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ فی السراجیۃ لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ میں ہے
کہ اگر موکل نے تصریح کردی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون
سے جائز نہیں وصح بیعہ بما قل او کثر وبالعرض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ہم یعنی امام رح کے نزدیک
بیع ہر صورت صحیح ہے اگرچہ غبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور اگر یہ انسان بیع سے عاجز ہوجاتا ہے تو نقصان
قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحاوی وخصاہ بالقیمۃ وبالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین رح نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور
اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کردیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحاوی
ولا یجوز فی الصرف کدینار بدراہم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ وشراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہیں عقد صرف میں جیسے ایک دینار کی بیع ایک
درم سے بنقصان کثیر باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ہم اور معلوم
ہوچکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہیں وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع لتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمراۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا
وتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع ادھار سے اگر بیع میں وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہوا اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو ادھار
سے بیچنا جائز نہیں چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت میں نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ہم اسواسطے کہ دفع حاجت نہیں ہوسکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما
افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام میں جسمیں دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں وہذا ایضا ان لم یعتاد بیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنی تجارت میں ادھار سے بیچنا اس صورت میں
جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ ادھار بیچتے ہیں سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسی کا فتوی ہے کذا صح
ابن ملک وشتے عین الآمر شیئا تعین الا فی بعہ بالنسیئۃ بالف فباع بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کردیگا تو وہ متعین ہوجائیگی مگر
اس صورت میں کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم ادھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ہم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت
مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہیں کذا فی الطحاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک
الجنس جاز والا لا میں کہتا ہوں اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی کی بہتری کے ساتھ اسی جنس میں تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں در انہا
تتقید بزمان ومکان اور الابنہ وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ لکن فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدہا فی الاصح وکذا الکفیل
لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ میں ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن میں اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح دس دن کا
ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواہر الجواہر قال بعہ بشہود او برہن فلان او بعلمہ او معرفتہ
وباع بدونہم جاز بخلاف لا تبع الا بشہود او الا بحضر فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا قال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذہب
واشتری بلا معرفتہ فہلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواہر الجواہر میں ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہوں کے
روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے
بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہوں کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے روبرو کہ بدون انکے بیع جائز نہوگی اسی کا فتوی ہے

میں کہتا ہوں اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ فتوے طلب کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر
فلانے شخص کی معرفت سو وکیل گیا اور اسنے بدون معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہیں بخلاف اس قول کے
کہ خرید نہ کرنا اگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے عمادی عالمگیری میں ہی کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد میں کی جو اصلا مفید نہیں بلکہ اسکو
مضر ہی تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہیں خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا اگر
ادھار ہزار درم سے سوا اسنے ہزار نقد سے بیچ کی تو بیع موکل پر جائز ہی اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہیں تو اگر
اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہی اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہیں چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانے بازار میں بیچنا سو اسنے
دوسرے بازار میں بیچا تو اگر اسنے تاکید بہ نفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہی اور اگر تاکید بہ نفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوٹ
رہی وہ یہ ہی کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اسوقت میں تعیین شرط معلوم ہوتی ہی کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ رہنا وکفیلا بالثمن
فلا ضمان علیہ ان ضاع الرہن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہی ثمن میں رہن لینا اور ضامن
لینا تو اسپر تاوان نہیں اگر رہن ضائع ہوگیا اسکے ہاتھ میں یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہی ہلاک مال کی صورت
یہ ہی کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب میں اصیل بری الذمہ ہو جاتا ہی ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاے لہذا بعضون نے کہا کہ
کفالت سے یہان حوالہ مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہی تو ہلاک کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاے کذا فی
الطحطاوی عن الوانی عن تصحیح الہدایۃ وتقیید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وہو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہی یا غبن قلیل کے ساتھ
غبن قلیل وہ ہی کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کار قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر وغبن یسیر کا دہ دہ نیم اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہی
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ
ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایۃ اور یہ جو کہا کہ وکیل کی خرید جائز ہوتا غبن یسیر کے ساتھ اسوقت ہی جبکہ نرخ اسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اسکا معروف
اور مشہور ہو لوگون میں جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو
اسی کا فتوی ہی کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبدہ فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وہو استحسان ملتقی
وہدایۃ وظاہرہ ترجیح قولہما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہی بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین رح
نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہی اور نہیں تو جائز نہیں اور یہ استحسان ہی کذا فی الملتقی والہدایۃ اور ظاہر اسکا یہ ہی کہ
قول صاحبین رح کی ترجیح ہی اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہی کذا فی البحر امام کی دلیل یہ ہی کہ توکیل مطلق ہی اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہی کہ
شرکت ایسا عیب ہی کہ قیمت کو کم کر ڈالتا ہی تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہی کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع میں عموم اور اطلاق مراد ہی اور توکیل بالشراء
میں وہ متعارف مراد ہی جسمین ضرر اور تہمت نہیں اور صاحبین رح کے نزدیک دونون برابر ہیں وقید ابن الکمال الخلاف بالتعییب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا
فلیراجع اور ابن کمال نے امام رح اور صاحبین کے خلاف میں اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہو جاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہی
تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ میں عم بحر الرائق میں ہی کہ غلام سے مراد وہ ہی جسکی تبعیض میں ضرر ہو تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض میں
ضرر نہیں جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہی چنانچہ معراج میں ہی کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراء باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا اور
نصف غلام کی خرید میں خرید موقوف ہی اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کیا تو صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث
مثلہ فی ہذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون کے یا قسم نہ کھانے وکیل کے یا اقرار سے
وکیل کے اس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دے گا موکل پر ولو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل ولو اگر مبیع
ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل فی الوکالۃ الخصوص و فی
المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہے اور مضاربت مین عموم ہے ہم واسطے وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف
مضاربت واسطے مضارب ابداع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیچ کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق
کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یعنے اسواسطے کہ وکالت مین خصوص اصل ہے و فی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے
اختلاف مین مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے
کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا کوکلتکما بکذا وحدہ ولو الآخر
عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھی وکیل کیا جیسا کہ یون کہا موکل نے کہ مین نے
تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو ہم اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی
راے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ اس تصرف مین ہے جسمین اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اسمین راے کی حاجت ہے او توکیل
بلفظ واحد سو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلہما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجئ فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت مین نافذ ہے
جبکہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف
بدون دوسرے کے نافذ نہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا و فی خصومۃ بشرط راے الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین
مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرے وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہم خصومت مین تصرف ایک وکیل کا
اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور و شغب کا موجب ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین
وکیل ثانی کی راے مشروط ہے تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الا اذا انتہیا الی القبض حتی یجمعا جوہرہ خصومت مین
احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جب جائز نہین یہان تک کہ دونون
وکیل جمع ہون کذا فی الجوہرہ و عتق معین و طلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف ما اذا عوض او غیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر
غلام معین کے عتق مین اور زوجہ معینہ کی طلاق مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے ہم عتق اور طلاق معینہ بلا عوض
مین راے کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے
کے کافی نہین و تعلیق بمشیتہما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعہما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر
عمل کرنے سے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے ہم چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہے
اسواسطے کہ جزا جب کسی شی کے ساتھ معلق ہو تو وہ متحقق نہین ہوتی ایک شی کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت و ظاہرہ علقہ علی لم یعوضا الخ
یسلم من التعیین والدرر تحقیق العبارۃ ولا یعلقہ بمشیتہما فقد یقین کہتا ہون اور ظاہر اطلاق تعلیق بمشیتہما کا لم یعوضا ہے چنانچہ عینی اور درر سے

معلوم ہوتا ہی تو حق عبارت یون تھا ولا تعلقا بمشیتہما سوتامل کرم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین
جسکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گئے و فی تدبیر و رد عین کو دیعۃ و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف
احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصۃ بخلاف استردادہا فلو
قبض احدہما ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیٔ منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لیگا
تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے در صورت ہلاک شئ مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ کہا تھا کہ
ایک وکیل تنہا بعض شئ پر قبضہ کرے کذا فی السراج ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہی
لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شئ کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا
امر نہ تھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ
اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کافی ہی بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہی کذا فی الولوالجیہ وقضاء دین بخلاف
اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہی بخلاف دین کے تقاضے کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ہم استرداد دین اور قبض
ہبہ اور تقاضاے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہی اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہی اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا
ایک شخص کا حفظ کی برابر نہین و بخلاف الوصایۃ لاثنین و کذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ہذہ الستۃ کالوکالۃ
فلیس لاحدہما الانفراد بحر اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسیطرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونیکے
تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ہم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ
شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ
مین راے اور تجویز کی حاجت ہی لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا
کذا فی الطحطاوی مختصرا التصرف الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ
مین جبکہ واقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد
جائز ہی نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وہی واقعۃ الفتوی
کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور اداے دین کا وکیل خواہ اداے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نہ کیجائیگی اداے
دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہوا اور یہ واقعہ بھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا
م اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہی چنانچہ اسمین یون ہی کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین انتہی
اور ملتقات مین علت اسکی یہ مذکور ہی کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہی کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو
کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لو فاد بہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد و عتق و ہبۃ من
فلان و بیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہی کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہی موکل کے اداے دین کے
واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین مثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے
اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیونکہ وکیل افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنے

افعال مذکورہ اُسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رہن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب
المدعی علیہ اشباہ خلافاً لما افتی بہ قاری الہدایہ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا
یا اُسنے مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع شرط ہی یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے
طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ کے بیان شارح ظاہرا دلالت کرتا ہی کہ قاری ہدایہ مسائل
ثلثہ مین مخالف ہی حالانکہ مخالفت اُسکی فقط تین کے مسئلے مین ہی کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہی درصورت امر موکل بدفع دین وثبوت مال موکل بدست وکیل
چنانچہ منح الغفار مین مشرح مذکور ہی کذا فی الحلبی قلت وظاہر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہی کہ وکیل بالاجر پر
جبر ہی سو تامل کر اسکو م اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہی مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہی کہ جو اجرت لیکر
بیچتا ہی جیسے بیاع اور سمسار اُسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو پہونچ گیا بدلا اُسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی
الطحطاوی ولا تنس مسئلۃ واقعۃ الفتوی وراجع تنویر البصائر فلعلہ اوفق اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوی کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ
اشباہ کی طرف کہ اُسنے پورا اسکو بیان کیا ہی م واقعۃ الفتوی یہ ہی کہ جب وکیل ہو اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہی تو اُسپر جبر ہوگا تو مسائل اخبار
وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوے خلاصہ تنویر البصائر یہ ہی کہ جب وکیل مامور ہو قضائے دین پر اپنے مال سے تو اُسپر جبر نہین اور اگر
اُسکے مال سے امر نہو تو اُسپر جبر ہی کذا فی الطحطاوی والتفصیل فی فروق الاشباہ والتوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او
مسافرا او مریضا او مخدرۃ او مرتضیۃ ... کے فروق مین ہی وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر یہ کہ موکل
بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو م یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہوچکا الوکیل لا یوکل الا باذن
آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجوب رضامندی کے م وکیل کو دوسرا وکیل کرنا
اسواسطے جائز نہوا کہ اُسکو تصرف مفوض ہی نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی راے سے راضی ہوا اور لوگ راے مین مختلف ہوتے ہین
اور مراد یہ ہی کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو
بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضا ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہی اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہی الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ
توکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ الخانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا
سو اُسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہی
اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی اضحیۃ الخانیہ یعنے موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے
خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خریدی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہی اگر اُسنے جائز رکھی تو جائز ہی اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی
والا التوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ صح ابن ملک اور وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جبکہ وکیل کرے اُسکو
جو اُسکے عیال مین ہی تو صحیح ہی کذا ذکرہ ابن الملک والا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود در
اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کے جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہی بلا اجازت وکیل اول بسبب
حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر م اسواسطے کہ راے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہی بخلاف اُس صورت
کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہی

زیادتی ثمن اور اختیار مشتری میں کذا فی الہدایۃ والتفویض الی رایہ کالعمل برایک کالاذن فی التوکیل الا فی طلاق وعتاق لانہما مما یحلف بہ فلا یتوہم
غیر ذٰلک نامہ قنیہ اور یہ ذکر تا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہی وکیل کرنے میں مگر طلاق
اور عتاق میں اذن کے مانند نہیں اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہی کہ انسے قسم کھائی جاتی ہی تو غیر وکیل بجاے وکیل نہیں ہوسکتا کذا فی
القنیہ ھم یہ حکم بنا التفویض کے ہی اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل میں تو بلا شبہ صحیح ہی کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیرہ
بدونہما بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرتہ اوغیبتہ فاجازہ الوکیل الاول صح وتتعلق حقوقہ بالعاقد علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو
وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہی اور
حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہی سو یہان حاصل ہی الا فی ما لیس
بعقد نحو طلاق وعتاق لتعلقہما بالشرط فکان الموکل علقہ بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف میں جو عقد نہیں جیسے طلاق اور عتاق
وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین
تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کے لفظ سے نہ وکیل ثانی کے لفظ سے وابراء عن الدین قنیہ وخصومۃ وقضاء دین فلا تکفی

الحضرۃ ابن ملک خلافا للخانیۃ اور دین سے ابرا کرنے میں کذا فی القنیہ اور خصومت اور ابراے دین میں تو کافی نہیں حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ
ابن ملک برخلاف خانیہ کے ھم خلاف خانیہ فقط خصومت میں ہی انمین یون ہی کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ
جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازہ الوکیل الاول جاز الا فی شراء
فانہ ینفذ علیہ ولا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہی مگر خریدکرنے میں کہ وہ اجنبی پر
نافذ ہوگا اور موقوف نہ رہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر والتفویض فہو ای الثانی وکیل الآمر وحینئذ فلا ینعزل بعزل موکلہ
او موتہ وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی آمر یعنے موکل
اول کا وکیل ہی اور اسوقت میں تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل

اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہوچکا کتاب القضا میں وفی البحر عن الخلاصۃ والخانیۃ لہ عزلہ فی قولہ اصنع ماشئت لرضاہ بصنعہ وعزلہ من صنعہ بخلاف

اعمل برایک قال المصنف فعلیہ لو قیل للقاضی اصنع ماشئت فلہ عزل نائبہ بلا تفویض العزل صریحا لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق
مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہی کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہی موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے
وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہی بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو
بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہی بدون اس بات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحا

تفویض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہی واعلم ان الوکیل وکالۃ عامۃ مطلقۃ مفوضۃ انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق
والتبرعات بہ یفتی زواہر الجواہر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہیں مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق
اور تبرعات کا اسی کا فتوی ہی کذا فی زواہر الجواہر وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق
وتقید طلاقہ بالمجلس بخلاف قولہ وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید بہ درر کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو
وہ وکیل ہوگیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس میں یعنے اگر اسی مجلس مین طلاق دیگا تو صحیح ہی نہیں تو صحیح نہیں بخلاف

اس قول کے کہ مین نے تجکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید نہوگی اسی مجلس کے ساتھ کذا فی الذخیرہ یعنی اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا
من لا ولایۃ لہ علی غیرہ لم یجز تصرفہ فی حقہ وحینئذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی او حربی عینی مال صغیرۃ الحر المسلم
او شری واحد منہم بہ او زوج صغیرۃ کذلک ای حرۃ مسلمۃ لم یجز لعدم الولایۃ جس شخص کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر
تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل صغیر آزاد مسلمان کا مال
یا کوئی شخص انمین سے بعوض اُس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کر دے اسی طرح کے صغیر کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے ولایت کے
یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایۃ فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیہ ثم وصی وصیہ اذا الوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیہ ثم وصی وصیہ ثم الی القاضی ثم الی من
نصبہ القاضی ثم وصی وصیہ اور صغیر کے مال مین اُسکے باپ کی ولایت ہی پھر باپ کے وصی کی پھر اُسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہی دوسرے کو
وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہی جو باپ کا باپ ہی یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اُسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہی پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اُسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایۃ التصرف فی ترکۃ الام مع حضرۃ الاب او
وصیہ او وصی وصیہ او الجد اب الاب اور مان کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین مان کے متروکہ مین اور اسیطرح بھائی کے
متروکہ مین باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اُسکے وصی کے یا اُسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہی وان لم یکن احد مما ذکر فلہ
ای الوصی الام الحفظ اور اگر کوئی نہوا شخاص اربعہ مذکورہ سے تو اُسکو یعنے مان کے وصی کو مان کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہی ولبیع المنقول
لا العقار اور مان کے وصی کو بیع منقول کی جائز ہی نہ زمین وغیر منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہی کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہی ولا یشتری الا الطعام
والکسوۃ لانہما من جملۃ حفظ الصغیر خانیۃ اور مان کا وصی کوئی چیز خرید نہ کرے سواے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین
کذا فی الخانیہ فروع مسائل ملحقہ شارح کے وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقیید بہ وفی الاب یعم الکل عمادیۃ قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہی
مگر جبکہ قاضی وصی کو ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہی کذا فی
العمادیہ یعنی اگر باپ نے ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینہ لا یرجع حقوق عقد باشرہ للیتیم الیہما بخلاف
وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینہ ثمن ما باعہ للیتیم بعد بلوغہ صح بخلافہم اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہی کہ قاضی یا اُسکے امین کی طرف
اُس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہوے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اُسکا امین تاوان دے بعد بالغ ہونے
یتیم کے اُس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اُسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہی بخلاف اُن لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہم قاضی اور امین کا
تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ اُنکے واسطے حق استیفا ثابت ہی تو اُنکا ضمان دینا اپنی ذاتون
کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ جاز التوکیل بکل ما یعقدہ الوکیل لنفسہ الا الوصی فلہ ان یشتری مال الیتیم لنفسہ لا لغیرہ بوکالۃ اور اشباہ
مین ہی کہ وکیل کرنا جائز ہی ہر ایک اُس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہی اپنی ذات کے واسطے سواے وصی کے کہ اُسکو مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہی
نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابوسعود نے حاشیہ لکھا ہی اُسمین بجاے وکیل کے موکل کا لفظ ہی
اور یہی موافق ہی ما تقدم سے انتہی وجاز التوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہی ہم تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا
کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اُسنے اُسکو وکیل کیا اور وکیل نے خرید کی تو وہ ثمن مامور سے پھیر لے اور مامور اپنے آمر سے

اور وکیل امر اول سے نہ لیگا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام مین مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہا کے بھی مسائل مذکور کیے ہین خصومت
عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہان یا نہین چنانچہ سابق مذکور ہو چکا (عنوان ۲) وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر رح
و بہ یفتی لفساد الزمان واختار فی البحر العرف وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہین قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے
بسبب فساد زمانے کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہین اور بحر الرائق مین عرف پر اعتماد کیا ہے ثم التقاضی بمعنی اخذ الدین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف
مین تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام رح اور صاحبین رح کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے
خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوی صغیر سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا مین عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر مین ہو جہان سوداگرون مین رواج ہو کہ
تقاضا کرنے والا وہی قابض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین منح الغفار مین سراجیہ سے منقول ہے کہ اس قول پر فتوی ہے
کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جسکے
واسطے وہ وکیل ہوا ورسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی
البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یون کہتا کہ (ارسلتک) یعنی مین نے تجکو پیام رسان کیا یا یون کہتا کہ (کن
رسولا عنی) یعنی تو میری طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یون کہتا کہ مین نے تجکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف
زیلعی یعنی زیلعی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہین خصومت اور
قبض کا م ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اسکو خصومت اور قبض لازم نہین کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح بحر جیسے وکیل
صلح مالک نہین خصومت کرنیکا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما ولو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا او قبض دین کا
وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہوا اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے وہ خصومت کا
مالک نہین کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہین ہے اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو مشابہ رسول کے ہوا
تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا سو ذو الید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی
ولا وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل
تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک امرہ بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز
قبضہ المذکور علی الآمر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا وللآمر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا لا یقبض درہما دون درہم کسی موکل نے وکیل کو
امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کر دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سواے ایک درم کے تو اسکا قبض مذکور جائز نہین
موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور اسی طرح
نہ قبض کرے ایک درم سواے ایک درم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین و قبضہ الوکیل فضاع
منہ ثم برہن المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ذخیرۃ تو اگر مدیون کے
گواہ نہون ادا اسنے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا اسے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر مدیون

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

مطلوب نے ابراء دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر اور وہ تو موکل سے پھر لیگا جو اُسنے وکیل کو دیا ہو اسلیے کہ دین کا قبض
اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہی کذا فی الذخیرہ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ فی
الاشباہ لا یجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلاث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی
مگر اُس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہوگیا ہو اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز رہے
اس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل
فانہ یجبر علیہا الالتزام بخلاف ضامن کے کہ اُسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے م یعنے جو ضامن ہوا خصومت کا اُسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی
یون ممکن ہی کہ ضامن ہوا ایک شخص کا جو اُسپر ثابت ہو سو مطلوب نے بالنسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہی تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اُس مال مین
جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لا یکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز ہذا التوکیل فلو اثبت
ای لموکلہ المال لہ الوکیل ثم اراد الخصم الدفع لا یسمع علے الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے
حقوق کے لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اُسمین جو موکل پر دعوی کیا جاے تو یہ توکیل جائز ہی سو اگر وکیل نے موکل کا مال
ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اُسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اُسمین وکیل نہین کذا فی الدرر م تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم
ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہی کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرہا مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی
دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہی خصومت کے وکیل کا اقرار سواے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کی
روسے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل
الوکیل بہ ای بہذا الاقرار حتے لا یدفع الیہ المال وان برہن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہی اگرچہ وکیل معزول ہو جاے
اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر م صورت اُسکی یہ ہی کہ موکل نے اُسکو وکیل
کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کے جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اُسنے بیع کی ہی تو وہ اس اقرار سے معزول ہوگیا وکالت سے
تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی وکذا استثنے الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاہر
بزازیہ اور اسیطرح جبکہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر لیا اس طرح کہ مین نے تجکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہی قول ظاہر پر
کذا فی البزازیہ م بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہی کہ توکالت پانچ طرح ہی ایک یہ ہی کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ
اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین
وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی فلو اقر عند غیر
ای القاضی لا یصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا یسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے
نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار والصحیح انہ ای بالتوکیل مقر بحر و صحیح ہی موکل کو اپنے وکیل کا اقرار کرنا اور موکل
اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر م طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہی کہ ممکن ہی کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب
اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اُسپر کچھ حق واجب نہوگا اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر قادر نہین سو اگر مخاصم اُسپر اثبات مال کا ارادہ کرے
بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نہ کرے گا و بطل توکیل الکفیل بالمال لئلا یصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہی مال ضامن کو وکیل کرنا

کہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل نہو جائے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہوا اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہو گی اسواسطے کہ وکیل وہ ہی جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت منعدم ہوگا پس وکالت باطل ہوگئی کذا فی العینے

کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل متی عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح ویصح عزلہ قبل ابرائہ نفسہ اشباہ جیسے صحیح نہین توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اُسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہوگئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابراے ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہی اور صحیح ہی مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اس بات کے وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ھم قولہ اذا وکل اسمین ضمیر فاعل ہی راجع دائن کی طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہی منبۃ المفتی مین ہی کہ اگر وکیل ابراے نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہی اگرچہ وہ عامل ہی اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہی صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہی کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا انتہی جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہی مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا ومقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ھم اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہوگیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہوگیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اُسکا جواب یہ ہی کہ محیل ساعی ہی اپنی براءت نفس مین اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مرجاے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہی کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اُس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سو اُسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہوگیا تو مدیون کا مال تلف ہوگیا کیونکہ اُسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہی اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول ووکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول بقبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہی اور تزویج کے وکیل کے کہ انکا تاوان صحیح ہی اسواسطے کہ ہر شخص انمین سے سفیر اور معبر محض ہی یعنی حقوق عقود اُنکی طرف راجع نہین جو انکا تاوان صحیح نہوا الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح وتبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی للزومہا فتصلح ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہوجاے مدیون کا تو صحیح ہی اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہی وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہوسکتی ہی وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنی جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہوئی یہی مطلب ہی مصنف کے قول سابق کا کہ الضامن کی توکیل باطل ہی وکذا لکلما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسیطرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہوجائیگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اُس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنی ضمانت قوی تر ہی وکالت سے تو اُسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز لما مر انہ یصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہی یعنے اور شرط وکیل یہ ہی کہ عامل بغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

مثال دائن لیکر کرتے ہین
اور محیل مدیون ہوتا ہے
اور محال علیہ جو دار
تنبلک کرے ۱۲

رجع لبطلانہ وبدونہ لا لانہ تبرع پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو مشتری سے
نہ پھیرے بسبب اُسکے تبرع اور احسان کے ادعی انہ وکیل الغائب بقبض دینہ فصدقہ الغریم امر بدفعہ الیہ عملا باقرارہ ولا یصدق لو ادعی
الایفاء دعوی کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اُسکے دین کے قبضہ کرنے مین سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اُسپر ادا ے دین کا حکم کیا جائیگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفاے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوے ایفاے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقہ
فی التوکیل فبہا ونعمت والا امر الغریم بدفع الدین الیہ ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکارہ مع یمینہ پھر اگر غائب آیا سو اُسنے اُسکے وکیل
کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا ورنہین تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادا ے اول کے اُسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہین تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اُسپر دوبارہ ادا ے
دین لازم ہوگا ورجع الغریم بہ علے الوکیل ان باقیا فی یدہ ولو حکما بان استہلکہ فانہ یضمن مثلہ خلاصۃ اور مدیون وکیل سے دین پھیر لے اگر دین
اُسکے ہاتھ مین باقی ہو اگرچہ بقاے دین حکمی ہو نہ حقیقی اس طرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اُسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی الخلاصۃ وان
ضاع لا لانہ بتصدیقہ اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اُسکو نہین لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب اُسنے دین دیا
اُسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہین کرسکتا الا اذا کان قد ضمنہ عند الدفع بقدر ما یاخذہ الدائن ثانیا لا انہ اخذ
الوکیل لانہ امانۃ لا تجوز بہا الکفالۃ زیلعی وغیرہ مگر مدیون اُسوقت وکیل سے دین پھیر لے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اُسکے
جسکو دائن دوسرے بار لے نہ اُس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضامنی جائز نہین کذا فی الزیلعی وغیرہ ہم مال ضامنی کی صورت
یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہان تو اُسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہین کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار اپنا دین لے تو وکیل
ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی او قال لہ قبضت منک علی انی ابرئک من الدین فہو کما لو قال الاب للختن عند اخذ
مہر بنتہ اخذتہ منک علی انی ابرئک من مہر بنتی فان اخذتہ البنت ثانیا رجع الختن علے الاب فکذا ہذا بزازیہ یا وکیل نے مدیون سے کہا کہ مین نے تجھ سے
مال لیا اس شرط پر کہ مین نے تجکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے وقت کہ مین اس شرط پر تجھ سے
لیتا ہون کہ مین نے تجکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے
کذا فی البزازیہ وکذا یضمنہ اذا لم یصدقہ علے الوکالۃ یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفع لہ ذلک علی زعمہ الوکالۃ فہذہ اسباب
للرجوع عند الہلاک اور اسیطرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اُسکی تصدیق نہ کرے وکالت پر اور مدیون نے اُسکو دین دیا وکالت کے
گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتون مین سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہین رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک ہوجاے وکیل کے
پاس ہم رجوع کے تین سبب ہین ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابراء مدیون تیسرا یہ کہ ضامن ہو در صورت
عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل ہلاکہ او دفعہ لموکلہ صدق الوکیل بحلفہ پھر اگر وکیل ہلاک دین کا یا اُسے موکل کے دینے کا
دعوے کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھ ہم تصدیق وکیل سواے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ مین ہوگی کذا فی الطحطاوی و فی
الوجوہ المذکورۃ کلہا الغریم لیس لہ الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ مین مدیون کو پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز
نہین تا حضور موکل غائب وان برہن انہ لیس بوکیل او علے اقرارہ بذلک او اراد استحلافہ لم یقبل لسعیہ فی نقض ما اوجبہ للغائب اور اگر مدیون
گواہ لایا اس پر کہ وہ شخص وکیل نہین دائن کا یا گواہ لایا وکیل کے اُس اقرار پر یعنے عدم وکالت اقرار پر یا اُسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا

تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اُس چیز کے توڑنے مین جسکو اُسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہی غائب کا اور دافع اُسکا
پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برہن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منی المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لاوے اسپر کہ موکل طالب وکالت کا
انکار کر چکا ہی اور وکیل نے مجھسے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان
ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل و ورثتہ غریمہ او وہبہ لہ اخذہ قائما ولو ہالکا ضمنہ الا اذا صدقہ علی الوکالۃ اور اگر موکل
مرگیا اور مدیون اُسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہوا اور اگر ہلاک ہوگیا ہو تو اُسکا تاوان لے
مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن
وکلہ عینی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اُسکو معلوم نہین کہ دائن نے اُسکو وکیل کیا ہی کذا [illegible] یعنے
قال انی وکیل بقبض الودیعۃ فصدقہ المودع لم یومر بالدفع الیہ علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا
سو امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو وکیل کے دینے کا حکم نہو گا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ کے حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ
نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہی اور بیان مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا لما مر اور اگر امانت دار وکیل کو
دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہ رہیگا کسی طرح خواہ اُسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی
شراءہا من المالک وصدقہ المودع لم یومر بالدفع لانہ اقرار علی الغیر اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار
نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکے دینے کا حکم نہو گا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر ہم یہ علت ہی دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالہا
بالارث او الوصیۃ منہ وصدقہ امر بالدفع الیہ لاتفاقہما علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق
ولا بد من التلوم فیہما لاحتمال ظہور وارث آخر اور اگر دعوے کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت
کے اور امانت دار نے اُسکی تصدیق کی تو اُسکو اُسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر
بشرطیکہ میت پر دین مستغرق متروکہ نہو اور ضرور ہی انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے
احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موتہ او قال لا ادری لا یومر بہ ما لم یبرہن اور اگر امانت دار نے اُسکی موت کا
انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہو گا جب تک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعوی الایصاء کالوکالۃ فلیس
لمودع میت ومدیونہ الدفع قبل ثبوت انہ وصی اور دعوے ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اُسکے مدیون کو
جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اُسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہی میت کا یا وکیل ولو لا وصی فدفع الی بعض الورثۃ برئ من حصتہ
فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصے سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنی باقی وارثون کا
مواخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وکلہ بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکلہ کاداء وابراء واقرارہ بانہ ملکی دفع الغریم المال ولو عقارا الیہ
ای الوکیل لا رجعہ بعد تسلیم ما لم یبرہن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اُسکے موکل کے حق کو ساقط کرے جیسے ادای دین
یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہی یعنے مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ زمین ہو اسواسطے کہ مدیون کا جواب قبول کر لینا ہی
دین اور وکالت کا جبتک گواہ نہ لاوے اپنے دعوے پر یعنے جب مدیون نے ادائے دین کا دعوی کیا مثلاً تو اُسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا اسلئے
دینا لازم ہوا سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہی کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین پھر د

دعوی ثابت ہوا تو اسکے حق میں تاخیر نہوگی والتحلیف الموکل لا الوکیل لان النیابۃ لاتجری فی الیمین خلافاً لزفر رح اور مدیون کو جائز ہے کہ قسم لینا استلزام ادا سے
دین کے انکار میں موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہیں ہوتی قسم میں بخلاف زفر کے ولو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع ان
المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ہنا فسخ لایقبل النقض بخلاف ما مر خلافاً لہما اور اگر ایک شخص کو خریدی
لونڈی کے عیب میں وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہوگیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نہ کرے جب تک مشتری قسم
کھائے اور فرق اس مسئلہ میں اور مسائل سابقہ میں یہ ہے کہ قضا یہاں وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہیں کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہوچکا بخلاف مذہب صاحبین رح کہ
انکے نزدیک رد مبیع ہوگا یعنے اگر رد مبیع کے ہم قائل ہوں تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد ہے عیب سے اور اس طرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے
صحت پر اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام رح کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونوں میں بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمیں تدارک ممکن ہے بسبب وکیل کے
استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نہ کھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہاں باطن میں نافذ نہیں کیونکہ حکم نہیں مگر بمجرد تسلیم تو قضا بعقود و فسوخ میں
نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردہا الوکیل علی البائع بالعیب فحضر الموکل وصدقہ علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقاً فی الاصح لان القضاء
لا عن دلیل بل لجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطناً نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بسبب عیب کے بائع کو یعنے بحکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی
اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے قول صحیح میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہیں بلکہ
نادانستگی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن میں کذا فی النہایۃ وللمامور بالانفاق علی اہل او بناء دار والقضاء او لدین
او الشراء او التصدق عن زکوۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویاً للرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا
بل یقع التقاص استحساناً اذا لم یضفہ الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل پر یا بنائے عمارت پر یا مامور ہو اسکی ادائے دین کا یا خریداری
یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کر کے
اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ میں اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنی مجرا ہوجائیگا بطریق استحسان کے
جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نہ کیا ہو یعنے صرف کے وقت یون نہ کہا ہو کہ یہ میں اپنے مال سے دیتا ہوں بلکہ موکل کی نسبت کیا یا مطلق
دیا ہو مع رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرا دے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی
قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت الانفاق مستہلکۃ او لو بصرفہا الدین نفسہ او اضاف العقد الی دراہم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا بالانفاق
لان الدراہم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہوں اگرچہ انکا استہلاک مامور کے
دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خرید کے وقت مثلاً کہ میں اسکو
اپنے دراہم سے مول لیتا ہوں تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے میں متبرع اور متطوع
ہوجائیگا یعنے موکل کے مال سے مجرا نہ کر سکے گا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت میں متعین ہوجاتے ہیں کذا فی النہایۃ والبزازیہ مع انفاق کے مانند
شراء اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں مصرح ہے جبکہ وکالت میں دراہم متعین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شراء ہلاک ہوگئے تو وکالت
باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی نعم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض
من مدیونہ الفا ویتصدق بہا فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحساناً اور ملتقی میں ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار درم لے
اور صدقہ کرے سو اسنے ہزار صدقہ کیے اپنے مال سے تاکہ پھیر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے کہ بحر الرائق میں یہ روایت

منتقی بالنون کی طرف منسوب ہی اور اسی طرح درالمختار کے بعضے نسخون مین ہی اور اسیطرح منح الغفار مین ہی بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وجود ابنہم کہ بیوٹون پر دلالۃ ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فہو ای الوصی کالاب متطوع ان لم یشہد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لایقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہی مگر یہ کہ وصی صرف کے وقت گواہ کرلے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہی یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہی کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہی لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ہم غائب ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہریگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لاتدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہی وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہی ہم درر مین صغرے سے منقول ہی کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ دلانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکو سماعت نہ کریگا انتہی بقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہی توکیل بیع سلم کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہی مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا القبول عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ہم صورت اسکی یہ ہی کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام کے لیے سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہی نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرینگے اسواسطے کہ توکیل باطل ہی کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریعہ فی زیتہ وحصیرہ تو وقف کے ناظر کو جائز ہی کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ہم یعنے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہی اسواسطے کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور توکیل بالسلم صحیح ہی ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ امینا علے القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم منہ علی ماقررلہ بالمنالانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ لایصح بیعہا ذکرہ فی شرح الوہبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہی قریہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا ور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا یہ اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہی واقف کا اور وکالت امانت ہی جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہی ہم امین کو بسبب ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہی محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا بعوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

باب عزل الوکیل

یہ باب ہی معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلہا خیار شرط وکالت ان عقود مین سے ہی جو لازم نہین جیسے عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ہم عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہی تا صاحب خیار فسخ عقد کرسکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہی تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصودا وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی غریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہم قبل اس باب کے عنقریب گذرا درر سے کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا

منکر تو وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہی کہ حکم سے وکالت لازم ہوجاتی ہی اور حالانکہ وکالت شرعاً غیر لازم ہی خبر مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آیندہ قول مین فللموکل العزل متی شاء مالم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجی تو موکل کو اختیار ہی وکیل کے معزول کرنیکا جب چاہے تاوقتیکہ اُس سے حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ رہے تو اسکا حق فوت ہوجاسے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین ہی کل کو اسکے معزول کرنے کا اختیار ہی ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ماصححہ البزازی وسیجی عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح نہین اگرچہ وکالت دوریہ طلاق یا عتاق مین بنا بر اُس قول کے جسکی تصحیح کی ہی بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوریہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ مین نے تجکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجکو معزول کردون تو تو میرا وکیل ہی کذا فی الدر وشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما الحکمی فیثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہی بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہی اور عزل حکمی چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہی رسالت سے قبل علم کے ولو عزلہ قبل وجود الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط ینبغی شرح وہبانیہ اگرچہ اُسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اُس وکالت مین جو معلق بشرط ہی اسی قول کا فتوے ہی کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافہۃ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا حرا او عبدا صغیرا او کبیرا صدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہی اور معزولی کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اُسکی تصدیق کرے رسالت مین یا تکذیب ذکر کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن وکالتہ عزل ثابت ہوتا ہی جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہی تاکہ مین تجکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا المتقدمۃ فی المتفرقات اور اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور رہی ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کے یا عدالت کے چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین ابواب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہی ہم اخوات متقدمہ اخبار مولی بجنایت عبد اور شفیع کو بیع کی خبر پہونچنا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد شرا کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور متولی وقف کی خبران سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہی کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقد مناانہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا ابن ملک اور ہمنے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہی اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صرح ابن ملک وفرع علی عدم لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آیندہ سے فللوکیل ای بالخصومۃ ولشراء المعین لا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق وبیع مالہ وبشراء شئ بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ خصومت کے وکیل اور شئ معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہی بشرط دانست اپنے موکل کے نہ نکاح اور طلاق اور عتاق اور مال موکل کی بیع اور شئ غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہی اگرچہ اُسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم السلطان بعزل قاض وامام نفسہما والا لا کما بسطہ فی الجواہر اور اسیطرح دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی معزول کرنے کی شرط ہی اور نہین تو معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوے مین اسکو شرح بیان کیا ہی یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور امام جمعہ یا عید نے آپ کو امامت سے

معزول

معزول کیا تو صحیح نہیں بدون علم سلطان کے وکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مر
وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہی اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو
وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہو جاتی ہی
ہم تعلق حق مدیون یون ہی کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون معزد ریعنے فریب خوردہ ہو جائیگا درصورت ادا سے دین توکیل الا اذا علمہ بالعزل
المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاسے تو اب اسوقت مین وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اسی قاعدہ پر
قول آیندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الیہ ای الوکیل قبل علمہ ای المدیون بعزلہ یبرا وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا
قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہو گا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنے جب
اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہو گا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے
دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ
بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہی راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن
راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہی اور نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہی خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے
غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب حم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی بمقتضا سے غالب عادت کے ہی والا فالوکیل ببیع
رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاقہا بطلبہا علی الصحیح لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی لعزلہ بکلما وکلتک فانت
معزول عینی اور نہیں ہی اس قسم سے جسمین حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمین
کچھ نہیں اور نہیں ہی قسم مذکور سے موکل کا یون کہنا کہ ہر بار کہ مین تجکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہی بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے
کہ ہر بار کہ مین تجکو وکیل کرون تو تو معزول ہی کذا فی العینی حم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی مین اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہی کہ اسمین
حق وکیل متعلق نہیں وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل الغیت توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل کجحود الموکل بقولہ لم
اوکلک لا یکون عزلا الا ان یقول الموکل للوکیل واللہ لا اوکلک بشیء فقد عرفت تہاونک فعزل زیلعی اور وکیل کا یون کہنا بعد
قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ مین نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ مین بری ہون وکالت سے معزول کرنا نہیں ہی جیسے موکل کا یون انکار کرنا کہ مین نے
تجکو وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ مین تجکو کسی چیز کا وکیل نہین کرتا سو البتہ مین نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا
کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحود عزل وحملہ المصنف علی ما اذا وافقہ الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا مین ذکر کیا کہ موکل کا انکار
عزل ہی اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو اسپر محمول کیا ہی جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر یعنے انکار موکل اس صورت مین
عزل ہی جبکہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن اثبت القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی روایۃ
لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہی اور قول ثانی یعنے عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہی اور وجہ اسکی
یون بیان کی ہی کہ ماوراے نکاح کے انکار فسخ ہی پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت مین وکیل معزول نہین ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حم اور اسیطرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہی چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہی کہ اگر وصایت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہی
اور جامع کبیر مین ہی کہ یہ رجوع نہین تو اسمین دو روایتین ہین اور اسیطرح جحود وکالت مین وکیل یا موکل سے اور جحود شرکت اور جحود ودیعت اور

حجو ونمبا یعنین یا مستاجرین مین خلاف ہوا اور صحیح یہ ہی کہ جو درجوع ہی اسواسطے کہ جو فسخ ہی انتہی علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہی کہ تصحیح خاص وصیت مین ہی یا
سب مین انتہی اور ظاہر جمیع کی تصحیح تبادر ہی چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہی کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشئ الموکل فیہ
کما لو وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہی وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے
منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسپر بذات خود قبضہ کرلیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو
موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کردیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران
کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ ہی بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہی تو موکل کی بیع مقدم ہی محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے
نزدیک دونون مشتری بیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدہما وجنونہ
مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرہا لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شہرا وبہ یفتی وکذا فی القہستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان
فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہی وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے
اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہی مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہی اسیکا
فتوے ہی اور اسیطرح قہستانی اور باقانی مین ہی اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہی جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول
قرار دیا ہی اور یہ کہ اسی قول پر فتوی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہی اور بعضون نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہی بحر الرائق مین
مصباح سے منقول ہی کہ عوام مطبق بالفتح بولتے ہین و بالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا نعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہی
وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہوکر پھر وکالت عود نہین کرتی اُسکی پھر آنے سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر اور نہ اُسکے جنون
جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر یعنی جبکہ مرتد ہوگیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جاکر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کردیا
تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہی اگر مسلمان ہوگیا
تو نافذ ہی اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جاملا تو وکالت باطل ہی کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بہذہ
العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراہن العدل او المرتہن ببیع الرہن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت
الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہی کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہی تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا
بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلاً جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آتے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے
اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے ہم مرتہن عطف ہی عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل
بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ والطلاق بزازیۃ جیسے امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول
نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ہم یعنی وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہی لیکن وکیل اسمین موت
اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہی قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرہن لا تبطل بالعزل حقیقیا وحکمیا ولا بالخروج عن الاہلیۃ بجنون وردۃ
وفیما عداہا من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاہلیۃ قلت فاطلاق الدرر فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہی چنانچہ بحر الرائق
مین ہی کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہوجانے سے لیاقت توکیل سے بسبب
جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہی عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

میں کہتا ہوں تو ذرر کے طلاق میں بحث ہو ہم در ریں یون کہا ہی کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہیں ہوتا ہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس
طالب کو بھی شامل ہی اور حالانکہ اسمیں ایسا حکم نہیں کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل
حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہی احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہو اسواسطے کہ وہ عزل
حکمی ہی ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہی کہ دونوں شریکوں میں افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونوں مال یا ایک مال ہلاک ہوجاے قبل خرید کے
تو وکالت ضمیمہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہی کہ دونوں یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کریں تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز موکلہ
لو مکاتبا وحجرہ ای موکلہ لو ماذونا کذلک ای علم اولا لانہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہی اپنے موکل کے عاجز ہونے سے ادا سے بدل کتابت سے
اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہوجاتا ہی یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ یہ
عزل حکمی ہی چنانچہ مذکور ہوچکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی قضاء دین واقتضائہ وقبض ودیعۃ فلا ینعزل بعجزہ
حجرا اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہی جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت میں اور جبکہ وکیل ہو ادائے دین اور طلب دین
اور قبض ودیعت میں تو معزول نہیں ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام
ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ والا لا کما
لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہی وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل میں جسمیں
وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہی کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہوجاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہیں ہوتا چنانچہ
اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہی تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہی بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس
تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہیں کرسکتا اسواسطے معزول ہوجاتا ہی کہ وکالت کی حاجت باقی نہیں رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے
خود آزاد کر دیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کر لیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی
اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کر لیا ولو ارتد الزوج ولحق وقع طلاق وکیلہ ببقیۃ العدۃ اور اگر زوج مرتد ہو گیا یا دار الحرب میں لاحق ہوا
تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہی ہم بحر الرائق وغیرہ میں یون ہی کہ اگر زوج مرتد ہوجاے تو وکیل کی طلاق صورت بر بنا بقاے
عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہی انتہی تو شارح کے کلام میں لحوق اس لحوق پر محمول ہی جسپر قاضی کا حکم نہیں ہوا اور صاحب بحر
وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہو گیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہی کذا فی الطحطاوی وتعود الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباع
موکلہ ثم رد علیہ بما ہو فسخ تبقی علیہ وکالۃ اور پھر آتی ہی وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا
سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہی چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا
اپنی وکالت پر اولیتی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک
طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہی تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہی بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید
حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید کیا تو وکالت عود نہ کریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک
نے عود نہیں کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی فروع مسائل شتی تتمۃ لشارح کے فی الملتقط عزلہ وکتب لا ینعزل ما لم یصلہ الکتاب ملتقط میں ہی کہ معزول
کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی اسمیں علم وکیل شرط ہی اور علم خط

بھیجنے سے ہو وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہی اور بعد قبول کے صحیح نہین یعنے قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہی اور بعد قبول صحیح نہین بدون علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی دفع الیہ قیمۃ لیدفعھا الی انسان لیصلحھا فدفعھا ونسی لا یضمن الوکیل بالدفع دیا وکیل کو آفتابہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کر دے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہین ابراءہ مما لہ علیہ بری من الکل قضاء واما فی الآخرۃ فلا الا بقدر ما یتوہم ان لہ علیہ صاحب دین نے مدیون کو بری الذمہ کر دیا اس دین سے جو اسپر ہی تو وہ بری الذمہ ہوگا کل دین سے ظاہر حکم مین اور آخرت مین تو بری الذمہ نہو گا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہی کہ اسکا اتنا ہی اسپر ہم یعنے مجملاً اسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہی کہ میرے دس درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درم ہین تو باعتبار قضا سب دین سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برأت اور عند اللہ فقط دس درم سے بری ہئیگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجھول فلا یبرأ بالدفع الیہ اور اشباہ مین ہی کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو تیرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہین اسواسطے کہ یہ توکیل مجھول ہی تو مدیون بری الذمہ نہوگا اسکے دینے سے وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال قابض خنصری فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر اور وہبانیہ مین ہی اور جسکے دائن نے کہا کہ دے مال چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو تو مدیون بری الذمہ نہو گا اور مال مین اسکو خسارہ ہوگا یعنی دوبارہ اسکو دینا پڑیگا ولبعہ وبع بالنقد او بع لخالد فخالفہ قالوا یجوز التغییر اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یون کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنی اودھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہی ہم لعبہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہی ولبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہی وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہی کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہی چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لے اور اس سے گیہون خرید کر تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہی کیونکہ یہ کلام مشورہ ہی اسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یون کہا کہ بعہ من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم وکذا قول رب الدین والخصم یجبر اور مال دینے مین وکیل کا قول مقدم ہی اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہی اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا صورت اسکی یہ ہی کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اس سے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ مین نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کہ مجھ اسنے نہین دیا تو وکیل کا قول معتبر ہی بری الذمہ ہونے مین یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہوگا اور وکیل کا قول مقدم ہی موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہین دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ مین نے کچھ نہین پایا لیکن یہ فقط درحق برأت ہی نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لیگا اور دائن کا قول موکل اور وکیل کے قول پر مقدم ہوگا عدم سقوط حق مین اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا بعد اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت نہوا اور اگر قسم نہ کھائی تو حق اسکا ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس ہو یعنے موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی ولو قبض الدلال مال المبیع کی یسلمہ منہ وضاع یشطر اور اگر دلال نے مال مبیع یعنے ثمن لیا مشتری سے تا بایع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہو گیا تو دلال اور بایع مین نصفا نصف کیا جاے ہم یعنی مصالحہ بالنصف ہوگا درمیان دلال اور بایع کے ناظم نے کہا یون تفصیل کرنا لائق ہی کہ اگر بایع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لازم نہین اور نہین تو بایع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے بھر لے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ نہو بایک طرف ثمن پہونچانے مین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوے

یہ کتاب ہی دعوے کے احکام مین لا یخفے مناسبتھا للوکالۃ بالخصومۃ مناسبت دعوے کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہین ہم مناسبت

کتاب الدعوی

یہ ہے کہ خصومت کے وکیل کو دعوے کی طرف حاجت ہے بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوے کی طرف حاجتمند ہوتا ہے ہی لغۃ قول یقصد بہ الانسان
ایجاب حق علی غیرہ لغت مین دعوے وہ قول ہے جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنے بلا قید منازعت و مسالمت اور آمین دفع حق عن نفسہ
سے کچھ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہے تو اسپر تنوین داخل نہین کیجاتی وجمعہا دعاوی بفتح الواو وکسرہا
دفتاوی ذکرہ اور جمع دعوے کی دعاوی ہے بفتح واو مانند فتوی اور فتاوی کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرہا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث
لیکن مصباح العلوم مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونوں مین یعنے دعاوی اور فتاوے مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ہم عبارت مختلف ہے
مصباح مین یون ہے کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہے اسواسطے کہ وہی اصل ہے اور بفتح واو ہے الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصا
وشرعا قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوے عبارت ہے اس قول سے جو
قاضی کے روبرو مقبول ہوا اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ہم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہے تو غیر ملزم
خارج ہوگیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہوگئی دعوی کی تعریف سے سوائے اسکے
شہادت اگرچہ قول مقبول ہے مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہے اور اسیطرح اقرار بھی اور دفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل دفع دعوے التعرض
فتسمع بہ یفتے بزازیہ دعوی عبارت ہے دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا تعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا
اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ ہم دفع تعرض کی صورت یہ ہے کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہے اور مین اسکے دفع تعرض کا
مطالب ہون تو یہ دعوی مسموع ہے قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جب تک اسکے پاس حجت نہین ہے تو وہ تعرض سے روکا جاے اور جب اسکو حجت ملے
تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ قاضی کے
پاس جاے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھہ ہو تو دعوے کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی مین اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہے کذا فی
الطحطاوی وہذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنے تعریف دعوی مین اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہے جبکہ تعریف مذکور مین
حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ہم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا نچہ دفع کو تعریف شامل نہو گی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت
ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہے جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہین کیونکہ دفع سکنت
عن المنازعۃ مراد ہے فلو ارید بالاعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سواگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونوں کو شامل ہو تو اس قید یعنے
زیادت دفع کی حاجت نرہی والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہے کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاے
یعنے حاکم اس سے زبردستی دعوی نکرواوے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنے جو ترک خصومت سے
چھوڑا نجاوے بلکہ اس سے زبردستی خصومت کروائی جاوے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد بہ یفتے بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاہب
الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت مرارا بحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہے جس قاضی کے پاس چاہے
حاضر ہو محمد رحمہ کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہے کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنابر قول ظاہر کے اور اسی کا مین نے فتوی دیا ہے کئی بار
کذا فی البحر علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسف کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہے یعنی مدعی کو اختیار رہے اسواسطے کہ ابو یوسف رحمہ کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی
تعریف کے موافق ہے قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ بمنزلہ
بالنسبۃ الیہما کما مر مرارا کہا مصنف نے اپنی شرح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محالات شہر مین ہو تو مدعی کا اعتبار ہے

ہان اگر سلطان نے جابت مدعاعلیہ کا حکم دیا ہو تو اُسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اُس قاضی کے جسکو مدعاعلیہ نے پسند نہین کیا اُس دعوی کی

نسبت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علے محلۃ علیحدۃ اما اذا کان فی المصر

حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لانہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علے حاشیۃ البزازیۃ

ثلیحفظ مین یہ کہتا ہون اور یہ خلاف محمد رح اور ابو یوسف رح کا اُس صورت مین ہی جبکہ ہر ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جبکہ شہر مین حنفی اور شافعی

اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس مین ہون اور ولایت ایک یعنے حکومت عامہ ہو تو لائق نہین کہ اجابت مدعی مین خلاف واقع ہو اسواسطے کہ وہ بلاشک

مدعی ہی تو صاحب حق ہی اسی طرح لکھا ہی مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتحاد مجلس قید نہین بلکہ عموم ولایت پر دار ہی

چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا اور کہنا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا لمالی علیہ کذا او اضافتہ الے

من ناب المدعی منابہ کوکیل او وصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہی حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت

اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا مال اُسپر اتنا ہی یا نسبت کرنا حق کا اُسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہی مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع

اضافت حق سے متعلق ہی واہلہا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوی کا اہل وہ شخص ہی جو ہوشیار باتمیز ہو اگرچہ

لڑکا ہو بشرطیکہ اُسکے ولی نے اُسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اُسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوی نہین کذا فی الاشباہ وشرطہا ای شرط جواز

الدعوے مجلس القضاء وحضور خصمہ فلا یقضی علے غائب اور دعوے کی شرط یعنے جواز دعوے کی شرط قاضی کی مجلس ہی اور موجود ہونا اُسکے

مخاصم کا تو حکم نہ کیا جاے مدعاعلیہ غائب پر وہل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او قریبا منہ بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا تحتے یبرہن او یحلف بنیہ اور کیا قاضی

مدعاعلیہ کو مجرد دعوے کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعاعلیہ اسی شہر مین یا شہر سے باہر ہو اس طرح پر کہ جواب دہی کرکے اپنے گھر رات کو جا رہ سکے تو ہان

بمجرد دعوے حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اُسکو نہ بلا دے تاوقتیکہ مدعی گواہ لا دے یا قسم کھائے کذا فی العینیہ ثم مدعاعلیہ بعید کے احضار مین دو قول مین

بعضون کے نزدیک احضار نہین مگر بعد شہادت اور بعضون کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے کہا یہ گواہی مدعاعلیہ کے بلانے کے واسطے ہی نہ حکم دینے کے واسطے شبلی

نے کہا کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کا عمل برخلاف ما تقدم ہی کہ بمجرد دعوی مدعاعلیہ کو طلب کرتے ہین اور دریافت نہین کرتے کہ دعوی صحیح ہی یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہی

فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضے بمجہول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اُس مال کا ہی جسکا مدعی نے دعوے کیا

اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہین دیا جاتا والیقال مدعی فیہ و بہ الا ان یتضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہین کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو اب

مدعا بہ بولنا درست ہی ہم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہین اگرچہ مستعمل ہین بولتے ہین مگر یہ مشہور ہی تو وہ بہتر ہی صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطہا ایضا کونہا ملزمۃ

شیئا علی الخصم بعد ثبوتہا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہی ہونا دعوی کا لازم کر دینے والا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوی کے اور اگر ملزم نہو تا تو

بیفائدہ ہوتا فصم عیب بلازم ہونا دعوی کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر تو کیل کا دعوی کرنا صحیح نہین امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی

مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ

ہذا ابنی وظہورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علے آخر انہ اقرضہا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبہا منہ فلا تسمع کما بسط فی جرم

ابن الفرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوے کی شرط ہی ہونا اس چیز کا جسکا دعوے کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہی تو اُسکا دعوے جسکا

وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہی باطل ہی بسبب تیقن ہونے کذب کے محال عقلی مین چنانچہ یون کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہی

یا اُسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اُس جیسے آدمی سے پیدا نہین ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی مین چنانچہ مفلس مشہور کا

دعوی اموال عظیمہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اُسنے اُسکو مال قرض دیے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اُس سے غصب کرلیا تو ظاہر یہ دعوی
غیر مسموع ہی کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وہو المدعی علیہ بلا او بنعم حتی لو سکت کان
انکارا فتسمع البینۃ علیہ الا ان یکون آخرس اختیار و تحققہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہی مدعا علیہ پر نہین یا ہان کرکے تو اگر وہ چپ رہا نہ
نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سُنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اُسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اُسکو محقق بیان کرینگے
یعنی (قضی بنکولہ) کی شرح مین وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوے کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہی معاملات کے استعمال سے یعنی
اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیر ذلک جاری ہی تو دعوی کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاے عالم مکلفین کا مقتضی ہی اسواسطے
کہ اگر دعوی نہ کیجیے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرہونا فی
یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہی مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے
ہاتھ مین ناحق ہی بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا یہ کہ محبوس بواسطہ ثمن کے ہو اُسکے پاس وطلب المدعی احضارہ
ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اُسکے حاضر کرنے کا اگر لے آنا اُسکا ممکن ہو
بلا مشقت تو مدیون پر احضار اُسکا واجب ہی تا اُسکی طرف اشارہ کیا جاے دعوی اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین
بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اُسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہوا احضار عین کا اسطرح کہ اُسکے لے آنے مین مؤنت ہو
اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اُسکو ذکر کیا ہی نسبت بخزانہ کرکے ہم کلام ابن کمال چکی اور ڈھیر وغیرہ مین ہی نہ ہلاک عین مین تو شارح کا یہان اُسکو
ذکر کرنا سہو ہی کذا فی الطحطاوی بہلاکہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اُسکا متعذر ہو اُسکے ہلاک ہوجانے سے یا اُسکے غائب ہونے سے
اسواسطے کہ قیمت اُسکے مانند ہی اُسکے باعتبار معنی کے یعنی قیمت اُسکی مماثل معنوی ہی وان تعذر احضارہا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع غنم
بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اُسکا متعذر ہو باوجود اُسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ قاضی اپنا
امین بھیجے تاکہ اُسکی طرف اشارہ کیا جاوے والا تکن باقیۃ اکتفی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نہ رہی ہو تو دعوی مین بذکر قیمت کفایت
کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ
الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینۃ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ اور فقہا نے کہا ہی کہ
اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہی اور اُسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوی مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت
انکار یا اُسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنی بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اُسکی
قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلف الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہی
صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اُسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار ہم اعیان مختلف الجنس
چنانچہ اناج اور جو اور مختلف النوع چنانچہ گیہون اور جو اور مختلف الصفۃ چنانچہ عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علحدۃ لانہ لما
صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح او ابین قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہی اگرچہ قیمت ہر چیز کی علحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ
جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جبکہ کل اشیاء کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم
کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا تشترط عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوی مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہی تا اُسکا نصاب ہونا معلوم ہو اور چوری کے سوا مین تو

و المدعی

بیان قیمت شرط نہین کذا فی العمادیۃ وہذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شیٔ مستہلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشہادۃ
لیعلم القاضی بماذا یقضی اور یہ سب یعنی اکتفا بذکر قیمت عین کے دعوی مین ہی نہ دین کے دعوی مین تو اگر مدعی نے شی مستہلک کا دعوی کیا تو اُسکی جنس اور
نوع کا بیان شرط ہی دعوی اور شہادت مین تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی
الاختیار وشرط الشہید بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہی جانور کی نری اور مادگی کے بیان مین تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے
ساتھ اسکو بھی شرط کیا ہی اور اس قول کو اختیار شرح مختار مین پسند کیا ہی اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہی اور پورا بیان اسکا
عمادیہ مین ہی وفی دعوی الایداع لا بد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی مین مکان ایداع کا
بیان کرنا ضرور ہی خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ھم بیان مکان اسواسطے شرط ہی کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہین مگر اسی مکان مین جہان ودیعت
رکھی گئی اور اُسمین بیان قیمت کا اعتبار نہین کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہی نہ اُسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلا بد لصحۃ الدعوی من بیانہ
والا حمل لہ لا اور غصب کے دعوی مین اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت اٹھانے کے ہو تو ضرور ہی اُسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور
اگر بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہین وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب مین روز غصب کے اُسکی قیمت
بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشہادۃ علیہ ولو کان العقار مشہورًا خلافا لہما اور گھر اور باغ وغیرہ
غیر منقول کے دعوے مین حدود کا بیان کرنا شرط ہی جیسے اُسکی گواہی مین تحدید شرط ہی اگرچہ غیر منقول مشہور رہو بخلاف صاحبین کے کہ اُنکے نزدیک
درصورت شہرت تحدید شرط نہین ھم عقار بروزن سلام لغت مین عبارت ہی ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا درخت اور کاہے متاع کو
بھی عقار بولتے ہین انتہی اور مشائخ نے تصریح کی ہی کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہی اور اُسمین شفعہ نہین جبکہ اُسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی الطحطاوی
عن البحر الا اذا عرف الشہود الدار بعینہا فلا یحتاج الی ذکر حدودہا غیر منقول کی تحدید ضرور ہی مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے ہون تو اُسکے
حدود کے بیان کی حاجت نہین ھم اسمین گفتگو ہی اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہی اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوی کیا تو تحدید شرط نہین اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا دعوی ہی نہ زمین کا
کذا فی البحر ولا بد من ذکر بلدہ فیہا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہی اُس شہر کے بیان سے
جسمین وہ گھر ہی پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعد خاص تر کو چنانچہ نسب مین ھم یعنی یون کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ مین ہی پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہی کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلاً جعفر ہی تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو
بہتر اور نہین تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یون کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاوے تو بہتر نہین تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن
عبد اللہ ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقی لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاہد فصولین اور تین حدون کے
ذکر مین کفایت ہی تو اگر چوتھے کو ترک کرے تو صحیح ہی اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اُسمین غلطی کرے تو صحیح نہین ملتقی اسواسطے کہ مدعا اس سے مختلف
ہو جاتا ہی پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہی کذا فی الفصولین ھم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہی اسواسطے کہ تعریف پوری نہین ہوتی
مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہین اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابہا ای الحدود
واسماء آبائہم ولا بد من ذکر الجد لکل منہم ان لم یکن الرجل مشہورًا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہی اہل حدود کے نام ذکر کرنا اور
اُنکے باپون کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہی اُنمین سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد صاحب حد مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اُسکا نام کافی ہی بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم مطلب یہ ہی کہ اگر دادا معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اُسکے موالی کے ذکر سے یا اُسکے پیشہ یا وطن یا اُسکی دوکان یا اُسکے حلیہ سے
تو مقصود تمیز ہی خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے **وذکر انہ ای العقار فی یدہ لتصیر خصما** اور اُسکا ذکر ضرور ہی کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہی تا کہ وہ مخاصم
ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ مین برابر ہین اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہان بیان تھا عقار کا کذا فی الطحاوی **ویزید علیہ بغیر حق**
ان کان المدعی منقولا ہم اور زیادہ کرے اُسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تصرف ناحق اسواسطے ذکر کرے
کہ شاید وہ چیز اُسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو **ولا تثبت یدہ فی العقار بتصادقہما بل لابد من بینۃ او علم قاض لاحتمال تزویرہما بخلاف**
المنقول لمعاینۃ یدہ اور ثابت نہین ہوتا قبض اور تصرف مدعا علیہ کا زمین مین متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہی گواہی سے یا قاضی کے علم سے
بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اُسمین تصادق متخاصمین مثبت قبض ہی بسبب معائنہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہی کہ
شاید متخاصمین نے پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپ کو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو **ثم ہذا لیس علی اطلاقہ بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا** پھر یہ یعنے
اشتراط بینۃ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہین بلکہ جب زمین مین ملک مطلق کا دعوی کرے ہم ملک مطلق وہ ہی جسمین ملک کا سبب مذکور نہو جیسا کہ
خرید یا میراث یا ہبہ **اما فی دعوی الغصب ودعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینۃ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا بزازیہ** اور سبب
کے دعوی اور قابض سے خرید کرنے کے دعوی مین تو حاجت نہین گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہی ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہی کذا فی البزازیہ
ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی مین اور فعل کے دعوی مین فرق ہی فعل سے مراد غصب اور خرید ہی **وذکر انہ یطالبہ بہ لتوقفہ علی طلبہ**
ولاحتمال رہنہ او حبسہ بالثمن وبہ استغنی عن زیادۃ بغیر حق فافہم اور اُسکا ذکر ضرور ہی کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہی مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اُسکی طلب پر
اور اُسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنے کی حاجت نرہی سو اُسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا
کہ عقار اور منقول مین بغیر حق کا ذکر لازم نہین کیونکہ اشتراط مطالبہ مغنی ہی اس سے **ولو کان ما یدعیہ دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیرہ ذکر وصفہ لانہ**
لا یعرف الا بہ اور جسکا مدعی دعوی کرتا ہی اگر دین ہو یا مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوا اسکے تو اُسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا
موزون دریافت نہین ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہون مثلاً عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اُسوقت حاجت ہی
جبکہ شہر مین کئی قسم کے روپے یا اشرفیان رائج ہون اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہین کذا فی الحموی **ولابد فی دعوی**
المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفۃ والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیہ ولم یذکر سببا لم تسمع اور ضرور ہی مثلیات کے دعوی مین
بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہون کے دین ہونے کا دعوی کیا اور اُسکا سبب نہ ذکر کیا
تو دعوی مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہون اور نوع جیسے سرخ گیہون یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب
جیسے قرض یا ثمن یا غصب **واذا ذکر ففی السلم انما لہ المطالبۃ فی مکان عیناہ** اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم مین اُسکو مطالبہ جائز نہین مگر
اُسی مکان مین جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا **وفی نحو قرض وغصب واستہلاک فی مکان القرض ونحوہ بحر فلیحفظ** اور مانند قرض اور غصب اور
استہلاک مثلیات کے دعوی مین مطالبہ نہین مگر قرض کے مکان مین اور مانند اُسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان مین کذا فی البحر
تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے **ویسال القاضی المدعی علیہ عن الدعوی فیقول انہ ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتہا**
والا تصدر صحیحۃ لا یسال لعدم وجوب جوابہ اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یون کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا
دعوی کیا ہی سو تو کیا کہتا ہی سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوی صادر نہین ہوا تو مدعا علیہ سے سوال نکرے

بسبب نہ واجب ہونے اُسکے جواب کے ہم قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے
مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیہ فان اقر فبہا او انکر فبرہن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب
ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنی اُسکو ہرا دے اور مدعی کو جتا دے بدون طلب مدعی کے ہم اگر مدعا علیہ کہے کہ
مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اُسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کو مدعا علیہ کا خبردار کرنا
کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہین مستحب ہے لازم نہین کذا فی الطحطاوی ولا یرہن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذلا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی
اربع علی ما فی البزازیہ اور نہ اگر مدعی گواہون سے اپنا دعوی ثابت نہ کرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے
مین مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسف رح کے نزدیک چار مواضع مین طلب مدعی ضرور نہین کذا فی البزازیہ ہم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب
ہے مشتری خدا کی قسم کھالے کہ مین راضی نہین ہوا عیب سے - ۲ شفیع قسم کھائے کہ مین نے تیرا شفعہ باطل نہین کیا - ۳ عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج
غائب سے تو یون قسم کھائے کہ زوج نے اُسکو نفقہ نہین دیا اور نہ کچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا - ۴ مستحق قسم کھائے کہ مین نے نہین بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال وجوابا
علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسف رح نے بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین مین ہم
صورت تحلیف یہان یون ہے کہ قاضی اُسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہین پایا اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے تجکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے
کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اُسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسیکا تو نے اُسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی
الحلبی عن البحر و اذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا مین نہ اقرار کرتا ہون
نہ انکار تو حاکم قسم نہ لے بلکہ اُسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر ہم یہ امام رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسمین قسم لینا چاہیے
وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر و بہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع الاشبہ
انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسف رح کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ
بحر الرائق مین کہا اور اسی کا مین نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا مین ابو یوسف رح کے قول پر فتوی ہے انتہی بحر الرائق صاحب بحر نے بدائع سے
نقل کیا کہ مشابہ ترجیح یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی ہم متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا
نہین بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبین رح کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصا قیدنا التحلیف
بالحاکم لانہما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فہو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ بیمین ولا نکول عند
غیر القاضی ہم نے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپسمین اسپر اتفاق کرین کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہین اور قسم کھا وے اور
بری الذمہ ہو جاے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے
پاس فلو برہن علیہ ای علی حقہ یقبل والا یحلف ثانیا عند قاض بزازیہ اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکفی درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم
کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نہ لایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر
جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لی گئی تو کافی ہے یعنی دوبارہ قسم کی حاجت نہین کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن
باستحلافہ لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی
ہم یہ مسئلہ مغایر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ مین یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا باطل ہے اور یہان مطلب یہ ہے کہ قاضی کے

پاس قسم کھائی مدعی کے استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال ولو نکل فالمدعی لم یضمن
الخصم لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ ضامن ہو مال کا اور مدعی نے قسم کھائی تو مدعا علیہ
ضمان نہ دے اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہو شرع کا وجہ تغییر شرع یہ ہو کہ قسم مدعا علیہ پر ہو نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا
کرے تو پھیر لے کیونکہ یہ شرط باطل ہو والیمین لا ترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے
بینہ یعنی گواہ مدعی پر ہو م پوری حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباسؓ یون ہو البینۃ علی المدعی والیمین
علی من انکر کذا فی التیسیر یعنی گواہی مدعی پر ہو اور قسم اسپر ہو جو انکار کرتا ہو طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین
مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہو اور دوسری وجہ یہ ہو کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہو اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا
ہو اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہو جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت
لازم آوے وحدیث الشاہد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد اور یمین کی ضعیف ہو بلکہ اسکو یحیی بن معین
رد کیا ہو بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہو کذا فی العینی م مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباسؓ سے روایت ہو قضی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بیمین و شاہد کذا فی التیسیر یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنی مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت
کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہو سہل بن صالح سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہو تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد
منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہو سکے گی انتہی نبرہن المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف
المدعی انہ محق فی الدعوی وعلی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین فکیف
الشاہد لان لفظ اشہد عندنا یمین فلا یکرر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود وکذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلفہ ویعمل بالمنسوخ لہ الامتناع عن
اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ برازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی سے قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے
مین حق پر ہو یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھاوین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نہ مانے اسواسطے کہ مدعا علیہ
مخاصم سے دوبار قسم نہین لیجاتی تو شاہد سے دوبار کیونکر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہو اور دوبار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم
اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو اداء شہادت سے باز رہنا جائز ہو اسواسطے
کہ اب اسکو اداء شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ م اب ہندوستان مین نصاری کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہو تو اگر شاہد بلحاظ حلف
اداء شہادت مین پہلو تہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار ہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وہو الذی لم یذکر
لہ سبب احق من بینۃ ذی الید لانہ المدعی والبینۃ بالحدیث اور گواہ شخص خارج غیر قابض کے ملک مطلق مین اولی بالقبول ہین قابض کے
گواہون سے اسواسطے کہ وہ خارج مدعی ہو اور گواہ اسی کے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث م صورت
اسکی یہ ہو شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوی کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ
یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور
ظہیریہ مین ہو کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوی کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوی کیا اور تاریخ قابض مقدم ہو تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی
الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح فالبینۃ لذی الید اجماعا کما سیجی بخلاف دعوی اس ملک کے جو مقید بسبب ہو جیسا کہ نتاج اور نکاح تو

نہین جہوتی مدعی پر ۱۲

امتناع شہادت سے درصورت تحلیف ۱۲

قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہین بالاجماع چنانچہ آگے آویگا مثلاً صورت نتاج یہ ہو کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیئے کہ لونڈی اُسکے پاس جنی تو قابض کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ دونون کے گواہ مثبت ملک ہین اور قابض کے ساتھ ترجیح ہو قبض کی اور نکاح کی صورت یہ ہو کہ دونون نے گواہ اُسپر قائم کیئے کہ اُسنے نکاح کیا اُس عورت سے تو قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہین تو ملک سے مراد وہ ہو جو ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہو **وقضی القاضی علیہ بنکولہ مرة** **بنکولہ فی مجلس القاضی حقیقة بقولہ لا احلف اوحکما کان سکت وعلم انہ من غیر آفة کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء** احوط اور حکم کرے قاضی مدعا علیہ پر ایکبار کے نہ قسم کہانے سے اگر انکار قسم قاضی کی مجلس مین ہو فی الحقیقة مدعا علیہ کے یون کہنے سے کہ مین نہین قسم کہاتا یا انکار قسم حکمی ہو چنانچہ وہ چپ ہو رہا بعد تحلیف اور معلوم ہوا کہ سکوت اُسکا آفت سے نہین مانند گونگے اور بہرے ہونے کے قول صحیح مین کذا فی السراج اور قسم کے واسطے تین بار کہنا پھر حکم دینا قریب تر باحتیاط ہو یعنی مستحب ہو نہ واجب **وہل یشترط القضاء علی فور النکول خلاف** **ورجح ارفیہ ترجیحاً فافاد المصنف قلت قدمنا انہ یفترض القضاء فوراً الا فی ثلث** اور کیا شرط ہو حکم دینا انکار قسم کے بعد فوراً اسمین خلاف ہو علما کا کذا فی الدرر اور اس خلاف مین مین نے کسی قول کی ترجیح نہین دیکھی یہ کہا ہو مصنف نے اپنی شرح مین مین کہتا ہون ہم پہلے مذکور کر چکے کہ حکم دینا فوراً فرض ہو مگر تین صورت مین ہم پہلی صورت یہ ہو کہ قاضی کو شک پڑے طرق قضا مین چنانچہ گواہون مین آویگا یہ کہ مدعی مہلت مانگے ۳ یہ کہ امید صلح ہو اقارب مین کذا فی الطحطاوی **قضی علیہ بالنکول ثم اراد ان یحلف لایلتفت الیہ والقضاء علی حالہ ماض درر فبلغت طرق القضاء ثلثا** قاضی نے حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے پھر مدعا علیہ نے قسم کہانے کا ارادہ کیا تو اُسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور حکم بحال خود جاری اور ثابت ہو کذا فی الدرر تو طریقے قضا کے تین ہوگئے یعنی برہان اور یمین اور نکول **وعدہا فی الاشباہ سبعاً بینة واقرار ویمین ونکول عنہ وقسامة وعلم قاض علی المرجوح والسابع قرینة قاطعة کان ظہر من دار خالیة انسان خائف بسکین متلوث بدم فدخلوہا فوراً فرأوا مذبوحاً لحینہ اخذ بہ اذ لا یمتری احد انہ قاتلہ** اور اشباہ مین طرق قضا سات شمار کیئے ہین گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسم اور قسامت اور علم قاضی کا بقول ضعیف اور ساتوان یقینی قرینہ چنانچہ خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون سے لتھڑی چھری لیئے نکلا پھر اُس گھر مین فوراً لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا تو شخص خارج خائف اُسکے خون مین ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اُسکے قاتل ہونے مین کوئی شک اور تردد نہین کرتا ہم اُسمین گفتگو ہو اسواسطے کہ اقرار کو قضا کہنا مجاز ہو کیونکہ اقرار خود حجت ملزمہ ہو بلاحاجت قضا اور قسامہ یمین مین داخل ہو اور علم قاضی قول ضعیف ہو اور قرینہ قاطعہ کو تو فقط ابن غرس نے مذکور کیا ہو تو معلوم ہوا کہ طرق قضا تین ہی ہین فتامل کذا فی الطحطاوی **شک فیما یدعی علیہ ینبغی ان یرضی خصمہ ولا یحلف** **تحرزاً عن الوقوع فی الحرام** مدعی کو شک پڑا اُس مین جسکا اُسنے دعویٰ کیا مدعا علیہ پر تو لائق یہ ہو یعنی واجب ہو کہ اپنے مخاصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ امر حرام مین واقع ہونے سے بچے **وان ابی خصمہ الا حلفہ ان اکبر رأیہ ان المدعی مبطل حلف والا فان غلب علی ظنہ انہ محق لایحلف بزازیہ** اور اگر اُسکا مخاصم نہ مانے سوائے قسم کے اگر اُسکا ظن غالب یہ ہو کہ مدعی باطل پر ہو تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہو اس طرح کہ اُسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہو تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ ہم یہ مسئلہ مغائر ہو مسئلہ شک کے خلاصہ یہ ہو کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہین تو قسم نہ کھائے **وتقبل البینة لو اقامہا المدعی وان قال قبل الیمین لا بینة لی سراج خلافاً لما فی شرح المجمع عن المحیط** اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے اُنکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہین کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع مین ہو محیط سے ہم شرح مجمع مین محیط سے منقول ہو کہ جب مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

ع۱ ورد فیما المدعی فقال شاہدی لی ثم القضا ...

اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام رح کے نزدیک مقبول نہین اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہون کی تکذیب کرچکا اور محمد رح کے نزدیک مقبول ہین اس احتمال
سے کہ اُسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہی اسمین خلاف تو مذکور ہی لیکن قسم کا اسمین تعرض نہین مگر شرح مجمع کے حاشیہ مین سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح
مذکور ہی کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ کما تقبل البینۃ بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہین مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول
ہین بعد قضا بالنکول کذا فی الخانیۃ عند العامۃ وہو الصحیح لقول شریح الیمین الفاجرۃ احق ان تردہ من البینۃ العادلۃ ولان الیمین کالخلف عن البینۃ
فاذا جاء حکم الاصل انتہی حکم الخلف کانہ لم یوجد اصلا بحر گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہین اور یہی قول صحیح ہی بدلیل قول شریح
کہ جھوٹی قسم مردود کرنے کے لائق تر ہی عادل گواہون سے اور اسواسطے کہ قسم گواہون کے خلیفہ کے مانند ہی تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم
ہوچکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظہر کذبہ باقامتہا ای البینۃ لو ادعاہ ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامہا حتی یحنث
فی یمینہ وعلیہ الفتوی طلاق الخانیۃ خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہی کذب مدعا علیہ کا گواہون کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال
کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم مین حانث ہوگا اور اس قول پر
فتوی ہی کذا فی کتاب الطلاق من الخانیۃ برخلاف اطلاق دُرر مین کہا صواب یہ ہی کہ اُسکا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور
نہوگا انتہی تو صاحب دُرر کا کلام عام ہی خواہ دعوی سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاہ بسبب فحلف انہ لا دین علیہ ثم
اقامہا المدعی علی السبب لا یظہر کذبہ لجواز انہ وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیہ الفتوی فصولین وسراج وشمنی وغیرہم اور اگر مدعی
نے سبب ظاہر کرکے دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اُسپر دین نہین ہی پھر مدعی نے سبب مثلا قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ
کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہی کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا اداے قرض پایا گیا اور اسی قول مفصل پر فتوی ہی کذا فی الفصولین
والسراج والشمنی وغیرہم ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہو او ہی ورجعۃ جحدہا ہو او ہی بعد عدۃ وفی ایلاء انکرہ احدہما بعد المدۃ واستیلاد

تدعیہ الامۃ ولا یتاتی عکسہ لثبوتہ باقرارہ ورق ونسب بان ادعی علی مجہول انہ قنہ او ابنہ وبالعکس وولاء عتاقۃ او موالاۃ ادعاہ الاعلی
او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہین نکاح مین خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہین رجعت مین خواہ مرد منکر ہو رجعت کا
یا عورت بعد عدت کے اور ایلا مین جبکہ مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلاکے اور اس استیلاد مین جسکا دعوی لونڈی کرتی ہی اور اسکے
بالعکس یعنی ادعاے استیلاد مولی حاصل نہین ہو سکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولی کے اقرار سے اور رقیت اور نسب مین قسم نہین
اس طرح کہ دعوی کیا شخص مجہول پر کہ وہ اُسکا غلام ہی یا بیٹا یا اُسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر دعوی کرے کہ وہ میرا مولی ہی یا بیٹا اور وہ منکر ہو
اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات مین قسم نہین ولا کا دعوی کیا شخص اعلی نے یا اسفل نے یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر
اور حد اور لعان مین قسم نہین ہم اشیاے سبعہ مین امام رح کے نزدیک تحلیف نہین خلافا للصاحبین رجعت مین بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ
قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اُسکی تکذیب کرے اور ایلا مین بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت مین
ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا مین تو وہ مواضع خلاف سے ہی والفتوی علی انہ یحلف المنکر
فی الاشیاء السبعۃ ومن عدہا ستۃ الحق امومیۃ الولد بالنسب او الرق والحاصل ان المفتی بہ التحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوی اسپر ہی کہ قسم
لیجائیگی منکر سے اشیاے سبعہ مذکورہ مین اور جسنے اُنکو چھ شمار کیا ہی اُسنے ام ولد ہونے کو نسب مین ملایا ہی یا رق مین خلاصہ یہ ہی کہ قول مفتی بہ

تحلیف ہی کل اُمور مذکورہ مین سواے حدود کے ومنہا حد قذف ولعان فلا یمین اجماعا الا اذا تضمن حقا بان علق عتق عبدہ بزنی نفسہ فللعبد

تحلیفہ فان نکل ثبت العتق لاالزنیٰ اور منجملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہی تو اُسمین قسم نہین باجماع امامؒ اور صاحبینؒ رح کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اس طرح پر کہ مولیٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہی تو غلام کو قسم لینا مولیٰ کا درصورت انکار جائز ہی سو اگر مولیٰ قسم نہ کھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولیٰ نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق تھی اور یہ نہ کہے کہ اُسنے زناکاری کی تا اپنے مولیٰ کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن ولم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نہ کھاوے تو تاوان دے مال کا اور اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا

وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علمانے کہا ہو قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اُسکو دُرر مین شرح بیان کیا ہو م وجہ اسکی یہ ہو کہ تعزیر حق العبد ہو ولہذا عبد اُسکو ساقط کر سکتا ہو معاف کر دینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف اور فصول مین ہو کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ یہ ہو کہ وہ نکاح کرلے تو اُس سے اب قسم نہ لیجائیگی وفی الخانیۃ لا تحلف فی احدے وثلثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہو کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین م یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہو چکے النیابۃ تجری فی الاستحلاف لاالحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی واب الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہی قسم لینے مین نہ قسم کہانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنی جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اُسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہی م اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہی اصیل کا یعنی وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولایحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد وصح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نہ لیجائیگی مگر جبکہ اُسپر عقد کا دعویٰ کیا جاے یا اُسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اُسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اُسکا اقرار صحیح ہی اپنے موکل پر تو اسی طرح اُسکا قسم نہ کھانا بھی صحیح ہی وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزمہ فاذا انکرہ یستحلف الا فی ثلث ذکرہا والصواب فی اربع

وثلثین لما مر عن الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہی کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اُسکو اقرار لازم آوے پھر جب اُسکا منکر ہو تو اُس سے قسم لی جاے گی سواے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہی اور ٹھیک بات تو یہ ہو کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہو چکا یعنی اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی مل کر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور بحرالرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ اور نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہو تا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا م تو سب چوّن صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور اُن سب کو شارح کتاب الوقف مین مذکور کر چکا ہی اب یہان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہی اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہی نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہی چنانچہ شارح بار ہا ذکر کر چکا ہی تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہو واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہی بتات یعنی یقین ہو اس طرح کہ دعویٰ مدعی کا ایسا نہین ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھاے چنانچہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اُسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاے کہ واللہ مین نے اُسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہی والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم ای انہ لایعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاہراً اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہی

علم پر یعنی نفی علم پر یعنی یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا ہی کہ دعوی مدعی کا ایسا ہی غیر کے فعل پر فعل علم کی اسواسطے قسم ہوئی کہ اُسکو ظاہرا علم حاصل نہین
کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللھم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقۃ العبد او
اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فحلف علی البتات لانہا
اکد ولذا یعتبر مطلقا دُر عن الزیلعی غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہی بار خدایا اگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل اور متعلق ہو اور مصنف
نے اسپر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگنے کا دعوی کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کھاے
باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہی اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلاعیب واجب ہی تو غیر کا فعل اُس کے
ذاتی نفس کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کھائی اسواسطے کہ حلف علی القطع موکد تر ہی نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہی مطلقا خواہ اپنے فعل
پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنی یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی م بحر الرائق مین ہی کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم
واجب ہی پھر اُسنے یقین پر قسم کھائی تو کافی ہی اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین ہی یعنی بجاے حلف علی القطع حلف علے العلم
کافی نہین اور جو حلف اُسپر واجب نہین اُسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنہ ہذا اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم
حلف علی البتات کمودع ادعی قبض رہا اور یہ شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہی یہ یعنی یمین علے العلم اُسوقت ہی جبکہ منکر کہے کہ مجکو اس دعوی کا
علم نہین ہی اور اگر اُسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کھاے چنانچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا
م یعنی قبض صاحب ودیعت ہر چند فعل غیر ہی لیکن جب مودع نے اُسکے علم کا دعوے کیا تو اب اُسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع
علے قولہ وفعل غیرہ علی العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وہو بکر علی العلم ای انہ لا یعلم انہ اشتراہ
قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علے العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوی سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر
اور گواہ نہین تو اُسکا مخاصم یعنی بکر قسم کھاے علم پر یعنی وہ یون قسم کھاے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اُسکو خرید کیا قبل اُسکے بدلیل گذشتہ
یعنی غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہی م اولی یہ تھا کہ شارح بجاے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہی کذا فی الطحطاوی کذا اذا
ادعی دینا او عینا علی وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برہن الخصم علیہ یحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوی
کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اُسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اُسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو خصم یعنی مدعا علیہ اُس کی
میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کھاے م صورت اُسکی یہ ہی کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہی فلانے مورث سے وہ میرا
مملوک ہی اور تیرے پاس ناحق ہی اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کھاے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہی علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر
قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم کھاے گا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اس طرح صورت ممکن ہی کہ ایک
مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اُسکی ہی اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اُسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ
وہ میراث ہی اور اُسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اُسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کھاے گا خلاصہ یہ ہی کہ
دعوے عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہی کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاہا ای الدین والعین الوارث
علے غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کموہوب وشراء اور دعوے کیا دونون کا یعنی دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ
یقین پر قسم کھاے کہ اُسمین مورث کا حق نہین چنانچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر م ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہی کہ اگر ایک مرد نے

دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اُسنے اُسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ اُسکا غلام ہے اور اُسکے پاس
گواہ نہین تو مدعا علیہ الیقین پر قسم کہائے نہ علم پر طحطاوی نے کہا کہ و العین کا واو مبنی او ہی کما لا یخفی ویحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کہائے قصاص کا
منکر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے م خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کہائے کہ واسطے
مجہپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اُس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کہائے یعنی مین نے واللہ فلان
بن فلان کو عمداً قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کہائے یعنی نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس
حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نہ کہائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کہائے وفیما دونہ یقتص لان
الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہ الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے
کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلاً ہاتھ پاؤن حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوے ہین مال کے مانند تو اُسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین رح کے م
ایک نسخہ مین بذل ہے بجاے ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین رح نے کہا ما دون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ
نکول وہ اقرار ہے جسمین شبہہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ
لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اُسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہی تو وہ قسم نہ کہائے برخلاف صاحبین رح کے م امام رح کی
دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے
تو جب اُسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدر فی المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر
اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نہ کہائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کہائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب
ہونے کو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گویا ہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین ویاخذ القاضی
فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یومن ہوبہ بحر فلیحفظ من خصمہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب عینی بنفسہ ثلثۃ ایام
فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوے مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد ضامن
لے کہ اُسکے بہاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکہنا چاہیئے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن لے تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ
مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ہو ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی مجلسہ الثانی وصحح اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ
قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب
سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اُسکا اُسکے ساتھ بنا رہے بقدر مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ
غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازم او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ
یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یستخبر رفقاءہ لو انکرہ المدعی بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اُسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے
تا انتہاے مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اُسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور
لباس کو دیکھے کہ مقیمانہ ہے یا مسافرانہ یا اُسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اُسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ م شارح نے
غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن
علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور مدعا علیہ سے قسم چاہی سو قاضی نے

ملہ اصطلاح بزازیہ [illegible] علاوہ دست و پا وغیرہا مین اور ابتذال کے معنی خرچ ہو جانا اور مناسب مقام اول ہی معنی ہین ۱۲

اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ برہان مدعی کی جانب سے امام رح کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینة
اتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلفت فانت بری من المال فحلف ثم برہن علی الحق قبل خانیة وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا
کہ جو گواہ مین لاؤن تو وہ کاذب گواہ ہین یا بولا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اُسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو
مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج مین چنانچہ مذکور ہو چکا (وتقبل البینة لو اقامہا بعد یمین) کی شرح مین وقیل لا تقبل قالہ محمد
کما فی العمادیة وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہین قائل اس قول کے محمد رح بن حسن ہین چنانچہ عمادیہ مین ہے
اور اُسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد رح کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام رح کی طرف وکذا الخلاف لو قال
لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادة لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح
اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہین پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اُسنے
گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی
شرح مین ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینة له علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی
اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی له ذلک قنیة مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے
پاس گواہ نہین اُسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم مین کر یعنی حاضر کر پھر مجھسے قسم لے تو اُسکو اس مین
اختیار ہے کذا فی القنیة م طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقد ہے اسواسطے کہ قاموس مین ہے کہ مختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پرکھتے
ہین اور مقصود احضار حق ہے انتہی اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تھیلی مین سر مہر کر کے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ
تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی او لیذر وہو قول واللہ خزانة وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم ارہ صریحا بحر اور قسم ہوتی ہے
اللہ تعالی کے نام پاک سے جل وعلی بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیئے کہ اللہ تعالی کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور
یمین باللہ یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانة اور ظاہر اس کلام کا اُسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر بغیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور مین نے
اُسکو صریحا نہین دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیه الفتوی تاتارخانیه لان التحلیف بہما حرام تاتارخانیہ قسم نہین طلاق اور عتاق سے
اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل
ان مست الضرورة فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضون کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی
کے اختیار مین ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفه القاضی به فنکل فقضی علیه بالمال لم ینفذ قضاؤہ علی قول الاکثر کذا فی خزانة المفتیین وظاہرہ انہ
مفترع علی قول الاکثر اعنی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکوله ویقضی به والا فلا فائدة بحر واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اُسکو طلاق یا عتاق کی
قسم دی پھر اُسنے قسم نہ کھائی تو اُسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانة المفتیین اور ظاہر یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور
عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین م علامہ مقدسی نے کہا گا ہے فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے تو خاطر
مطمئن ہو جائے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اُسکی تصدیق کریگا تو تحلیف طلاق
وعتاق باوجود عدم قضا بنکول بے فائدہ نہوئی دقلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیه ثم برہن المدعی علی المال ان شہد وعلی السبب کالاقراض لا
یفرق وان شہد وعلی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین مین کہتا ہون اور اگر طلاق کی قسم کھائی کہ اُسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر

اگر شاہدون نے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نہ کیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب مستلزم نہین قیام دین
کا ہم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کر چکا ہو یا مدعی نے اُسکو معاف کر دیا ہو یا ہبہ کر دیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ

للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لایحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی وقد تقدم اور محمد رح نے کہا
کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف رح کے کہ اُنکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ
مین ہی اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہو چکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور شدید ہو جاتی ہی قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ہم
از انجملہ ایک یہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجکو قسم ہی اُس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہی غیب اور شہادت کا کہ تیرے
اوپر اس شخص کا مال نہین ہی وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہی یعنی تو
معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنی تشدید مین قاضی کا اختیار
ہم یعنی تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اُسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم
ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہو جاے ہم یعنی یون نہ کہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق
تو ایک ہی قسم ہی اور عطف مین تکرار قسم ہو گی فلو حلفہ باللہ فنکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی
سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اُسنے تغلیظ مین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی
اور وہ تو حاصل ہو چکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان
سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہی یعنی اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان
یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوریۃ علی
موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور
قسم لے یہودی سے اسطرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اُتاری اور نصرانی سے اس طرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام
پر انجیل اُتاری اور مجوسی سے اس طرح کہ قسم ہی اُس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر اُسکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفارہ
مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہی کذا فی الاختیار ہم مجوسی سے آگ کی قسم نہ لے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی
قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے
اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی ہم مصباح العوام مین ہی کہ وثن جسم
ہی لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اُسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبماذا یحلفون اور یقین کیا ابن کمال
نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالے کا اعتقاد نہین رکھتے ہین کہتا ہون اور بموجب اسکے تو یہ لوگ کس کی قسم کہاوین وفی تحلیف الاخرس ان یقول

لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ای نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اُسکا طریقہ یہ ہی کہ قاضی
اُس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اُسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہو جائیگا
ہم اور اگر انکار کا اشارہ کرے گا تو نکول ہوگا اور دعوے ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھاکہ
تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اُسکا اشارہ گویا یون ہو جائے گا

کہ مین قسم کہاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیۃ ولو اصم ایضا کتب لہ لیجیب بخطہ ان عرفہ والا فباشارتہ اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم
کو لکھے تاکہ وہ اُسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اُسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبہ
القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اُسکا باپ قسم کہائے یا اُسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ
ثم شارح کو یون کہنا لازم تھا ثم من نصبہ القاضی) اسواسطے کہ قاضی اُسکی طرف سے نائب کو اُسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اُسکا وصی نہو چنانچہ
شرح وہبانیہ مین ہی اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہی بالیقین پر اُسکو تحریر کرنا چاہیئے پھر معلوم کر کہ قول ماتقدم کے مخالف ہی کہ نیابت
استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عبادتہم لکراہۃ دخولہا بحر اور یہود اور نصاری اور بت پرستون
سے قسم نلیجائے اُنکے عبادت خانون مین وہان کے جانے کی کراہت سے کذا فی البحر یعنی قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہی اسواسطے کہ وہ
مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی اور مین نے فتوی دیا ہی اُس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم
کنیسہ ہی یہود کے ساتھ کذا فی بحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورۃ انکار المنکر اور اس سبب کے دعوے مین
جو زائل اور اُٹھ سکتا ہی قاضی قسم دے حاصل پر یعنی انکار منکر کی صورت پر ہم حاصل کی یہ تفسیر اصطلاحی ہی اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہی جو ہر چیز سے باقی
رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اُسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہی انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوئی کہ منکر یون کہتا ہی کہ ہمارے مابین بیع
اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقولہ ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدلہ لو ہالکا
وما ہی بائن منک وقولہ الآن متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس
قول سے کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجپر اُسکا پھیر دینا واجب نہین اگر
وہ قائم ہو یا اُسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھسے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوے مین اس
کلام مین لف ونشر مرتب ہی علامہ مسکین نے کہا کہ الآن کا لفظ سب سے متعلق ہی یعنی نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب
ای باللہ ما نکحت وما بایعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیہ ایضا لاحتمال طلاقہ واقالتہ نہ قسم لے سبب مرتفع پر اسطرح کہ تجکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین
کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ لے بنظر مدعا علیہ کے بھی اس احتمال سے کہ شاید اُسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور
بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ہم ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفاے حق مدعی کے واسطے ہی تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہی اور دعوے
تو سبب کا ہی طرفین کی دلیل یہ ہی کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالہ بیع واللہ
ما بایعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل
ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورۃ دعوی المدعی کدعوی شفعۃ بالجوار ونفقۃ مبتوتۃ والخصم لا یراہما لکونہ شافعیا
لصدق حلفہ علی الحاصل فی معتقدہ فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کہانے سے مدعی کی جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر
قسم کہاوے یعنی دعوے مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ[۱۵] کے دعوے مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا
بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اُسکی قسم کے حاصل پر اُسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا م شافعی مذہب مین شفعہ جوار
اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کہاوے کہ واللہ مجپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو اسمین صریح مدعی
کا ضرر ہی تو یہان سبب پر اس طرح قسم کہائے کہ واللہ مین نے اس گھر کو نہین خرید کیا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہی

۱۵ یعنی نفقہ اس عورت کا جسکو طلاق بائن دیکر ... ۱۲ ۱۲ ۱۲

شفعہ جوار اور مبتوتہ کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ وانما
بمذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسألہ القاضی ہل تعتقد وجوب شفعة الجوار اولا واعتمدہ المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد
ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب
شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم دے اور اگر معتقد ہو
تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر
رقہ اور اسی طرح یعنی سبب پر بالاجماع قسم لے اُس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اُس غلام مسلمان کے
جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعویٰ کرتا ہی سبب نہ مکرر ہونے اُسکی رقیت کے واما فی الامة ولو مسلمة والعبد الکافر فلتکرر رقہما بلحاق حلف
مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے اُنکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے
دونون کے مالک کو حاصل پر ہم یعنی مولیٰ کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اُسکو آزاد نہین کیا اس احتمال
سے کہ شاید اُسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اُسنے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت
سے اُسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ
تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی فروع صح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم
باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ہم فدیہ یمین ہوتا ہی بمقدار دعویٰ یا اقل سے
اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر جب قسم آئی تھی تو اُنھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم
کے دعوے مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی
یمین کاذبہ گمان کرے انتہیٰ اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا وقال
الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقة واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب
ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ہم یعنی واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا
جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہی فلا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے
کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کر دیا ای لیکن قید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقطہ ای الیمین قصدا بان قال برئت
من الحلف او ترکتہ علیہ او وہبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءة عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے
سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کر دے اس طرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم
سے یا مین نے اُسکو چھوڑ دیا یا ہبہ کر دیا تو صحیح نہین اور اُسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف برائت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے
مخصوص ہی یعنی بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ہم برائت عن المال یعنی مال کا معاف کر دینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم وکذا اذا اشتری
یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع درر اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کذا فی الدرر
ہم رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرة ان عند حاکم او محکم
وبرہن قبل والا فلہ تحلیفہ درر مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سو اُسنے کہا کہ تو مجکو قسم دے چکا ہی ایکبار اگر تحلیف حاکم یا محکم کے

پاس ہوئی اور وہ اُسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہو اور نہین تو مدعی کو اُسکی تحلیف کا اختیار ہو کذا فی الدرر قلت ولم ار ما لو قال انی قد حلفت بالطلاق انی لا احلف مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر مین اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ مین قسم نہ کھاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیے کہ حاکم اُسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ہم ثابت ہو چکا ہو کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہو اور مراعات جانب مدعی اولیٰ ہو تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے مین مدعا علیہ معذور نہوگا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اُسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہونچایا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اُسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

یہ باب ہو دو شخصون سے باہم قسم کھانے مین لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اُسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصفہ او جنسہ او فی قدر مبیع حکم من برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ متبایعین نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین یا اُسکے وصف یا جنس مین یا مبیع کی مقدار مین تو اُسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوے کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے ہم مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونون برہان لاوین اپنے دعوے پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہین ہم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت مین معارضہ نہین وان اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع لو الاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونون مین اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن مین اختلاف ہو ہم صورت اختلاف یہ ہو کہ بائع کہتا ہو کہ مین نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہو کہ تو نے اُسکو اور دوسری لونڈی کو اُسکے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونون گواہ لائے تو بائع کے گواہ اولیٰ ہین ثمن مین اور مشتری کے گواہ اولیٰ ہین مبیع مین بنظر اثبات زیادت تو دونون لونڈیان مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی وعن العنایۃ وبرہان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہو اگر اختلاف مبیع مین ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجز فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الآخر فبہا اور اگر متبایعین تینون صورتون مین عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہو کہ جھگڑا نہ رہا ہم صورت ثلثہ مین سے ایک صورت یہ ہو کہ ثمن مین اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع مین اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونون مین اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الآخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین مین سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونون قسم کھا وین جبتک کہ بیع مین خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہو ہم دونون پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوے کا منکر ہو خلاصہ یہ ہو کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونون پر قسم نہین انتہی حموی نے کہا اور خیار مین بائع مشتری کے مانند ہو وبدأ بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہو انکار کا اسواسطے کہ مشتری سے پہلے مطالبہ ہوتا ہو ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہو وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اُسوقت ہو جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنی اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع ابن ملک اور اگر عین کی بیع نقد سے نہو اس طرح پر کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہو چاہے اول مشتری سے قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

یہ ہی کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا شرح ابن ملک م بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہی من وجہ وتقتصر علی النفی فی
الاصح اور فقط نفی پر اختصار کرے بقول اصح م یہ بیان ہی کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری
قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خرید کیا اور قول غیر اصح وہ ہی جو زیادات مین ہی کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کیواسطے وفسخ القاضی
البیع بطلب احدہما او بطلبہما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدہما بل بفسخہما او بفسخ
نہین ہو جاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہی کذا فی البحر یعنی درصورت
فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن نکل منہما لزمہ دعوی الآخر بالقضاء وصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ
قائمۃ بعینہا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اُسکو دوسرے قسم کھانے والے کا دعوے لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف
متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہی کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور جنس بیع ہو بہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم
رد بیع کرین وہذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیئ کاختلافہما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی
تحالف اور فسخ اُس شرط پر ہی جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک
مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اُسمین کہ یہ وہی مشک ہی اور تحالف نہوگا م صورت اُسکی یہ ہی کہ مشتری نے گھی خرید کیا مشک مین جسکا وزن سو
رطل ہی مثلاً سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہی تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اُسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل
تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہی تو بائع اُسکو نرخ ٹھہراتا ہی اور مشتری انتہی کذا فی الحموی کما لو اختلفا فی وصف
المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظہیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف بیع مین اختلاف کیا چنانچہ
مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نان پز ہی اور بائع کہتا ہی کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول
معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ م خلاصہ یہ ہی کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہی چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور اگر وصف
مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہی اور تحالف نہین وقید باختلافہما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرہما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد
نحو اجل وشرط رہن او خیار او ضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ اُن دونون کے
سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا
شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے م شرط رہن یعنی بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کر لی ہی کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی
چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اُسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہی کہ مشتری ثمن کا
کسی کو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہی اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہی یعنے قبول قول بائع والقول
للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہی اُسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے
کہا انہین بھی دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ہلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بما لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جبکہ
متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اُسکے خارج ہو جانے سے اُسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اُس
عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے م ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے لگائی
کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھائے

فقط مشتری اگر جبکہ بیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور اگر مشتری بیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو
وہ قابض ٹھہرے گا اور تحالف نہین جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد رح والشافعی رح یتحالفان ویفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد رح
اور شافعی رح نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوین اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وہذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا
اجماعا لان المبیع کل منہما ویرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہی کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو
تو دونوں قسم کھاوین بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہی اور مثل ہالک پھیر دیا جاے اگر ہالک مثلی ہو یا اُسکی قیمت پھیری جاے
اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدہما دراہم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج
چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس مین بعد ہلاک ہونے بیع کے اس طرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے
کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاوین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات
احدہما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہین بعد ہلاک ہونے بعض بیع کے یا خارج
ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک اُنمین سے مرگیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری
نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار مین تو دونوں پر قسم نہین ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا
فحینئذ یتحالفان ہذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری بعض بیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہین مگر یہ کہ بائع
راضی ہوجاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ یعنی استثناء کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج پر ہی اور مشائخ
بلخ نے استثناء کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہی ہم اس استثنا مین علما مختلف ہین اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہی اسواسطے
کہ قدوری کے کلام مین یون ہی مذکور ہی تو تقدیر کلام یہ ہی کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعضے علما کے
نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہی جو مقدر ہی کلام مین کیونکہ تقدیر کلام یون ہی کہ لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی
البائع الخ تو اس صورت مین قسم نہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہین بدل کتابت کے مقدار
کی اختلاف مین بسبب لازم نہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد والمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہین اختلاف
راس المال مین بعد زائل کر دینے عقد سلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہی بدل کتابت مین اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہی راس المال مین اور عقد سلم کا عود نہوگا
وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین بعد اقالہ
بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہین تو دونوں قسم کھاوین اور بیع پھر ثابت ہوجائیگی ہم جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن مین ہوگا اور مشتری کا حق
مبیع مین چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم مین نقض کا احتمال نہین رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہی اسقاط سے تو عقد سلم کا
عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ
لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہی کہ ہر ایک بیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اُسکو اسکے بائع کی طرف پھیر ندیا ہو اقالہ
کی وجہ سے سو اگر اُسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہین برخلاف قول محمد رح وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن
اقام البرہان وان برہنا فللمرأۃ اذا کان مہر المثل شاہدا للزوج بان کان کقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا
بان کان کقالتہا او اکثر فبینتہ اولی لاثباتہا خلاف الظاہر اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر کے مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے

حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لادین تو عورت کے گواہ اولی ہین جبکہ اُسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اس طرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول
کے برابر ہو یا اُس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اس طرح پر کہ اُسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولی بالقبول
ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاہد لکل منہما بان کان بینہما فالتہاتر للاستواء ویجب مہر المثل
علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسی کا شاہد نہو اس طرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے
کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا بقول صحیح م ابین قول زوجین کے ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط
ہو بلکہ مراد یہ ہو کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدرر وان عجزا عن البرہان تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیۃ المہر
بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع کے یعنی ہرایک کی
قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیۂ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہی نکاح مین بخلاف بیع کہ اُسمین عدم تسمیۂ ثمن مفسد ہی
کذا فی الدرر ویبدأ بیمینہ لان اول التسلیمین علیہ فیکون اول الیمینین علیہ ظہیریہ اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجائے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی
تسلیم زوج پر ہی تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الظہیریہ م تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم مہر زوجہ ہی اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہی اور
یعنی تحالف عند الکرخی کی تخریج ہی خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک وجہ
مین وجوہ خمسۂ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہو کہ مہر مثل کسی کے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہی قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اقل
اور زوجہ کا حق قسم کے ساتھ مقبول ہی اگر مہر مثل اُسکے موافق ہو یا اکثر اور شراح ہدایہ ترجیح قولین مین مختلف ہین کذا فی الطحطاوی ویحکم بالتشدید ای یجعل مہر مثلہا
حکما لسقوط اعتبار التسمیۃ بالتحالف فیقضی بقولہ لو کان کمقالتہ او اقل وبقولہا لو کمقالتہا او اکثر وبہ لو بینہما ای بین ما تدعیہ زید عیہ اور
زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جائیگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیۂ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اُسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے
قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوی زوجہ اور دعوی زوج ہو ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر
فی بدل الاجارۃ او فی قدر المدۃ قبل الاستیفاء للمنفعۃ تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجر لو فی المدۃ ولو برہنا
فالبینۃ للموجر فی البدل والمستاجر فی المدۃ اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل
کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاے اگر دونون بدل اجارہ مختلف ہون اور موجر کی
قسم سے ابتدا کیجاے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین م استیفاے
منفعت سے مراد یہ ہی کہ استیفاے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفاء سے عدم قدرت استیفا مراد ہی اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجاے استیفا ہی
وجوب اجرت مین یعنی درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعدہ لا والقول للمستاجر لانہ منکر للزیادۃ اور بعد استیفاے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول
ہی اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہی م بعد استیفاے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہی اور بعد استیفاے منافع
فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمانے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر تھا کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکین من استیفاء البعض من المنفعۃ تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر
لانعقادہا ساعۃ فساعۃ فکل جزء کعقد بخلاف البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین
اور عقد اجارہ فسخ کر دیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہی بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جز اُسکا مانند عقد ہی

یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے کہ وہ یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو ما بقی
گویا معقود بالعقد ہے لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود بعقد نہین بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض
مبیع مین بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل مبیع مین متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم
النکاح اولا فی بیت لہما اولا حدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہون اور
حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر مین ہوا ہو جو دونون کا
مملوک ہے یا ایک شخص کا انمین سے کذافی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہوا کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ہنا ما کان فی البیت ولو ذہبا
او فضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ زوجین نے اختلاف کیا اُس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہے جو گھر مین ہو اگرچہ سونا ہو
یا چاندی تو زوجین مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اُسکے لائق ہو مرد زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمربند
اور کتابین اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اُسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہے اُس اسباب سے
جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للاخر فالقول لہ
لتعارض الظاہرین درر وغیرہا اگر جبکہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اُس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ہونے
دونون ظاہر کے کذافی الدرر وغیرہا مثلاً زوج زرگر ہے کہ زیور عورتون کے بناتا ہے اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا
ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونون ظاہرون مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب
اعتبار تصرف مرجح ٹھہرے گا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبضہ ہے وہ زوج کے قبض و تصرف مین ہے لہذا اس صورت مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذافی الطحاوی تفسیر
والقول لہ فی الصالح لہما لانہا وانی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اُس متاع مین جو دونون کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اُسکے
ہاتھ مین ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف مین ہے اور قول مقبول صاحب تصرف کا ہے وہ اسباب لائق زوجین کے چنانچہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی
غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اظہر من ظاہرہ وہو ید الاستعمال بخلاف اُس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے
کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمال ہے ہم یہ جواب ہے اُس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی مین
ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اُسکے تصرف مین ہے وہ زوج کے تصرف مین ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ مین بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو
بزوجہ کا اسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی لبینتہا لانہا خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان
یکون لہا بینۃ بحر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہین کذافی الخانیہ اور گھر زوج کا
ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذافی البحر وہذا لو حیین وان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی
فی المشکل الصالح لہما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی رح ومالک رح الکل بینہما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا بہی
السبعۃ وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال اور یہ جو مذکور ہو چکا اُس صورت مین تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک اُنمین سے
مر گیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل مین یعنی اُس متاع مین جو دونون کے لائق ہے اختلاف کیا تو اسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ
وہ مملوک ہو اور شافعی رح اور مالک رح نے کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام
متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال تسعہ مین سے پہلا قول امام رح کا ہے

جو متن میں مذکور ہو چکا یعنی متاع مشکل میں زندہ کا قول مقبول ہی ۲- ابو یوسف رح کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہی اور باقی زوج کا ہی ۳-
ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہی ۴- قول ابن معن اور شریک کا کہ دونوں میں مال برابر ہی ۵- حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہی ۶- قول
شریح کا کہ گھر عورت کا ہی ۷- قول محمد رح کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت میں زوج کی ہی ۸- قول زفر رح کا کہ متاع مشکل دونوں میں برابر ہی ۹- قول مالک رح کا کہ کل مال
دونوں میں برابر ہی کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل لحصنا و لو احدہما مملوکا و لو ماذونا او مکاتبا وقالا و الشافعی ہا کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ و للحی فی الموت
لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی میں معتبر ہی اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک
موت میں مقبول ہی حر کا قول زندگی میں اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہی مملوک کے تصرف سے اور زندہ کا قول موت میں اسواسطے مقبول ہوا کہ میت
کے واسطے تصرف نہیں اور صاحبین رح اور شافعی رح نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم میں حر کے برابر ہیں اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ و اختارت
نفسہا فما فی البیت قبل العتق فہو للرجل و ما بعدہ قبل ان تختار نفسہا فہو علی ما وصفنا فی الطلاق جب آزاد ہو گئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اسنے
اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی زوجیت سابقہ سے راضی نرہی تو جو اسباب گھر میں ہی قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہی اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے
اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہی کہ جسکو ہمنے کتاب الطلاق میں مذکور کیا یعنی دونوں حرین کے برابر ہیں حکم میں کذا فی المنح و فیہ طلقہا و مضت العدۃ فالمشکل
للزوج و لورثتہ بعدہ لانہا صارت اجنبیۃ لا ید لہا اور بحر الرائق میں ہی کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہی اور اُسکے وارثوں کی زوج کے
بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہیں و لما ذکرنا ان المشکل للزوج فی الطلاق و کذا الوارثہ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق میں ذکر کیا کہ وہ
زوج کی ہی تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہی م طحطاوی نے کہا لما شرطیہ ہی اور اُسکا جواب فلکذا یکون لوارثہ ہی اور اس عبارت کے ذکر کرنیکا کچھ فائدہ
نہیں اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہی و اما لو مات وہی فی العدۃ فالمشکل لہا کانہ لم یطلقہا بدلیل ارثہا اور اگر زوج مرگیا اور زوجہ عدت میں ہی تو متاع
مشکل زوجہ کی ہی گویا اُسنے اُسکو طلاق ہی نہیں دی اُسکے وارث ہونے کی دلیل سے و لو اختلف الموجر و المستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینہ
و لیس للموجر الا ما علیہ من ثیاب بدنہ اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب میں تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہی اُسکے
قسم کہانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہیں مگر جو اُسکے بدن پر کپڑے ہیں و لو اختلف اسکافی و عطار فی الآلات الاساکفۃ و آلات العطارین وہی فی
ایدیہما فہی بینہما بلا نظر لما یصلح لکل منہما و تمامہ فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگروں اور عطاروں کے ہتھیاروں میں اور حالانکہ دونوں
طرح کے ہتھیار دونوں شخصوں کے قبض اور تصرف میں ہیں تو وہ دونوں کے ہیں بلا نظر صلاحیت ہر واحد یعنی رعایت نہوگی کہ کفشگروں کے ہتھیار
کفشگر کے ٹھہریں اور عطاروں کے آلات عطار کے ہوں اور پورا بیان اسکا سراج میں ہی م آلات مذکورہ دونوں میں اسواسطے برابر ہوے
کہ گاہے ایک پیشہ ور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہی اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہیں ہو سکتی رجل معروف بالفقر
و الحاجۃ صار بیدہ غلام و علی عنقہ بدرۃ و ذلک بدار فادعاہ رجل عرف بالیسار و ادعاہ صاحب الدار فہو للمعروف
بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی میں مشہور ہی اُسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن میں روپے یا اشرفیوں کی تھیلی معلق ہی اور وہ مفلس مذکور
کے گھر میں ہی سو اُس غلام کا اُس مرد نے دعوی کیا جو مالداری اور تونگری میں مشہور ہی اور صاحب خانہ نے بھی اُسکا دعوی کیا تو وہ غلام اُس
شخص کا ہی جو مالداری میں مشہور ہی م بدرہ اُس تھیلی کو کہتے ہیں جسمیں ہزار یا دس ہزار درم ہوں یا سات ہزار دینار ہوں کذا فی القاموس و کذا
کناس فی منزل رجل و علی عنقہ قطیفۃ یقول الذی ہو علی عنقہ ہی لی و ادعاہ صاحب المنزل فہی لصاحب المنزل اور
اسی طرح ایک جاروب کش ہی ایک مرد کے گھر میں اور اُسکی گردن پر مخمل کا بالاپوش ہی جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور صاحب خانہ کہتا ہی

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اُسکو میرے پاس ودیعت
رکھا ہے تو مالک کا حق باطل ہوجائے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہے کہ لوگون کے حالات دیکھتا رہے اور اُنکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسفؒ قائل اس قول کے ہوئے
بعد قاضی ہونے اور لوگون کی حیلہ گری دریافت کرنے کے (ولیس الخبر کالمعاینة) کذا فی الطحطاوی وہذہ مخمسة کتاب الدعوی لان فیہا اقوال خمسة علما کما بسطہ فی الدرر والان
صورہا خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنی مسئلہ دفع مخمسہ ہے کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اُسمین پانچ عالمون کے قول ہین چنانچہ دُرر مین مشرح ہے یا مخمسہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ
اس مسئلہ کی پانچ صورتین ہین یعنی ودیعت اور عارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرہ م اقوال خمسین مین سے پہلا قول وہ ہے جو متن مین مذکور
ہے دوسرا قول ابو یوسف رح کا تیسرا قول محمد رح کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضرور ہے چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت
دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہون کے خصومت دفع ہوجاتی ہے کہ اُسنے غیر ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر
اذ الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکنی فیہا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او فصل منہ فوجدتہ بجراوہ ہی فی یدی مزارعة بزازیة
فالصور احدی عشرة قلت لکن الحق فی البزازیة المزارعة بالاجارة والودیعة قال فلا یزاد علی الخمس وقررہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے
قول مین گفتگو ہے اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہے اگر ذی الید نے کہا کہ اُسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجکو زید غائب نے
رکھا یا مین نے اُسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اُسکو نکال لیا یا اُسکے پاس سے وہ چیز گم ہوگئی تھی سو مین نے اُسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ
زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہے تو اب سب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہے جو بزازیہ مین ہے کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے
ساتھ ملحق ہے بزازی نے کہا تو پانچ صورتون سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہے و ان کان ہالکا او قال الشہود
اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومة کان قال ذو الید اشتریتہ او اتہبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان
قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصب منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجئ حیث تندفع
اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہون نے کہا کہ اُسکو ودیعت رکھا ہے اُسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ
ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اُسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نہ کیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا
اس طرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تونے اسکو غصب کرلیا مجھسے یا یون کہا چورا لیا گیا مجھسے مصنف نے چوری کو بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کیواسطے
تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تونے اُسکو مجھسے چورا لیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کرلیا گیا مجھسے یا اُسکو غصب کرلیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب
اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہوجائیگی وہل تندفع بالمصدر الصحیح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مصدر غصب قول
صحیح یہ ہے کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ م یعنی اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہے اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہے اور مدعا علیہ نے کہا کہ
میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہے تو بقول صحیح دعوی مدعی کا مندفع نہوگا و قال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرہن علیہ لا تندفع
فی الکل لما قلنا اور ذی الید نے دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اُسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہے اور اُسپر گواہ لایا تو کل مسائل
مذکورہ مین خصومت مندفع نہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے م یعنی ہالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع نہوئی کہ دفع خصومت کے واسطے
قیام مین اور معرفت شہود کو شارح شرط کرچکا ہے اور دعوی خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہے اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہے مدعا علیہ
کے فعل کا و قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ انہ ودیعة عندی او رہن من فلان تندفع مع البرہان علی ما ذکرہ ماذی الید نے
مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہے پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہے میرے پاس یا رہن ہے فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

گواہی کے ساتھ اپنے دعوی مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہوگا مگر جبکہ مدعی
اسکو بگواہی ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہی ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ بنع الدفع
بزازیہ اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنی اُسکے دعوی ملک پر تو قاضی اُسکو خصم قرار دے اور اُسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اُس
اقرار کے جو مانع ہو دفع خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذوالید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک
ای بنفسہ فلو بوکیلہ لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقھما ان اصل الملک للغائب اور اگر مدعی نے کہا کہ مین نے اُسکو فلانے شخص غائب
سے خرید کیا اور ذی الید نے اُسکے دفع مین کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ
ذی الید گواہ نہ لاوے بسبب موافق ہونے دونون کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہی پھر اگر ذی الید یون کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اُسکو
ودیعت رکھا ہی تو خصومت مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ مین نے اسکو غائب سے
خرید کیا اور اُسنے مجکو وکیل کیا ہی اُسکے قبضہ کرنے پر تب میرے پاس سے لیکر اور اُسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنی ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ
مدعی احق بالقبض ہی کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وہی عجیبۃ اور اگر ذی الید نے مدعی کی تصدیق کی خرید
کرنے مین تو اُسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہی یعنی انکار مین تو تسلیم ہو اور تصدیق مین تسلیم
نہین ہم طحطاوی نے کہا اسمین ہرگز کچھ مقام تعجب نہین اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہی مالک غائب پر سرایت نہین کرسکتا اور اسی طرح علامہ
ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہین اسواسطے کہ اُسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہین ثم اقتصار الدرر وغیرہا علی دعوی الشراء قید اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ لہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذوالید ان ھذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقھما ان الید لذلک الرجل پھر
اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہی سواسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہی اس سے فلانے
غائب نے غصب کرلی اور اُسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اُس شخص غائب نے اُسکے پاس اُسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی بسبب
موافق ہونے دونون کے اُسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہی ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لاتندفع بزعم ذی الید ایداع ذلک الغائب
استحسانا بزازیہ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یون زعم کرنے سے کہ اُس غائب نے میرے پاس اُسکو ودیعت رکھا ہی
از روے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور
شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ اگر دو شخص متفق ہوے زید کی ملک پر اور ہر شخص اُس سے اجارہ لینے کا مدعی ہی تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول
صحیح مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہی کیونکہ ہر واحد ملک عین کا مدعی نہین اور یہی علت ہی
مسئلہ لاحقہ کی ولا المدعی رہن او شراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شراء کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل مگر مشتری تو سب کا خصم ہی یعنے
جو خرید کا دعوی کرتا ہی وہ گواہ لانے کے بعد مستاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے
قال المدعی علیہ لی دفع لیمہل الی المجلس الثانی صغری اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنے کی وجہ ہی تو اُسکو قاضی
کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعی الایداع علی البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے یقین پر جائز ہی
کذا فی الدرر یعنی اگر مدعی کے گواہ نہون تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہی اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہی لیکن اُسکا تمام ہونا یعنی
قبول ایداع اس سے متعلق ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ ذی الید پر قسم نہین اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہی اور حالانکہ مدعی پر قسم نہین انتہی

تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی ولہ تحلیف المدعی علی العلم وتمامہ فی البزازیہ اور اُسکو یعنی مدعا علیہ کو اختیار ہی کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور
پورا بیان اسکا بزازیہ مین ہی جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی سے دفع
مین اُسکی تصدیق نکی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اس طرح کہ واللہ مین نہین جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت
رکھی ہی اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہی اور مدعی سے متعلق نہین کذا فی البحر وکل نقل امتہ فبرہنت انہ اعتقہا قبل الدفع للعتق مالم یحضر المولی ابن ملک مولی نے کسیکو اپنی لونڈی کے
لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولی نے اُسکو آزاد کردیا تو دعوی نقل کیواسطے قبل دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جبتک مولی نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہی دو مردون کے دعوی کرنے مین یعنی تیسرے شخص پر دعوی کرین یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب
کمامر علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق مین ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہی جسمین سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو چکا خارج
وہ شخص ہی جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہی کہ خارج ہی تو مدعی ہی اور حدیث مین برہان مقبول نہین مگر مدعی کا برہان وان وقت احدہما فقط
حجت خارج مقدم ہی اگرچہ دونون مین سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ہم یعنی خواہ دونون تاریخ ملک بیان نہ کرین یا دونون ایک ہی تاریخ کو ذکر کرین یا
فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہی اور اگر دونون تاریخ کو بیان کرین اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اُسی کی حجت مقدم ہوگی کذا
فی الحلبی وقال ابو یوسف رح ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنی جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہی تقدیم حجت مین وثمرتہ فیما
لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غائب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبتہ لا ملکہ فلم یوجد التاریخ من الطرفین
فقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام ابو یوسف رح اُس صورت مین ہی کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہی میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور
ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہی سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اُسکے غائب ہونے کی تاریخ ہی نہ ملک
ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام رح کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہین تو اسیواسطے
حجت خارج پر حکم ہوگا وقال ابو یوسف رح یقضے للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف رح نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ
بحالت انفراد ہو ہم منح الغفار مین جامع الفتاوی سے یون منقول ہی کہ ابو یوسف رح کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ اُنکے نزدیک حالت انفراد مین
مورخ کی ترجیح ہی انتہی تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد مین ہی اور شارح کے کلام سے نکلتا ہی کہ قضا مورخ کے واسطے
ہی خواہ دونون سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنی نہین اسواسطے کہ تاریخ تو دونون سے ثابت
ہی بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضی بقولہ لانہ اوفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یون ہی کہ بقول ابو یوسف رح
کے حکم کیا جاوے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہی چنانچہ جامع الفصولین مین ہی اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف نے اپنی شرح مین
منح الغفار مین بجائے یقضے یفتے ہی وہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شیٔ قضے بہ لہما اور گواہ لاوین دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے
شخص کے قبض مین ہی تو دونون کے واسطے اُس چیز کا حکم ہوگا دلیل اسکی وہ حدیث ہی جو سنن ابو داؤد مین ابو موسی اشعری سے
روایت ہی کہ دو شخصون نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس اونٹ کو دونون مین نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہی کہ شہادت حجت شرعیہ مین تو
حتے الامکان اسپر عمل واجب ہی اور یہان عمل ممکن ہی اسواسطے کہ تدل ایدی شی واحد پر اوقات مختلفہ مین ہو سکتا ہی تو گواہی

باب دعوی الرجلین

ن خارجہ

ن غائب

ن ذو

دینے کے واسطے ہر فریق اُسپر اعتماد کرتا ہی جو اُسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برہنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع توحیتۂ پھر اگر دو شخص گواہ
لائے نکاح کے دعوی مین تو دونون کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو یعنی اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصون نے
ساتھی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہین معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک
عورت کے نکاح پر اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اُسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی مین برہان اول
کے بعد برہان ثانی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی ولو میتۃ قضی بہ بینہما وعلی کل نصف المہر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منہما وتمامہ فی الخلاصۃ
اور اگر عورت میت ہی تو دونون مدعیون کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف مہر لازم آویگا اور دونون شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے
اور اگر عورت جنی یعنی بعد اُسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونون شخصون سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ مین ہی ہم خلاصہ مین باقی بیان یون ہی کہ ولد مذکور دونون
شخصون سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونون ولد کے ترکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وہی لمن صدقتہ اذا لم تکن فی ید من کذبتہ
ولم یکن دخل من کذبتہ بہا اور عورت اُسکی زوجہ ہی جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اُسکے پاس نہو جس مدعی کی اُسنے تکذیب کی اور جسکی اُسنے تکذیب
کی اُسنے عورت کی وطی نہ کی ہو ہم خلاصہ یہ ہی کہ جب دو شخصون نے ایک عورت مین تنازع کیا اور دونون گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہی تو وہ
اولی ہی اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی تو اگر ایک کا قبض ثابت ہی چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولی ہی اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت
کی تصدیق کا اعتبار ہی الحاصل سبقت تاریخ راجح ہی سب سے پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار پھر صاحب تاریخ مقدم ہو ظہیریہ مین ہی کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے
کے گھر مین ہو تو صاحب خانہ اولی ہی کذا فی الطحطاوی ہذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بہا اور یہ یعنی اعتبار تصدیق عورت اُسوقت ہی جبکہ دونون نے
تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہی یعنی سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ صریح دلالت پر
فائق ہی فلو ارخ احدہما فہی لمن صدقتہ ولذی الید بزازیہ قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدہما ولم ار من نبہ علیہ فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو
عورت اُسکی زوجہ ہی جسکی اُسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون اور بموجب اُس قول کے جو ابو یوسف رح سے منقول ہو چکا ایک شخص کی
تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہی اور مین نے نہین دیکھا اُسکو جسنے اُسپر آگاہ کردیا ہو تو غور کر اسمین ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحًا آگاہ کردیا ہی کہ ایک شخص
کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہی وان اقرت لمن لا حجۃ لہ فہی لہ وان برہن الآخر قضی لہ اور اگر عورت نے اقرار کیا اُس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ
نہین تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہی اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنی جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہوگیا اُسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب
برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہی تصادق سے کذا فی المنح ولو برہن احدہما وقضی لہ ثم برہن الآخر لم ینقض لہ الا اذا ثبت سبقہ
لان البرہان مع التاریخ اقوی منہ بدونہ اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اُسکے واسطے حکم ہوگیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اُسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت
مین جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہی اُس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند یہان دونون
دعوون مین تاریخ ثابت ہی اسواسطے کہ سبقت نہین ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا
اُسنے اصلا تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہی کذا فی الطحطاوی کما لم ینقض ببرہان خارج علی ذی ید ظہر نکاحہ الا اذا ثبت
سبقہ اوان نکاح اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اُس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اُس صورت مین برہان خارج
سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنی یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہی ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان
برہنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفہ بنصف الثمن ان شاء او ترکہ انما خیر لتفریق الصفقۃ علیہ اور اگر دونون

مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اس طرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شیٔ کا حکم ہوگا بعوض نصف
نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اُسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا لینے نہ لینے مین کہ اُسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنی پوری چیز اُسکے واسطے باقی نرہی
اور شاید اُسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ آدھی پر وان ترک احدہما بعد ما قضی لہما لم یاخذ آخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی
نے نصف لینے کو چھوڑا دونون کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اُسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر
قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اُسکو جائز ہی وہو ای ما ادعیا شراءہ للسابق تاریخا ان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الآخر الیہ سراج
اور وہ یعنی جسکی خرید کا دونون نے دعوی کیا اُس مدعی کی ہی جسکی تاریخ سابق ہو اگر دونون نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اُسنے دوسرے سے
لیا کذا فی السراج م سبقت تاریخ کا اُسوقت اعتبار ہی جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ
کے واسطے کذا فی الطحطاوی وہو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدہما او استوی تاریخہما اور وہ یعنی متنازع فیہ ذی الید کی ہی اگر دونون مدعیون نے تاریخ
خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہی وہو لذی وقت ان وقت احدہما فقط والحال انہ لا ید لہما وان لم
یوقتا فقد مر ان لکل نصفہ بنصف الثمن اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہو اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی (وقت بیان کیا) اور حالانکہ دونون کا اُسپر قبضہ
نہین اور اگر دونون نے وقت بیان نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ہبۃ وصدقۃ و
رہن ولو مع قبض اور دعوے خرید احق ہی ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو م وجہ ترجیح خرید یہ ہی کہ معاوضہ ہی جانبین
سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہی اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہی اور رہن پر خریدنا اسواسطے مقدم ہی کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہی
بخلاف رہن وہذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنی تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پر اُسوقت ہی جبکہ دونون مدعیون نے
تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کردینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہی اپنے قوی ہونے کے سبب سے
ولو ارخت احدہما فقط فالمورختہ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہی
ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کردینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنی اس صورت مین خرید ہبہ اور رہن اور صدقہ پر مقدم نہین وہذا
فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنی برابر ہونا اُس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے بالاتفاق روایات ہی واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح
ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری نہایۃ الدرر اور تصحیح علما مختلف ہی اُس چیز مین جو قابل قسمت ہی جیسے
گھر اور صحیح تر قول یہ ہی کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہی اسواسطے کہ استحقاق یعنی استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہی
نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر م یہ رد ہی عمادی پر کہ اُسنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہی اور اس مسئلہ مین شیوع
طاری ٹھہرایا ہی جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی والشراء والمہر سواء فینصف وترجع ہی بنصف القیمۃ وہو بنصف الثمن او یفسخ لما مر
اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اُس چیز کی پھیرے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیرے یا
بیع کو فسخ کرے بدلیل گذشتہ م یعنی جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے
میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا یا دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک یعنی خرید اور مہر معاوضہ
مثبت ملک ہی مشتری کو فسخ بیع مین اختیار ہوا بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ہذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخہما فان سبق تاریخ احدہما کان
احق یہ یعنی استواے خرید اور مہر اُسوقت ہی جبکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی تاریخ سابق ہو تو

دہی احق و قید بالشراء لان النکاح احق من ہبۃ اور رہن او صدقۃ عمادیہ والمراد من النکاح المہر کما حررہ فی البحر مغلطا للجامع مصنف نے خرید کی قید لگائی
اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریک کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے کہ صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع
الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یون سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اُسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ مین نے اس سے نکاح کیا
اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنی نہ عقد چنانچہ لواحق کلام محیط اور عمادی اُسپر دلالت کرتا ہے کذا
فی الطحطاوی نعم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامۃ من رجل واحد ولا مرجح فتکون ملکا لہ منکوحۃ للآخر فقد برہان برابر ہے نکاح اور خرید اگر دو شخصون نے تنازع کیا
ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شراء کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اُسکو م وجہ استوا یہ ہے کہ
خرید اور نکاح مین منافات نہین یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر و رہن مع قبض احق من ہبۃ بلا عوض معہ استحسانا و رہن مع القبض
احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان م وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہین حالانکہ عقد ضمان اولی ہے
اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولی ہے رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن ولو بہ فہی احق لانہا بیع انتہاء والبیع ولو بوجہ اقوی من الرہن اور اگر ہبہ
بعوض ہو تو اولی ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے ولو العین معہما استویا مالم یورخا واحدہما
اسبق اور اگر شی متنازع فیہ دونون مدعیون کے قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق تر نہو
یعنی درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے وان برہن خارجان علی ملک مورخ او شراء مورخ من واحد غیر ذی ید او برہن
خارج علی ملک مورخ وذو ید علی ملک مورخ اقدم فالسابق احق اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق مورخ پر یا خرید مورخ پر
ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے تو سابق احق اور اولی ہے م بائع مین غیر ذی الید کی قید
شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم مین وان برہنا علی شراء متفق تاریخہما او مختلف عینی
وکل یدعی الشراء من رجل آخر او وقت احدہما فقط استویا ان تعدد البائع وان اتحد فذو الوقت احق ثم لا بد من ذکر المدعی و شہودہ
مالفید ملک بائعہ ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شہدوا بیدہ فقولان بزازیہ اور اگر خارجین گواہ لائے اُس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین
یا مختلف ہین کذا فی العینی اور ہر مدعی دعوی کرتا ہے دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین
اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور اُسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مقید ملک ہو اُسکے بائع کی درصورتیکہ
مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنی درصورتیکہ بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اُسکی
ملک کے تو اُس مین دو قول ہین کذا فی البزازیہ م بزازیہ مین ہے کہ گواہون نے اگر گواہی دی خرید اور نقد پر اور قبض کو ذکر نہ کیا اور نہ
تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر قبض بائع کی گواہی دی نہ اُسکی ملک کی تو اسمین
فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی فان برہن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منہ او برہنا علی سبب
ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناہ کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوہا ولو عند بائعہ درر فذو الید احق من
الخارج اجماعا سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے سبب
ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر چنانچہ نتاج یعنی پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو چنانچہ نسج غیر معاد یعنی ثیاب

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراغنا اور مانند ان اسباب غیر مکررہ کے اگرچہ اسباب مذکورہ اُسکے بائع کے
(روئی کے کپڑے)
پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق م نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اُسکے بائع کی ملک مین یا اُسکے مورث کی ملک
مین جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلاً یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی
اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونون کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلاً کغصب
وودیعۃ او اجارۃ ونحوہا فی روایۃ درر او کان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علی اہل الخبرۃ فہو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ
بحدیث النتاج دعوے نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اُسکے
ذخیرہ کی روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعویٰ ہو جو مکرر ہو سکتا ہی چنانچہ عمارت بنانا اور درخت جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ
کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید کے اس واسطے کہ
مدعی خارج سبر ہن اصل ہی اور ہمنے جو یہان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے م فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام ذخیرہ
اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری اینٹ ہی مین نے اس سے دیوار بنائی اور خارج نے بھی
اسی طرح دعویٰ کیا تو دعویٰ خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اُسکو ایک زمین مین بوتا ہی پھر اُسکو
چلنی سے چھان لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعویٰ کیا کہ یہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی
اور حدیث نتاج جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعویٰ کیا ایک شخص کے قبض مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اُسکی ہی اُسکے پاس جنی ہی اور
قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دی اور یہ حدیث مشہور ہی لہذا مسئلہ نتاج
مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وان برہن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذی الید عینی علی الشراء من الآخر
بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص خارج ہون یا ذی الید
یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان ساقط الاعتبار ہونگے اور
جس مال کا دعویٰ ہو وہ اُسکے قبضے مین چھوڑا جاوے کا جسکے پاس وہ ہی م وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی وقت کو ذکر کرینگے
تو صاحب وقت اخیر کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ اور کہا محمد نے کہ
درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا ہم جواب مین کہتے ہین شخص کی طرف سے کہ خرید پر پیشقدمی کرنا اقرار ہی اسکی طرف سے دوسرے کی ملک کا م
تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اُسمین بالاجماع تساقط ہی بواسطہ تعذر جمع ولو اثبتا قبضا تہاترا اتفاقا اور اگر فریقین
کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشہود فان الترجیح
عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی دلیل کی قوت سے نہ اُسکی
کثرت سے م قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل کو تو مفصل کی ترجیح ہوگی
مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطۂ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک
آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علی ہذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاہدین و آخر اربعۃ فہما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدۂ مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے

سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کئے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونون برابر ہین اسمین یعنی اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان المعتبر اصل العدالۃ ولا حد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہے اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین م یعنی اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع نہو گی زیادت عدالت کے سبب اس احتمال سے کہ شاید کوئی شخص اُنسے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہو سکے گا ایک حال پر کذا فی الطحاوی دار فی ید آخر ادعی رجل نصفہا و آخر کلہا و برہنا فللاول ربعہا والباقی للآخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم للمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الآخر فینصف ایک گھر ہے ایک شخص کے قبض مین سو ایک مرد نے اُسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنی تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہو بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہے کہ نصف دار مدعی کل کیواسطے سالم ہے بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہے تو نصف باقی مدعی کل کا ہو چکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنی تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے وقالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا و نصفا فالمسئلۃ من اثنین وتعول الی ثلثۃ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہے اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف مجتمع ہوے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنی اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف یعنی تو مدعی کل کے دو سہم ہوے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث م عول یہ کہ مخرج مین سہام کی گنجایش نہو بسبب کثرت کے تو ہر سہم کم کر ڈالا جاے چنانچہ اسکا شرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ ما یقسم بطریق العول اجماعا وہی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراہم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہے جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے اور اسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق م میراث کی یہ صورت ہے کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین اُنکے پورے ہونے کی گنجایش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلا ایک عورت مر گئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہے اور بطریق عول کے سات سے اور دیون کی صورت یہ ہے کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہو سکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلا ایک شخص کی میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہے اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات یعنی محابات کی وصیت کی یہ صورت ہے کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہے وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونون شخصون کے واسطے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہے کہ مثلا ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے بیچ مین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کی یہ صورت ہے کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جاے اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اُسکے حصے کے سعایت ساقط ہو جایگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دونون صورتین داخل کر دین ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہے کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون مین بطریق

عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر نے جنایت کی غلام غیر مدبر کے مانند اور
قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دیدی گئی تو دونون مین قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ اجماعا وہی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم
قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام رح اور صاحبین رح کے اور وہ دونون فضولیون کا مسئلہ ہے مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ
غلام بیچا ہزار درم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درم کے عوض اور مولے نے دونون بیعون کو جائز رکھا تو دونون
مشتریون کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کرین تو تین ربع مشتری کل کے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول
عندہما وہو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب واذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ وللآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے
نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہین ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنی مسئلہ دار جو متن مین مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک
شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی
وصیت کی ہم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق مین ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت
مین اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب
کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت مین اگر ثلث مال اسکو کفایت نہ کرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھین تو غلام کے تین ربع
صاحب کل کو ملین گے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا
فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندہما وہو خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام رح کے نزدیک
اور بطریق منازعت کے صاحبین رح کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہین چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اس کا
بحر الرائق مین ہے ہم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکون مین ایک مولی نے اسکو سو درم دیے یعنی کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درم کو بطریق نسیہ بیچی اور
ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درم کو تو امام رح کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی مین بطور اثلاث مقسوم
ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادانت [قرض دینا] مولی اسکے شریک کے نصف مین صحیح ہے نہ خود اسکے نصف مین دوسرا مسئلہ یہ ہے
کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درم دین دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درم اور غلام بیچا گیا تو دونون مین ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور
صاحبین رح کے نزدیک ارباع ہوگی یعنی سو درم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد
کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے وارثان مین سے ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد مین اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ
دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت [عوض] مین خود غلام کو دے تو دونون شخصون مین اثلاث تقسیم ہوگی امام
کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین رح کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ مین اور مولی اسکی قیمت دے پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد
نے اپنے مولی اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہین سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع مین
سعی کرے تو اجنبی کے وارث ساکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونون مین تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک
تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا کولیۃ او ممیزا او لا احدہما
شائعا والآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین امام رح کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ
مین بطور شیوع کے یعنی بلا امتیاز تو اس مسئلہ مین قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمییز کے یا ایک کا حق بعض مین شائع ہے اور دوسرے کا حق کل مین

[illegible]

تو وہ اِن قسمت بطریق منازعت کے ہوم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعا ہو اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتہ تھا شائعا فی البعض دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی وعندہما متی ثبتا معا علی الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ ثلثہ حنفیۃ اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جبکہ دو حق ساتھ بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہی اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت بطریق منازعت کے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام رحمہ اور صاحبین رحمہ کے ہین مسائل مذکورہ مین ولو الدار فی ایدیہما فہی للثانی نصفہ لا بالقضا ونصف بلا نہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی ثانی کا ہی نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہی ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہی تو مدعی ثانی کے واسطے نصف وا مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوی اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول کے قبض مین ہی اسمین خارج لہ رو ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدہم کلہا وآخر نصفہا وآخر ثلثہا و برہنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندہما بالعول وبیانہ فی الکافی اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا نصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر امام رحمہ کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی مین ہی ہم امام رحمہ کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہی پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک ایک سو اسی سہم سے قسمت ہی ایک سو تین سہم مدعی اول کے اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان مشرح طحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہی خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا ولو برہنا علی نتاج دابۃ فی ایدیہما او احدہما او غیرہما وارخا قضی لمن وافق سنہا تاریخہ بشہادۃ الظاہر اور اگر مدعی گواہ لائے ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہو گی بواسطہ شہادت ظاہر حال م یعنی جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق ہو اسکے صدق کی علامت ظاہر ہی اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہی فلو لم یورخا قضی بہا للذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نہ کی تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولہما ان فی ایدیہما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقہما بان خالف او اشکل فلہما ان کانت فی ایدیہما او کانا خارجین فان فی ید احدہما قضی بہا لہ ہو الاصح قلت وہذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتبصر اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اس طرح پر کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہی اگر انکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہی مین کہتا ہون اور یہ یعنی مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقہما بہتر ہے اس تعبیر سے جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہی کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہی وان اشکل سو اسکو دیکھ لے م وجہ اولویت یہ ہی کہ مصنف کی تعبیر عام ہی مخالفت اور اشکال دونون کو شامل ہی بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہی نہ مخالفت برہن احد الخارجین علی الغصب من زید والآخر علی الودیعۃ منہ استویا لانہا بالجحد تصیر غصبا گواہ لایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے پاس اسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین یعنی اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے غصب ہو جاتی ہی م اس مسئلے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہی ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہی کہ اسپر ضمان واجب ہوتا ہی اور ضمان

ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور یہان مدعا علیہ منکر ودیعت ہی تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونون تساوی
ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ والعقل عبارۃ الاشباہ
والدیۃ لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور قتل مین اسیطرح
ہی مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجائے قتل کے عقل ہی اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہی وجہ حریت مسلمین یہ ہی کہ دار الاسلام
دار الحریۃ ہی اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی ظاہر
حریت پر کفایت نہ کرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اُسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نہ کرے اور جبکہ ایک شخص
نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہی تو اُسپر حد قذف ماری نہ جاویگی جبتک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نہ کرے اور اگر
ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہی تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو
ازراہ خطا قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہی تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تاوقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت نہو اور نسخ ثلثہ یعنی قتل اور
عقل اور دیت کا ایک ہی مطلب ہی اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہی جو موجب دیت ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا بتصرف وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال احرام لا
انہ عبدہ فانکر وقال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنی جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہی سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسی کا قول قابل تصدیق کے ہی بسبب تمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
سے یعنی حریت سے واللابس للثوب احق من آخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہی آستین کے پکڑنے والے سے ہم یہان سے وہ مسائل شروع ہوے
جنمین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہی بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اُسکے قبض مین
ہی تو اُسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اُسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا اسلئے
لابس ثوب احق اسواسطے احق ثوب ہوا کہ اُسکا تصرف ظاہر تر ہی اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہی تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور اخذ خارج اور ذی الید
اولی ہی خارج سے اور اگر اخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہی مابعد کے مسائل مین کذا فی الطحطاوی والراکب احق
من آخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہی لگام کے پکڑنے والے سے یعنی جانور پر ایک شخص سوار ہی اور دوسرا لگام پکڑے ہی اور دونون دعوے کرتے ہین
کہ یہ جانور میرا ہی تو سوار احق ہی بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہی وہ احق ہی اُس شخص سے جو اُسکے پیچھے بیٹھا ہی یعنے
اسواسطے کہ تمکن اُسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہی وذو حملہا ممن علق کوزۃ بہا لانہ اکثر تصرفا جسکا بوجھ جانور پر لدا ہی اُس شخص سے جسنے اپنا کوزہ
اُسپر لٹکا دیا ہی اسواسطے کہ اُسکا تصرف یعنی لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہی دوسرے کے تصرف سے حمل بکسر حا وسکون میم اُس
بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ سواء کالراکبین سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور
جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند اُن دو شخصون کے جو فرش پر بیٹھے ہین اور ایک زین پر سوار ہین ہم تو فرش جالس اور
متعلق مین نصفا نصف ہی اس واسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبض نہین بلکہ قبض اُسوقت ہوتا جب فرش اُسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش
اُٹھا لیا جاتا کذا فی الدرر من معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ہدبتہ لان طرفہ الغیر منسوجۃ لانہا لیست بثوب جالس اور متعلق برابر ہین مانند
اُن شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہی اور دوسرے کے پاس کپڑے کا دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہی جسکے ہاتھ مین کپڑے کا ہدبہ
یعنے جھبر ہی ہم ہدبہ سینے کپڑے کا طرہ بے بنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہی بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا

حیث لا یقضی لھا لاحتمال انھا فی ید غیرھا وھنا علم انہ لیس فی ید غیرھا عینی بخلاف اُن دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم نصفا نصف نہوگا کیونکہ جلوس وار ملک کی دلیل نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر اُن دو شخصون کے سوا کسی اَور کے قبضے مین ہو اور وہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہو چکا ہو کہ فرش دونون شخص کے سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہو کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات الآخر ولو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انھا بنیا معا ولذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی مربعا دیوار اُس شخص کی ہو جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اس طرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اُسپر کہ دونون دیوارین ساتھی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اُسوقت مین دیوار مربع بنائی جاتی ہو ہم اتصال دو طرح ہو ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہو کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ ہو کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہو اور قول ظاہر کرخی کا یہ قول ہو کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اُسکی دیوار سے بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اُسوقت مین کل شے واحد کے حکم مین ہونگی انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ او نقب وادخال او ھرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اُسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہو یعنی لگا ہو یا ادخال لبنات یعنی دیوار مین نقب اور ادخال ہو یعنی سوراخ کر کے لکڑی اُسمین داخل کرنا یا اُسکی دیوار نہین جسکے بنگے ہین مانند بانس اور طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی جمع ہو ہردیہ کی بکسر یا منح الغفار اور دُرر مین ہو کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور اُنپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند اُنکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا جھانپ بولتے ہین خلاصہ یہ ہو کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہو نہ بنگے رکھنا بل بکون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الھرادی بل صاحب الجذع الواحد احق منہ خانیۃ بلکہ بنگے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہو اگر دونون اُسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار بنگے والے کی مخصوص نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اس سے زیادہ ترجیح دار ہو دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدھا جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال وللآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع ملتقی وتمامہ فی العینی وغیرہ اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے واسطے اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہو اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہو کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہو ہم محیط مین ہو کہ دیوار کا قبضہ تین طرح پر ہو اتصال تربیع، اتصال ملازقت و مجاورت اور وضع جذوع و محاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہو پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہو پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہو کذا فی الطحطاوی والا حق المطالبۃ برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان ظلم سے رکھی گئین اُنکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ مین احکام الساقط لا یعود تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیون کا مالک اُنکا اٹھوا لینے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسی کے ذمے پر ثابت ہو اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان اپنا بیچ ڈالے تو مشتری کو

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب دیوار دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی و ذو بیت
من دار فیہا بیوت کثیرۃ کذی بیوت منہا فی حق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا منجملہ اُس گھر کے جسمین بہت کوٹھریان
اور دالان ہین اُس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹھریان اور دالان ہین اُس گھر مین سے اُسکے صحن کے حق مین تو صحن گھر کا دونون مین نصفا نصف ہے راہ
کے مانند ہم یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال مین برابر ہین چلنے پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین و فی غیر ذلک چنانچہ
صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب دار اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ مرور مین برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر
بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اُسمین جھگڑا کرین تو اُسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اُسکے سینچنے کے ہم یعنی آب پاشی مین
تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہین اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہے تو جتنی زمین زیادہ اُتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اُسکا
اندازہ بقدر اراضی کے ہو برہنا اے الخارجان علی ید کل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اُسپر کہ دونون کا قبض زمین مین تھا
تو دونون کے ثبوت قبض کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونون مین نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ اے علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ
لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبض پر دو مدعیون مین سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اُسمین تصرف کرتا تھا اس طرح پر کہ اُسنے اُسمین اینٹین پاتھین یا عمارت
بنائی تو اُسی کے واسطے قبض کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اُسکے تصرف کے ہم یعنی تمکن اشیاے مذکورہ اُسکے قبض کی دلیل ہے ادعی الملک فی الحال وشہد
الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقاءہ ما لم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوی کیا اور گواہون نے
گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ ماضی مین تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانہ
مین تو اُسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جبتک وہ چیز پائی نہ جائے جو اُسکے ثبوت کو دور کردے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ اے یعقل ما یقول قال انا
حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کرسکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اُسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ مین آزاد ہون تو اُسکا قول مقبول ہے اسلئے کہ
صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف مین بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اُسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اُسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہین کذا فی
الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید لکن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ مین فلانے کا غلام
ہون یعنی اُسکا جو ذی الید نہین تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا چنانچہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہین کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار
کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جبکہ اُسنے کہا کہ مین فلانے کا غلام ہون تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اُسکی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوی
سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہین کرسکتا کہ اقرار صغیر کے حق مین معتبر نہین علی الخصوص کہ اُسکا تدارک
بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما تقرر ان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر
مذکور بالغ ہوا اور اُسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ دعوی حریت مین تناقض صحت کا دعوی مانع ہی نہین ہم

علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت مین ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوی مین الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت اور یہ
کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک مین ہو ہم اکثر عرب طعام مین دعوت بفتح دال بولتے ہین اور نسب مین بکسر دال کہتے ہین ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ
دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے مخالف ہے یعنی مدعی کی ملک مین نطفہ نہ رہا ہو والاول اقوی لسبقہ واستنادہا

لوقت العلوق والاقتصار دعوة التحریر علی الحال سیتضح اور اول یعنی دعوت استیلاد قوی تر ہی بسبب اُسکے سابق ہونے کے اور اُسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا **فبیعة ولدت لاقل من ستة اشہر منذ بیعت فادعاہ البائع ثبت نسبہ منہ استحسانا لعلوقہا فی ملکہ ومبنی النسب علی الخفاء فیعفی فیہ التناقض** یعنی لونڈی جنی چھ مہینے سے کمتر مدت مین جسوقت سے کہ اُسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اُسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہی تو اُسمین تناقض معاف ہوگا ہم یہان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہی زفر رح اور امام شافعی کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہی اُسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہی ام ولد نہین تو اب دعوی نسب کا صریح تناقض ہی بیان استحسان یہ ہی کہ بناے نسب پوشیدگی پر ہی تو اُسمین تناقض معاف ہی جبکہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہی کہ پیر النطفہ نہین رہا پھر ظاہر ہوتا ہی کہ نطفہ اسی کا ہی تو یہ عذر ہو سکتا ہی اعتبار تناقض کے اسقاط مین **واذا صحت استندت فصارت ام ولدہ فیفسخ البیع ویرد الثمن** اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اُسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا **ولکن اذا ادعاہ المشتری قبلہ ثبت نسبہ منہ لوجود ملکہ وامیتہا باقرارہ وقیل یحمل علی انہ نکحہا ثم استولدہا ثم اشتراہا** ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوی سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اُسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا مشتری کا دعوی اُسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کر لیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اُسکو خرید کر لیا **ولو ادعاہ معہ ای مع ادعاء البائع او بعدہ لا لان دعوتہ تحریر والبائع استیلاد فکان اقوی** کما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اُسکے دعوے کے دعوی کیا تو اُسکا دعوی مسموع نہین اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہی اور بائع کی دعوت استیلاد ہی تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہو چکا شروع باب مین **وکذا یثبت من البائع لو ادعاہ بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل** اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اُسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہو جانے اصل کے یعنی حریت مین اصل ولد ہی اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے ستفاد ہوتی ہی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے **ویاخذہ البائع بعد موت امہ ویسترد المشتری کل الثمن وقالا حصتہ** اور بائع ولد کو لیگا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے **واعتاقہما ای اعتاق المشتری الام او الولد کموتہما فی الحکم** اور دونون کا اعتاق یعنی مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو مانند دونون کی موت کے مانند ہی حکم مین ہم تو ولد والولد وام مبنی ای جسمین جمع بین المعطوف والمعطوف علیہ جائز ہے جب اعتاق موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اُسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہین حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہو اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہین رکھتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے پھر جب اصل مین صحیح نہوا تو تابع کے حق مین بالضرور صحیح نہوگا **کذا فی الطحاوی عن المنح والتدبیر کالاعتاق لانہ ایضا لا یحتمل الابطال ویرد حصتہ اتفاقا ملتقی وغیرہ وکذا حصتہا ایضا علی الصحیح من مذہب الامام کما فی القہستانی والبرہان** اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہین ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے کذا فی الملتقی وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امام رح کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے **ونقلہ فی الدرر والمنح عن الہدایۃ علی خلاف ما فی الکافی عن المبسوط** اور نقل کیا ہے اُسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی مین مبسوط سے نقل ہے

ھم دُرر مین ہدایہ سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری مان کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصۂ ثمن ولد مشتری کو پھیر دے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح
تمام ثمن پھیر دے چنانچہ مدت مین انتہی اور کافی مین مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیر دے نہ اسکی مان کا حصہ باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر طحطاوی
نے کہا اتقانی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنی مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصۂ ثمن ولد پھیرا جائیگا اور اسی طرح کرخی اور طحطاوی نے
اپنے مختصر مین اور اسی طرح شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابو اللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اُسنے اسکی تصحیح کی ہے
چنانچہ عزمی زادہ نے اُسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب وان ادعاہ بعد عتقہا و موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفا برد حصتہ وقیل لا یرد حصتہا و فی
الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کردینے اُسکی مان کے یا اُسکی موت کے بعد تو ولد
کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین رحمہم نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مان کا حصہ ثمن اعتاق مین
بالاتفاق پھیرا جائے انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیئے ہم جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت الامۃ
المذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولدہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور
اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اُسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت
ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنی لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے ہم ثبوت نسب مین مشتری
کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی تو بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی
اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنی مشتری نے لونڈی کا نکاح کردیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خریدنے کے
تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہرے گا اور نسب اُسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنے گی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی للحصاتی لو ولدت
فیما بین الاقل والاکثر ان صدقہ فحکمہ کالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنی سات مہینے
سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنی ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی ہوگی
اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اس طرح پر کہ اُسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوی کیا یا نہ کیا
یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم نہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور
اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی
بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول در صورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسی کے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک
برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والآخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت
نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے
زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے ہم اُس صورت مین نسب
دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے
پھر جب اول مین دعوی بائع کا بلا تصدیق متحقق ہوگیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن
پھیر دیا جائے گا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہم لان البیع یحتمل النقض
بائع نے اُس ولد کو بیچا جو اُسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے اُسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اُسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب

ثابت ہوگا بسبب ہونے علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اُسکی پھر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے لینے اور حق دعوت محتمل
نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رہنہ او آجرہ او کاتب الام او رہنہا او آجرہا
او زوجہا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ہذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب
کیا یا اُسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اُسکی ماں کو مکاتب کیا یا اُسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اُسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اُسکی فرزندی
کا دعوے کیا تو اُسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف
اعتاق چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوأمین المولودین
علوقا والد اعندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری بامر فوقہ وہو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ
حتی لو اشتراہا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فیقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف بیچا ایک توأم کو توأمین مولودین سے یعنے دو
توأمین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اُسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا
دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور اونچا ہے عتق سے وہ امر اصلی حریت ہے
یعنے اور عتق حریت عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوی سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا ہو
اُسکے وہ دو توأم جنی اور مشتری نے اُنمین سے ایک لڑکے کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اُسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو
ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اُسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر [illegible]
کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعواہ ابدا
پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار
بائع کا دعوے صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال عمرو لصبی معہ او مع غیرہ
ہو ابن زید الغائب ثم قال ہو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ
بعد تکذیبہ صح اور البتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر اپنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلا کہا اس صغیر کو جو اُسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے
وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اُسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اُسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ نسب بعد ثبوت کے
ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اُسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ف صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح
نہین اسواسطے کہ جب اُسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اُسنے اقرار ہی نہ کیا تھا ولذا لو قال لصبی ہذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ
بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعمہ منلا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب
محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو اُسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہو سکتی نفی کرنے سے
تو اب کچھ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے
بیان کیا ہے اُسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے ف ملا خسرو وصاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال ہذا الولد لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا
یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکی مقتضی ہے کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری
عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنی [illegible] کی

دارالاسلام دعزاہ للتحفۃ فلیحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہو اسپر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اُسکا حکم دارالاسلام کا حکم ہو اور نسبت کیا ہی اس قول
کو تحفہ کیطرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأۃ لصبی معہا ہو ابنی من غیرہا وقالت ہو ابنی من غیرہ فہو ابنہما ان ادعیا معا
والا ففیہ تفصیل ابن الکمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہو کہ وہ میرا بیٹا ہی اُس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ نے کہا
کہ وہ میرا بیٹا ہی اُسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونون کا بیٹا ہی اگر دونون نے ساتھی دعوی کیا اور اگر ساتھی دعوی نہین کیا تو اُسمین تفصیل ہی کذا ذکرہ ابن الکمال اور
تفصیل مذکور یہ ہی کہ اگر زوج نے اول دعوے کیا تو وہ اُسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اُسکی زوجہ بعد اُسکے دعوی کرے تو اُس سے نسب ثابت نہوگا اور اگر عورت نے
اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہی اور عورت سے تو اگر دونون مین نکاح ظاہر ہی تو عورت کا قول مقبول نہین اور وہ دونون کا بیٹا ہی اور اگر دونون کا نکاح
ظاہر نہین تو عورت کا قول معتبر ہی اور اُسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت مین ہی جبکہ لڑکا اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا
ہو اور وہان قرینت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہی مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اُسی سے اُسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وہذا لو غیر
معبر والا بان کان معبرا فہو لمن صدقہ اور یہ یعنے دونون کا ولد ہونا اُسوقت ہی جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا ہو یعنی بیان کرسکتا ہو تو
وہ لڑکا اُسکا ہی جسکو وہ سچا کہے لان قیام ایدیہما وفراشہما یفیدانہ منہما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونون کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی
مفید ہی کہ وہ لڑکا دونون کا ہی مع طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مصنف کے اس قول کی فہو ابنہما اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت
امۃ اشتراہا فاستحقت غرم الاب قیمۃ الولد یوم الخصومۃ لانہ یوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی
مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنی مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اُسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہی یعنے
مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وہو حر لانہ مغرور والمغرور من یطأ امرأۃ معتمدا علی ملک یمین او نکاح فتلد منہ ثم تستحق اور وہ لڑکا
آزاد ہی اس واسطے کہ مشتری مغرور ہی یعنے فریب خوردہ ہی مغرور وہ شخص ہی جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت
اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وکذا الحکم لو ملکہا بسبب اخر ای سبب کان عینی کما لو تزوجہا علی انہا حرۃ فولدت لہ ثم استحقت غرم قیمۃ
ولدہ بہا اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسیطرح کا حکم ہی اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سوائے خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ
عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہی سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنے والا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو
فان مات الولد قبل الخصومۃ فلا شئ علی ابیہ لعدم المنع کما مر وارثہ لہ لانہ حر الاصل فی حقہ فیرثہ سو اگر مغرور کا لڑکا مرگیا قبل خصومت کے تو
کوئی چیز اُسکے باپ پر لازم نہین ہوا اسواسطے عدم منع چنانچہ مذکور ہوچکا اور میراث ولد کی اُسکے والد کو ہی اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہی باپ کے حق مین تو وہ
اُسکا وارث ہوگا فان قتلہ ابوہ او غیرہ وقبض الاب من دیتہ قدر قیمتہ غرم الاب قیمتہ للمستحق کما لو کان حیا سو اگر ولد کو اُسکے باپ نے قتل کیا یا اُسکے
سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اُسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اُسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا صورت حیات
ولد ولو لم یقبض شیئا لاشئ علیہ وان قبض اقل لزمہ بقدرہ عینی اور اگر باپ نے قتل غیر مین کچھ خون بہا نہ لیا تو اسپر کچھ تاوان نہین اور اگر اسکا
خون بہا اُسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اُسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بہا ای بالقیمۃ فی الصورتین کما رجع بثمنہا
ولو ہالکۃ علی بائعہا اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت بھرلے دونون صورتون مین یعنے ایک ملک اور تزوج مین جیسے لونڈی کا
ثمن بائع سے بھرلے اگرچہ لونڈی مرگئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اُسنے مستحق کو اسکی قیمت اور اُسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع
سے اُسکا ثمن اور ولد کی قیمت بھرلے وکذا لو استولدہا المشتری الثانی لکن انما یرجع المشتری الاول علی البائع الاول بالثمن فقط کما فی الوہب

وغیرہا اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیر لے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا قیمت ولد کی
لذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرہا الذی اخذہ منہ المستحق لالزومہ باستیفاء منافعہا کما فی باب المرابحۃ والاستحقاق مع مسائل التناقض وغالبہا مر فی متفرقات
القضاء وبجیٔ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہرِ مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم ہونے مہرِ مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے
حاصل کرنے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحۃ والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات مین گذر گئے
اور کتاب الاقرار مین بھی اُسکا ذکر آویگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے ہم مجملہ مواضع
مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اُسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اُسکا نکاح اُس سے جائز ہے بشرطیکہ
اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر استرجاع میراث کا
دعوے کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ اُنکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفاء بینونت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ کہ
ایک کپڑا رومال مین لپیٹا کرایہ کو لیا پھر جب اُسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے باوجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول ارجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی
عن حواشی الاشباہ لاتسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم بمعنی دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے پیدا
ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وہب جمیع مالہ لاجنبی وسلمہ لہ
فانہا تسمع علیہ لکونہ زائدا غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اُسکے قبض مین کردے تو اُسپر دعوی مسموع ہوگا
ثلث مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثناء منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز للمدعی علیہ الانکار مع علمہ بالحق الا فی دعوی العیب لیبرہن فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا باوجود دریافت
ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہو اُسکے پھیر دینے پر یعنی مدعا علیہ اُس
مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوے وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر دو قول ہین
یعنے جواز انکار اور عدم جواز واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی لا تحلیف مع البرہان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم
نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوے عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ
سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوے کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ واللہ مین نے
دین نہین پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اُسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اُسکی میرے پاس گروی اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا
میرے امر سے اور نہ مین نے اُسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے کسی کو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق غیر نکلی گواہون سے
تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ واللہ مین نے اُسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے
نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اُسنے اسکا دعوے کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اُسکا
غلام ہے تو اُس شخص سے قسم لیجائے کہ وہ غلام ہنوز اُسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اُسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کھائے تو اُسکو دیا جائے
اور باوجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تا کہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اُسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی
الاقرار لا یجامع البینۃ الا فی اربع وکالۃ ووصایۃ واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الآبق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ
کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوے کا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوے مین مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع

ہوتا ہی گواہون سے ساتھ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر استحقاق عین مین مشتری سے اور غلام گریختہ کے دعوی مین م
یہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہی کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اس دین کے قبض کرنیکا وکیل ہی جو میرے اوپر ہی تو وکیل
گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اسکو دین دیگا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی
وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مرگیا اور اسکا اسپر آتا ہی پھر مدعا علیہ
نے اسکی تصدیق نکی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نہ کرے اسکے اقرار سے جب تک وصی گواہ نہ لاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دیگا تو بری الذمہ نہوگا اگر
میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوی کیا کہ میرا دین میت پر ہی سو وارث نے دین کا اقرار کیا
تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہی کہ اپنے حق کے واسطے گواہ لاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکے سے متعلق ہوجائے
اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے داین کے حق مین اور استحقاق عین کی یہ صورت ہی کہ مشتری نے جبکہ استحقاق
کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیر لیگا بائع سے اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ انکار مع العلم
جائز ہی تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر دعوی کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہی وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہی
اور اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب برہان جائز ہی اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے شخص کو ملک حاصل ہوگئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لاتحلیف علی حق مجہول الا فی ست اذا اتہم القاضی وصی یتیم ومتولی وقف وفی رہن مجہول ودعوی سرقۃ وغصب وخیانۃ مودع قسم لینا حق مجہول غیر معین پر
نہین مگر چھہ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ اور غصب اور خیانت مودع کے دعوی
مین م ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم
چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نہ کرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہی ویسی استحلاف کی مانع ہی لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین
کچھ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوی حق معلوم دونون سے قسم لے برعایت حال یتیم ووقف رہن مجہول کی یہ صورت ہی کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوی کیا
مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجائے بعض علمانے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علمانے کہا کہ ان مسائل مین
سماع دعوی مع الجہالۃ متفق علیہ ہی مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصاً

لا یحلف المدعی اذا حلف المدعی علیہ الا فی مسئلۃ فی دعوی البحر قال وہی غریبۃ یجب حفظہا اشباہ قلت وہی مالو قال المغصوب منہ کانت قیمۃ ثوبی مائۃ
وقال الغاصب لم ادر لکنہا لا تبلغ مائۃ صدق بیمینہ والزم بیانہ فلو لم یبین یحلف علی الزیادۃ ثم یحلف المغصوب منہ ایضا ان قیمتہ مائۃ ولو ظہر
خیر الغاصب بین اخذہ او قیمتہ فلیحفظ مدعی قسم نہ کھائے جبکہ مدعا علیہ قسم کھاچکے مگر ایک مسئلے مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوی مین
مذکور ہی قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہی اسکا یاد رکھنا واجب ہی کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہی کہ
اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھی اور غاصب نے کہا کہ مین اسکو نہین جانتا ولیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہونچی تھی تو غاصب
کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور اسپر بیان قیمت لازم کیا جائیگا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھائے یعنے یون کہے کہ واللہ
اسکی قیمت سو درم نہ تھی پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجائے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا
چاہے وہ کپڑا لے لیعنے بعوض دراہم مدفوعہ چاہے اسکی قیمت لے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اگر مدعی قسم کھائے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم تھی تو
غاصب سے سو درم لے لیگا اور غاصب خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے تو مغصوب منہ کا مدعا ثابت ہوگا جبتک مدعی مغصوب منہ قسم نکھالے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہی اقرار کے احکام مین ہم اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی قال اللہ تعالیٰ (ولیملل الذی علیہ الحق) فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ
شخص جسپر حق ثابت ہی تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی کہ اقرار حجت ہی اپنی ذات کے حق مین مناسبتہ
ان المدعی علیہ اما منکر او مقر وہو اقرب لغلبۃ الصدق مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوے سے یہ ہی کہ مدعا علیہ یا منکر دعوی مدعی ہی یا مقر اور
وہ یعنے اقرار حق قریب تر بحال مسلم ہی بواسطہ غلبۂ صدق یعنے مدعی کا صدق اپنے دعوی مین اور مقر کا صدق اپنے اقرار مین اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر
کاذب اقرار نہین کرتا جسمین اسپر یا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہی بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے
جو غیر شخص کے حق مین کرے ہو لغۃ الاثبات یقال قر الشی اذا ثبت وہ یعنے اقرار لغت مین بمعنی اثبات ہی عرب بولتے ہین قر الشی جبکہ شی ثابت اور مستقر ہو وشرعا
اخبار بحق علیہ للغیر من وجہ انشاء من وجہ قید بعلیہ لانہ لو کان لنفسہ یکون دعوے لا اقرارا اور اصطلاح شرع مین اقرار عبارت ہی غیر شخص کے
اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہی اقرار اخبار ہی ایک راہ سے اور انشا ہی دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ جو مفید ضرر مقر ہی
مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق مین واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہم اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہی
ثم فرع علی کل من الشبہین پھر مصنف نے تفریع کی دونون شبہون پر یعنے چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونون کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار مین اخبار کا
حکم دیا گیا اور بعضے جزئیات مین انشا کا حکم دیا گیا فالوجہ الاول وہو الاخبار صح اقرارہ بمال مملوک للغیر ومتی اقر بملک الغیر یلزمہ تسلیمہ ای المقر لہ
اذا ملکہ برہۃ من الزمان لنفاذہ علے نفسہ ولو کان انشاء لما صح لعدم وجود الملک تو باعتبار وجہ اول یعنے اخبار کے صحیح ہی اقرار مقر کا غیر شخص کے
مال مملوک کا اور جبکہ اسنے ملک غیر کا اقرار کیا تو اوسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اندک مدت بھی مالک ہو بسبب نافذ
ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشاء ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب نہ موجود ہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نتھا کہ اقرار صحیح ہوتا
ہم مثلا زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہی پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت مین تو اوسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے
نکلتا ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوی کیا غیر کے قبضے مین پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسیوجہ سے مقبول نہوئی پھر شاید اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم
الی المدعی کا حکم ہوگا وفی الاشباہ اقر بحریۃ عبد ثم شراہ عتق علیہ ولا یرجع بالثمن او بوقفیۃ دار ثم شراہا او ورثہا صارت وقفا مواخذۃ لہ بزعمہ اور اشباہ مین ہی
کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اوسپر آزاد ہو جاے گا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا
اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائیگا اسکے زعم پر مواخذہ کرکے ہم رجوع ثمن اسواسطے نہو گا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہی
نہ غیر پر ولا یصح اقرارہ بطلاق وعتاق مکرہا ولو کان انشاء لصح لعدم التخلف اور صحیح نہین اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور
اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے ہم طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہین کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہی اور اقرار
اخبار ہی احتمال رکھتا ہی صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہی اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا مین مدلول
لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہی وصح اقرار العبد الماذون لعین فی یدہ والمسلم بخمر وبنصف دارہ مشاعا والمراۃ بالزوجیۃ من غیر
شہود ولو کان انشاء لما صح اور صحیح ہی اقرار عبد ماذون کا اس عین مین جو اسکے پاس ہی اور مسلم کا اقرار صحیح ہی شراب مین اور اپنے گھر مین نصف مشاع کا
اقرار صحیح ہی اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ مین صحیح نہوتا ہم درصورت انشا ہونیکے عبد ماذون کا
اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد لائق تبرع کے نہین اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر

انشاء ہوتا اقرار تو لازم آتی تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہی نہ غیر کو مالک کر سکتا ہی اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب
اسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو یہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونیکی جہت سے صحیح ہوا ورنہ
بلا شہود صحیح ہوتا و لا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشئ معین بناء علی الاقرار لہ بذلک یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا
للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیہ اور مسموع نہین دعوے مقرلہ کا اسطرح کہ اسنے اسکے واسطے شی معین کا اقرار کیا بنا بر اس
اقرار کے اسی قول کا فتوی ہی اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہی یہان تک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقرلہ کو وہ چیز حلال نہین یعنے اسکو زبردستی لینا
باعتبار دیانت کے جائز نہین اسواسطے کہ اقرار ملک ہونے کا سبب نہین ہان اگر مقر اپنی خوشی مقرلہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداء ہبہ
ٹھہرے گا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہی کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وہذا اقر بہ فتسمع اجماعا
لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے مین یون کہے وہ شی میری ملک ہی اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہی میرے واسطے یا یون
کہے کہ میرا اسپر اتنا ہی اور اسیطرح اسنے اقرار بھی کیا ہی تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہین ٹھہرایا ثم لو انکر
الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی ملک و اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اس سے
قسم لیجائے گی یا نہین فتوی یہ ہی کہ اس سے اقرار پر قسم نہ لیجائے گی بلکہ مال مدعا بہ پر قسم لیجائے واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ و اقرار
کا دعوے تو دفع مین جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہی یعنے اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہی کہ اسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہین
یا عین مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہی تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہین وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقرلہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو
کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہین اور اگر اقرار اخبار
ہوتا تو صحیح ہوتا ام اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہین جہان اقرار رد ہو جاتا ہی رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہین
ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے کے مقرلہ اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہی اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہین ہوتے
رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہین پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہین تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کا اقرار باطل نہین ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہی کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہین ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہی تو نکاح ثابت ہوگا
اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہین ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر
اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار آخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقرلہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہی
جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور بعد ثم لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البدائع والاشبہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ
الشرنبلالی پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اس سے قسم نہ لیجائیگی اور مقرلہ کے گواہ اسپر مقبول ہونگے قاضی بدیع استاد صاحب قنیہ نے کہا
اور اشبہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہی اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہی اور شرنبلالی نے اس قول کو ثابت رکھا ہی والملک
الثابت بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقرلہ ولو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہی ظاہر نہین
ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق مین تو زوائد مذکورہ کا مقرلہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا مثلا زید نے کہا کہ یہ باغ
خالد کا ہی اور پھل اس باغ کے تیار تھے سو اسنے توڑے اور اپنے تصرف مین لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت مین
اقرار انشا ہی گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقروا بتجارۃ کا قرار

نقل البدائع

مجبور یجد وقود ودالاقیمۃ عتقہ ونائم ومغمی علیہ کالمجنون وصبی السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل
بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق بسوداگری ہو تو صحیح ہے جیسے عبد مجور
غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص مین صحیح ہے اور اگر عبد مجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنے اسکا مواخذہ بعد اسکے آزادی
کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہے جسکا اقرار صحیح نہین اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب
مذکور ہو چکا کہ طلاق اور عتاق مین بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہین ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال مین صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ضرورت
تجارت سے ہے اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُنسے معاملہ نہ کرے تو جو امر متعلق تجارت ہے وہ اذن مین داخل ہے چنانچہ دیون اور عواری
اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہین چنانچہ مہر اور جنایت اور ضمانت اُسمین انکا اقرار صحیح نہین کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ
المقر بہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہے کہ جہالت مقر بہ کی مضرت نہین کرتی مگر جبکہ مقر ایسا
سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہے چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہے کہ گاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہے اسطرح کہ
اُسنے کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اُسکو معلوم نہین ہان بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہے مثلاً اقرار کیا کہ اُسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ
رکھی یا کوئی چیز خرید کی تو اقرار صحیح نہین اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کا واما جہالۃ المقر فتضر لقولہ علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضے علیہ الا اذا جمع بین نفسہ
ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہے چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ ہم لوگون مین سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہین بسبب نہ معلوم
ہونے اُس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جاے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے
یون اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہین مجپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہے اسواسطے کہ ہر صورت مین مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر لہ ان فحشت
کلواحد من الناس علی کذا او ۔ اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہے اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یون اقرار کرنا کہ لوگون مین سے ایک شخص کا مجھپر اتنا
مال ہے والا لا کاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان لجہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر لکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو
تو ضرر نہین کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان شخصون مین سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہے تو صحیح ہے اور مقر پر جبر نہ کیا جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول
ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر مین نقل کیا ہے لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہے ہم مثال مذکور مین اسواسطے اقرار
صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہین دو شخصون سے اور ایسی صورت مین امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہے
صاحب درر کی نقل مین خلل یہ واقع ہوا کہ اُسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہے اور عزمی زادہ کا حاصل بیان یہ ہے کہ مقر پر جبر اُس صورت مین ہے جبکہ مقر بہ مجہول ہو
نہ کہ مقر لہ کی جہالت مین اسواسطے کہ جبر ہوتا ہے صاحب حق کے واسطے اور وہ یہان مجہول ہے کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشیء وحق بذی قیمۃ
کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اُس مقر بہ کا بیان کہ جسکو اُسنے مجہول بیان کیا مانند شی اور حق کے
بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ ایک دانہ گیہون کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد
اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہے اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجپر کچھ چیز ہے یا حق تو اُسپر
بیان لازم ہے قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی مین ہے کہ اگر مقر نے یون بیان کیا کہ مین نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی
اسواسطے کہ اسکو عرف مین حق نہین بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہے والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور
مقر کا قول مقبول ہے اُسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادت کا اگر مقر لہ اُسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعوے کرے اور

اسکے گواہ ہون **ولا یصدق فی اقل من درہم فی علی مال** اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہی یعنے اسواسطے کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے **ومن النصاب** ای نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیار وقیل ان الفقیر فنصاب السرقۃ وصح **فی مال عظیم لو بینہ من الذہب او الفضۃ** اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہی سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنے نصاب زکوٰۃ سے کمتر کے بیان مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہی تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی ہم نصاب زکوٰۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہی شرعًا لہذا صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی اسکو غنی کہتے ہین **ومن خمس وعشرین من الابل** لانہا ادنی نصاب یوخذ من جنسہ اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اسکی تصدیق نہوگی اگر یون بولا کہ مجھپر مال عظیم ہی اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہی جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہی حاصل جواب یہ ہی کہ پچیس سے کمتر مین زکوٰۃ ہم نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا ہی تو باعتبار اخذ مجانسۃ پچیس ہی ادنا سے نصاب ٹھہری **ومن قدر النصاب قیمۃ فی غیر مال الزکوٰۃ** اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین تصدیق نہوگی غیر مال زکوٰۃ مین ہم یعنی جس مال مین زکوٰۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اس طرح کہ مجھپر مال عظیم ہی ثیاب اور کتب سے تو یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنے اگر اسنے اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دوسو درم چاندی یا سات مثقال سونا نہین تو اسکی تصدیق نہوگی **ومن ثلثۃ نصب فی اموال عظام** ولو فسرہ بغیر مال زکوٰۃ اعتبر قیمتہا کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنے مجھپر بڑے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنے ثیاب وغیرہا سے کرے گا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا ہم اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین اول جمع ہین **وفی دراہم ثلثۃ** اور دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنے اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ **وفی دراہم** او دنانیر او ثیاب **کثیرۃ عشرۃ** لانہا نہایۃ اسم الجمع اور اس اقرار مین کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین دس درم یا دس دینار یا دس کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہاے اسم جمع ہی تو وہ ہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ کے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہی نہ جمع کثرت کی تو اگر شارح یون کہتا لانہا اقل مدلول جمع الکثرۃ تو بہتر ہوتا اور یہ مبنی ہی احد القولین پر کذا فی الطحطاوی **وکذا درہما درہم** علی المعتمد اور اس اقرار مین کہ علی کذا درہما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضہ لزمہ مائۃ درہم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے مکسور کہا اس طرح کہ علی کذا درہم تو سو درم لازم ہونگے **وفی درہم او درہم عظیم درہم** والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجۃ زیلعی اور اس اقرار مین کہ علی دریہم بلفظ تصغیر یا یون کہا کہ علی درہم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہی جو اس شہر مین رائج اور معتاد ہو مگر حجت سے البتہ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی ہم یعنے تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہی نہ کم نہ زیادہ **وکذا کذا درہما احد عشر** اور اس اقرار مین کہ علی کذا کذا درہما گیارہ درم لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے مذکور کیے اور اس طرح کا اقل عدد مفسر احد عشر ہی اور اکثر تسعۃ عشر اور اقل بلا بیان لازم ہی اور زیادتی اسکے بیان پر موقوف ہی کذا فی المنح **وکذا وکذا احد وعشرون** لان نظیرہ بالواو احد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا وکذا درہما مقر پر اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر سے واو کے ساتھ احد وعشرون ہی ہم اگر شارح یون کہتا لانہ اقل نظیرہ تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی **ولو ثلث بلا واو فاحد عشر** اذ لانظیر لہ فحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اس طرح کہ علی کذا کذا کذا تو احد عشر یعنے گیارہ لازم ہین اس عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا **ومعہا فمائۃ واحد وعشرون** اور اگر

کہ اور کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علے کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس اسواسطے کہ قلیل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ
واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر واں یربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علے کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ
کیا جاوے اس طرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ سو اکیس لازم ہونگے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید
عشرۃ الاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اس طرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ الاف زیادہ ہونگے اسطرح کہ عشرۃ الاف والف
ومائۃ واحد وعشرون یعنے گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ مائۃ الف
وعشرۃ الاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنے ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہونگے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد
سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اس طرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ الاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وہلم جرا
نظیرہ ابدا اور اسیطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علی اولہ قبلی فہو اقرار بدین لان علے للایجاب وقبلی للضمان
غالبا اور اگر بولا کہ زید کے لیے اسکا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنے اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہی اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہی اور لفظ قبلی
ضمان کے واسطے غالبا مستعمل ہی مرقول ول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہی اور محل ایجاب ذمہ ہی اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہی
نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب و امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہی لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہی اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہی
کذا فی الاتقانی وصدق ان وصل بہ ہو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ہو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازا
ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہی اسواسطے کہ علی اور قبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہی اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہی اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہی اور قبلی کا
استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہی وان فصل لا یصدق لتقرر بالسکوت اور اگر ہو ودیعۃ کو لہ علے یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہوگی
بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت بین الکلامین سے عندی ومعی او فی بیتی او فی کیسی او فی صندوقی اقرار بامانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی
یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہی کہ وہ چیز امانت ہی عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہی یا میرے ساتھ یا میری کوٹھری مین
یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہی جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراہمی کذا فہو ہبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہی یا جسکا مین مالک
اسکا ہی اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہی نہ اقرار ولو عبر بفی مالی او فی دراہمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر یون تعبیر کی کہ
میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہی تو یہ شرکت کا اقرار ہی فلا بد لصحۃ الہبۃ من التسلیم بخلاف الاقرار تو ضرور ہی ہبہ صحیح ہونیکے واسطے
تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین ہی جبکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا سب
مال اسکو دیدیا تو ہبہ صحیح ہوگا والاخیر صحیح والاصل انہ متی اضاف المقربہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ بیان یہ ہی کہ جب مقر نے مقربہ کو اپنی ملک
کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا اسکے منافی ہی کہ اسکو حمل کیجئے اقرار پر کہ وہ اخبار ہی نہ
انشا پھر جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہی اگر اسکو اپنی ذات کی طرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال
لفلان یعنے یہ مال فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار ہی نہ ہبہ ولا یرد مالی فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر اعتراض وارد نہوگا مالی فی بیتی کا
اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہی نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہی کہ مالی فی بیتی مین اضافت بیت کی متکلم کیطرف موجود ہی اور باوجود اسکے یہ اقرار ہی
نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ ملک متکلم کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہی چنانچہ لکھنؤ کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنؤ میرا شہر ہی تو یہ سکونت
شہر کی اضافت ہی نہ ملک کی ہذہ الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ہبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون مما یحتمل القسمۃ فیشترط

قبضہ میوز انتہی للاہ ما فیہ تقدیہ بقیل قول المصنف اقر الاخر بعین ہو لم یضفہ لکن من المعلوم لکثیر من الناس انہ ملکہ فہل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی
فیہ شرائط التملیک فی احبہ اور یہ اعتراض وارد ہوگا قاعدۂ مذکورہ پر اس قول کا کہ یہ زمین کی ایسی حدین ہین وہ میرے فلانے طفل کی ہی
اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہی اگرچہ طفل نے اوسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہی تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہی مگر یہ کہ موہوبا
اس قسم سے ہو جسمین قسمت کا احتمال ہو یعنے اور باپ صغیر کو اوسمین سے بعض ہبہ کرے نہ سب تو اوسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی
الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد ہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کی طرف تقدیری ہی مصنف کے اس قول کی دلیل
سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شی معین کا اقرار کیا اوس شی کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگون کو معلوم ہی کہ وہ شی مقر کی ملک ہی
تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب فقہ یہ ہی کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اوسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکی طرف مراجعت کرو قاعدۂ
مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت نکرے تو وہ اقرار ہوا نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم اضافت ارض اقرار ہوا اور
حالانکہ وہ ہبہ ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ اگرچہ اس مسئلہ مین اضافت صریح نہین ہی لیکن اوسمین اضافت تقدیری ہی گویا اوسنے یون کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی
حدین ہین وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہی اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہی کہ ملک اوس زمین کی لوگون کو معلوم ہی الحاصل اضافت الی النفس جو مقتضی
تملیک ہی خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگون مین مشہور ہو نا کہ وہ متکلم کی مملوک ہی کذا فی الطحطاوی ملخصًا **قال لی علیک الف**
فقال اتزنہا او انتقدہا او ابت حلنی بہا او قضیتکہا او ابرأتنی منہا او تصدقت بہا علی او وہبتہا لی او احلتک بہا علی زید
ونحو ذلک **فہو اقرار لہ بہا** لرجوع الضمیر الیہا فی کل ذلک عزمی زادہ فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجپر ہزار ہین سو مخاطب نے کہا
کہ انکو وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا اونکی مجکو مہلت دے یا مین تجکو وہ دیچکا ہون یا تونے مجکو وہ معاف کردیے ہین یا تونے مجکو وہ خیرات مین دیے ہین
یا انکو تونے مجکو ہبہ کردیا ہی یا مین نے تجکو وہ زید سے دلائے ہین اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہی مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے
ہزار کی طرف ان سب مثالون مین کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہر اکلام اول کا یعنے اثبات اوسکا نہ انکار او ابتدا کلام جداگانہ وہذا اذا لم یکن علی سبیل الاستہزاء
فان کان وشہد الشہود بذلک لم یلزمہ شئ اور یہ یعنے اقرار اوسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو سو اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور
گواہ خوش طبعی کے گواہی دین تو اوسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستہزاء لم یصدق اور اگر مخاطب مذکور خوش طبعی کا دعوی کرے بلا شہود
تو اوسکی تصدیق نہوئی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا تحاسب وما استقرضت من احد سواک وغیرک وقبلک وبعدک لا یکون اقرار العدم انصرافہ
الی المذکور فکان کلاما مبتدا اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور اسیطرح حساب تو کریا مین نے کسی سے قرض لیا
سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نہ لیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کی طرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا
نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لہا یجعل ابتداء لئلا یلزمہ المال بالشک اختیار اور
قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہی جواب ہونے کی نہ ابتدائے کلام ہونے کی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہی اور جو
لیاقت رکھتا ہی ابتدائے کلام ہونے کی نہ کلام سابق پر بنا یعنے جواب ہونے کی یا ابتدا اور بنا دونون کی صلاحیت رکھتا ہی چنانچہ یہ قول کہ
وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنے کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہی تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وہذا اذا کان الجواب مستقلا
فلو غیر مستقل کقولہ نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنے تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اوسوقت ہی جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنے
اپنے مطلب مین پورا ہو بلا حاجت الانضمام غیرہ تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہان تو اقرار ہوگا مطلقًا یعنے ضمیر مذکور ہو یا نہو

ام ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی ہذا او افتح لی باب داری
ہذہ او جصص لی داری ہذہ او اسرج فرسی ہذہ او اعطنی سرجہا او لجامہا فقال نعم کان اقرارا منہ بالعبد والدار والدابۃ کذا فی التو اگر کہا کہ مجھکو میرے اس
غلام کا کپڑا دے یا میرے لیئے اس گھر کا دروازہ کھول دے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کر دے یا زین باندھ دے میرے اس گھوڑے پر
یا مجھکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہاں تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہو گا غلام اور گھر اور جانور کا مقرلہ کے واسطے
کذا فی الکافی یعنے غلام کا اقرار ہو گا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ قال الیس لی علیک الف فقال بلی فہو اقرار لہ بہا وان قال
نعم لا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھپر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلے یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہو گا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب میں بجائے
بلے نعم یعنے ہاں بولا تو اقرار ہو گا وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیۃ کذا فی الجوہرۃ اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہاں کہنے سے بھی اقرار ہو گا اسواسطے
کہ ثبوت اقرار عرف پر محمول ہے یعنی عرف میں بلے اور نعم دونوں برابر ہیں نہ عربی کی باریکیوں پر کذا فی الجوہرۃ والفرق ان بلے جواب الاستفہام المنفی بالاثبات و
نعم جواب بالنفی اور فرق بلے اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلے استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اسکے نفی کر دینے سے
والایماء بالراس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارۃ وہبۃ اور سر سے اشارہ کرنا بولنے آدمی کا اقرار نہیں
مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں
سر سے قائم مقام اسکے بولنے کے بقول معتمد ہے سوائے عدد کے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارۃ
محرم لصید والشیخ براسہ فی روایۃ الحدیث والطلاق فی انت طالق ہکذا واشار بثلث اشارۃ الاشباہ وزاد الیمین لحلفہ لا یستخدم فلانا او لا یظہر سرہ او لا یدل
علیہ واشار حنث عمادیۃ فتحرر بطلان اشارۃ الناطق الا فی تسع فلیحفظ بخلاف اشارہ ناطق کے فتوے دینے میں اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر
کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور استاد علم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ
اس قول میں کہ تو طلاق ہے اس طرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ اسکا یون قسم کھانا کہ فلانے
شخص سے خدمت لیگا یا اسکو بھید ظاہر نکریگا یا اسپر دلالت نکریگا اور پھر اسپر اشارہ کیا تو حانث ہو گا کذا فی العمادیہ تو متحقق ہوا اشارہ ناطق کا
باطل ہونا مگر نو صورتوں میں باطل نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے وان اقر بدین مؤجل وادعی المقرلہ حلولہ لزمہ الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا
بیمینہ کاقرارہ بعبد فی یدہ انہ رجل وانہ استاجرہ منہ فلا یصدق فی تاجیل واجارۃ لانہ دعوی بلا حجۃ اور اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقرلہ نے
دعوی کیا بلا مدت دین کا تو اسپر دین بلا مدت لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہو گا مقر کے قسم کھانیکے ساتھ چنانچہ اسکا اقرار اس
غلام کا جو اسکے پاس ہے کہ وہ غلام ہے ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارے کے اس سے لیا ہے تو مقر کی تصدیق نہو گی تاجیل دین اور اجارہ
غلام میں اسواسطے کہ وہ دعوے ہے بدون حجت کے م اسواسطے کہ مقرنے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوے کیا
مقرلہ پر تو اسکا اقرار حجت ہے اور اسکا دعوے بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی وحینئذ یستحلف المقرلہ فیہما اور اسوقت میں قسم لیجائیگی مقرلہ
سے دونوں میں یعنے تاجیل اور اجارے میں یعنے درصورت عدم گواہ مقر بخلاف مالو اقر بالدراہم السود فکذبہ فی صفتہا حیث یلزمہ ما اقر بہ
فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوتہ بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درموں کا
سو مقرلہ نے اسکی تکذیب کی درموں کی صفت میں یعنے انکے سیاہ ہونے میں اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جنکا اسنے اقرار کیا اسواسطے
کہ سیاہ قسم ہے درموں کی اور مدت دین میں عارض ہے بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہے اور منکر کا

عوارض مین مقبول ہو یعنے مدت عارض ہو کہ بنفس عقد ثابت نہین ہوتی ہو بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہو اور عارض مذکر کا قول مقبول ہو کذا فی الحموی
کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول لہ فی الاجل لثبوتہ فی کفالۃ الموجل بلا شرط جیسے ضامن کا اقرار دین موجل ہو اسواسطے کہ مدت مین ضامن
ہی کا قول مقبول ہو بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل مین بدون شرط کرنے کے مع اسیواسطے کہ ضمان مین مدت نوع ہو و عارض کہ شرط پر
ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی و شراء امۃ متنقبۃ اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب اور نقاب پوش لونڈی کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے
جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہو و کذا الاستیام والاستیداع و قبول الودیعۃ الاعارۃ والاستیہاب
والاستیجار ولو من وکیل فعل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواہ لنفسہ و لغیرہ بوکالۃ او وصایۃ للتناقض اسیطرح طلبگاری خرید و مول
چکانا اور طلبگاری و دیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور باعارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو
تو جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار مین ہوا پس طلبگار مذکور کو اُسکا دعوے کرنا اپنی ذات کے واسطے اور کسی غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت
کے جائز ہوگا بسبب تناقض کے یعنے پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اُسپر دعوی کرنا صریح تناقض ہو
بخلاف ابرائہ عن جمیع الدعوے ثم الدعوے بہا لعدم التناقض ذکرہ فی الدرقبیل الاقرار و صححہ فی الجامع خلافا لتصحیح الوہبانیۃ بخلاف اُسکے ابرا کرنے کے جمیع
دعاوی سے پھر دعوے کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا کا اپنے مال کے جمیع دعاوی
سے اسکا مقتضی نہین کہ غیر کی طرف سے بھی اُسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہو اسکو در مین کتاب الاقرار سے پہلے اور کہا ہو اسکو جامع صغیر مین برخلاف
تصحیح وہبانیہ کے جامع صغیر مین اُسکی تصحیح کی ہو کہ استیام اور استیجار اور استعارہ اور ماسند اسکے اقرار ملک مساومنہ و مستاجر منہ اور مستعار منہ ہو اور
وہبانیہ مین ہو کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہین اسواسطے کہ مبیع مثلاً شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو
بائع کی ملک ثابت نہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہو کذا فی الطحطاوی و وفق شارحہا الشرنبلالی بان ما نہ یعنے ہذا کان اقرارا وان قال ابتع
ہذا او یہ یدہ مسئلۃ کتابۃ و ختمت علے صک البیع فانہ لیس باقرار لعدم ملکہ اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات مین اسطرح توفیق
کی ہو کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنے اسواسطے کہ وہ جازم ہو اُسکی ملک کا اور طالب بیع ہو اور اگر یون بولا کہ کیا تو اسکو بیچتا ہو
تو اقرار نہوگا یعنے اس احتمال سے کہ اسکو استظہار حال منظور ہو کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہو یا نہین اور یہ قول شرنبلالی ہو اسکی کتابت
اور بیعنامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہین ہم تو کاتب و خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے
واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہو تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہو بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی ولہ علی مائۃ و درہم کلہا دراہم
و کذا الکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اُسکے میرے اوپر سو اور ایک درم ہو وہ تمام درم ہین یعنے سو درم اور ایک درم اور اسیطرح کیل اور
موزون از روے استحسان کے مع قیاس یہ ہو کہ مقر کو فقط معطوف یعنے ایک درم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اُس سے کروائی جاوے کہ سو درم مراد ہے
یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعی رح نے لیا ہو وجہ استحسان یہ ہو کہ درم بیان ہو مائۃ کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درم کو
دو بار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہو جو بکثرت مستعمل ہو مانند کیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور
قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر کیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی و فی مائۃ و ثوب و مائۃ و ثوبان
یفسر المائۃ لانہا مبہمۃ اور اس قول مین کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہو اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائیگا مقر سے کہ کیا اسکی مراد ہو اسواسطے
کہ وہ مبہم ہو غیر مفسر و فی مائۃ و ثلثۃ اثواب کلہا ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف العطف فانصرف التفسیر الیہا لاستوائہما فی الحاجۃ الیہ

اور اس قول مین کہ مجھپر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہون گے یعنے سو کپڑے اور تین کپڑے برخلاف امام شافعی کے کہ اُنکے نزدیک
تین کپڑے لازم ہونگے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائیگی ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف
مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونو کی طرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کی طرف محتاج ہے نیز مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین فی الاقرار
بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط یعنی اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم کریگا نہ اصطبل لازم یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل [illegible]
سو فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن
نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد ان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم [illegible] اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز
ظرف ہونیکی لیاقت رکھتی ہو اگر اُس کا اُٹھا لیجانا ممکن ہو تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجائینگے اور اگر نقل اسکا متصور نہین جیسے
اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو جیسے جانور بخلاف محمد کہ اُنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونیکی
صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون اسنے کہا کہ مجھپر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا
نہ درم ثانی اسواسطے کہ اسمین ظرف ہونیکی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور اناج کشتی مین اور گیہون گون مین
ہکذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب وظاہرہ فقیر مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اگر کہا مجھپر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہون گے اسکو لیئے اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر بولا کپڑا درم مین مجھپر ہے تو فقط کپڑا
لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی
کیا حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ یعنی اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ
اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پرتلا اور [illegible] لازم ہے وبحجلۃ بحاء فجیم بیت مزین بستور
وسرر العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہونگے حجلہ بحائے مہملہ پھر جیم عبارت ہے اُس کوٹھری سے جو آراستہ ہے
پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا موجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو
لکڑی اور کپڑون سے بنایا جاوے اور [illegible] سب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو موجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپر کھٹ ہے اور اب اسکا اطلاق
[illegible] سے اسکو مسہری بھی بولتے ہین وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف
لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھپر کھجور ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اُسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا
اُس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقولی مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے ہین ومن قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوہا اور کھجور کے
اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری یا مانند اُسکے کوئی ظرف لازم نہوگا اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا
کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لما مر اذ العشرۃ لا تکون ظرفا لواحد عادۃ [illegible] کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین
اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اُس کو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے بطور عادت
وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی مع او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اور یون اقرار کیا کہ مجھپر خمسۃ فی خمسۃ اور
فی کو بمعنی مع قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہونگے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکی اور زفر نے مقر پر پچیس لازم
کیے ہم چونکہ [illegible] مقتضی الفضل اور تمیز مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہوچکا کہ ضرب اجزا کو زیادہ

کرتی ہو شمال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ سے شمار پانچ پانچ جزء ہیں اور اوراجب ہے
کہ جب لہ علی عشرۃ فی عشرۃ کہا کہ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم ہونگے گردش ور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہونگے
اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نہ کی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نہ کی تو اسکو دس لازم ہونگے اجزا کی نیت پر محمول کرکے انتہی
اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہے فقہا کا کذا فی الطحطاوی و عشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہونگے اگر فی بمعنی مع مراد رکھے گا
چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں و من درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف
الثانیۃ و ما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھپر ہیں ایک درم سے دس درم تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہونگے بسبب داخل ہونے
پہلی حد یعنی ایک درم کے ابتدا میں ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد
یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کہ وہاں دونوں حدیں داخل محدود نہیں ہیں امام کے نزدیک محدود میں حدود داخل نہیں ہوتیں اسواسطے کہ حد غائر محدود کی
لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد اس ضرورت سے محدود
میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال ہو فی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سواسی
سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہونگے
سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہے اور کر بضم کاف بڑا پیمانہ ہے جسمیں چند قفیز سماتے ہیں اور قفیز کر سے چھوٹا پیمانہ ہے طحطاوی نے قدوری سے
نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوتی شے سے اور نہ نصف اسکی لہذا
قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراہم الی عشرۃ دنانیر لزمہ الدراہم و تسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر بولا کہ اسکے مجھپر
دس درم ہیں دس دینار تک تو اسکو دراہم اور نو دنانیر لازم ہونگے ابو حنیفہ رح کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایۃ یعنے اسواسطے کہ غایت
ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من داری ما بین ہذا الحائط الی ہذا الحائط لہ ما بینہما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے ما بین اس
دیوار کے ہے اس دیوار تک تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنے من درہم الی عشرۃ میں پہلی حد
بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہونگی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا و صح

الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اور صحیح ہے اقرار اس
حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہے اقرار کے وقت اس طرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کمتر مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کم میں
اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسبت کے عدت تک حمل یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے جیسے
کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ موجود ہے کہ کسی شخص نے
مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مر گیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر و الطحطاوی ولو الحمل غیر آدمی یقدر بادنی مدۃ یتصور
ذلک عند اہل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوہرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشہر و اقلہا البقیۃ الدواب ستۃ اشہر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے
حمل کا اندازہ ہوگا اس کمتر مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بھیڑ بکری کی اقل
مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں و صح لہ ان بین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات
ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فتجوز والا فلا کما یاتی اور حمل محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے یعنے یوں کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے

حمل اس عورت کے پیٹ مین ہو صحیح ہی بشرطیکہ مقر اُسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اُسکے واسطے ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت
جیسے مقر کا یون کہنا کہ اسمین کا باپ مرگیا سو وہ اُسکا وارث ہوا یا اس مال کی اُسکے واسطے فلانے شخص نے وصیت کی ہی تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب
صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہین چنانچہ عنقریب اُسکا ذکر آویگا فان ولدتہ حیا لاقل من نصف حول عند اقر فلہ ما اقر وان ولدت جنین
فلہما نصفین ولو واحدہما ذکر والاخر انثی فلذلک فی الوصیۃ بخلاف المیراث ای فانہ یعطے للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اُسکو زندہ نصف سال
سے کمتر مین جس وقت سے کہ اقرار کیا تو وہ مال اُسکا ہی جسکا اُسنے اقرار کیا اگر وہ زندہ لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف
مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسیطرح نصف نصف مال دونون کو ملے گا بخلاف میراث کے یعنے نر کو مادہ کے دو حصے
ملین گے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنے گی تو اُسکو کچھ نہ ملے گا مگر در صورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کمتر مین کذا فی البحر
وان ولدت میتا فیرد لورثۃ ذلک الموصی والمورث لعدم اہلیۃ الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اس موصی اور مورث کے وارثون کو
پھیر دیا جاوے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنے مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکھتا وان فسرہ بما لا یتصور کہبۃ او بیع او اقراض او ابہم
الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل مجرد المبہم علی السبب الصالح وہذہ قالت الثلثۃ اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن اور متصور نہین جیسا کہ
ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اُسکا سبب بیان نہ کیا تو اقرار لغو ہوگا اور مجرد رہنے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہی اور یہی
قول ہی ائمہ ثلثہ کا مع چونکہ ہبہ اور بیع یا قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اس سے متصور نہین نہ حقیقۃً اور یہ تو صریح ہی اور
نہ حکماً اس طرح کہ اُسکی طرف سے کوئی اُسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اُسپر کسی کی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کے اقرار
کی یہ صورت ہی کہ میرے اوپر فلانی عورت کے حمل کی فلانی چیز ہی کذا فی الدرر ولنا الاقرار للرضیع فانہ صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منہ حقیقۃ
کالاقراض او ثمن مبیع لان ہذا المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملۃ اشباہ اور شیر خوار لڑکے کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہی اگرچہ مقر شیرخوار کیجانب
سے سبب غیر صالح فی الحقیقت بیان کرے جیسا کہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہی کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار
تجارت کرنے اپنے ولی کے بخلاف جنین کے اقر بشرط الخیار ثلثۃ ایام لزمہ بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلہ صدقہ المقر لہ فی الخیار
لم یعتبر تصدیقہ اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار کے تو اسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہی تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ
اُسکی تصدیق کرے خیار مین تو بھی اُسکی تصدیق معتبر نہوگی ع قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط
خیار سے عقود و فسخ ہی اور جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ لازمہ ہی احتمال فسخ کا نہین لہذا اسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہی کذا فی الطحطاوی الا
اذا اقر بعقد بیع وقع بالخیار لہ فیصح باعتبار العقد اذا صدقہ او برہن فلذا قال الا ان یکذبہ المقر لہ فلا یصح لانہ منکر والقول لہ اقرار قابل خیار نہین مگر جبکہ مقر نے
اُس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اقرار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہی باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے یا مقر اُسپر
گواہ لادے سو اسواسطے مصنف نے کہا مگر یہ کہ مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہی اور قول تو منکر کا مقبول ہی یعنی در صورت
عدم برہان ع عقد بیع کا اقرار یعنے اُس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اُسپر لازم آیا یعنے یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین
کا قرارہ بدین بسبب کفالۃ علی انہ بالخیار فی المدۃ ولو المدۃ طویلۃ او قصیرۃ فانہ یصح اذا صدقہ لان الکفالۃ عقد ایضا بخلاف ما مر لانہ افعال لا تقبل
الخیار زیلعی جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے باین شرط کہ اسکو اختیار ہی مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہی جبکہ مقر لہ اُسکی
تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہی بخلاف اُسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنے قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین

اہین مستثنٰی اور مستثنٰی منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور تاکید کے واسطے ہی بواسطہ التعیین مقر لہم جوہرہ
مین ہی کہ اگر منادی مفرد نہو غیر ہو تو مضر ہی کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یون کہنا کہ تیرے
میرے اوپر ہزار درم ہین اے فلانے مگر دس درم بخلاف ذلک الف فاشہدوا الا کذا و نحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون بعد اتمام
الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کے کہ تیرے میرے اوپر ہزار درم ہین سو گواہ رہو مگر اتنے اور مانند اسکے اُس قسم سے جو فاصل شمار ہو
اسواسطے کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو حیلولت اشہاد سے استثنا صحیح نہوگا فمن استثنٰی بعض ما اقر بہ صح استثناءہ ولو الاکثر عند
الاکثر تو جو شخص کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کر چکا ہی اُسمین سے بعض کو نکال ڈالے تو اُسکا استثنا کرنا صحیح ہی اگرچہ مستثنٰی اکثر ہو مستثنٰی منہ
سے اکثر علماے نحو کے نزدیک ہم فرا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالی کا یہ قول ہی (قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ
قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب اور مقر کو باقی بعد الاستثنا لازم
ہوگا اگرچہ مقر بہ اُس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اُسکا سوم حصہ یا دو ثلث اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب
قوی و الا استثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو استثناء فاسد ہو الصحیح جوہرہ
اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اُس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع
نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ ہم جوہرہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک استثنا کل رجوع ہی اور بعضون کے نزدیک رجوع
نہین استثناء فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل ہوتی
اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہ یعنی استثناء
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ سرے کی لفظ سے ہو بعینہ یا اُسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم استثنا بلفظ صدر کی مثال (نسائی طوالق الا
النسائی) اور لفظ مساوی کی مثال (نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی) وان بغیرہما کعبیدی احرار الا ہؤلاء او الا سالما وغانما
وراشدا و مثلہ نسائی طوالق الا ہؤلاء او الا زینب وعمرۃ وہندا وہم الکل صح الاستثناء اور اگر استثناء مستغرق لفظ صدر یا مساوی کے مغائر
ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوائے ان غلامون کے یا سوائے سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اُسکے یہ مثال ہی کہ میری عورتین مطلقہ ہین
سوائے ان عورتون کے یا سوائے زینب اور عمرہ اور ہندہ کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا مسمیون اُسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہی
وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقہا ستا الا اربعا صح و وقع ثنتان اور اسی طرح
یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سوائے ہزار کے اور حالانکہ اُسکا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے
کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض مستثنٰی منہ ہی نہ حقیقت بقا یہان تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر چار طلقات تو طلاق صحیح
ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی ہم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال اُسکو مضر نہین خلاصہ یہ ہی کہ
(عبیدی احرار الا سالما وغانما) مین تکلم بالباقی بعد الاستثناء ممکن ہی باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی لیکن سالم
اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے نہوئی تو لفظا ایہام بقا بلا شک ٹھہرا
وکما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت احسادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنٰی
القیمۃ استحسانا لثبوتہا فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور اُس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ

فلوس اور اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت مین قیمت مستثنےٰ ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود متقارب
کے ذمے پر چاندی اور سونے کی طرح تو اشیاے مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئین اس راہ سے کہ کیلی اور وزنی اور معدود کو اور دراہم اور دنانیر مقدرات
ہین تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت مین اجناس مختلف ہین اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہین تو انمین استثنا کرنا باعتبار معنی کے
تکلم بالباقی ہو نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ (لہ علی مائۃ درہم الا ثوبا) کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہین کیونکہ متفاوت
القیمۃ ہو فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونون صحیح نہین کذا فی الاتقانی ملخصاً وان استغرقت القیمۃ جمیع ما اقر بہ
لاستغراقہ بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دینار سے صحیح ہو اگرچہ اُسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ یہ چیز مساوی کا استغراق
ہو اور یہ جائز ہو کیونکہ موہم بقا ہو بخلاف لہ علی دینار الا مائۃ درہم لاستغراقہ بالمساوی فیبطل لانہ استثناء الکل بحر لکن فی الجوہرۃ وغیرہا علے
مائۃ درہم الا عشرۃ دنانیر وقیمتہا مائۃ او اکثر لا یلزمہ شئ فحرر بخلاف اس قول کے کہ اُسکا میرے اوپر ایک دینار ہو مگر سو درم کہ یہ صحیح نہین بسبب
استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہو کذا فی البحر یعنے تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور
استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہا مین ہو کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہین مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دینار دن کی سو درم ہو یا زیادہ تو
مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م حلبی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے
مین دو قول ہین مبنی دو روایتون پر کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہین یا دو جنس واللہ تعالی اعلم واذا استثنے عددین بینہما حرف الشک
کان الاقل مخرجا نحو لہ علی الف درہم الا مائۃ درہم او خمسین درہما فیلزمہ تسعمائۃ وخمسون علے الاصح بحر اور اگر ان دو عددون کو استثنا
کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہو تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول مین کہ میرے اوپر ہزار درم ہین مگر سو درم یا پچاس درم تو اُسکو
نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمۂ شک استثنا مین کمتر کا مثبت ہو واذا کان المستثنے مجہولا ثبت الاکثر
نحو لہ علی مائۃ درہم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمہ احد وخمسون لوقوع الشک فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنے مجہول یعنی
عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال مین کہ اُسکے میرے اوپر سو درم ہین مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے
بسبب واقع ہونے شک کے مخرج مین تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا م اور قلت ثابت ہوتی ہو اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب سو کے نصف
یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقرارہ بان شاء اللہ تعالی او فلان او علقہ بشرط علے خطر لا بکائن کان مت فانہ تنجیز بطل اقرارہ
اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو اُس شرط سے معلق کیا جو یقینی نہین محتمل الوجود ہو تو اقرار باطل ہو نہ
تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین مرجاؤن تو یہ تعلیق نہین تنجیز ہو یعنے فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاے یا زندہ رہے
اسواسطے کہ موت بلاشک واقع ہونے والی ہو کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیۃ ہل یصدق لم ارہ وقدمناہ فی الطلاق ان المعتمد لا لکن لا اقرار کذلک لتعلق
حق العبد قالہ المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیۃ کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اُسکی تصدیق ہوگی یا نہین مین نے اسکو مصرح نہین
دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق مین پہلے ذکر کیا ہو کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہو کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیئے کہ اقرار بھی ایسا ہی
بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہو مصنف کا اپنی شرح مین وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منہما
لدخولہ تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہو استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونون سے یعنی کوٹھری
اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار مین بالتبع داخل ہو تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہین م چنانچہ قول صحیح نہین

کہ شرط اختیار کے قابل نہین کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو قال للصکاک اکتب خط اقراری
بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امراتی صح کتب او لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا اقرار حکمی ہی
اس واسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کی پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھ میرے
اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہی خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو
حلال ہی اسکی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ عدم امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہونا اقرار حقیقی اس واسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو
دونون ایک نہونگے حقیقت مین بلکہ مراد یہ ہی کہ امر بکتابت اقرار جب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہوگیا کذا فی الدرر وقد منا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین
اور کتاب الشہادات مین بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین ہم تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوے کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا
اقرار نامہ ظاہر کیا اور مدعا علیہ منکر ہی اسکا سوا اس سے کچھ لکھایا گیا اور اسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اسپر ثبوت دعوی کا بدون
گواہون کے حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہوگا از انجملہ جاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی بتصرف احد الورثۃ اقر بالدین المدعی بہ
علی مورثہ وجحدہ الباقون یلزمہ الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اس دین کا اقرار کیا جسکا اسکے مورث پر کسی
مدعی نے دعوے کیا اور باقی وارثون نے اسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اسنے وراثت مین پایا ہی
وہ ادائے دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع مثلاً سو درم کا دعوے ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین ملے تو وارث کو
سو درم دینے پڑینگے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین پاوے تو بھی اسپر سو درم لازم ہونگے وقیل حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعا للضرر
اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اسکے حصے کے دین لازم ہوگا اور اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اسنے اس دین کا اقرار
کیا ہی جو کل ترکے سے متعلق ہی تو اسپر لازم نہوگا مگر بقدر اسکے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع آخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم انہ لا یحل الدین فی
نصیبہ بمجرد اقرارہ بل بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلیحفظ ہذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اسکی گواہی دی کہ میت پر دین تھا
تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نہ کرے گا بمجرد اسکے
اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اسکے اقرار کے دین لازم ہوگا تو اس زیادت کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
م مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اس واسطے کہ اگر اسکے اقرار سے سب دین اسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو شاہد
مقر پر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوتا تو اسکی گواہی مین اسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پھر اسکی گواہی کا مقبول ہونا
اسپر دلیل ہی کہ اسکا اول اقرار معتبر نہین اور اس اقرار سے دین لازم نہین مگر یہ مشکل ہی اس واسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا
اسمین حکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر متخرج ٹھہرے تو ظاہر ہی اس واسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت
نہین کی کذا فی الطحطاوی واشہد علی الف فی مجلس واشہد رجلین آخرین فی مجلس آخر بلا بیان السبب لزمہ المالان الفان کما لو اختلف السبب
مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردون کو گواہ کیا دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب دین کے تو دونون مجلسون کی
دونون مال یعنی دو ہزار اسپر لازم ہونگے چنانچہ اگر سبب دین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہونگے ہم بلا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر زید
کے مثلاً ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین اور اختلاف سبب کی یہ شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین
کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب او الشہود او اشہد [illegible] صکہ [illegible] واحد او اقر عند الشہود ثم عند القاضی [illegible]

بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پر شاہد کرے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صرح ابن ملک رحم اتحاد سبب کی یہ صورت ہے کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہے کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف او المنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معرفہ یا نکرہ جبکہ معرف ہوکر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا بعینہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہوکر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا اول اور ثانی کی معرفہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ اول ہزار کو مطلق کہے اسطرح کہ (لہ علی الف) پھر یون ہے (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) اور اعادہ نکرہ کی صورت یہ ہے کہ کہے (لہ علی الف) پھر دوسرا اقرار کرے کہ (لہ علی الف) اور پہلا معرفہ ہو اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہے کہ اول یہ اقرار کرے کہ (لہ علی الف ثمن ہذا العبد) پھر دوسری بار کہے (لہ علی الف) وتمامہ فی الطحطاوی ونسی الشہود فی موطن ام موطنین فہما مالان مالم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جب تک کہ اتحاد مجلس بالیقین معلوم نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ ایک ہی مال لازم ہے اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہے اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی دُرر اقرار کیا پھر مقر نے دعوے کیا کہ وہ جھوٹا ہے اپنے اقرار مین تو قسم لیجائے مقر لہ سے اسکی کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہ تھا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر رحم اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہے اگر مقر کا وارث دعوے کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجائے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین وان کانت الدعوے علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر یا اسکے وارث کا دعوے مذکور مقر لہ کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آویگی اسطرح کہ واللہ ہم نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہے احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہے اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے جب مصنف نے اقرار بلا تغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہے وہو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وہی ما ذکرناہ ومختصرۃ وہی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وہذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثنا ہم حنفیہ کے نزدیک عبارت ہے باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنے کے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کے حاصل کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہے باعتبار اجزاء لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ (لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ) یعنی سات درہم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین عبارت طویل وہ جسکو ہمنے ذکر کیا یعنے لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہے کہ ابتدا اسے یون کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب ہے فقہا کے اس قول کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہے بعد استثنا کرنے کے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کتنفس او سعال او اخذ فم بہ یعنے اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہے مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی کا آنا یا منھ بند کر لینا یعنے کوئی شخص مقر کا منھ بند کرے اس قول پر فتوی ہے والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو

اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہے [illegible] صدر الشریعہ [illegible]

کہ اُسکا یہ غلام ہے مگر اُسکی سیاہی مقرکی نہیں ہے وان قال بناؤہا لی وعرصتہا لک فکما قال لان العرصۃ ہی البقعۃ لا البناء حتے لو قال وارضہا لک

کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناؤہا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی عمارت میری ہے اور اُسکا عرصہ تیرا ہے
تو ویسا ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہے نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہے بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت
میری ہے اور اُسکی زمین تیری ہے تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہے مگر جب یون کہے کہ گھر کی عمارت
زید کی ہے اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہم اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی ملک ہوگئی تو اب
زمین کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اسکی ملک سے خارج نہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدمہ کے اسواسطے
کہ عمارت مقر کی مملوک ہے پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہوگئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم ونخلۃ البستان
وطوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہے امر مذکورین
مین اسواسطے کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہے تو استثنا صحیح نہوگا بنا برین ہے درخت سے درخت
بدون جڑ کے مراد ہے اور اگر اشجار کا استثنا اصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہے اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہے نہ تبعاً وان قال لہ علی الف
من ثمن عبد ما قبضتہ الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا باقرارہ حال منہا ذکرہ فی الحاوی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وہو فی ید المقرلہ فان سلمہ الی
المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کردیا اور حالانکہ وہ غلام مقرلہ کے پاس ہے تو اگر مقرلہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم ہونگے
اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہے غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہے جملہ مذکورہ سے

یہ مذکور ہے حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنے تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل وقولہ ما قبضتہ
لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نہ کیا تو اُسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو جدا کر کے کہے اور اُسکا
یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہے اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنے اور رجوع جائز نہین کقولہ من ثمن خمر
او خنزیر او مال قمار او حر او میتۃ او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ چنانچہ اس قول مین
کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اُسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے ساتھ ملا کر
کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کر کے پھر جانا ہے مگر جبکہ مقرلہ اُسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اُسکو لازم نہونگے ولو قال لہ
علی الف درہم حرام او ربوا فہی لازمۃ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم حرام
یا بیاج کے ہین تو دراہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کہے اُسکے حلال ہونے کے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک م
یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہے شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا اور اُسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی رح کے نزدیک یہ بیع جائز ہے اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام
نہین اور نہ بیاج ہے اور اس تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہے کہ اگر مقر اور مقرلہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال علی زور ا
او باطل لزمہ ان کذبہ المقرلہ والا بان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر مثلاً ہزار درم ہین بطریق زور یا بطلان کے تو اُسپر لازم
ہونگے اگر مقرلہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نہ کرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین والاقرار بالبیع تلجئۃ ہی ان یلجئک ان

تاتی امرا باطنہ علیٰ خلاف ظاہرہ فانہ علیٰ ہذا التفصیل ان کذبہ لزم البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہو کہ اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے تو بیع لازم ہو اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہین بیع تلجیہ یہ ہو کہ تجکو مضطر کرے اُس امر کے کرنے پر جسکا باطن اُسکے ظاہر کے مخالف ہو ہم صورت اضطرار یہ ہو کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لیگا تو اُس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچڈالے ظاہر مین نہ باطن مین تو درحقیقت بیع نہین ہزل کے مانند ہو ولو قال لہ علیّ الف درہم زیوف ولم یذکر السبب فہی کما قال علی الاصح بحر اور اگر بولا کہ اُسکے مجپر ہزار درم زیوف ہین اور اسکا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن بیع ہین یا غصب یا ودیعت تو جیسا اُس نے کہا زیوف ہی لازم ہونگے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہو زیف کی یعنے کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی مین نہ لیے جاوین ولو قال لہ علیّ الف من ثمن متاع او قرض وہی زیوف مثلا لم یصدق مطلقا لانہ رجوع اور اگر بولا کہ اُسکے مجپر ہزار درم ہین متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہین مثلاً تو اُسکی مطلقاً تصدیق نہو گی کیونکہ وہ اقرار سے پھرنا ہو ولو قال من غصب او ودیعۃ الا انہا زیوف او نبہرجۃ صدق مطلقا وصل ام فصل اور اگر بولا کہ میرے اوپر ہزار درم ہین غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہین یا نبہرجہ تو اُسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت مقتضی سلامت اور عیب نہین اسواسطے کہ غاصب جو پاتا ہو غصب کرتا ہو اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہین جنکو سوداگر نہ لیتے ہون اور غیر تجار لیتے ہون وان قال ستوقۃ او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانہا دراہم مجازا اور اگر بولا کہ مجپر ہزار درم ہین مگر دراہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہین تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اُسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہین نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہین جنکے دونون طرف پتر چاندی کے ہون اور بیچ مین تانبا یا سیسہ وصدق بیمینہ فی غصبتہ او اودعنی ثوبا اذا جاء بمعیب ولا بینۃ اور اُسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اس قول مین کہ مین نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اُسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑے کو عیب دار لادے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس گواہ نہین یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کے مقتضی نہین وصدق فی لہ علیّ الف ولو من ثمن متاع مثلاً الا انہ ینقص لذا ای الدراہم وزن خمسۃ لا وزن سبعۃ اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے ہون مگر دراہم مذکورہ وزن مین اتنے کم ہین یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہین نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی اس ہزار درم سے ہر دہائی پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہو نہ سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی ومتصلا وان فصل بلا ضرورۃ لا یصدق لصحۃ استثناء القدر لا الوصف کا زیافۃ مقر مذکور کی تصدیق ہوگی اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کہے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے جیسے کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منک الفا ودیعۃ فہلکت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتہا منی غصبا ضمن المقر لاقرارہ بالاخذ وہو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہوگئے بدون میری تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اُسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب ہو ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برأت کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہو تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی قولہ انت اعطیتنیہ ودیعۃ وقال الآخر بل غصبتہ منی لا یضمن بل القول لہ لانکارہ الضمان اور اس قول مین کہ تو نے مجکو درم بطریق ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجسے تو مقر پر ضمان لازم نہوگا بلکہ اُسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہو ہم اسواسطے کہ اُسنے سبب ضمان کا اقرار نہین کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اُسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہو یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہین تو وہ اپنی ذات پر سبب ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہو اور مقر اُسکا منکر ہو اور قول تو منکر کا مقبول ہو کذا فی الہ وفی ہذا کان ودیعۃ او قرضا لی عند ک

فاخذتہ منک فقال المقر لہ بل ہو لی اخذہ المقر لہ لو قائما والاقیمتہ لاقرارہ بالید لہ ثم بالاخذ منہ وہو سبب الضمان اور اس قول مین کہ یہ چیز میری
ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو مین نے اُسکو تجھسے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز موجود ہو اور
اگر موجود نہو تو اُسکی قیمت لے اسواسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اُس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہوتا وان کا یعنی
جب اُسنے اُسکے ذی الید ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا تو بلا برہان اُسکی تصدیق نہوئی وصدق من قال اجرت فلانا فرسی ہذہ او
ثوبی ہذا فرکبہ او لبسہ او اعرتہ ثوبہ او اسکنتہ بیتی وردہ او خاط فلان ثوبی ہذا بکذا فقبضتہ منہ وقال فلان بل ذلک لی فالقول
للمقر استحسانا لان الید فی الاجارۃ ضروریۃ بخلافہ اور اُس مقر کی تصدیق ہوگی جسنے کہا کہ مین نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا سو وہ
گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اُسکو مین نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اُسکو مین نے اپنے گھر مین رکھا اور فلانے شخص نے اس بات کو نہ مانا یا
یون اقرار کیا کہ فلانے شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو مین نے اُس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا
بطور استحسان کے اسواسطے کہ قبض اور تصرف اجارے مین ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے ہم اجارے مین قبض استیفاے معقود علیہ کے واسطے ضرور ہے یعنی
استحصال منافع کے واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اُسکی ملک کی دلیل نہین ہو سکتی بخلاف ودیعت اور اقراض کے ہذا الالف ودیعۃ فلان لابل ودیعۃ فلان
فالالف للاول وعلی المقر الف مثلہ للثانی بخلاف ہی لفلان لابل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لایجب علیہ للثانی شئ لانہ لم یقر بایداعہ
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہی نہین بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہین اور مقر پر مانند اُسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہونگے
بخلاف اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہین نہین بلکہ فلانے کے ہین بلا ذکر ایداع کہ اس صورت مین مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ
اُسکی ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہین کیا وہذا ان کانت معینۃ وان کانت غیر معینۃ لزمہ ایضا اور یہ اُسوقت ہے جبکہ دراہم معین ہون اور
اگر غیر معین ہون تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہونگے کقولہ غصبت فلانا مائۃ درہم ومائۃ دینار وکر حنطۃ لابل فلانا
لزمہ لکل واحد منہما کلہ وان کانت بعینہا فہی للاول وعلیہ للثانی مثلہا مانند اس قول مقر کے کہ مین نے فلانے سے سو درم اور
سو دینار اور ایک کر گیہون غصب کیے نہین بلکہ فلانے سے چھین لیے تو مقر پر دونون مین سے ہر شخص کے واسطے اشیاے مذکورہ کے برابر
لازم ہونگے ولو کان المقر لہ واحدا یلزمہ اکثرہما قدرا وافضلہما وصفا نحو لہ الف درہم لابل الفان والف درہم جیاد لابل زیوف
او عکسہ اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونون اقرارون مین سے مقدار
مین اکثر اور وصف مین افضل ہو چنانچہ اس مثال مین کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین نہین بلکہ دو ہزار ہین یا یون اقرار کیا کہ اُسکے ہزار کھرے
درم ہین نہین بلکہ کھوٹے درم ہین یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنے اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درمون کا اقرار کیا پھر کھرون کا ولو قال
الدین الذی لی علی فلان لفلان او الودیعۃ التی عند فلان ہی لفلان فہو اقرار لہ وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر لہ بری
خلاصہ اور اگر بولا کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے
اور قبض دین یا قبض ودیعت کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کریگا تو اداے دین اور ودیعت سے بری الذمہ
ہو جائیگا کذا فی الخلاصۃ لکنہ مخالف لما مر انہ ان اضاف لنفسہ کان ہبۃ فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلط علی القبض فان قال
واسمی فی کتاب الدین عاریۃ صح وان لم یقلہ لم یصح قال المصنف وہو المذکور فی عامۃ المعتبرات خلافا للخلاصۃ فقال عند الفتوی لیکن خلاصہ کا
قول مخالف ہے اُس قول سے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھیرےگا تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی

اور اسیواسطے حادی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر مقرلہ کو قبض دین پر مسلط نہ کرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتاب الدین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی اور اگر یہ نہ کہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حادی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے مین فتوے دینے کے وقت م شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقرلہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر اجبر و تصادق کے دین مقرلہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نہ کہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اُسکے قبض پر مسلط نہ کرے تو بھی تصادق ملک مقرلہ کا مفید ہی اور اگر حادی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقرلہ ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق مقرلہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہو جاے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مر فی طلاق المریض ویجی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو بمرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یعنی اگر مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اُسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ م فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اُسپر جائز ہی اُسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین قیاس کو گنجائش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنے جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اُسکے مرض مین معلوم ہو یعنے قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو یہ تملیک مفید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م چونکہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیہ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اُسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداء تملیک ہو تا کہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکائی تو حقیقی اقرار ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی اداے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضاء دین مقدم ہی میراث پر تا اُسپر آخرت کا مواخذہ باقی نہ رہے ودین الصحۃ مطلقا والازمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اُسکو مرض لازم ہوا یا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معاینہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اُس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقربہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف مالیس تبرع کنکاح مشاہد ان بمہر المثل اما الزیادۃ فباطلۃ وان جاز النکاح عنایہ اور دین کا سبب معروف وہ ہی جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ نکاح جائز ہی کذا فی العنایہ م زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک ای مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرما دون

لبعض ولو كان ذلك اعطاء مهر وايفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سوا بعض کے اگرچہ یہ دین مہر کا دینا اور
اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے
معلوم ہوا کہ حجر غیر محجور کو اسطرح کی تخصیص ممنوع نہیں فلا یسلم لہا الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نہ رہیگا مگر دو مسئلوں میں
ادا سے بعض دین جائز ہے اذا قضى ما استقرض في مرضه او نقد ثمن ما اشترى فيه لو بمثل القيمة كما في البرهان وقد علم ذلك اي ثبت كل منهما
بالبرهان لا باقراره للتهمة دونوں مسئلے یہ ہیں جبکہ مریض اس قرض کو ادا کرے جو اسنے اپنی بیماری میں لیا یا ادا کرے اس چیز کا ثمن جو اسنے
مرض میں خریدی کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان میں ہے اور حالانکہ یہ معلوم ہوچکا یعنی ثابت ہوچکا ہے قرض اور خرید گواہوں سے نہ اسکے
اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہ ہے کہ شاید اسکو اس اقرار سے وارثوں کا حصہ گھٹانا منظور ہے بخلاف اعطاء المهر ونحوه وما اذا لم يؤد حتى
مات فان البائع اسوة للغرماء في الثمن اذا لم تكن العين المبيعة في يده اي يد البائع فان كانت كان اولى بخلاف اعطاء مہر وغیرہ
کے اور بخلاف اشترا در مرض کے جبکہ مریض نے اسکا ثمن ادا نہ کیا یہانتک کہ مرگیا تو اسکا بائع اور دین والوں کے برابر ہے ثمن پانے میں جبکہ شئے مبیع بائع
کے ہاتھ میں نہو اور اگر بائع کے ہاتھ میں ہو تو وہی مقدم ہے ہم تو مبیع مذکور نہ بیچی جاوے اور اسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اسکے دین
سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ میں لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی
الطحطاوي واذا اقر المريض بدين ثم اقر بدين تحاصا وصل او فصل للاستواء اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونوں
مقر لہ حصہ رسد پاوینگے خواہ دونوں اقراروں کو اسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونوں اقراروں کے ولو اقر بدين ثم بوديعة تحاصا اور اگر
مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونوں مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعكسه الوديعة اولى اور اسکے بالعکس میں ودیعت اولی اور مقدم ہے یعنی اگر
اول ودیعت کا اقرار کیا تو ودیعت کی تقدیم ہے اسواسطے کہ جب اسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اسکا مالک ہوگیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال میں جائز نہوگا
كذا في الطحطاوي وابراؤه مديونه وهو مديون غير جائز اي لا يجوز ان كان اجنبيا وان كان وارثا فلا يجوز مطلقا سواء كان المريض مديونا
اولا للتهمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہے غیر جائز ہے یعنی ابرا جائز نہوگا اگر اسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون
وارث ہو مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہیں برابر ہے کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحيلة صحته ان يقول لا حق لي عليه كما افاده بقوله ولم يكن
لي على هذا المطلوب شيء يشتمل الوارث وغيره صحيح قضاء لا ديانة فلا تنفع به مطالبة الدنيا لا مطالبة الآخرة حاوي الا المهر فلا يصح على الصحيح بزازية
اي لظهور انه عليه غالبا اور صحت ابرا کا حیلہ یہ ہے کہ مریض کہے کہ میرا اسپر کچھ حق نہیں چنانچہ اسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے اس
قول سے اور مریض کا یوں کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہیں صحیح ہے قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون سے مطالبۂ
دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سوائے دین مہر کے کہ اسکا ابرا حیلہ مذکورہ سے صحیح نہوگا بالقول الصحیح کذا فی البزازیہ بسبب
ظاہر ہونے اس بات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہے یعنی اگر زوجہ مرض الموت میں کہے کہ میرا مہر نہیں زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت
في مرضها بان الشيء الفلاني ملك ابي او امي لا حق لي فيه او انه كان عندي عارية فانه يصح ولا تسمع دعوى زوجها فيه كما بسطه في الاشباه بخلاف
بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت میں کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہے میرا اسمیں کچھ حق نہیں یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی
تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اسکے زوج کا دعوے اسمیں مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے اشباہ میں اسطرح لکھکر کہ غنیمت جان اس تحریر کو
کہ یہ میری کتاب کی خصوصیات سے ہے ہم اس قول کو اشباہ کے محشیوں مانند حموی وشیخ صالح وغیرہما نے مسلم نہیں رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہے عین کا

وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہو وہ مقروض ہو دین مین نہ عین مین خلاصہ یہ کہ ابراء بہ لفظ نفی البتہ جائز ہو دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہو تمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لاوصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہو برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہو کہ وصیت جائز نہین وارث کے واسطے اور نہ دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہو کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ لقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہو مگر اُس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلولم یکن وارث آخر واوصی لزوجتہ او ہی لہ صحت الوصیۃ وامّا غیرہما فیرث الکل فرضا ورداً فلایحتاج لوصیۃ شرنبلالیہ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو مورث کے وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیۃ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح تصدیق السلطان او نائبہ وکذا الوقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی شرح وہبانیہ مین ہو کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنے بطور حکایت کے اور حالانکہ اُسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو چنانچہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہو بادشاہ یا اُسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم جب کوئی وارث نہو تو اُسکا وارث بیت المال ہو اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہو لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی نے سمجھا ہو وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولو کان ذلک اقرار القبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علے وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لایصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اُسکے مولے کے واسطے واقع ہوگا ھم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اُسکو مین نے اُس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اُسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برء ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہوگیا بعد اُسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہو جائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض ورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ للاجنبی بحر وہی عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مرگیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اُس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہو کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ سے ھم صورت اُسکی یہ ہو کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مرگیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اُس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہو چھوڑ کر مرگیا تو یہ اقرار جائز ہو صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہو اور صورت اُسکی یہ ہو کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لے قبل ابی ووالی وبہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ منہ

ہذا الشئ الفلانی ملک ابی دامی کان عندی عاریۃ و ہذا حیث لا قرینۃ و تمامہ فیہا فلیحفظ فانہ مہم اور خلاصہ یہ ہو کہ مریض کا اقرار وارث کے واسطے باقی
وارثون کی اجازت پر موقوف ہو مگر تین مسئلون مین جو اشباہ مین مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہو تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور
از انجملہ نفی ہو چنانچہ یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ اور ما کی جانب اور یہی نفی حیلہ ہو مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض
یہ قول ہو کہ یہ چیز فلانی میرے باپ اور میری ما کی ملک ہو میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہو جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے
کہ یہ امر ضروری ہو علامہ طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہو چنانچہ مذکور ہوچکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی
بھی کچھ حاجت نہین رہی اقر فیہ ای فی مرض موتہ لوارثہ یوم فی الحال تسلیما الی الوارث فاذا امات یردہ بزازیہ وفی القنیۃ تصرفات المریض نافذۃ
وانما تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت مین اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کے دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مرجاے تو وارث مقر
کو پھیر دے کذا فی البزازیۃ اور قنیہ مین ہو کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین والعبرۃ لکونہ وارثا
وقت الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیہ مثلا ثم ولد لہ ابن صح الاقرار لعدم ارثہ اور اعتبار اُسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہو نہ اقرار کے وقت کا
تو اگر مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب نے وارث ہونے اُسکے بھائی کے یعنی ہرچند اقرار کے وقت بھائی
وارث تھا لیکن تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہ رہا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزویج وعقد الموالاۃ فیجوز کما ذکرہ
بقولہ مگر جبکہ مقر لہ وارث ہوگیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہو چنانچہ مصنف
نے اسکو اپنے آیندہ قول مین مذکور کیا فلو اقر لہا ای لاجنبیۃ ثم تزوجہا صح بخلاف اقرارہ لاخیہ المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبہ باسلام
او موت الابن فلا یصح لان ارثہ بسبب قدیم لا جدید تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہو بخلاف اُسکے
اقرار کے اپنے اُس بھائی کے واسطے جو محجوب ہو بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے
سے یا فرزند کی موت سے تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہو نہ جدید سبب سے وبخلاف الہبۃ لہا فی مرضہ والوصیۃ لہا ثم تزوجہا
فلا تصح لان الوصیۃ تملیک بعد الموت وہی حینئذ وارثہ اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت مین اور اُسکے واسطے وصیت کرنے
کے پھر اُسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت تملیک ہو بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہو مقر کی اقر فیہ انہ کان
لہ علی ابنہ المتیتۃ عشرۃ دراہم قد استوفیتہا ولہ ای المقر ابن ینکر ذلک صح اقرارہ لان المیت لیس بوارث مرض الموت مین اقرار کیا کہ اُسکی بیٹی مردہ پر
اُسکے دس درم تھے سو مین اُنکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہو جو اُسکا انکار کرتا ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہو اسواسطے کہ میت وارث نہین کما لو اقر لامراتہ فی مرض
موتہ بدین ثم ماتت قبلہ وترک منہا وارثا صح الاقرار وقیل لا قائلہ بدیع الدین صیرفیہ چنانچہ اپنے مرض الموت مین اپنی عورت کے واسطے
اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مرگئی قبل زوج مقر کے اور مقر نے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے پیٹ کا تو اقرار صحیح ہو اور قول ضعیف یہ ہو کہ صحیح نہین قائل اس
قول کا بدیع الدین ہو کذا فی الصیرفیہ ولو اقر فیہ لوارثہ ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیہ اور اگر مرض الموت مین اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے
اقرار کیا دین کا تو صحیح نہین برخلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیۃ وان اقر لاجنبی مجہول نسبہ ثم اقر ببنوتہ وصدقہ وہو من اہل التصدیق
ثبت نسبہ مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقرارہ لہ اور اگر اُس اجنبی کے واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہین پھر
مقر نے اُسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی اور حالانکہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہو یعنی حال بیان کرسکتا ہو
تو اُسکا نسب ثابت ہوگا اُسکی ابتدا اُسکے پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اُسکا اقرار باطل ہوگیا بدلیل گذشتہ

يعنے جو وارث ہو موت کے وقت قديم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحيح نہين ولم يثبت بان كذبه او عرف نسبه صح الاقرار لعدم ثبوت النسب شرنبلاليه معزيا
للينابيع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا سطرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذيب کرے يا اُسکا نسب معروف ہو غير شخص سے تو اقرار صحيح ہو بسبب نہ ثابت ہونے
نسب کے چنانچہ شرنبلاليہ مين ہو ينابيع سے ولو اقر لمن طلقها ثلثا يعنے باينا فيه اى فى مرض موته فلها الاقل من الارث والدين ويدفع لها ذلك
بحكم الاقرار لا بحكم الارث حتے لا تصير شريكة فى اعيان التركة شرنبلاليه اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کيا جسکو تين بار طلاق باين دی اپنے
مرض الموت مين تو جو کمتر ہوگا ميراث اور دين مين وہ اُسکو مليگا اور کمتر اُسکو ديا جائے گا اقرار کی وجہ سے نہ ميراث کی وجہ سے تو وہ شريک نہ ٹھہريگی
متروکہ کی اشيا مين كذا فى الشرنبلاليه هم طلاق باين کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی مين وہ زوجہ ہوگی اور يہ بھی شرط ہو کہ اثنا ے عدت مين مقر
مرجاے اور اگر بعد مدت مرے گا تو اقرار صحيح ہوگا كذا فى الطحطاوى وهذا اذا كانت فى العدة وطلقها بسوالها فاذا مضت العدة جاز لعدم
التهمة غرميه اور يہ حکم مذکور اُسوقت ہو جبکہ مطلقہ عدت مين ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار جائز ہوگا
بسبب عدم تہمت کے كذا فى الغرميه هم تہمت يہ تھی کہ زوج نے شايد اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اُسکا اقرار صحيح ہو زوجہ کے واسطے تاکہ اُسکو ميراث
سے زيادہ ملے پھر جب عدت گذر گئی تو يہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقها بلا سوالها فلها الميراث بالغا ما بلغ ولا يصح الاقرار لها لانها وارثة
او هو فار واهمله اكثر المشائخ لظهوره من كتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو ميراث مليگی جس مقدار کو کہ وہ پہونچے
اور اُسکے واسطے اقرار صحيح نہوگا کيونکہ وہ وارث ہو اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہو اور اس قول کو اکثر مشائخ نے يہان مذکور نہين کيا بسبب اُسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجهول النسب فى مولده او فى بلد هو فيها وهما فى السن بحيث يولد مثله لمثله انه ابنه وصدقه
الغلام لو مميزا والا لم يحتج لتصديقه كما مر وسيجئ ثبت نسبه ولو المقر مريضا واذا ثبت شارك الغلام الورثة اور اگر اُس صغير نابالغ کے
واسطے جسکا نسب معلوم نہين اُسکے وطن مين يا اُس شہر مين جسمين وہ وارد ہو اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اُس عمر مين واقع ہين کہ ويسی عمر والے کا ويسا
لڑکا پيدا ہو سکتا ہو يہ اقرار کيا کہ وہ لڑکا اُسکا بيٹا ہو اور لڑکے نے اُسکی تصديق کی اگر وہ باتميز ہو اور اگر صغير بے تميز ہو تو اُسکی تصديق کی کچھ حاجت
نہين چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُسوقت مين يعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مريض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت ہوا
تو لڑکا باقی وارثون کا شريک ہوگا فان انتفت هذه الشروط لو اخذ المقر من حيث استحقاق المال كما لو اقر باخ ونحوه كما مر عن الينابيع كذا
فى الشرنبلاليه فليحرر عند الفتوى تو اگر يہ شروط مذکورہ نہ پائی جائين تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غير کے بھائی ہونے کا اقرار
کرے جيسے کہ مذکور ہو چکا ينابيع سے كذا فى الشرنبلالى تو فتوے دينے کے وقت تحرير اور تنقيح چاہيے هم اگر شروط ثلثہ سے يعنے جہالت نسب اور
پيدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصديق ولد سے اگر ايک شرط بھی نہ پائی جاوے يعنی نسب نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہوگا اور يہ جو شارح نے
کہا كما من حيث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت مين ظاہر نہين اسواسطے کہ يہان فقط نسب کا اقرار ہو نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ مين ہو
يعنی جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکے فرزندی کا دعوے کرے تو اکثر شروط مذکورہ منتفی ہون تو اُسکا مال لازم آويگا اگرچہ نسب ثابت نہوگا اور
شرنبلاليہ مين ينابيع سے يہ عبارت منقول ہو (ولو كذبه او كان معروف النسب من غيره لزمه ما اقر به ولا يثبت النسب كما فى الينابيع انتهى) اور شارح کی عبارت
رکيک ہو تو اگر يون کہتا (فلو انتفى احد هذه الشروط وقد اقر له بمال يؤاخذ به المقر) تو البتہ واضح تر ہوتا اسواسطے کہ بالفعل صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہو پھر جب
نسب ثابت نہوا تو مقر پر لازم ہوگيا اور يہی تقرير تحرير ہو اس مقام کی كذا فى الطحطاوى مختصرا والرجل صح اقراره اى المريض بالولد والوالدين
قال فى البرهان وان علياقال المقدسى وفيه نظر لقول الزيلعى لو اقر بالجد او ابن الابن لا يصح لان فيه حمل النسب على الغير بالشروط الثلثة

المتقدمۃ فی الامین اور بیاہ مرد کا اقرار کرنا والد اور والدین کا صحیح ہے ان تینوں شرطوں سے جو پہلے مذکور ہوچکیں فرزند میں برہان میں کہا والدین کا اقرار
صحیح ہے اگرچہ والدین اونچے ہوں یعنی دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول میں اعتراض ہے بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کرے تو صحیح نہیں
اسواسطے کہ اس اقرار سے غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہے یعنی پہلی صورت میں باپ پر اور دوسری صورت میں بیٹے پر وصح بالزوجۃ بشرط خلوہا عن زوج وعدتہ
وخلوہ ای المقر عن اختہا مثلاً واربع سواہا اور یوں اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہے صحیح ہے بشرط خالی ہونے اُس عورت کے زوج اور اُسکی عدت سے
اور بشرط خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلاً اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتوں سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اسوقت صحیح ہے
جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسی کی عدت میں ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوائے اُس عورت کے چار
عورتیں اُسکے پاس نہوں حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہے کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی میں ہے بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے
حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جہۃ العتاقۃ ان لم یکن ولاؤہ ثابتا من جہۃ غیرہ ای غیر المقر اور صحیح ہے مولی کا اقرار یعنی یوں کہنا کہ یہ شخص میرا مولی
ہے آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأۃ صح اقرارہا بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہے عورت کا یوں اقرار
کرنا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ میرا زوج اور مولی ہے الاصل ان اقرار الانسان علی نفسہ حجۃ لا علی غیرہ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ
آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر قلت وما ذکرہ من صحۃ الاقرار بالام کالاب ہو المشہور الذی علیہ الجمہور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضہ
ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامہات وفیہ حمل الزوجیۃ علی الغیر فلا یصح انتہی ولکن الحق صحتہ بجامع الاصالۃ
فکانت کالاب فلیحفظ میں کہتا ہوں اور یہ جو مصنف نے ماں کے اقرار کی صحت مذکور کی ہے مانند باپ کے یہی قول مشہور ہے جسپر اکثر علما ہیں
اور امام عتابی نے اپنے فرائض میں ذکر کیا ہے کہ ماں کا اقرار صحیح نہیں اور اسیطرح ضوء السراج میں ہے اسواسطے کہ نسب باپوں سے ہوتا ہے نہ ماؤں
سے اور اسمیں حمل زوجیت بھی ہے غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہے بسبب جامعیت اصالت کے یعنے
اصل ہونے میں ماں اور باپ دونوں برابر ہیں تو ماں باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شہدت امرأۃ ولو قابلۃ
بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی
گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الشمنی ہم عورت کی گواہی اسوقت شرط ہے جبکہ محتاج ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولدین اسوقت
شرط ہے جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولدین اختلاف [illegible] والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدۃ جحدت ولادتہا فحجۃ تامۃ کما مر فی باب ثبوت النسب
اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت النسب کے باب میں مذکور
ہوچکا او صدقہا الزوج ان کان لہا زوج او کانت معتدۃ منہ یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہے اگر زوج اُسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ
شوہر دار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای مزوجۃ ولا معتدۃ اذ کانت مزوجۃ وادعت انہ من غیرہ
فعار کما لو ادعاہ منہا لم یصدق فی حقہا الا بتصدیقہا اور صحیح ہے اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نہ پائی جائے اگر عورت ویسی
نہو یعنی شوہر والی نہ معتدہ یا کہ شوہر والی ہو اور یہ دعوے کرے کہ وہ لڑکا اسکے سوا اور مرد کا ہے تو یہ اقرار ویسا ہوا جیسا کہ اگر مرد دعوے
کرے کہ یہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو عورت کے حق میں اُسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعرف لہا زوج
غیرہ لم ارہ فحرر میں کہتا ہوں باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے
کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اس صورت میں ظاہر اولاد کا عورت ہی کا ٹھہریگا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب نہیں ہوسکتی

سواے مقرلہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو نہ وارث قریب چنانچہ ذوی الارحام اور نہ بعید چنانچہ مولاے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اُسکا وارث ہوگا مع یہ
وراثت فقط مقرلہ کے لیے مقصور ہے تو اُسکی اصل اور فرع کی طرف میراث منتقل نہو گی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہے کذا فی الطحطاوی والاالان لسبہ لم تثبت فلا

یزاحم الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودہما غیر مانع قالہ ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقرلہ کا وارث
نہوگا اسواسطے کہ اُسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کر سکتا وارث مشہور سے اور مراد اُس وارث سے جو مانع ارث مقرلہ ہو وہ وارث ہے جو زوجین کے

سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا وجود غیر مانع ہے مقرلہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرار دلانہ وصیۃ من وجہ زیلعی ای وان صدقہ المقر کما فی
البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیۃ ان بالتصدیق ثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوے پھر دیانت کرکہ مقر کو اپنے اقرار سے پھرنا
جائز ہے اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہے کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہے اگرچہ مقر کی مقرلہ تصدیق بھی کرے کذا فی البدائع لیکن
مصنف نے اپنی شرح مین سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقرلہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے فتوے دینے کے وقت هم ظاہر زیلعی کا کلام حق ہے چنانچہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہے اور اس تعلیل مین اتفاق ہے کہ نسب ثابت
نہین تو تحریر مقام یہ ہے کہ نسب کے اقرار مین اگر غیر پر تحمیل نسب نہوا اور تصدیق مقرلہ کی پائی جاوے تو اُسمین رجوع جائز نہین اور اگر تحمیل غیر پر ہوا اور مقرلہ
تصدیق کرے تو رجوع جائز ہے غرض کہ یہان کلام ہے دو مقامون مین فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصاً ومن مات ابوہ فاقر باخ شارکہ فی الارث
فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت نسبہ لما تقرر ان اقرارہ مقبول فی حق نفسہ فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا سو اُسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہے تو مقرلہ
اُسکا شریک ہوگا ارث مین تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اُسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اُسکا اقرار فقط اُسی کے حق مین مقبول

ہے قلت بقی لو اقر الاخ بابن ہل یصح قال الشافعیۃ لا لان ما ادی وجودہ الی نفیہ انتفی من اصلہ ولم ار لائمتنا صریحا وظاہر کلامہم نعم فلیراجع مین کہتا ہون باقی
رہ گئی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنے میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے تو یہ اقرار صحیح ہے یا نہین علماے شافعیہ نے کہا کہ یہ اقرار
صحیح نہین اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہوا اُسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہو جاتا ہے یعنی شافعیہ کے نزدیک
صحت اقرار کی یہ شرط ہے کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہے تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آوے کیونکہ بھائی وارث
نہین رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے اماموں کے کلام مین صریح نہین دیکھا اور اُنکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہان اقرار مذکور
صحیح ہے تو اسکی تلاش چاہیے کتب مذہب مین هم وجہ صحت یہ ہے کہ مقتضاے کلام حنفیہ یہان یہ ہے کہ اگر مقر مین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ
نصاب وارثون سے ہوا اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق مین اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترک شخص ابنین ولہ علی
آخر مائۃ فاقر احدہما بقبض ابیہ خمسین منہا فلا شیٔ للمقر وللآخر خمسون بعد حلفہ انہ لا یعلم ان اباہ قبض شطر المائۃ قالہ

الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباہ قبض کل الدین لکنہ ہنا یحلف لحق الغریم زیلعی اور اگر ایک شخص دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اُسکے دوسرے شخص پر
سو درم ہین سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اُسکا باپ پچاس درم اُنمین سے لے چکا تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسکا اقرار اُسکے حصہ کی
طرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یون قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اُسکو معلوم نہین کہ اُسکے باپ نے سو درم سے نصف پائے
یہ قول ہے اکمل کا مین کہتا ہون اور اسیطرح کا حکم ہے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اُسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہان مدیون کے حق کے
واسطے قسم لیجائے گی کذا فی الزیلعی هم پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہے نہ خصم کے واسطے اسواسطے اُسپر اُس سے زیادہ مطالبہ نہین
جو اُسپر واجب الادا ہے اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم مین اُسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت مین اگر غیر مقر بھائی قسم نہ کھائے

تو مدیون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائیگا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اُسکا حصہ دیا جائیگا یعنے پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتے یہ فصل ہو کتاب اقرار کے چند مسائل متفرقہ مین اقرت الحرۃ المکلفۃ بدین لاخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفۃ فتحبس المقرۃ وتلازم وان تضرر الزوج وہذہ احدی المسائل الست الخارجۃ من قاعدۃ الاقرار حجۃ قاصرۃ علے المقر ولا یتعدی الے غیرہ وہی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب کی تو اُسکا اقرار اُسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک تو مقرہ دین کی بابت حبس کیجائے گی اور اُسکا ساتھ نچھوڑا جائیگا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہو اور یہ ایک مسئلہ ہو اُن مسائل ستہ سے جو اس قاعدے سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہو مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ششگانہ ایک مسئلہ وہ ہو جو متن مین مذکور ہوچکا ۲ اگر موجر نے اُس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانا نہین مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو دائن کو اُسکی بیع جائز ہو اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہو اور باپ نے اُسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بیچی لونڈی کے ولد کا دعوے کیا اور مدعی ایک بھائی ہو تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی مین تو دعوے صحیح ہوگا اور میراث اُسکے ولد کو ملیگی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اُسکی تصدیق کی تو مشتری کو رجوع اُسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہو وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارۃ غیرہ فاقر لاخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وہی واقعۃ الفتوی ولم ار ہا صریحۃ اور لائق یون ہو کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری مین ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اُسکا حبس کرنا جائز ہو اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوے طلب ہوا تھا اور مین نے اُسکو مصرح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم در رقلت وینبغی ان یعول علے قولہما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الے منعہا بالحبس عندہ عن زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف اور صاحبین رح کے نزدیک زوجہ کے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور لائق یون ہو کہ صاحبین رح کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوے دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہو کہ زوجہ کا باپ اُسکو تعلیم کرتا ہو کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توسل سے اُسکو روک رکھے اپنے پاس اُسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہو مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہو اسواسطے کہ علت خاص ہو اور مدعا عام ہو اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہین ہوسکتا اسواسطے کہ حبس مدیون کا قاضی کے پاس ہوتا ہو نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسی کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجہولۃ النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصۃ فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہو اور اولاد ہو اُس شوہر سے اور اُسکے زوج نے اُسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمد رح کے ولد مذکور ہی رقیق نہوگا لا فی حقہ مر دعلیہ استقاض ط لانہا لما حققت فی الستر مثلا یہ شوہر کے حق مین اُسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر اعتراض

طلاق مقرہ کا اعتراض نہ وارد ہو جیسا کہ اسکی تحقیق شرح الملتقی مین مذکور ہے اور مبسوط مین ہے کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ مین اور عدت اسکی دو حیض مین
بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہے انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول مین نکلتا ہے کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسکو
خاص ہے اسواسطے کہ طلاق مین ہمارے نزدیک عورتون کا اعتبار ہے اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص غیر مختلفہ سے ہے
کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے حق مین اسکا اقرار صحیح ہے وفرع علے حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار
وما فی بطنھا وقت الاقرار لحصولہم قبل اقرارہا بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تصریح کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اقرار مذکور سے اور
حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ مین ہے اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہین بسبب انکے
حاصل ہونے کے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجہول النسب حررہ عبدہ ثم اقر بالرق لانسان وصدقہ المقرلہ صح اقرارہ فی حقہ فقط دون
ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقرلہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اس کا
اقرار صحیح ہوگا فقط اسکے حق مین نہ عتق کے باطل کرنے مین فان مات العتیق یرثہ وارثہ ان کان لہ وارث یستغرق الترکۃ والا فیرث الکل او الباقی
[illegible] المقرلہ پھر اگر غلام آزاد مرگیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاویگا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام ترکہ کو میراث مین لے سکے اور اگر ایسا نہو
یعنی اسکا کوئی مطلقاً وارث نہو یا وارث ہو مگر کل ترکہ نہ پاسکے جیسا کہ احد الزوجین تو مقرلہ کل ترکہ کا یا باقی ترکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثہ
لعصبۃ المقر سواگر پہلے مقر مرگیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی ہذا العتیق سعی فی جنایتہ لانہ لا عاقلۃ لہ اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے
تو اپنی جنایت مین سعی کرے یعنے محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اسکا کوئی کنبہ اور قبیلہ نہین جسپر دیت لازم آوے ولو جنی علیہ یجب ارش
العبد وہو کالمملوک فی الشہادۃ لان حریتہ بالظاہر وہو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اسپر جنایت کیجاے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مارڈالے تو قاتل پر غلام
کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہے گواہی دینے مین اسواسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہے اور ظاہر حال دفع کی لیاقت رکھتا ہے
نہ استحقاق کی قال لرجل لی علیک الف فقال فی جوابہ الصدق او الحق او الیقین او نکر کقولہ حقا ونحوہ او کرر لفظ الحق او الصدق
کقولہ الحق الحق او حقا حقا ونحوہ او قرن بہا البر کقولہ البر حق او الحق بر ونحوہ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم ہین سو اسنے
جواب مین کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کے بدون الف لام کے جیسا کہ یون بولا کہ حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو مکرر بولا
جیسا کہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھ بر کا لفظ ملا کر بولا جیسا کہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہے ہزار درم کا مثلاً ولو قال الحق
حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانہ کلام تام بخلاف ما مر لانہ لا یصلح للابتداء فجعل جوابا ولکنہ قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب
یون بولا کہ الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہے بخلاف ان الفاظ کے جو اول مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہین
اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتداے کلام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یون کہا کہ تو نے حق بات کا
دعوے کیا الخ قال لامتہ یا سارقۃ یا زانیۃ یا مجنونۃ یا آبقۃ او قال ہذہ السارقۃ فعلت کذا و باعھا فوجد بہا واحدا منہا
الخ من ہذہ العیوب لا ترد بہ لانہ نداء او شتیمۃ لا اخبار مولے نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا
کیا اور بعد اسکے اسکو بیچڈالا پھر اس لونڈی مین عیوب مذکورہ مین سے کوئی عیب پایا گیا تو مولے کے قول مذکور سے اسکی رد بیع نہوگی اسواسطے کہ
وہ پکارنا یا گالی دینا ہے خبر دینا نہین ہے جو اقرار عیب کا ثابت ہو ہم قول اخیر گالی ہے اور باقی ندا ہے بخلاف ہذہ سارقۃ او ہذہ آبقۃ
او ہذہ زانیۃ او ہذہ مجنونۃ حیث ترد بواحد منہا لانہ اخبار وہو تحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے کہ یہ چوٹی ہے یا یہ بھگوڑی ہے

یا یہ زانیہ ہی یا یہ دیوانی ہی کہ اس صورت مین اُسکی بیع رد ہوگی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہی اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے
واسطے ہوتا ہی ہم یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید کرے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہی و بخلاف یا طالق او ہذہ المطلقۃ
فعلت کذا حیث تطلق امرأتہ لتمکنہ من اثباتہ شرعا بجعل ایجا بالیکون مساوقا بخلاف الاول درر اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے
کہا کہ یا طالق یا یون کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہو جائیگی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعًا تو زوج کا کلام
مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر ہم یعنی مولے قادر نہین جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی مین اقرار السکران
بطریق محظور ای ممنوع محرم صحیح فی کل حق اس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہو صحیح ہر حق مین ہم حق تعالی نے فرمایا (لا تقربوا
الصلوۃ وانتم سکارے) یعنے نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اُنکو عین مستی کی حالت مین کذا فی الاشباہ تو معلوم
ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہین فتدبر فلو اقر بقود اقیم علیہ الحد فی سکرہ و فی السرقۃ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی آفندی فی باب
حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالت مین اور اگر اقرار کیا چوری مین تو اُسپر مسروق کا تاوان
لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہی سعدی آفندی نے حد شرب کے باب مین الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی و شرب الخمر مگر
مست مذکور کا اقرار صحیح نہین اُن چیزون مین جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہین چنانچہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد ہم یعنی اگر مستی مین اقرار کیا کہ
اُسنے شراب پی ہی تو اُسکا اقرار صحیح نہین تو اُسپر حد قائم نہوگی بلکہ ترتب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہوگا کذا فی الطحطاوی و ان سکر بطریق مباح
کشرب مکرہ لا یعتبر بل ہو کالاغماء الا فی سقوط القضاء و تمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پینا
تو اُسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی اغما یعنے بیہوشی کے مانند ہی مگر نماز کے قضا کے ساقط ہونے سے اغماء کے مانند نہین اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکامات
مین ہی ہم یعنے اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہے تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہی اور مستی سے قضاء صلوۃ ساقط نہین المقر لہ اذا کذب
المقر بطل اقرارہ لما تقرر ان یرتد بالرد مقر لہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ اقرار مردود ہو جاتا ہی رد کرنے سے
ہم یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آیندہ مین تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی
والا فی ستۃ فلا یبطل بالتکذیب مقر لہ مبطل اقرار ہی مگر چھ صورتون مین بموجب اُسکے جسکو مصنف نے یہان اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہی
الاقرار بالحریۃ والنسب و ولاء العتاقۃ والوقف منجملہ مواضع ستہ آزادی کا اقرار ہی اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہی ہم اقرار
حریت کی یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب
مین پیشتر مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار مین اور تصدیق مولاے عتاقت بھی شرط ہی اور یہان اُسکے خلاف ہی مگر یہ کہ اُسپر معمول کیجیے
کہ جب مقر لہ تصدیق کی طرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہین اور اس عمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ
عبارت دلالت کرتی ہی کہ بزازیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا مین غلام ہون سو مقر لہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اُسکی تصدیق
کی تو وہ اُسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہین ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار
کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہین ہوتی سو واسطے کہ وہ اسقاط ہین فقط مسقط سے ساقط ہو جاتے ہین انتہی اشباہ
مین اسعاف سے منقول ہی کہ جب مقر لہ وقف کو رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی انتہی تو یہان کے مسائل مذکورہ کی تصویر مثل تصویر رق ہوگی سوائے
اطلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت سے کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد و ان ردہ قبل القبول ارتد

اسعاف میں ہے اگر وقف کیا ایک مرد پر پس اُسنے وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود نہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا والطلاق والرق فقطہا لا یرتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو صحیح مسائل ستہ کا اقرار مردود نہیں ہوتا مقرلہ کے رد کرنے سے وبزاد المیراث بزازیۃ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذافی البزازیۃ یعنی اگر وارث اُس میراث کو جو مورث سے حاصل ہو رد کرے تو مردود نہوگی والنکاح کمافی متفرقات قضاء البحر وتامہ ثمہ اور نکاح زیادہ کیا گیا ہے چنانچہ بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات میں مذکور ہے اور پورا اسکا بیان وہین ہے وھو یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہے بحر الرائق کے متفرقات میں یہ عبارت ہے واما الاقرار بالنکاح فلم ارہ الآن انتہی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک نہیں دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحر الرائق کو نکاح میں توقف ہے کذافی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغۂ جزم مناسب نہ تھا واستثنے مسئلتین من الابراء

وہما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قولہ ابرئنی فابراہ لا یرتد فالمستثنے عشرۃ فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنے کیے ہین اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابراء کرنا مکفول بہ سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابراء کرنا اُسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کروے دین سے سود ائن نے اُسکو بری الذمہ کر دیا نہین پھرتا تو مستثنے دس مسئلے ہین سو انکو یاد رکھنا چاہیے ھم منجملہ مسائل عشرہ چھ صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہے تو درحقیقت نو صورتین مستثنے ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وفی وکالۃ الوہبانیۃ ومتی صدقہ فیہا ثم ردہ لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے اور جبکہ اُسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اُس کے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ھم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر عین یا دین کا اقرار اور ابراء اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہے علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہے تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھریگی مگر تصویر وکالت یون سمجھیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر بمثل ثمن معین خرید کی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتہی وہل یشترط لصحۃ الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابراء کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابراء شرط ہے یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہے بعضون کے نزدیک شرط ہے اور بعضون کے نزدیک نہین والضابطان ما فیہ تملیک مال من وجہ یقبل الرد والا فلا کابطال شفعۃ وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وہذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہے کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہو کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہے اور اگر تملیک مال نہین وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ جید ہے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثۃ وابراہ ابراء عاما او قال لم یبق لی حق من ترکۃ ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظہر فی ید وصیۃ من ترکۃ شیء لم یکن وقت الصلح وتحققہ تسمع دعوی حصتۃ منہ علی الاصح

صلح البزازیۃ ولا تناقض لحمل قولہ لم یبق لی حق ای مما قبضتہ علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجہ عدم صحۃ البراءۃ لما افادہ ابن الشحنۃ واعتمدہ الشرنبلالی وتحققہ فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اُسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پا یا یا مانند اُسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اُسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت تھی یعنی اُسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اُس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اُسکے حصے کا دعوی اُس چیز سے مسموع ہے بنا بر قول صحیح تر کذافی صلح البزازیۃ اور کچھ تناقض نہین ادعا بعد الابراء مین بسبب محمول کرنے اُس کے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنے اُس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا علاوہ یہ ہے کہ اعیان سے ابراء کرنا یعنے وارث کا وصی سے باطل ہے بلکہ ابراء مخصوص مدیون ہے اور اسوقت مین عدم صحت برارت کی تو یہی وجہ حق ہے دعوی مسموع ہونے مین چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہے اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ھم سب حصہ پانے کی یہ صورت

ہو کہ وارث نے اقرار کیا کہ جو میرے والد کا متروکہ لوگون پر تھا اُسکو مین نے پا یا پھر ایک مرد پر زمین پدری کا دعوے کیا تو دعوی اُسکا مسموع ہو کذا فی المنح
عن الخانیۃ طحطاوی نے کہا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونون کو شامل ہو تو اگر شارح متن کو
ذکر کرتا وقف الصلح تک پھر یون کہتا او ادعی فی ید الوصی شیئا وقال ہذا من ترکۃ والدی او ادعی علی رجل دینا لوالدہ تسمع دعواہ فیما ذکر تو مناسب تر ہوتا
اقر رجل بمال فی صک واشہد علیہ بہ ثم ادعی ان بعض ہذا المال المقر بہ قرض وبعضہ ربوا علیہ فان اقام علی ذلک بینۃ
تقبل وان کان متناقضا لانا نعلم انہ مضطر الی ہذا الاقرار شرح وہبانیہ قلت وحرر شارحہا الشرنبلالی انہ لا یفتی بہذا الفرع لانہ لا عذر لمن اقر اعانۃ ان
یقال بانہ یحلف المقر لہ علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی ہذہ ونحوہا الخ قلت وبہ جزم المصنف فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے اُس مال کا جو
دست آویز مین مرقوم ہو اور اُسپر گواہ کر دادیا پھر اُسنے دعوے کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہو اور بعض بیاج ہو مجھپر پھر اگر گواہی قائم کریگا اُسپر تو مقبول
ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہو کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح
شرنبلالی نے تحریر کی ہو کہ اس مسئلہ پر فتوی نہ دیا جاے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہو کہ کہا جاوے یعنی
اسکا فتوی دیا جاوے کہ مقر لہ سے اسکی قسم لیجاے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے مین اور مانند مین مختار ہو مین کہتا ہون اور
اسی قول پر یقین کیا ہو مصنف نے اسمین جو مذکور ہو چکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من ہنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح اطلاقا
قبل الدخول لزمہ مہر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا کہ اُسنے اُسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اُسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے
اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہو اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہو اقر المشروط لہ الریع
او بعضہ انہ ای ریع الوقف یستحقہ فلان دونہ صح وسقط حقہ ولو کتاب الوقف بخلافہ جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہو اُسنے اقرار کیا کہ ریع
حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہو نہ مین تو اقرار صحیح ہو اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس اقرار کے
مخالف ہو ولو جعلہ لغیرہ او اسقطہ لا لاحد لم یصح اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اُسکو ساقط کر دیا بلا تعیین مستحق تو اقرار
صحیح نہین فہم جعل سے مراد انشا جعل ہو بلا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشا ہو کذا فی الطحطاوی وکذا
المشروط لہ النظر علی ہذا کما مر فی الوقف وذکرہ فی الاشباہ ثمہ وہنا فی الساقط لا یعود فراجعہ اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت
مشروط ہو اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہو چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہو چکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنی کتاب الاقرار مین
اس قاعدے مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اُسکو ذکر کیا ہو تو اشباہ کی طرف مراجعت کر القصص المرفوعۃ الی القاضی لا یؤاخذ رافعہا بما
کان فیہا من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انہ لا یؤاخذ بما فیہا الا اذا اقر بلفظہ صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کی طرف پیش ہون تو اُنکا
پیش کرنے والا ماخوذ نہوگا اس مضمون سے جو اُنمین مندرج ہو اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضاء مین مذکور کر چکے ہین کہ اُنکے مضامین
مندرجہ کا مواخذہ نہین مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال لہ علی الف فی علمی او فیما اعلم او احسب او اظن لا شیء
علیہ خلافا للثانی فی الاول قلنا ہی للشک عرفا نعم لو قال علمت لزمہ اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین
یا بجاے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنی فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہونگے ہم جواب
دیتے کہتے ہین طرفین کی طرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنے مین معلوم
کر چکا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرۃ انفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال شراحہ ای المغصوب
منہ انہ ہو وحدہ غصبہا لزمہ الالف کلہا ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درہم فلانے شخص سے غصب کیے پھر مقر بولا کہ دس شخص
غاصب تھے مثلاً اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہے کہ فقط مقر ہی نے ہزار درہم غصب کیے ہیں تو سب ہزار درہم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے
کہا متن کے نسخوں میں ادعی الغاصب ہے اور تو معلوم کر چکا ہے کہ مصنف کی شرح کے نسخوں سے یہ عبارت ساقط ہے اور بجائے ادعی الغاصب ادعی الطالب
حق ہے چنانچہ مجمع کی تعبیر ہے اور مجمع کے شارحوں نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہے والزمہ زفر بعشرہا اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسواں حصہ لازم
کیا ہے ہم اسواسطے کہ مقر نے ہزار درہم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کی طرف کی ہے تو اسپر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا ہذا الضمیر یستعمل
فی الواحد والظاہر انہ یخبر بفعلہ دون غیرہ فیکون قولہ کنا عشرۃ رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناہ کلنا صح اتفاقا لانہ لا یستعمل فی الواحد ہم زفر کے
جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنے متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہے کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر امقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہے
نہ غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہے تو صحیح نہوگا ہاں اگر مقر کہتا ہو کہ ہم سب نے ہزار درہم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا
بالاتفاق اسواسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی بثلث مالہ لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیرہ شیٔ وقال زفر
لکل ثلثہ ولیس للابن شیٔ ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کے واسطے وصیت کی بلکہ بکر کے واسطے وصیت
کی تو اول شخص کے واسطے ثلث مال ہے اور اسکے سوائے کسیکو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینوں شخصوں کو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو
مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ دین یہ ہے کہ اسیطرح تین شخصوں کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینوں کو تہائی تہائی ملیگا قلنا انفاذ الوصیۃ فی الثلث وقد
اقر بہ للاول فاستحقہ فلم یصح رجوعہ بعد ذلک للثانی بہا بخلاف الدین لنفاذہ من الکل الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا
جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہے اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہے تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہوگیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے
شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل متروکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع مسائل ملحقہ شارح کے اقر بشیٔ ثم ادعی الخطاء لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانۃ قنیہ
کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطا فی الاقرار کا دعوے کیا تو مقبول نہیں مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر
ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوے غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ ہم اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کیا
تو خطاے مذکور میں اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الحواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرہا فافتی بعضہم بصحتہ ظہیریۃ اقرار کرنا مکرہ کا باطل ہے
مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضوں نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریۃ ہم تجنیس اور قہستانی میں ہے کہ درصورت
مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی نہ دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہے الاقرار بشیٔ محال وبالدین بعد الابراء منہ باطل شیٔ محال کا اقرار اور دین کا بعد اسکے معاف
کردینے کے باطل ہے ہم شیٔ محال کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے مہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مر چکا اور
از انجملہ یہ ہے کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہوگیا تو انکار صحیح ہے اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہے علی احد القولین کذا فی الطحطاوی سے
ولو بمہر بعد ہبتہا لہ علی الاشبہ اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہے اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ ہم صورت اسکی یہ ہے
کہ زوجہ نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ وغیرہ
سے نقل کیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کے ہزار درہم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثوں نے گواہوں سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی

زوج کی حیات مین تو گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق بائن کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرار صحیح
نہین مگر بقدر مہر مثل کے پھر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابراء کے مخالف ہو تو اگر زوجہ نے زوج کو مہر سے ابرا کر دے پھر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی

الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانه اقر به یلزمه ذکره المصنف فی فتاواه قلت ومفاده انه لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمه کالاول
وہی واقعۃ الفتوے فتامل ہان اگر دین کا دعوے کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراء عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار
کیا ہے تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہے مین کہتا ہون اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہے کہ اگر مدیون باقی رہنے
اُس دین کا بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہے یعنی وہ اقرار باطل ہے سو تامل کر ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق
یہ ہے کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجپر آتا ہے اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجپر باقی ہے اور دونون مین ایک ہی حکم ہے یعنی
بطلان کذا فی الطحطاوی والفعل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہے صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ
مرض الموت مین کمتر ہے صحت کے افعال مذکورہ سے اسواسطے کہ مرض کا اقرار دین موخر ہے صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا

بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہے الا فی مسئلۃ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانه صحیح فی المرض لا فی
الصحۃ تمتہ وتمامہ فی الاشباہ فعل مرض کمتر ہے فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے
بدون اسکے کہ وقت کے تفویض نظارت کی اُسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تجویز مرض الموت مین صحیح ہے نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہے

وفی الوہبانیۃ شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ۞ فبینۃ الایہاب من قبل تہدر ۞ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی
ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہے ہم اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا شعر واسناد بیع فیه للصحۃ قبلن ۞
وفی القبض من ثلث التراث یقدر ۞ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائیگا کلام منتقی مین ہے کہ اگر
مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی مین نے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اُسکے ثمن پر مین نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہے تو اُسکی تصدیق
ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینۂ شہود ہوگا تو اقرار صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ شعر ولیس بلا
تشہد مقر الغدرۃ ۞ ولو قال لا تخبر مخالف یسطر ۞ اور اس قول مین مقر ہوگا گواہی نہ دیجیو ہم اُسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین
اختلاف مسطور ہے ہم اگر یون بولا کہ اُسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہے وجوب ہزار کی اثبات
سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہے یعنی تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہے کرخی اور مشائخ بلخ کا

یہ مذہب ہے کہ یہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہے کہ یہ اقرار ہے قنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی شعر ومن قال ملکی ذا الذا کان
منشاء ۞ ومن قال ہذا الملک ذا فہو مظہر ۞ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہے تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہے یعنی اُسنے بالفعل اسکو ہبہ
کیا تو اُسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہے تو وہ مظہر ہے ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین شعر

ومن قال لا دعوے الی الیوم عند ذا ۞ فما یدعی من بعد منہا فمنکر ۞ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوے نہین آج کے دن اس شخص سے پھر اُسکے بعد جو
دعوی کریگا اُس دن اور ما تقدم کے دعاوی سے سو اسپر شرح کا انکار ہے یعنی مقبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب سے حادث ہوگا تو مسموع ہوگا
اور اگر بولا کہ مین نے فلانے پر دعوے کرنا چھوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوے مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی

واللہ تعالے اعلم واستغفر اللہ العظیم

كتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح متخاصمین کے احکام میں ہم مصالح علیہ اسکو کہتے ہیں جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہے جس سے صلح ہو مثلاً زید نے خالد سے ایک حویلی کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ تجھ
سو درم لے اور حویلی کا دعویٰ نہ کر تو یہاں سو درم مصالح علیہ ہے اور حویلی مصالح عنہ ہے مناسبتہ ان انکار المقر سبب للخصومۃ المستدعیۃ للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہے کہ انکار کرنا
مقر کا جھگڑے کا سبب ہے اور جھگڑا مستدعی ہے صلح کا ہو لغۃ اسم من المصالحۃ وہ یعنی صلح اسم ہے مصالحہ سے یعنی مصالح کا اسم ہے وشرعاً عقد یرفع النزاع ویقطع الخصومۃ اور شرع میں صلح عبارت ہے
اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹاوے وہ صلح ہے ورکنہ الایجاب مطلقاً رکن صلح کا ایجاب ہے مطلقاً یعنی متعین اور غیر متعین ہر دونوں میں
ایجاب طالب کا ضرور ہے صلح کے واسطے والقبول فیما یتعین اما فیما لا یتعین کالدراہم فیتم بلا قبول عنایۃ وسیجیٔ اور رکن صلح کا قبول کرنا مطلوب کا متعین اور غیر متعین میں
چنانچہ دراہم میں تو صلح تمام ہو جاتی ہے بدون قبول کے بھی کذا فی العنایۃ اور آگے اسکا بیان آویگا ہم صلح بلا قبول اسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب طالب سے
صلح شروع کرے اس طرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درم وغیرہ کا دعویٰ کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ میں نے اسپر صلح کی تو اب
مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وشرطہ العقل لا البلوغ والحریۃ
اور صلح کی شرط عقل ہے نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبی ماذون ان عری صلحہ عن ضرر بین تو صلح کرنا صحیح ہے صغیر ماذون کی جانب سے اگر اسکی صلح
خالی ہو نقصان صریح سے ہم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہے ایک یہ کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نہ نفع نہ ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون
نے ایک آدمی پر دین کا دعویٰ کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی تو اگر دعویٰ کے گواہ نہوں تو صلح جائز ہے اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے
کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہے خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہوں تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہے اور صغیر تبرع کا مالک نہیں اور
جسمیں نہ ضرر ہو نہ نفع اسکی مثال یہ ہے کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اسکی قیمت کے اور جسمیں نقصان ہو مگر غیر صریح اسکی مثال یہ ہے کہ دین میں تاخیر کرے
کہ یہ جائز ہے اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہے وصح من عبد ماذون ومکاتب لو فیہ نفع اور صلح صحیح ہے عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح میں
نفع ہو ہم طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اسکو شامل رہتا جسمیں نہ نفع ہے نہ ضرر یا جسمیں ضرر ہے مگر غیر صریح وشرط ایضاً کون
المصالح علیہ معلوماً ان کان یحتاج الی قبضہ اور یہ بھی صلح کی شرط ہے کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ
کی حاجت ہو ہم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گھر میں اپنے حق ہونے کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان میں اپنے
حق کا دعوے کیا اور دونوں نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوے ترک کرے تو صلح صحیح ہے اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت
باعث نزاع نہیں کذا فی الدرر وکون المصالح عنہ حقاً یجوز الاعتیاض عنہ ولو کان غیر مال کالقصاص والتعزیر اور یہ شرط ہے کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے
عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر ہم حق سے مراد یہ ہے کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ
اپنے زوج پر دعوے کرے کہ جو لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہے وہ اسکا ہے زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعویٰ ترک کرے
تو یہ صلح باطل ہے اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہے نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہے جو حق العبد ہو
چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب ودشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہو جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو ظاہر الصلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ تحریر طلب ہے
کذا فی الطحطاوی معلوماً کان المصالح عنہ او مجہولاً خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول ہم مجہول ہونے کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعویٰ کیا
پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہے لا یصح لو المصالح عنہ مما لا یجوز الاعتیاض عنہ وبینہ بقولہ کحق شفعۃ وحد قذف وکفالۃ بنفس صلح صحیح نہیں
اگر مصالح عنہ اسی قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف

اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہین ہم اگر مشتری صلح کرے شفیع سے بجہت اُس شئے کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہے کسی شے پر اس شرط پر
کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہے اسواسطے کہ شفیع کا حق نہین محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہے ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی کچھ قیمت نہین تو
بمقابلہ اُسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہے حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے صلح کرے تو جائز
ہے اور یہ عبارت ہے بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہے اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہین اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اُسمین حق العبد ہے لیکن حق اللہ اُسمین غالب ہے اور ملحق بالمعدوم ہے اور
اسیطرح حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اُسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اُسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہے صلح
سے اول وثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہوجاتی ہے صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو لا حد زنی
وشرب مطلقاً صلح صحیح نہین حد زنا اور شراب خواری سے مطلقاً خواہ حاکم کے پاس اُسکی نالش کی ہو یا نہ کی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے
دوسرے شخص کی عورت سے زنا کیا اور اُسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر تا کہ وہ معاف کرے تو یہ باطل ہے اور عفو کرنا اُسکا باطل ہے اور حاکم شارب خمر
سے صلح کرے کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہین اور اُسکا پھیر دینا چاہیئے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول
من المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط اور طلب صلح کا
یعنے مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہے مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اُس قسم سے ہو کہ تعین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہے مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہے انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اُسکا ترجمہ نہ کیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قول المدعی علیہ لانہ کالبیع بحر اور اگر مدعا بہ اُس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضروری ہے
اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہے ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضروری ہے اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ
مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہ وقوع البراءۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم اُسکا یعنی اثر مترتب
صلح کا واقع ہونا برارت کا ہے دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہے مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہے مصالح عنہ مین اگر مدعا علیہ
مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہے اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہے وہو صحیح مع اقرار وسکوت وانکار
اور صلح صحیح ہے مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہے بدلیل قول حق تعالی (والصلح خیر) اور حدیث مین وارد ہے کہ ہر صلح جائز ہے
فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرادے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہے اور دفع ظلم کی رشوت وہ صلح نہین
جو حرام کو حلال کردے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع کالشفعۃ والرد بالعیب وخیار الرؤیۃ و
شرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہے اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ
شفعہ اور رد بالعیب اور خیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھرون مین شفعہ واجب ہوگا
اور رد بالعیب اس طرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اُسمین مدعی عیب پاوے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہے اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہے اور یہی حکم ہے مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن اختیار شرط کرے تو صحیح ہے

ویفسدہ جہالۃ البدل المصالح علیہ لا جہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہو غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ
کا اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہو یعنی مدعا علیہ کے ذمہ سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ علی تسلیط البدل اور شرط ہو قادر
ہونا مدعا علیہ کا بدل کے تسلیم کرنے پر ہم حلبی نے کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہو اسکا عطف یسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہو
کہ تسلیم بدل پر قدرت شرط ہو اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں ۵ فما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل
ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو
اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ
وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق ملک غیر نکلے بقدر اسکے مصالح عنہ مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے
اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہو اور معاوضہ کا یہی حکم ہو وحکمہ کاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ
عبد وسکنی دار فشرط التوقیت ان احتیج الیہ والا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہو اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے جیسا کہ
خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہو اجیر
خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان
معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہو صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہو جانے سے مدت کے
اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہو اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہو محمد کا جسپر اصحاب متون نے اعتماد کیا ہو
کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس آخر ابن کمال لانہ بحکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہو اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال
کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہو اجارے کا ہم درصورت اختلاف جنس
منفعت صلح جائز ہو جیسے صلح کرنا دعوی سکنے دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت کے جائز نہیں اسواسطے کہ استیجار منفعت کا متحد الجنس
منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین و
قطع نزاع فی حق الآخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہو مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہو
دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہو اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا
قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا ہوتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او
انکار اور اسوقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی
کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر گھر سے صلح کر لی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہو کہ میں نے اپنے
گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کر کے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خرید کیا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع
ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم
یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیۃ لیکن درصورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہو کہ مدعی کے قائم مقام ہو جائے اثبات دعوے میں اور اپنے
مطلب کا وسیلہ پکڑے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوے کے گواہ ہوں تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے لے
اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ تحقیق صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسیطرح شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں اور قسم کے

شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشرنبلالیہ **وتجب فی صلح وقع علیہا باحدہما او باقرار لان المدعی یاخذہا عن المال فیو اخذہ بزعمہ** اور شفعہ واجب ہے اُس صلح مین کہ واقع ہوئی ہے گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہے بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اُسکے گمان کے ہم یعنے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اُسمین شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی **وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض** اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق ملک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیر دے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اُسکے ہاتھ مین باقی رہے بلا خصومت احدے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بجا نہ تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیر لیگا کذا فی الدرر **وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ** اور جسقدر بدل صلح سے مستحق ملک غیر ہو تو مدعی دعوی کی طرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوے کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے **ہذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ** عینی وغیرہ یعنی رجوع الی الدعوی در صورت استحقاق بدل موقوف ہے جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیر لے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ ساکت یا منکر کی پیش قدمی مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے **وہلاک البدل کلا او بعضا قبل التسلیم** لہ ای للمدعی **کاستحقاقہ فی الفصلین** ای مع اقرار او مع سکوت و انکار در ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اُسیطرح دونون فصلون مین یعنی صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم کے تو مدعی مصالح عنہ کو پھیر لے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کی طرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی صلح باطل ہوگی اور باقی مین رہیگی کذا فی المنح **وہذا لو البدل مما یتعین والا لم یبطل بل یرجع بمثلہ** عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہے تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو چنانچہ کیلی اور وزنی تو صلح باطل نہو گی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیر لے مدعا علیہ سے کذا فی العینی ہم **الخ** من کذا نسخ المتن والشرح وصوابہ **علی بعض ما یدعیہ** ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین کما سیجی فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی **لم یصح** لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہٖ اُسکا حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوے مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوے کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یون تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ **وحیلۃ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شیء آخر کثوب ودرہم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی** اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر مین باقی رہا اُسکے عوض وہ [illegible] درم یا کپڑا ہو گیا **او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی** یا صلح بعض مدعا بہا سے ابرا ملحق کیا جاے باقی کے دعوے سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوے مین ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوے سے

ابرا کرد سے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقا شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی النرمیۃ للبزازیۃ وفی الجلالیۃ شیخ الاسلام وجعل مافی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر صلح صحیح ہے مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذافی الشرنبلالیہ اور اسی پر چلا ہے صاحب اختیار اور منسوب کیا ہے اس قول کو عزمیہ میں بزازیہ کی طرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کی طرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایۃ ٹھہرایا ہے ہم ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہے برارت باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہے کہ ابرا اعیان سے باطل ہے تو یہ اسکو مقتضی ہے کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح درصورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ

قول میں دیا ہے وقولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ بطل الابراء عن دعوے الاعیان لم تصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لوظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا لکن لاتسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہے اور اعیان اس ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہوجاتے ہیں اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جسے ابرا کرچکا ہے پاجائے تو اسکو انکا لینا جائز ہے لیکن اسکا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا ہم بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوے الاعیان نہ کہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہے چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہے کہ بطلان برارت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ ابرا سے اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہوجاتے ہیں تو مدعی کو اسکا لینا حلال ہے اگر پاجائے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مدعی کو اعیان کا دعوے کرنا بعد الابرا صحیح ہے کذافی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح وبرا عن

دعوے الباقی ای قضاء لادیانۃ فلوظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور بعض دین پر صلح کرنا صحیح ہے اور مدعا علیہ بری الذمہ ہوجائیگا باقی دین سے یعنے قضاءً بری ہوگا نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجائے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہے اور اسکو ہمنے شرح ملتقی میں محقق بیان کیا ہے ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہے کہ ابرا متعلق باعیان یا دعوی اعیان سے ہے اور وہ تو بلا اختلاف مطلقاً صحیح ہے یا متعلق بنفس اعیان ہے تو اگر اعیان مغصوب ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہے دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو برارت عن الاعیان کا مطلب یہ ہے کہ اسکے تاوان سے برأت صحیح ہے اگر ہلاک ہوجائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ انپر ضمان نہیں الا بالتعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برارت صحیح نہیں دیانۃ یعنی کہ جب مالک انکو پاجائے تو انکو لے مگر قضاءً برارت صحیح ہے ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برارت کے نہ سنیگا اور اسی کے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہے کذافی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقا ولو باقرار او بمنفعۃ اور صحیح ہے صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہو یا منفعت سے ہو یعنی بعوض منفعت دعوے مال سے صلح صحیح ہے جیسے صلح مستاجر سے جبکہ موجر اجارے کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہے منفعت کے دعوے سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت سے ہو کما مر وعن دعوے الرق اور صلح صحیح ہے دعوی رق سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور اسنے کچھ مال پر صلح کی تو صحیح ہے وکان عتقا علے مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ درر اور صلح مذکور آزادی بعوض مال ٹھہریگی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہوں سے

کذافی الدرر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذافی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لایستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ نزل بائعا ...... اور بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہوجائے گا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے بائع ٹھہرادیا گیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہے دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوے کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کرلی تو صحیح ہے اور اگر اسکا زوج ثابت ہوگا

تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا ولا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہریگا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر
وہ دعوے نکاح مین کاذب ہوگا اور عدم حلت بدل اس مسئلہ مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہے کذا فی الطحطاوی ویحل لہا
الزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المراۃ فصالحہا لم یصح وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی
والاختیار وصحح الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوے کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کر لی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ
والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہے عدم صحت کو مجتبی اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہے درر البحار مین وان قتل العبد الماذون لہ رجلا
عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون لہ فی التجارۃ نے ایک
مرد کو عمداً قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہین
تو یہ صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجائے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے
کے وان قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ الماذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمداً مار ڈالا
اور ماذون نے اپنے غلام کی طرف سے صلح کر لی اولیاے مقتول سے تو جائز ہے اسواسطے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہے یعنی اسواسطے کہ
استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہے تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہے ویسے ہی صلح کرکے اسکی جان بچانا بھی جائز ہے والمکاتب کالحر
اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہے جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہے وصالح عن المغصوب الہالک علی اکثر من
قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جاز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہے جیسے مغصوب
سے صلح بعوض اسباب کے صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے دوسرے کا غلام جسکی قیمت ہزار ہے غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا
حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار دیکر اسکے مالک سے صلح کر لی تو یہ جائز ہے امام رح کے نزدیک جیسے اسباب دیکر صلح جائز ہے خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل
بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ
قیمت مغصوب کی کمتر ہے مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل بحر اور غاصب کو کوئی
چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین اسپر کہ قیمت کمتر ہے مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو عتق
موسر عبدا مشترکا فصالح الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فتبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک
غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ تر پر صلح کی تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ عتق مین قیمت ہے شرعاً مقدر اور
منصوص علیہ ہے تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہے کالصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء
بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ تر پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے کہ
قاضی کا قیمت کرنا شارع کے ٹھہرانے کے مانند ہے یعنی اسواسطے کہ قاضی اجرائے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہے واللہ تعالی اعلم وکذا لو صالح بعرض صح وان
کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ المغصوب لانتفاء لعدم الربوا اور اسیطرح اگر صلح کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہے اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب
مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربوا کے اسواسطے کہ ربوا متحقق نہین ہوتا ہے درصورت اختلاف جنس وصح فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع
اقرار باکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربوا اور صلح صحیح ہے جنایت عمد مین مطلقاً اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور
ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربوا کے عمد مین مطلقاً صلح درست ہے خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

اسمین ملت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین و فی الخطا کذلک لا تصح الزیادۃ لان
الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتے لو صالح بغیر مقادیرہا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسی طرح یعنے اگرچہ خطا نفس مین ہو
اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین اور مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی جس طرح سے
ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ ہم خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار
دینار یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اس پر زیادہ کرنا باطل ہی صلح کے مثلا دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا بیس ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین
جنس دین سے اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر اور اسباب پر بشرط اتحاد
مجلس جائز ہی و بتعیین القاضی احدہا یصیر غیرہ کجنس آخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری
جنس کے مانند ہو جاتی ہی یعنے اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کر کے مثلا
دو سو دینار پر یا بیس ہزار درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اسکے مغایر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو
حمل علے المعاوضۃ ممکن ہو گیا کذا فی المنح ولو صالح علے خمر فسد فیلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب پر تو صلح فاسد ہی
تو اب سے خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد مین بسبب نہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجائے کذا فی الاختیار وکل زید عمرا بالصلح
عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی آخر من مکیل وموزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد
کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر منجملہ مکیل اور موزون کے تو بدل صلح کا موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ
وہ اسقاط ہی یعنے اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا نہ عاقد مع یہ اس صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل
کی طرف سے صادر ہو ورنہ ولی مقتول کی طرف سے کیونکہ وہ آخذ ہی تو اسکو یون نہین کہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم ہی اور اسی طرح مسئلہ دین مین
مدعی کی طرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہی تو بدل صلح اسکو کیونکر لازم ہوگا تو ماتن کو یون کہنا بہتر تھا او علے بعض دین مدعیٰ علیہ
آخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ
وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض
مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت بیع کے مانند ہی یعنی اور بیع مین وکیل کی طرف حقوق راجع ہوتے
ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہو انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر
مع مطلقا وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین مین خواہ اسکے غیر مین کذا فی الطحطاوی صالح عنہ فضولی بلا امر صح ان ضمن
المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علے ہذا او کذا او سلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن بامرہ عزمی زادہ مصالحہ کیا
فضولی نے مدعا علیہ کی جانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہی اگر فضولی مال کا ضامن ہو یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی طرف نسبت کرے
یا یون کہے نقد یا جنس کی طرف اشارہ کر کے کہ صلح کرتا ہون اسپر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی
متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو متبرع نہوگا کذا فی عزمی زادہ مع اضافت اسکے مالہ کی یہ صورت ہی
کہ فضولی یون کہے کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہی والا یسلم فی الصورۃ
الرابعۃ فہو موقوف فان اجازہ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نہ کرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ

صلح کو جائز رکھے تو صلح جائز ہی اور اسکو بدل صلح لازم ہی اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہی د الخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور
خلع جمیع مذکورات مین احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہی صم یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہوا یا اسکو
اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہی اور فضولی کو بدل لازم ہی اور وہ متبرع ہی اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہی اور نہین تو عورت کی
اجازت پر موقوف ہی ادعی وقفیتہ دار ولا بینة له فصالحه المنکر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب
لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوے کیا اور مدعی کے گواہ نہین پھر مدعاعلیہ منکر وقف نے دفع خصومت کے واسطے
اُس سے صلح کر لی تو جائز ہی اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہی بشرطیکہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہو اور بعضون نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہی کہ
بدل مذکور حلال نہین اسواسطے کہ یہ صلح حقیقت مین بیع ہی اور بیع وقف کی صحیح نہین کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری
صلح باطل ہی صم صلح ثانی اسوقت باطل ہی کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہی اور
اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء اور اسیطرح نکاح بعد
نکاح کے اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہی صم مسئلہ نکاح خلافی ہی جامع الفصولین مین ہی ایک عورت سے نکاح کیا ہزار درم مہر پر پھر اُس سے نکاح
دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضون نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور منیہ مین ہی کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا
تو دونون تسمیہ ثابت ہین قول اصح مین کذا فی حاشیة الاشباه للحموی اور صلح بعد شرا کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ
گھر میری ملک ہی سو بائع نے اُس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہی بسبب تناقض کے اسواسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر ملک بائع کی دلیل ہی پھر دعوی اور صلح بعد اسکے
صریح متناقض ہی جامع الفصولین مین ہی کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہی اور صلح باطل ہی کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی
باطل الا فی ثلث مذکورة فی بیوع الاشباه الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہی کہ جو عقد کہ دوسری بار
منعقد ہو تو عقد ثانی باطل ہی مگر تین عقدون مین جو اشباہ کی کتاب البیوع مین مذکور ہین عقد ثانی باطل نہین یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور
عقد اجارہ تو انکی طرف مراجعت کرنا چاہیے صم تو اگر مدعاعلیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہی اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ
نہوگا چنانچہ خانیہ مین ہی اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغایر ہو اسطرح کہ اُس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی معتبر ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے
برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارة علی هذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیه بینة بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبله ای قبل الصلح
لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحة مدعاعلیہ نے گواہ قائم کیے بعد اُس صلح کے جو مدعاعلیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے
کہ میرا کچھ حق نہین فلانے کی جانب تو صلح جاری اور نافذ ہی صحت پر صم گواہ اسواسطے مقبول نہین کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ
ملاحقہ کے کہ اسمین مدعی کا یہ اقرار ہی کہ وہ مبطل ہی اپنے دعوی مین ولو قال المدعی بعده ما کان لی قبله قبل المدعی علیه حق بطل الصلح بحر قال المصنف
وهو مقید لاطلاق العمادیة اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعاعلیہ کی جانب کچھ حق نہین تو صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ
بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ مین قید کی لگانے والی ہی صم عمادیہ کی عبارت یہ ہی ادعی بکر فصالحه ثم ظهر بعده ان لا شیء علیه بطل الصلح انتہی
یعنی بکر نے دعوے کیا سو مدعاعلیہ نے اُس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اُسپر کچھ حق نہین تو صلح باطل ہی تو ظہور عدم حق بعد الصلح مین
یہ قید ہی کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہی نہ مصالح کے اُس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن
دعوی البزازیة لو ادعی الملک بجهة اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح مین بزازیہ کی کتاب الدعوے سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہیں تو اس تناقض لبطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہے کہ بطلان صلح اسوقت ہے جبکہ ملک اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہیں اور اگر کہے کہ میرا حق نہیں بطریق میراث کے پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہے بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہیں انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہیں کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہے تو اسمین کچھ اشکال نہ رہا **والصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا** بحر اور صلح کرنا دعوے فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہیں دعوی فاسدہ وہ ہے جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر ہم دعوی فاسدہ وہ ہے جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوے بر رفع تناقض ہو سکتا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے ہم تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہیں اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہے دعوی حد سے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ یا تصویر محرم سے کذا فی الطحطاوی وحرر فی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کی ہے کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہے مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا معتمد تحریر وہی ہے جو ماتن نے بہ تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسد سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہے کہ علمائے خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہے کہ جس دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اسپر صلح صحیح نہیں اور جسکی تصحیح ممکن ہے چنانچہ حد مذکور نہو یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہے انتہی **وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ** اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہے مطلقا خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہے بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مراجعت کر ہم طحطاوی نے کہا تجکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہے کہ جب حق مجہول کا ایک گھر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہے سو مفید اطلاق نہیں بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح ہے اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول معین کر دینے سے صلح کے وقت ممکن ہے **ویصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح** اور صحیح ہے صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح ہم شرب کی مراد عبارت ہے پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہیں تو وہان مراد یہ ہے کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہیں ہے کہ اسکا معاوضہ درست ہو اور یہان مراد یہ ہے کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہے دفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم نہ کھانی پڑے **لان الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراہم جاز حتی فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب** در ر اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق مین ہو سو اسنے یمین کے بدلے درم دیے تو جائز ہے یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہے کذا فی المجتبے بخلاف دعوی حد اور نسب کے کذا فی الدرر ہم دعوی تعزیر کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری تکفیر یا تضلیل کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درم دیے بقول اصح جائز ہے اور دعوی نسب کی یہ صورت ہے کہ مثلا عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا ہے اس مرد کا میرے پیٹ سے سو مرد نے ترک دعوی النسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہیں **الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینتقض بنقضہما ای بفسخ المتصالحین** اور صلح اگر بمعنی معاوضہ ہو اس طرح پر کہ دین کا معاوضہ ہو عین سے تو صلح ٹوٹ جاتی ہے دونون کے توڑ لینے سے یعنے متصالحین کے فسخ کرنے سے **وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تصح اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود** قنیہ وصیرفیہ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو بلکہ بمعنی استیفائے بعض حق اور اسقاط بعض حق کے ہو

تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں اور نہ اسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیہ والصیرفیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار
علی سکنی بیت منہا ابدا او صالح علی دراہم الی الحصاد او صالح مع المودع بغیر دعوی الہلاک لم یصح الصلح فی الصور الثلث
سراجیہ اور اگر گھر کے دعوے سے صلح کی اسمین سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درمون کے دینے پر کھیتیون کے کاٹنے تک
یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوے ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینون صورتون مین کذا فی السراجیہ قید بعدم دعوی الہلاک لانہ
لو ادعاہ وصالحہ قبل الیمین صح بہ یفتی خانیہ مصنف نے عدم دعوے ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا و مصالحہ
کرنے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہی اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیہ دفعا للنزاع باقامۃ البینۃ اور صلح مدعا علیہ
کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہی تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاسے یعنے صلح مذکور اسواسطے جائز ہی تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نہ کرے
ولو برہن المدعی بعدہ علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضہ ثم وجد البینۃ فانہا تقبل
اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوے پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوے مین یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر جبکہ وصی نے
صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہین ولو بلغ الصبی فاقامہا تقبل ولو طلب یمینہ لا
یحلف اشباہ اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہین اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجاے تو قسم
نہ لیجائے گی کذا فی الاشباہ ہم طلب بصیغہ مجہول ہی یعنے اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہیے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم
نہ لیجائے گی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباہ وبالثانی فی السراجیۃ وحکاہما فی القنیۃ مقدما للاول اور
دوسرا قول یہ ہی کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہی اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ مین اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ مین اور
دونون قولون کو قنیہ مین ذکر کیا ہی پہلے قول کو پہلے بیان کر کے ہم قول ثانی یعنے عدم صحت صاحبین رح کا قول ہی چنانچہ معین المفتی مین ہی اور قول
اول محمد بن حسن کی روایت ہی امام رح سے کذا فی الطحطاوی طلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفہم
المتاخرون والاول اصح بزازیہ درخواست کرنا صلح کا دعوے سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے یعنے مدعا بہ کا اقرار نہیں متقدمین
کے نزدیک اور علماے متاخرین انکے مخالف ہین اور پہلا قول صحیح تر ہی کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال
فانہ اقرار اشباہ بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہی مال کا کذا فی الاشباہ ہم وجہ اسکی یہ ہی
کہ صلح عن الدعوے یا ابرا عن الدعوے سے قطع نزاع مقصود ہی تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے وہ ثبوت حق کا
مقتضی ہی صالح عن عیب او دین فظہر عدمہ او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذہ اشباہ و درر صلح کی بایع کے عیب سے یا مدیون نے
دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہوگی اور اسکو پھیر دے جسکو اسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ فی الدرر

فصل فی دعوی الدین یہ فصل ہی دعوی دین کے احکام مین الصلح الواقع علی بعض جنس مالہ علیہ من دین او غصب اخذ لبعض حقہ
وحط لباقیہ لا معاوضۃ للربوا جو صلح کہ واقع ہو اس مال کی بعض جنس جو مدعا علیہ پر ثابت ہی دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہی اور
باقی حق کا گھٹانا اور زائل کرنا معاوضہ نہیں ہی بیاج کے سبب سے یعنے اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ زیادتی عوضین سے بیاج نہ لازم آوے
اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہی وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدلہ عن الف حال علی مائۃ حالۃ اور اسوقت
مین یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے سو

بلا مدت پر ہم بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہی جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہی اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہی او علے الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر ہم اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہی وعن الف جیاد علی مائة زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہی ولا یصح عن دراہم علی دنانیر مؤجلة بعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئة اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطور نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنے دینار حق کی جنس نہین ہی کہ اسکو بعض حق ٹھہرکے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو مدت صحیح نہوگی او عن الف موجل علے نصفه حالا الا فی صلح المولی مکاتبه فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب سے جائز ہی کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مدائنہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی بخلاف صلح مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفه بیضا والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منہما فمعاوضة یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی ہم دائن کا یہ احسان کہ اسپر صلح کرے جو اسکے حق سے کمتر ہی مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہین چنانچہ سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمه ادالی خمس مائة غدا من الف لے علیک علے انک بری من النصف الباقی فقبل فادی فیه بری وان لم یود ذلک فی الغد عاد دینه کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا کہ لے آ میرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے تجھپر ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہوجائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اُسی دن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو اُسکا دین پورا پھر آوے گا چنانچہ پہلے شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقئید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہی ملفظ علے تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی برارت مین تو در صورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی و وجوہہا خمسة احدہا ہذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین ایک اُنہین سے یہی صورت ہی جو مذکور ہوچکی اور دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نہ کرے گا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہی ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے اسپر کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نہ کرے گا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراے مطلق ہی یہ ابراے مطلق اسواسطے ہوا کہ جب ادا کا وقت معین نہ کیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو برارت مقید با دا نرہی والثالث وکذا لو صالحه من دینه علے نصفه یدفعه الیه غدا وہو بری مما فضل علے انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه کان الامر کالوجه الاول کما قال لانه صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہی اور اسی طرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اُسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہی اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل نہ دے تو تمام اُسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول مین برارت کی صریحا تقیید ہی ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا ابھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نہ کرے گا تو سب دین اسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایہ والرابع فان ابراہ عن نصفه علے ان یعطیه ما بقی غدا فہو بری ادی الباقی فی الغد

اولا بدایتہ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہی سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے
تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نہ کرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط
کان ادیت الی کذا او اذا او متی لایصح الابراء لما تقرران تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچوین صورت یہ ہی کہ اگر دائن ابرا کو
صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرنے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح
شرط کے ساتھ باطل ہی کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہی ہم یعنے اگر یون کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہی باقی سے تو صحیح نہین اسواسطے
کہ ابرا مین تملیک اور اسقاط دونون معنی ہین سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہین اور تملیک تعلیق کے منافی ہی تو ہمنے دونون معنون کی
رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنے بحرف شرط تو ابرا صحیح نہین اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علے ہو جیسے اگلی چار صورتون مین ہی تو
ابرا صحیح ہی کذا فی شرح الوقایہ بہ توضیح وان قال المدیون لآخر سرا لا اقرلک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر
او الحط صح لانہ لیس بکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تک تو مجکو تاخیر ندے
مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہی صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی
کرنے والا نہین جو صلح جائز نہو تو بعد تاخیر فی المال مطالبہ نہین کرسکتا اور بعد کم کرڈالنے کے پورا دین نہین لے سکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ
سرا اخذ منہ الکل للحال یہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لے ہم اعلان سے مراد یہ ہی کہ درخواست
تاخیر او را سقاط اول لوگون کے سامنے کی اور یہ مراد نہین کہ اول مخفی تاخیر او راسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہین اور
اعلان مین پورا دین اسوقت فی الحال لے گا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کم کردیگا علانیہ یا اقرار کرے گا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولی ہی اخفا سے
ولو ادعی الفا وجحد فقال اقرلی بہا علے ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علے ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوے کیا اور
مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین ہزار سے سو کم کرڈالونگا تو کم کرڈالنا صحیح ہی بخلاف اس قول کے
کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ مین تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہی ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط مجتبے
اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو مین تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کرڈالون پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی
نہ کم کرڈالنا کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ابرا شرط صریح جائز نہین بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمین تعلیق معنوی ہی نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن
مبیع بیع صفقۃ واحدۃ و دین موروث و قیمۃ مستہلک مشترک اذ قبض احدہما شیئا منہ شارک الآخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم کما یاتی
جو دین کہ مشترک ہو دو شخصون مین ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونون کا موروث ہو یا مستہلک
مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لے گا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوجائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنے
دین کا مطالبہ کرے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ہم ثمن مبیع شامل ہی اس صورت کو جبکہ دونون شریک مبیع مین شریک ہون اسلیے کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا
شریک نہون اسطرح پر کہ دو چیزین ہون ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونون کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت
سے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی
مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ہر ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت مین ایک شخص دوسرے کے مقبوضہ مین شریک نہوگا اسواسطے کہ سبب
مختلف ہی اور شرکت مین یہ ضرور ہی کہ دونون مقدار ثمن اور صفقہ مین برابر ہون اسواسطے کہ اگر دونون شخص بیع بصفقہ واحدہ کرین اسپر کہ ثمن سے فلانے کا حصہ

سو درم ہوا اور فلانے کا حصہ پانسو درم پھر ایک شخص انمین سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اسمین شرکت نہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ بایعین جب کے
حق مین تفرق صفقہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب اور اسوقت ہین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر دوسرا شریک اُس کپڑے کا آدھا لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضمانی کردے تو اب اسکا حق
نہ رہیگا کپڑے مین مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا
شریک نصف کپڑا لیگا اور ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نہ رہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئا
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحہ نہ کیا بلکہ بقدر نصف
دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دے بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین پر
بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح پر
مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اُسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرا احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض اور
جبکہ ایک شریک نے مدیون کو ابرا کردیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے ربع دین کو نہ پھیرے گا اسواسطے کہ ابرا تلف کرتا ہے نہ قبض کرتا یعنے
اور مواخذہ شریک کا قبض مین ہے نہ اتلاف مین وکذا الحکم ان کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت المقاصۃ
بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسی طرح حکم عدم رجوع کا ہے اگر مدیون کا احد الشریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہوگیا ہو اُسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہے نہ قابض ہم
اور مشارکت مقبوض مین ثابت ہوتی ہے نہ ادا سے دین مین دین سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک
شریک پر حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن بعض قسم
الباقی علی سہامہ اور اگر ایک شریک نے مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر
دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک
ساکت کو دس درم کا وکذا المقاصۃ اور ایسے مانند مقاصہ ہے ہم بقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے
اور یہ پانچ درم مجرا ہوگئے اُسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم
ولو اجل نصیبہ صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی کچھ مدت مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے ہم امام رح کے نزدیک تاجیل
احد الشریکین اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہے اور محمد رح سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور
ابو یوسف کا قول ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض لا التزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب اور اجارہ
لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہے دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنے اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے اور
وہ اُسکے پاس ہلاک ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوگا و علی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک شریک نے
نکاح کیا اپنے حصے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت مین یہ اتلاف ہے تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین کرسکتا اور جنایت عمد کی
صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ مقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ درحکم اموال ہے

توجناب خطا کی صلح مین قابض ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی بالمعنا وحیلۃ اختصاصہ بالقبض ان یہب الغریم قدر دینہ ثم یبریہ اور تشریح حصہ شریک کے اختصاص کا
حیلہ یہ ہی کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک مدیون کو اپنا حصہ معاف کردے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم
ہی کہ تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کردے تو اس چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت
نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہی نہ دین او یبیعہ بکف من تمر مثلا ثم یبریہ الملتقط وغیرہ و مرت فی الشرکۃ یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر کھجور بیچے
بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنے جسقدر اُسکا حصہ آتنا کھجور کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کردے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور
ہوچکا کتاب الشرکۃ مین یعنے اگر اسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر کھجور بیچے پھر اپنا دین معاف کردے تو اب جو مدیون دس درم
اُسکو دیگا وہ ثمن بیع ٹھہریگا نہ اسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربی السلم عن نصیبہ علی ما دفع من راس المال فان اجازہ
الشریک الآخر نفذ علیہما وان ردہ رد لان فیہ قسمۃ الدین قبل قبضہ وانہ باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے
سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر
شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائے گی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہی
صم یعنے جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہی اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک نے دس
من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو صلح امام رح اور محمد رح کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی
کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین مشترک ہونگے اور جو باقی رہیگی وہ بھی دونون مین مشترک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا
تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضا شریک ثانی صلح صحیح نہین ہوسکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کیے تو لازم آتی ہی
قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہوسکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدر بتصرف و توضیح نعم لو کان شرکی
مفاوضۃ جاز مطلقا بحر ان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہی کذا فی البحر صم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہی کہ جاز
ولو فی الجمیع یعنے صلح جائز ہی اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنے جواز مخصوص بنصیب مصالح نہین بلکہ جب کہ وہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہی

فصل فی التخارج یہ فصل ہی تخارج کے احکام مین صم تخارج خروج سے ہی اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہی کہ وارث آپس مین اتفاق کرین کہ مثلاً ایک
وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثۃ احدہم عن الترکۃ وہی عرض او ہی عقار بمال اعطوہ لہ او اخرجوہ
عن ترکۃ ہی ذہب بفضۃ دفعوہا لہ او علی العکس او عن نقدین بہما صح فی الکل صرفا للجنس بخلاف جنسہ خارج کر دیا وارثون نے ایک
وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہی یا کہ وہ زمین اور باغ ہی بعوض اُس مال کے جو اُنھون نے اُسکو دیا یا وارثون نے اُسکو نکالا اُس ترکہ
سے جو سونا ہی بعوض چاندی کے کہ اُنھون نے اسکو دیدیا یا بالعکس اسکے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا
چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہی جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر صم صرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہی تخارج
عن النقدین بالنقدین کی قل او کثر لکن بشرط التقابض فیما ہو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت
تخارج صحیح ہی لیکن تقابض البدلین اُس تخارج مین جو بمنزلہ عقد صرف کے ہی یعنے اگر چاندی سونے کا تخارج ہی چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا
شرط ہی صحت کی تاکہ سود لازم نہ آوے وفی اخراجہ عن نقدین وغیرہما بہما عن النقدین لا یصح الا ان یکون ما اعطی لہ اکثر من حصتہ
من ذلک الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہین مگر یہ کہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہو وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو مثلاً یعنے اگر متروکہ مین درم اور
اسباب ہو اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درم ہوتے ہون تو عوض اُسکا دس درم سے زیادہ واجب ہے تاکہ دس درم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جادین
اور باقی درم باقی متروکہ مثلاً درم کے مقابلے مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا کہ وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہے
سود کے احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح و علمہ بقدر نصیبہ شرنبلالیہ وجلالیہ اور ضرور ہے موجود ہونا نقدین کا صلح کے وقت اور وارث کو
اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم ربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز ہے سود کے
نہونے سے وکذا لو انکر وارثتہ لانہ حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعۃ اور اسیطرح مطلقاً صلح جائز ہے اگر وارث منکر ہون اسکی میراث کے
اسواسطے کہ اسوقت مین جو دیا وہ بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہے وبطل الصلح ان اخرج احد الورثۃ وفی الترکۃ دیون بشرط
ان تکون الدیون لبقیتہم لان تملیک الدین من غیر من علیہ الدین باطل اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور
حالانکہ متروکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین نہ خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو دین کا
مالک کرنا باطل ہے ہم جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک
دین کی باطل ہے مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہے ثم ذکر لصحتہ حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منہ ای من حصتہ لانہ تملیک الدین
ممن علیہ الدین فیسقط قدر نصیبہ عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر کو کہین سو مصنف نے کہا اور صلح صحیح ہے اگر
وارث شرط کرین صلح مین ابراء یون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنے جتنا حصہ ہے مصالح کا دین مین اُسکو وہ معاف کردے تو صحیح ہے اسواسطے کہ
اس ابرا مین مالک کرنا ہے دین کا اُسکو جسپر دین ہے اور یہ صحیح ہے تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے ہم اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ
یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہوگیا کذا فی الصدر الشریعۃ او قضوا نصیب المصالح منہ
ای الدین تبرعا منہم واحالہم بحصتہ یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اُنکے جانب سے اور مصالح
اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے ہم اسوجہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہے اسواسطے کہ نقد بہتر ہے نسیہ سے کذا فی الصدر
الشریعۃ او اقرضوہ قدر حصتہ منہ وصالحوہ عن غیرہ بما یصلح بدلا واحالہم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالۃ وہذہ احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کرین مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہے اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کرین اور یہ حیلہ بہتر ہے اور حیلون سے کذا ذکرہ
ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلۂ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہے احسان کرنے سے کذا فے الطحطاوی والاوجہ
ان یبیعوہ کفا من تمر او نحوہ بقدر الدین ثم یحیلہم علی الغرماء ابن ملک اور اوجہ حیلہ یعنے آسان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے واسطے یہ ہے کہ ورثہ مصالح
کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصۂ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم
اس وجہ مین بقیہ ورثہ کا سہ ہے فائدہ ہے لیکن مصالح کا نقصان ہے صریح وفی صحۃ صلح عن ترکۃ مجہولۃ اعیانہا ولا دین فیہا علی مکیل او موزون
متعلق الصلح اختلاف والصحیح الصحۃ زیلعی لعدم اعتبار شبہۃ الشبہۃ اور جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اور اُسمین دین نہین اُسکے
صلح کے صحیح ہونے مین کیل اور موزون پر اختلاف ہے اور قول صحیح صحت صلح کا ہے کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر ہونے شبہہ الشبہہ
کے متاع نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہے ہم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہون اور مکیل یا موزون پر

صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابو جعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی بعلت شبہہ
ربوا و وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکے مین مکیل یا موزون ہو بر تقدیر اسکے ہونے کے یہ احتمال ہی کہ بدل صلح
سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہۃ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس بدل
الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہمجنس نہین تو صلح
جائز ہی اور جنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو اس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ
من الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لقیامہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز مالم یعلم جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی
التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے کہ جہالت اسکی موجب نزاع
نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جب تک
کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جب تک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ
یہان تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم در صورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک
وارث سے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو تو ورثہ ترکے
کے مالک نہین جو انمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت مین صلح
و قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکہ سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت ہم تقیید براءت مین شارح مصنف کا
تابع ہوگیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکۃ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے
سوائے ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہوئی کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم
قبل القضاء للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے مین جسکو
دین محیط نہین ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا بلکہ صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح
لان الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاج الی نقض القسمۃ بحر اور اگر صلح اور
قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایہ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
ہم استحسان متعلق ہی صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس یہ ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ
ترکہ کا ہر جزو مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم
بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے
تو اسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر ہو وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا ہی وان
کان المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر دیا ہوا مال انمین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

اگر یہ مدعی قسم کھانے تو صلح باطل ہی اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہین صورت مذکورہ مین مدعی کی قسم کی یہ صورت ہی کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کرین کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہی تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجہ پر ہی تو صلح باطل ہی اور مال لازم نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحکیم الغفور

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہی عقد مضاربت کے احکام مین ہی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وہو السیر فیہا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہی ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہی زمین پر پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہی نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہین اسواسطے کہ قرض بمعنی قطع ہی اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہی کذا فی المنح وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعا مضاربت شرکت نفع المنفعۃ کا عقد ہی جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے ہم مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ تم تجارت کرو اور نفع مین دونون شریک ہین اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع مین مضاربت کہتے ہین اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہی ورکنہا الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہی ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ مین نے یہ مال تجکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یون کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر جو کچھ فائدہ حاصل ہو اسمین سے تیرا اتنا حصہ یا یون کہے یہ مال لے آدھون آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ مین نے قبول کیا یا جس لفظ مین یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمہا انواع لانہا ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہی لیکن بانظار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت رکھنا ہی شروع مین ہم مضاربت ابتدا مین ایداع اسواسطے ہی کہ قبض کرنا مال کا ہی باذن مالک نہ بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہی بر وجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہی بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پھر جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین ومن حیل الضمان

ان یقرضہ المال الا درہما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرہم وبما اقرضہ علی ان یعملا والربح بینہما ثم یعمل المستقرض فقط فان ہلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال مین مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ یہ ہی کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونون تجارت کا کام کرین اور نفع دونون مین برابر ہو پھر بعد اسکے فقط قرض لینے والا یعنے مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا ہم شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ اسمین نفع بقدر مال کے لازم نہین اور دونون کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جائیگی اور مفسد اشتراط عمل واحد ہی نہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ راس المال مین شرکت ہوگئی وتوکیل مع العمل لتصرفہ بامرہ اور مضاربت توکیل ہی عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال کو بھی ہوگا کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہی اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونون اسمین شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہی اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال بعد اس خلاف کے اسکو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے ہم مخالفت کی یہ صورت ہی کہ مضارب نے وہ چیز خریدی کی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال مین تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

کتاب المضاربۃ

ان فسدت فلا ربح للمضارب حینئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح اولا بلا زیادۃ علی المشروط خلافا لمحمد والثلثۃ اور مضاربت اجارہ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جائے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح تجارت مین نفع حاصل ہو یا نہو زیادہ نہ کیجائے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ رح کے مع اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال یتیم مضاربۃ فاسدۃ کشرطہ لنفسہ عشرۃ دراہم فلا شیء له فی مال الیتیم اذا عمل اشباہ فھو استثناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہے مگر اس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نہ ملیگی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہے اجرت عمل سے ہم یہان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہے یا عدم زیادت علی المشروط سے ہر چند مصنف نے دفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شیء سے لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدۃ لا ضمان فیھا ایضا کصحیحۃ لانه امین اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہے اور امین ضمین نہین ہوتا دفع المال الی آخر مع شرط الربح کله للمالک بضاعۃ فیکون وکیلا متبرعا دینا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہے یعنے یہ عقد مضاربت نہین بلکہ عقد بضاعت ہے تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا و مع شرطه للعامل قرض لقلۃ ضررہ اور تمام نفع عامل کے واسطے مشروط ہونے کے ساتھ مال دینا قرض ہے بواسطہ قلت ضرر قرض ہم یعنے اگر مالک نے دوسرے کو مال دیا اور شرط دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے نے صاحب مال تو یہ مضاربت نہین ہے قرض ہے اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہو سکتا مگر جبکہ راس المال کا مالک ہو اور ملک متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا ضرر اسیر نقصان ہے اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہے عین اور اسکے بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہے نہ اسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض اس عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی مختصرا بتصرف وشرطھا امور سبعۃ اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ا اثر المراس المال کا منجملہ اثمان کے ہونا [سونا چاندی ۱۲] ۲ اسکا معلوم ہونا ۳ راس المال کا عین ہونا نہ دین ۴ مضارب کو راس المال تسلیم کرنا ۵ شیوع منفعت بلا تعیین مقدار ۶ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ۷ مضارب کا حصہ منفعت سے ہونا نہ راس المال سے اور تفصیل شروط مذکورہ کی ماتن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان کما مر فی الشرکۃ شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ مین ہم تو مضاربت صحیح نہین مگر اس مال سے کہ شرکت صحیح ہوتی ہے اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہے فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال ضرور ہے جس سے شرکت صحیح ہوتی ہے یعنے دراہم اور دنانیر اور چاندی سونا غیر مسکوک اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وھو معلوم للعاقدین اور راس المال معلوم ہو عاقدین کو یعنے اس طرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال پر مثلاً ہزار یا دو ہزار پر وکفت فیه الاشارۃ اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہے ہم صورت اشارہ یہ ہے کہ بطریق مضاربت ایک شخص کو درم دیے اور انکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہے کذا فی الدرر والقول فی قدرہ وصفته للمضارب بیمینه والبینۃ للمالک اور در صورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور وصف مین مضارب کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک کے واسطے ہے واما المضاربۃ بدین فان علی المضارب لم یجز وان علی ثالث جاز وکرہ اور عقد مضاربت دین سے کرنا سو اگر مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو جائز ہے اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسیئۃ ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہے ہم اسواسطے کہ

مضاربت غلام کی طرف مضاف نہین جو جائز ہو بلکہ اسکے ثمن کی طرف مضاف ہو اور ثمن سے مضاربت صحیح ہو کذا فی الدرر درر مین ہی مسئلہ جواز مضاربت فی العروض کا یعنے متاع کے ثمن کی طرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب او مستودع او مستبضع اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز مجتبے چنانچہ یون کہا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو میرا تیرے پاس ہی بطریق مضاربت کے نصف النصف منفعت پر تو جائز ہی کذا فی المجتبے ستبضع وہ جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اس صورت مین جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اس قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنے از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا کما بسطہ فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنے معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہی ھم درر مین ہی عین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شروع مین اور جو چیز دین ہی اسکا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین مین جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے تو جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا عین سے غرض مراد نہین بلکہ مراد معین ہونا ہی مسلما الی المضارب لیمکنہ التصرف درانحالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علے وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ یہ سب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب مال بامر مضارب راس المال سے خرید فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہونگے بموجب شرط کے اسواسطے کہ استعانت ہی عمل پر نقض مضاربت پر بخلاف اشتراط عمل رب المال عین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے کہ اسمین دونون جانب سے عمل ہی وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا بیچ دونون کے شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ھم منفعت شائع مثلا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ اسمین منفعت کی مشارکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور سہم معین کرنا چنانچہ سو درم یا النصف منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر سہم معین پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی نرہی وکون النصیب کل منہما معلوما عند العقد اور شرط مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ھم حصہ ہر ایک کا معلوم ہو نہ مجہول صورت مجہول یہ ہی کہ مثلا کہے مضارب سے کہ تیرے لیے نصف نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کے واسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شرطہا کون نصیب المضارب من الربح حتے لو شرط لہ من راس المال او منہ او من الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہی ہونا حصہ مضارب کا نفع سے تو اگر مضارب کے واسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہی اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین وہ شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنے جس طرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا ھم جہالت نفع چنانچہ نصف نفع یا ثلث بطریق تردید کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کے واسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دو کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا شرط کیا جاسے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت کا دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اور اسکے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی

الاصل ان القول لمدعی الصحۃ فی العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فساد لانہ ینکر زیادۃ یدعیہا

ھ

یعنے کل نفع سوا اسکے ... مین سے ایک کو ... دیا جاویگا ... صورت مجہول ... یہی ہی کہ تیرے لئے نفع مین ... شریک مین ہی ... شرکت کا ... نصف ... ہو

المضارب خانیہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود مین مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے
سوائے دس درم کے اور مضارب کہے ثلث نفع شرط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول مین فساد مضاربت ہے مقبول اسواسطے
یعنے دس درم الخ ۱۲
ہے کہ صاحب مال اُس زیادت کا منکر ہے جسکا مضارب دعوی کرتا ہے کذا فی الخانیہ وفی الاشباہ وفیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ مین ہے اسمین اشتباہ ہے
سو اسکو سمجھ لے ہم اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحة الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادة عشرة وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب
یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ مین نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے ثلث نفع شرط ہے تو مضارب کا
قول مقبول ہے انتہی الترجمة مصنف نے اپنی شرح مین اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ مین کہا حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب اس
صورت مین مدعی صحت عقد ہے یعنی برخلاف صاحب مال کے مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ یہ واقع ہوا کہ اُسنے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہے حالانکہ
اُسمین داخل ہے نہ خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقة التی لم تقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئة متعارفة اور مضارب
مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اُس مضاربت مین جسمین مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہین بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ
ہم یہ مراد نہین کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اُسکے ہاتھ مین امانت نہ باقی رہے مدت
مین متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی تا اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنیکا مالک ہے اور خرید فروخت کے واسطے دوسرے
شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا وبحرا ولو دفع له المال فی بلده علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنیکا خشکی اور تری مین یعنی زمین اور دریا مین اگرچہ
صاحب مال نے مضارب کو مال دیا ہو اپنے شہر مین نہ مسافرت مین بنا بر قول ظاہر کے ہم اور قول غیر ظاہر ابو یوسف رح کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر مین مال
دے تو مضارب کو سفر جائز نہین اور اگر سفر مین دے تو اُسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضاربت مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو مقتضا
سیر کرنا زمین مین ۱۲
لفظ مسافرت کا مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعة اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق ابضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے
مشروط ہونا ولو لرب المال ولا تفسد به المضاربة کما یجی اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اُسکو اختیار ہے اور اس دینے سے
مضاربت فاسد نہین ہوتی چنانچہ بیان اسکا آویگا ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارة والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا
او لیغرسہا جاز ظہیریہ اور مضارب مالک ہے کسی کے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس رہن رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ
لینے کا تو اگر ٹھیکہ لے سفید زمین یعنے خالی زمین کا تا اُسمین کھیت کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریہ والاحتیال ای قبول الحوالة بالثمن مطلقا
علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا کشادہ دست اور تنگدست پر اسواسطے کہ
وہ سب امور مذکورہ یعنے بیع اور شرا اور توکیل اور سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگرون کے
دستور العمل سے ہے لا یملک المضاربة والشرکة والخلط بمال نفسه الا باذن او اعمل برایک اذ الشیء لا یتضمن مثله مضارب مالک نہین مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے
شخص کو بطریق مضاربت کے نہین دے سکتا اور مالک نہین شرکت کا اور اُس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانیکا مگر صاحب مال کے اذن یا اُسکے یون کہنے سے کہ عمل کر
اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہین کہ شی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہین ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے ہم عدم تضمن مماثل عدم ملک مضاربت کی
علت ہے نہ نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یون کہتا اذ الشیء لا یتضمن مثله ولا الاعلی منه تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط بالاتر ہے مضاربت سے خلط مال اُس صورت
مین جائز نہین جبکہ اُس شہر مین رائج نہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض والاستدانة وان قیل له ذلک ای اعمل برایک
لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخل فی التعمیم ما لم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہین قرض دینے کا اور نہ اُدھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اُس سے کہا گیا ہو

یعنی اگرچہ صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق اسواسطے کہ وہ دونوں تجار کے دستور العمل سے نہیں ہین تو تعمیم قول مذکور مین داخل نہوگی
جب تک مالک ان دونون پر تصریح نہ کردے پھر تصریح کے بعد انکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجکو قرض دینے اور ادھار لینے مین
اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہین تو نہین درر مین ہے استدانت ممنوعہ یہ ہے کہ مال مضاربت سے زیادہ تر ثمن پر خرید کرے وان استدان
شرکۃ وجوہ حینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ لا یملک الا الاستدانۃ بھذہ
المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ متحقق ہوگی اور اسوقت مین تو اگر مضاربت کے مال سے کپڑا
خرید کیا اور اسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے یا متاع مضاربت کو لادا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق
تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے مجرا نہین لے سکتا اسواسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنے کا مالک نہین م سراجیہ مین ہے صورت استدانت یہ ہے کہ
دراہم اور دنانیر سے خرید کرے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے انتہی چنانچہ کوئی جنس خرید کی درم یا دنیار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کے مال سے درم یا دینار
باقی نہین تو اگر باقی ہوگا تو یہ خرید مضاربت پر ہوگی استدانت نہوگی اور بدائع مین ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہین اسیطرح اصلاح مال
مضاربت پر استدانت جائز نہین تو اگر تمام مال مضاربت سے تھان خرید کیے پھر انکی بار برداری یا شوب یا چیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا اسواسطے کہ پاس
مال مضاربت سے کچھ باقی نہین رہا تو استیجار سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب بذات نفس متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء لانہ
لو قصر بالنشاء فحکمہ کالصبغ اور مصنف نے کپڑے کے شوب مین فقط پانی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مضارب تھان کو نشاستے سے دھولا دیگا تو اسکا حکم کپڑا
رنگانے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ ودخل فی اعمل برایک کالخلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا دیگا تو صاحب مال کا
شریک ہوگا اسقدر مین جتنی قیمت کپڑے کی رنگین کرنے اور نشاستے کے کلپ سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم مین کہ
عمل کر اپنی صوابدید کے موافق خلط مال کے مانند وکان لہ حصۃ قیمۃ صبغہ ان بیع وحصۃ الثوب ابیض فی مالھا اور ہوگا مضارب کے واسطے اسکے رنگ کی قیمت کا
حصہ بشرطیکہ بکنے کے اور سفید کپڑے کا حصہ مضاربت کے مال مین م مثلاً سفید تھان خرید ہوا پانچ روپے کو راس المال سے اور اب اسکا ثمن بدون رنگ کے
سات روپے ہوگیا اور رنگین کرنے سے آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ان مین دو روپے لیگا اور صاحب مال ایکروپیہ اسواسطے کہ سفید تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون مین نصفا نصف
ہوگیا اور ایکروپیہ مضارب نے رنگ کی قیمت مین پایا ولو لم یقل اعمل برایک لم یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون نہ کہا کہ عمل کر بموجب اپنی صوابدید کے تو مضارب شریک
نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت اب نہ رہا مضارب کے پاس تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال حمر لما مر ان
السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک بحر اور مصنف نے سرخ رنگ اسواسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان مین داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول مین
کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر ہم مذکور ہوچکا کہ یہ قول مبنی ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے مین سیاہ رنگ نقصان مین داخل نہین سرخ رنگ کے مانند تو داخل
ہوگا تعمیم قول مین اور رنگون کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد وسلعۃ ووقت وشخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو
بعد العقد مالم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجئ اور مضارب مالک نہین تجاوز کرنے شہر کا بھی یا تجاوز قماش یا وقت یا اس
شخص کا جسکو مالک نے معین کردیا اسواسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب
تجارت نہین ہوگیا اسواسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنے کا مالک نہین تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا م مخالف امور
مذکورہ مین اسواسطے جائز نہوگا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہین مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی اسیطرح اسنے تفویض کی اور تخصیص مذکور خالی
فائدے سے نہین اسواسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور استعداد اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قید نا بالمفید لان

قید النفع لا یعتبر اصلا کنھیہ عن بیع الحال قید لگائی ہمنے تنبیہ مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہین چنانچہ منع کردینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع معجل سے
اما المفید فی الجملۃ کسوق من مصر فان صح بالنھی صح والا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے
تصریح کردی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہین کہ شہر باوجود تباین اطراف کے بقیعہ واحد کے مانند ہے لیکن اگر نہی
مصرح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار مین اور نہ تجارت کرنا اسکے سوا اور بازار مین تو اب تقیید صحیح ہوگی کذا فی الطحطاوی فان فعل ضمن بالمخالفۃ و کان
ذلک الشراء لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف امر کیا یعنے شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر مین خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین
کے سوا اور موسم اور فصل مین تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت امر مالک مضارب
کی ہوگی یعنی تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کے مال پر بدون اسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولو لم یتصرف فیہ حتی عاد لا وفاق عادت
المضاربۃ اور اگر مضارب نے مال مضاربت مین تصرف نکیا یہان تک کہ پھر آیا شہر معین مین تو مضاربت پھر صحیح ہوجائیگی ہم یہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنی اگر مالک نے
شہر معین کردیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہوگیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اسی شہر مین پھر آیا تو ضمان زائل ہوگیا اور مضاربت اصل سابق
قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اسکے ہاتھ مین قائم ہے عقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارا للجزء بالکل اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب
نے بعض مال مضاربت مین عود کیا جزو کو کل کے ساتھ قیاس کرکے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین مین صرف کیا اور بعض کو معین مین رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے
ولا یملک تزویج قن من مالھا اور مضارب مالک نہین نکاح کردینے اُس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراء من یعتق علی رب المال بقرابۃ او
یمین اور مضارب مالک نہین اُس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہوجاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے
کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر مین اسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانہ یملک ذلک عند عدم القرینۃ المقیدۃ للوکالۃ کاشتر لی عبدا
اُبیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطاھا برخلاف خرید کرنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اُس مملوک کے خرید کرنیکا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر آزاد ہوجاے جبکہ قرینہ مخصص
وکالت نہو چنانچہ یون کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر جسکو مین بیچوں یا اُس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے مین قربت کروں ہم تو بیع اور استخدام
اور وطی جاریہ قرینہ ہے کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہیے کہ موکل پر آزاد ہوجاوے ولا من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربح
ہو ہنا ان کون قیمۃ ہذا العبد اکثر من کل راس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اُس غلام کے خرید کرنیکا مالک نہین جو مضارب پر آزاد ہوجاوے بسبب
قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت مین نفع ہو تنبیہ سے یہان مراد وہ نفع ہے کہ اُس غلام کی قیمت اکثر ہو راس المال سے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم خریدا کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہین یا پورا
غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال مین نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی
قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اُس غلام مین ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال دل ہزار تھا پھر دس ہزار ہوگیا بعد اُسکے
مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہوجاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو اسپر آزاد نہوگا انتہی مختصرا کذا فی الطحطاوی فان فعل صار مشتریا لنفسہ لا للمضاربۃ فیضمن ان دفع
مضارب نے اُس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوئی خرید مضارب کی ذات کے واسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضارب تاوان دے
دونون صورتون مین پہلی صورت مین جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت مین بقدر حصہ مضارب کے اسپر سے ثمن ساقط ہوگا
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وان لم یکن ربح کما ذکرنا صح للمضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کے واسطے خرید صحیح ہوگی ہم یہ متعلق ہے اُس
صورت کے ساتھ جبکہ مضارب اُسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے کذا فی الحلبی فان ظہر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب

المالک لتعذر الاستثناء وسعی العبد المعتق فی قیمة نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خریدنے کے تو بقدر حصہ مضارب
غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بسبب آزاد ہوجانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام واسطے قیمت حصہ
حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب اپنے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالک آزاد ہوگیا بلا صنعت مضارب بلکہ
بسبب زیادہ ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکه او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر لم ینفذ علی العاقد
او لا نظر فیه للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہو جاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے صغیر پر تو خرید
نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین منفعت ہے صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ وصی مراد ہے تعلیل شارح کی خاص ہے از شریک میں وہ منفعت ہے جو مضارب میں مذکور
ہوچکی یعنی عدم حصول نفع شریک والماذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیه ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لهما زیلعی اور
عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہو جاوے تو خرید صحیح ہے اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہیں تو آزاد نہوگا بزعم امام
صاحبین کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہو یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک
آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی مضارب معه الف بالنصف اشتری امة فولدت ولدا مساویا له ای للالف فادعاه موسرا فصارت قیمته ای الولد وحده
الفا ونصفا ای خمسمائة نفذت دعوته لوجود الملک بظهور الربح المذکور فعتق مضارب کے پاس ہزار درہم ہیں نصف نفع کی شرط پر اسنے ایک لونڈی خریدی
سو وہ جنی یعنے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنی ہزار درہم کے برابر ہے پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت
میں پھر قیمت اسکی یعنی فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے
نفع مذکور سے تو ولد اب مذکور آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنی بقدر ربع کے اور مضارب پر
نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بسبب ملک اور نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے
کذا فی الزیلعی مختصرا وسعی لرب المال فی الالف وربعه ان شاء المالک او اعتقه ان شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو
درہم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کردے ہم ہزار راس المال کی بابت سے اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے و
لرب المال بعد قبضه الالف من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لانه ضمان تملک نصف قیمتها ای الامة لظهور نفوذ دعوته فیها اور صاحب مال کو جائز ہے بعد
قبض کرلینے ہزار درہم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہے مالک ہونیکا یعنی اور تاوان مذکور برابر ہے
مالداری اور مفلسی میں بسبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درہم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اسواسطے کہ
لونڈی مشغول براس المال ہے پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درہم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اسمین مضارب
کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی وحمل علی انه تزوجها ثم اشتراها حبلی منه اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب
نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہے تاکہ مضارب زنا کار نہ ٹھہرے ولو صارت قیمتها الفا
ونصفا صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعه لو موسرا فلو معسرا فلا استسعاء علیها لان ام الولد لا تسعی تمامه فی البحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب
ام ولد ہوجاویگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درہم کا اگر وہ مقدور والا ہوا اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت
نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہے اور موضوع اسکا یہ ہے کہ مالک نے ہزار درہم ولد سے نہیں پائے اور تضمین مضارب میں مالداری کی
قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہے لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مضارب پر مطلقاً تاوان ہے مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہے اور قرینہ

اسپر کہ کام ولد پر سعایت نہین بعد حق مالک کے ساقط ہونے کی کیا وجہ ہو اور پورا بیان بحرالرائق کا یہ ہو کہ جب تک مالک راس المال نہ لیگا تب تک اُسکو تحقیق ہو واللہ تعالی اعلم کذا فی الحلبی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب بیان مضارب کے احکام مین جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے ناقدم المفردۃ شرع فی المرکبۃ فقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا **ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی** ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمین شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط لہ مگر جبکہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہین اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو اسمین اور مالک مین مشروط ہے کہ صورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا **فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان** علی احد پھر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہین نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہین اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کرڈالا یا ہبہ کردیا تو ثانی پر ضمان ہی خاص کر ہے **فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی** وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لیس لہ ذلک بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو جائز نہین کذا فی البحر یعنے اسواسطے کہ مال عمل سے بغصب ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہین مگر تضمین بدل مین نہ نفع لینے مین غاصب سے کذا فی الطحطاوی **فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف** عملا بشرطہ **وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط** پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جسقدر اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم تم مین نصفا نصف ہے تو مالک کے واسطے نصف نفع ہے موجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کے واسطے چھٹا حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب فالمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا کاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالی روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسی طرح ہے یعنے اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالی منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کے واسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیان مضارب اول اور مالک مین نصفا نصف ہین باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا اسواسطے کہ مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہین الا سواے دو تہائیون کے تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی ملے **ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک** اور قول سابق کے مانند ہے یون کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز مین تجھکو نفع ہوا در مانند اسکے ہم

چنانچہ یون کہتا کہ جو تجھپر خدا فضل وکرم کرے یا جو تجھکو میسر ہو تو ثانی کو تہائی نفع ہے اور باقی اول اور مالک مین نصفا نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول مین آدھون آدھ ہوگا ولو قال لہ ما ربحت بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانہ لم یسبح سواہ اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی مین برابر ہین اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہین پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفہ او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی کذلک ولا شیء للاول لجعلہ مالہ للثانی اور اگر مضارب اول سے یون کہا گیا کہ جو تجکو اللہ تعالی روزی دے تو اسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو ہمارے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب ثانی کو کچھ نہین بسبب اسکے کردینے کے اپنے حصے کو ثانی کے واسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اسنے مضارب ثانی کے واسطے مقرر کر دیا ولو شرط للثانی ثلثیہ والمسئلۃ بحالہا ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیۃ لانہ التزم سلامۃ الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے یعنی کہ دینے کے سبب سے اسواسطے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے وضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجکو نفع ملے وہ مجھ مین اور تجھ مین نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال دیا اس شرط پر کہ دو تہائیان منفعت کی تیری ہین تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کے واسطے ثلثین کاملین کی شرط ہوگئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثہ وشرط لعبد المالک ثلثہ وقولہ علی ان یعمل معہ عادی ولیس بقید وترمز لنفسہ ثلثہ صح وصار کانہ اشترط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامۃ الکتب وفی نسخ المتن والشرح ہنا غلط فاجتنب اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کے واسطے تہائی اسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہین مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم مین برابر ہین اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہوگیا کہ گویا مضارب نے مولی کے واسطے دو تہائیان شرط کین اسیطرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ مین اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح مین یہان غلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو ہم نے کے ایک نسخہ مین ایسا دیکھا ولو شرط للثانی ثلثیہ والعبد المالک ثلثہ علی ان یعمل معہ ولنفسہ ثلثہ صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیان مجتمع نہین ہوتی ہین اور اس مسئلے مین مضارب ثانی کا وجود بھی نہین ہے اور شرح کی عبارت یہ ہے علے ان یعمل معہ عادی ولیس بقید بل لیصح الشرط ویکون لسیدہ وان لم یشترط لا یجوز انتہی حق یہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہوچکا کہ عمل قید نہین کذا فی الطحطاوی ولو عقدہا الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاہ لم یصح ان لم یکن الماذون علیہ دین لانہ کاشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولے کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہین اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمین عمل کرنا شرط ہے مالک پر والا صح لانہ حینئذ لا یملک کسبہ واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانہ یمنع التخلیۃ فیمنع الصحۃ اور اگر ویسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے کہ اسوقت مین مولے اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہین اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا اصل یعنے مضاربت مین عمل مضارب ضرور ہے اور اسکو عمل کرنا عدم تخلیہ کے ساتھ ممکن نہین اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ اور ثالثہ مین وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربہ او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاہ کما لو ضارب مولاہ او راسی طرح

بالغ صحت عقد ہو عمل کرنا مضارب اول کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کے کہ اُسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہو چنانچہ صحیح ہو اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ وجہ صحت یہ ہو کہ مکاتب اپنے مکسوبات مین احرار کے مانند ہو پھر اگر عاجز ہو یا دے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض الربح للمساکین اوللحج او فی الرقاب او لامرأۃ المضارب او مکاتبہ صح العقد ولم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کے واسطے یا حج کے واسطے یا گردنون کو چھڑانے کے واسطے یا مضارب کی عورت کے واسطے یا اُسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہو اور شرط صحیح نہین اور نفع مشروط صاحب مال کا ہو نہ مساکین وغیرہم کے واسطے عم زوجہ مضارب یا مکاتب کے واسطے اشتراط نفع اس صورت مین غیر صحیح ہو جبکہ اُنکا عمل شرط نہوا اور اگر اُنکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہو اور مشروط انہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئے عمل شرط کرنے سے اور درصورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعود ہو جسکا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہو اور اجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہو کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء ہ لنفسہ اولرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اُس شخص کے لیے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کے واسطے چاہے تو شرط صحیح ہو اور اگر اپنے مالک کے واسطے نچاہے اسطرح کہ اجنبی شخص کے واسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ اُسکا عمل شرط نہین کیا وحتی شرط البعض للاجنبی ان شرط علیہ عملہ صح الشرط والا لا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کے واسطے شرط ہوئی تو اگر اُسپر اُسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہو اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن ذکر القہستانی انہ یصح مطلقا والمشروط للاجنبی ان شرط عملہ والا فللمالک ایضا وعزاہ للذخیرۃ خلافا للبرجندی وغیرہ تنبیہ مین کہتا ہون لیکن قہستانی مین ہو کہ عقد مضاربت صحیح ہو مطلقًا یعنی خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہوا اور نفع مشروط اجنبی کا ہو گا اگر اُسکا عمل مشروط ہوا اور اگر اُسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہو اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرہ کی طرف نسبت کیا ہو برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہو ہم جیسے ثابت ہو کہ اول عقد مضاربت بہر صورت صحیح ہو اور نفع اجنبی کے واسطے شرط اُسکے عمل کے صحیح ہو تو اس استدراک کی کیا وجہ ہو اور برجندی کا کلام غلام مین ہو نہ اجنبی مین چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض بقضاء دین المضارب او دین المالک جاز ویکون للمشروط لہ قضاء دینہ ولا یلزم بدفعہ لغرمائہ بحر اور اگر بعض نفع دین مضاربت یا دین مالک کے ادا کرنیکے واسطے شرط ہوا تو جائز ہو اور مشروط کو اپنے دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہو اور یہ لازم نہین کہ مضارب اور مالک پر لازم کیا جائیگا نفع مذکور کا اُسکے دین والون کو کذا فی البحر وتبطل المضاربۃ بموت احدہما لانہا وکالۃ اور باطل ہو جاتی ہو مضاربت مالک یا مضارب کی موت سے بسبب ہونے مضاربت کے وکالت یعنی اور وکالت باطل ہو جاتی ہو موکل یا وکیل کی موت سے وکذا بالقتل والحجر علیہ او حلی احدہما بالحاق وجنون احدہما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہو ایک کے قتل ہو جانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق ہونے سے کذا فی قہستانی وہم بالغ ممنوع التصرف ہو جاتا ہو جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے ہر چند جنون منع تصرف مین داخل تھا لیکن شارح نے پھر اُسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اُسمین اطباق کی قید لگا وے وفی البزازیۃ مات المضارب والمال عروض باعہا وصیہ اور بزازیہ مین ہو کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش ہو یعنی اسباب ہو نقد نہین تو اُسکو مضارب کا وصی بیع کرے اور قول اصح یہ ہو کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونون کو بیع مین اختیار ہو اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہو یا حاکم مضارب کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع مین دخل کرے پھر جب مال نقد ہو جاوے تو مالک اپنا راس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اُسکے وارثین لین کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال والمال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عرضا تبطل فی حق المسافرۃ لا التصرف فلہ بیعہ بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہو تو مضاربت باطل ہو حق تصرف مین یعنی مضارب اب اُس مال سے بیع اور شرا نہین کر سکتا اور اگر مال عرض ہو نہ نقد تو مضاربت باطل ہو حق مسافرت مین یعنی مضارب اُس اسباب کو سفر مین نہین لیجا سکتا تو اُسکو وطن مین اُسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہو اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہان خرید کی پھر صاحب مال مرگیا اور اُسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا تو مضارب کا

خرچ اسکے ذاتی مال مین محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال مین اور اگر مال تلف ہوگا رہ مین تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی **و بالحکم بلحوق المالک**
مرتدا اور مضاربت باطل ہی لحوق مالک مرتد کے حکم ہوجانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دارالحرب مین جاملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق
دارالحرب موت کے مانند ہی ولہذا اسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہی اور اسکے ام الولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہوجاتی ہی کذا فی الزیلعی[12] **فان عاد ملحوقہ مسلما**
فالمضاربۃ علی حالہا حکم لحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دارالحرب مسلمان ہوکر دارالاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہی اسکے لحوق کا حکم ہوگیا ہو یا
نہوا ہو کذا فی العنایۃ **بخلاف الوکیل** لانہ لاحق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اسکے لحوق کا
حکم ہوگیا تو وکالت باطل ہوجاتی ہی اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دارالاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین کرتی **ولو ارتد المضارب فھی علی حالہا** اور اگر مضارب مرتد
ہوگیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہی ہم امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف رہتے ہین اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہین مضارب کے
مال مین لہذا مضاربت بحال رہتی ہی **فان مات او قتل او لحق بدار الحرب و حکم بلحاقہ بطلت و ما تصرف نافذ و عہدتہ علی المالک عند الامام** پھر اگر مضارب
مرتد ہوگیا یا مقتول ہوا یا دارالحرب مین جاملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی اور جو اسنے تصرف کیا وہ نافذ ہی نہ موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا
عہدہ مالک پر ہی امام رح کے نزدیک کذا فی البحر **و لو ارتد المالک فقط ای و لم یلحق فتصرف ای المضارب موقوف** اور اگر مالک مرتد ہوگیا فقط یعنے اور دارالحرب
مین نہین جاملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہی ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہی مضاربت کے جمیع احکام مین **و ردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ**[11] اور مرتد
ہونا عورت کا غیر مؤثر ہی بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مرجاوے یا دارالحرب مین ملحق ہوجاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو
اسواسطے کہ اسکا ارتداد اسکے املاک مین مؤثر نہین تو اسی طرح اسکے تصرف مین مؤثر نہین کذا فی المنح عن الجوہرہ **و ینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بہ بخبر رجلین**
مطلقا او فضولی عدل اور رسول ممیز اور مضارب معزول ہوجاتا ہی مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہی بشرطیکہ مضارب معزول کو جانے دو مردون کی خبر سے
مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا پیامی ممیز کی خبر سے **و الا یعلم لا ینعزل** اور اگر مضارب اپنے عزل کو نجانے تو معزول نہوگا

فان علم بالعزل و لو حکما الموت المالک و لو حکما و المال عروض ہو ما کان خلاف جنس راس المال فالدراہم و الدنانیر جنسان باعہا و لو نسیئۃ و ان نہاہ
عنہا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ مالک کا مرجانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسا کہ ارتداد مالک مع الحکم
باللحاق یا اسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہی عروض سے مراد یہان وہ ہی جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر مین دو جنسین
ہین تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہوا اور اگرچہ مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض
دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہی تو اگر راس المال دراہم ہون اور مضارب نے دنانیر خرید کیے ہون تو اسکو بیچ کر دراہم کرنا ہوگا اور اسی طرح بالعکس مدر رمین ہی کہ جب مال عروض ہو
تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اسکا حق ہی نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہوجاے **ثم لا یتصرف**
فی ثمنہا و لا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نہ کرے عروض کے ثمن مین اور نہ اس نقد مین جو ہمجنس راس المال کی ہو **و یبدل خلافہ بہ استحسانا**
لوجوب ردجنسہ و لیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہمجنس راس المال کے اور
تاکہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہی کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے و کذا عکسہ اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان مین یہ مبادلہ
صحیح ہی اسواسطے کہ مضارب پر یہ واجب ہی کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہی کہ نفع ظاہر ہو تا مالک اور
مضارب دونون اپنے حق مشروط کو پاوین **و لا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل لا تخصیص الاذن لانہ عزل من وجہ** نہایہ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنے
جبکہ مال عروض ہو بلکہ تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک راہ سے عزل ہی کذا فی النہایہ **بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ و مالہا**

استعقے بیع بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نقد تو فسخ صحیح ہے افترقا وفی المال دیون وربح یجبر المضارب
علے اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہوگئی مالک اور مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہے تو مضاربت پر جبر ہوگا دیون کے اقتضا
کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا مضارب عامل بالاجرۃ
اسواسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو
تو خرچ مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضائے دیون مین جبر نہین اسواسطے کہ مضارب
اسوقت مین متبرع اور محسن ہے اور محسن پر زبردستی نہین ویومران یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضائے دیون پر تعین اور
مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنے اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کی طرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل
بالبیع والمستبضع کالمضارب یومران بالتوکیل اور اسوقت مین جبکہ متبرع پر جبر علے الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا الا بطریق بضاعت کے
مضارب کے مانند ہے دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علے التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے
تقاضائے دین مین اور اسیطرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین ہم سمسار بکسر اول وہ ہے جسکے پاس عروض اور حیوانات لوگون
کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچدے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر فرع مسئلہ ملحقہ
بتابع کا استوجر علے ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کے واسطے اسیا اجرت ٹھہرائی گئی
کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہین بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونیکا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے
خدمت کے واسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید فروخت تام نہین ہوسکتی مگر غیر کی
مساعدت سے یعنے بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے
بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف
الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی
الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضاربت پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب
کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال
وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض مال تلف ہوجاے تو دونون شخص نفع پھیر دین
تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونون مین شرط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر
تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنے امین پر تاوان نہین ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم
عقداہا فہلک المال لم یترادا وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضاربۃ پھر مصنف رح نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا
سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ مین ہے پھر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور
مضاربت ثانیہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کے واسطے ہم یعنے اگر مضارب ڈرے استرداد نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے
راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کرکے مضاربت جدید عقد کرلے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولی نفع مسترد نہوگا اور
زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلۂ مذکورہ مین سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی فصل فی المتفرقات یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین المضاربۃ لا تفسد بالشرط

کل المال او بعضہ تقیید البدایۃ بالبعض اتفاقی عنایۃ الی المالک بضاعۃ لا مضاربۃ لما مر مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے
بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید وقوع بعض مال کی اتفاقی ہے کذا فی العنایۃ ھم بضاعت سے یہان استعانت مراد ہے اسواسطے کہ
ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب مالک کو بطریق مضاربت کے دیگا تو مضاربت ثانیہ
باطل ہوگی نہ مضاربت اولی وجہ بطلان یہ ہے کہ شی اپنے مانند کو متضمن نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وان اخذہ ای المالک المال بغیر امر المضارب باع واشتری بطلت ان
کان راس المال نقدا لانہ عامل بنفسہ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ
مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ھ مبسوط مین خلاصہ سے یہ ہے کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اس طرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اس تصرف
مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر کے اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہے تو صاحب مال اس تصرف مین عامل لنفسہ ہے
مگر یہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت مین معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وان صار عرضا لا لان النقض الصریح حینئذ لا یعمل فہذا اولی عنایہ اور اگر مال مضاربت
عرض ہوگیا تو مضاربت باطل نہوگی تصرف مذکور سے کہ اسوقت مین مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو یہ نقض غیر صحیح بطریق اولی عمل نہ کریگا
کذا فی العنایۃ ثم ان باع بعرض بقیت وان بنقد بطلت لما مر پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہے اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی
بدلیل گذشتہ یعنی وہ اب عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یوما فطعامہ وشرابہ وکسوتہ ورکوبہ بفتح الراء ما یرکب ولو بکراء وکل ما یحتاجہ
عادۃ ای فی عادۃ التجار بالمعروف فی مالہا اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنی تجارت کے واسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اسکا کھانا اور پینا
اور لباس اور سواری اگرچہ بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت مین دستور کے موافق مضارب کے مال مین ہے شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہے
اس سے جسپر سواری کیجائے ھ سفر سے یہان تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات تک اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا امور
محتاج الیہا جیسے کپڑون کی دھولائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر میلے کچیلے کپڑے والا مفلسون مین
شمار کیا جاتا ہے تو خرید فروخت کا معاملہ اس سے کمتر ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کریگا تو بقدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ
مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہین کے آنے جانے سے بند ہوا تو بعوض اس احتباس کے اسکا نفقہ
لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہے بعلت احتباس کے لو صحیحۃ لا فاسدۃ لانہ اجیر فلا نفقۃ لہ کمستبضع ووکیل وشریک کافی
وفی الاخیر خلاف نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہے اگر مضاربت صحیح ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہے تو اسکا
نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اخیر مین اختلاف ہے ھ کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہے اور نہایہ مین وجوب
مصحح ہے اور ابن ملک کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم وجوب معتمد ہے اسواسطے کہ اسنے نقل کیا ہے کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی وان عمل فی المصر
سواء ولد فیہ او اتخذہ دارا فنفقتہ فی مالہ کدوائہ علی الظاہر اور اگر مضارب نے شہر ہی مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا وہان رہ پڑا ہو گھر بنا کر تو اسکا
خرچ اسکے مال مین ہے چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال مین ہے بنا بر ظاہر مذہب ھم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض علاوہ امر
گاہے ہوتا ہے اور گاہے نہین مبسوط مین ہے کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہے اما اذا نوی الاقامۃ بمصر ولم یتخذہ دارا فلہ النفقۃ ابن ملک مالم
یاخذ مالا لانہ لم یحتبس بہا لہا اور جبکہ مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ ہے مضاربت کے مال مین کذا ذکرہ ابن ملک
جبتک کہ اسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا ھم شہر مذکور مین نفقہ اسوقت تک ہے جبتک اسکو وہان مال نہ دیا گیا ہو اور
نے اس شہر سے سفر نہ کیا ہو مبسوط مین ہے اور اگر مضارب کو مال دیا گیا اور مالک اور مضارب کوفہ مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال

مضاربت میں صرف کرے اسواسطے کہ اسکی اقامت کرنے مین مضاربت کے سبب سے نہین تو مستحق نفقہ نہین جب تک وہان سے باہر نجاوے سو اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین
گیا اور پھر کوفہ مین تجارت کے واسطے آیا تو اب کوفہ مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اسکا کوفہ مین رہنا مستعار تھا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بھی
دور ہوگیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ ہی جب تک اسنے مال نہین لیا اس سے نکلتا ہی کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اسکو نفقہ نہ ملیگا درحالانکہ ایسا نہین ہی
اور شاید کہ شارح یہ سمجھتا ہی منح الغفار کی اس عبارت سے افاد انہ لا لو کان الکوفۃ یہ من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ لہ انتہی اور مقصود اس عبارت سے وہی ہی جو
بسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ ومالہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ واذا قدم رد ما بقی لجمیع ویضمن الزائد علی المعروف اور اگر مضارب
اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر
سے آوے تو جو باقی رہگیا الطعام اور لباس سے اسکو پھیرے اور دستور سے زیادہ صرف کیا ہو دستور سے اسکا تاوان دے ہم خلط مال بالاذن سے مضارب شریک ہوگیا مالک کا اور
شریک اپنی ذات پر مال شرکت سے صرف نہین کرتا اقول راجح اس اعتراض کو مین نے بعض حواشی مین دیکھا ہی کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا فلک ولو
ہلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہ اسکو جائز ہی اور اگر مال مضارب کا تلف ہوگیا
تو اس صرف کو مالک سے نہین لے سکتا و یاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ
علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک اتنا نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہی راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک
نے راس المال پورا اپنا نفع سے لیکر کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہرایا جاتا ہی
اور راس المال ہالک نفع کی طرف پھیرا جاتا ہی چنانچہ مذکور ہوچکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہین یعنے راس المال کے
کم ہوجانے سے تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحملان واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوہ مما اعتید ضمہ
ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اسکو حساب کرلے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دھوبی
اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملا لینے کی سوداگرون مین عادت ہی اور بائع یون کہے کہ یہ چیز مجکو اتنے مین پڑی ہی یعنی اسقدر کی خریدی تا دے
تاکہ دروغ نہو وکذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ہذا ہو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کی طرف
وہ چیز جو راس المال مین موجب زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملانے کی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہی راس المال کے ساتھ ملانے کا
کذا فی النہایہ ہم زیادت کی حقیقی مثال جیسے رنگ دھونا زیادت حکمی کی مثال جیسے سوت کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے
ساتھ بیع المرابحۃ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ہم کتاب المرابحۃ مین مذکور ہوچکا کہ ملانے مین عادت تجار کا اعتبار ہی تو اگر
مصارف مضاربت کے ملانے کی عادت ہو تو ملاوے اور یہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا بزا ای ثیابا وباعہ بالفین وشری بہا عبدا فضاعا فی یدہ قبل
نقدہما للبائع العبد غرم المضارب نصف الربح ربعہا وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خرید کیے اور انکو
دو ہزار درم سے بیچا اور انکے دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتھ مین تلف ہوگئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی
چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کو یعنی دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے ہم جبکہ مال ایکہزار سے دو ہزار ہوگیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایکہزار کا تو دونون مین نصفا نصف ہوگیا
تو مضارب کا اس مین سے پانچسو ہوے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہوگیا دونون مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیان مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار تلف ہوگئے
قبل ادائے ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار ویصیر ربع العبد
ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہما اور چوتھائی غلام کا ملک مضارب کا خارج ہو جائیگا مضاربت کے

مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت مین منافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیان مال مضاربت کی ہین ھم
ذیلا سے یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت مین داخل نرہا کیونکہ مضاربت مین تاوان نہین ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت مین داخل ہے بسبب عدم تنافی
کذا فی الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وهو الفان وخمسمائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار درہم اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درہم
دیئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار روپے یعنے ثمن غلام کے تاوان مین کذا فی شرح الوقایہ ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط لانہ اشتراہ بہما
ولیکن غلام کی بیع مین مضارب نفع فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار سے خرید کیا ھم یعنے یون نہ کہے کہ یہ غلام ڈھائی ہزار کو
مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ولو بیع العبد
بضعفہ ای باربعۃ آلاف فحصتها ثلثۃ آلاف لان ربعہ للمضارب اور مسئلہ سابقہ مین اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت حصہ تین ہزار
ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منہا نصف الالف بینهما لان راس المال الفان وخمسمائة اور منجملہ تین ہزار کے پانسو منفعت کے
مالک اور مضارب مین مقسوم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار ہے ھم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع
ٹھہرا سو دونون مین بموجب شرط کے نصفا نصف ہوگا ولو شری من رب المال بالف عبدا شراہ رب المال بنصفہ رابح بنصفہ وکذا عکسہ لانہ وکیلہ وفیہ
علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسہ اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو سے کرے
اور اسی طرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ھم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نہ کرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے
اسواسطے کہ وہ اسکا وکیل ہے تو ہرچند بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو اقل ثمنین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر
وشرح الوقایہ ولو شری بالفها عبدا قیمتہ الفان فقتل العبد رجلا خطاء فثلثۃ ارباع الفداء علی المالک وربعہ علی المضارب علی قدر ملکهما اور اگر مضاربت
کے ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدا سے غلام کی تین چوتھائیان مالک پر ہین اور چوتھائی
اسکی مضارب پر ہے دونون کے ملک کے بموجب ھم یہ اس صورت مین ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیاء مقتول کو قبول نہ کرین اور خون بہا دینا قبول
کرین مضارب کی ملک چہارم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم
المالک ثلثۃ ایام والمضارب یوما لخروجہ عن المضاربۃ بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایکدن بسبب خارج ہو جانے
غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ دینے کے سبب سے بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت مین تباین ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ھم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتہی ہو جاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعۃ واذا اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فلہ ذلک لتوہم الربح حینئذ اور اگر مالک غلام کا
دیڈالنا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب توہم منفعت کے اسوقت مین ھم اس علت کا محل وہ ہے جسمین غلام کی قیمت ہزار ہو اور یہان تو دو ہزار
قیمت ہے تو یہان نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامہ فیہ اشتری بالفها عبدا وہلک الثمن قبل النقد الی البائع لم یضمن لانہ امین بل دفع المالک
للمضارب الفا اخری ثم وثم ای کل ما ہلک دفع اخری الی غیر نہایۃ مضارب نے مضاربت کے مال سے ایک ہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا قبل ادا کرنے بائع کے
تو مضارب پر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضمین نہین ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دے پھر اور دے پھر اور دے یعنی جتنے بار ثمن تلف ہو جاوے اور ہزار
دیا جاوے بلا حد معین وراس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل مال مدفوع ہے ھم اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس المال ہے تو
مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان ید الوکیل ثانیا ید استیفاء لا امانۃ بخلاف

وکیل کے اسواسطے کہ دوبارہ قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی نہ قبضہ امانت کا مرحاصل مقام یہ ہو کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہوگیا تو رجوع
نہین پہنچے مالک سے دوبارہ نہین لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہو اسواسطے کہ مدفوع قبل تمرا امانت ہو
اسکے ہاتھ مین تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہی پھر رجوع نہین تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہو جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد خرید کے دینے مین تو
اصلا رجوع نہین تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول
للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا مضارب کے پاس دو ہزار ہین سو اسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجکو ہزار روپیے اور
مین نے نفع مین ایکہزار حاصل کیے اور مالک نے کہا کہ مین نے تجکو دو ہزار روپیے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض مین قابض کا قول مقبول ہو خواہ
قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح
فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنی راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار مین اختلاف ہو تو صاحب مال کا
قول مقبول ہو فقط منفعت کی مقدار مین اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہو مالک کی جہت سے یعنے اسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہو نصف یا ثلث اور وہ
منکر ہو زیادت کا تو اسی کا قول مقبول ہوگا صم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہو کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے مین نے ثلث نفع
شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال مین مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ مالک کا
وایہما اقام بینۃ تقبل اور مالک اور مضارب مین سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاما فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی
راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہو زیادت راس المال
کے دعوی مین اور مضارب کی گواہی مقبول ہو زیادت نفع کے دعوی مین یعنی اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کے واسطے ہو قید الاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ
فالقول لرب المال فلذا قال معہ الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک ہو بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے
اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت مین ہوگا تو وہان مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہین سو اسنے کہا
کہ وہ میرے پاس نصفا نصف مضاربت کے طور پر ہین اور مضارب نے ہزار منفعت مین حاصل کیے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق ابضاعت کے ہین نہ بطریق مضاربت کے
تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہو مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول
لرب المال والبینۃ بینۃ للمضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکر اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہین اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہین یا
ودیعت ہین یا مضاربت ہین تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہو اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہو اور مالک تملیک کا منکر ہو صم
جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت مین اسکا انکار رہی
طحطاوی نے کہا کہ اگر بجاے مضارب واضع یدکہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت مین مالک اور واضع ید دونون عدم مضاربت پر متفق ہین واما لو ادعی
المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول
مقبول ہو اسواسطے کہ منکر ہو تاوان کا اور دونون مین سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے صم دعوی مضاربت مین ضمان کا انکار ہو اسواسطے کہ بار ہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہو
نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان ہو اور قول تو منکر کا قول ہو وان اقاما بینۃ فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہین
اسواسطے کہ انمین زیادہ تر اثبات ہو صم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہو کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہو واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب
العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف مین تو اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی بسبب یکرتے مضارب کے اصل کو عموم اطلاق کی یہ صورت ہی کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجکو تری و خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی
اور مالک خصوص کا دعوی کرے اس طرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت میں عموم اور اطلاق
اسواسطے اصل ہی کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہی اور اسکے مناسب عموم و اطلاق ہی نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب فی [illegible]
ویلزمہ نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہی اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کرے اپنے تصرف [illegible]
نفی تاوان لازم ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا جو صاحب ہدایہ پر وارد ہوتا ہی تقریر سوال یہ ہی کہ گواہ تو اثبات کے واسطے ہوتے ہین نہ نفی کے واسطے تو یہ جواب
اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہی اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات [illegible]
فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہین تو بینہ مالک پر ہم بنیہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو
توڑتی ہی اور عدم قیمت کے تحت مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین فروع مسائل [illegible]
دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وصی [illegible]
ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہی اور طرسوسی نے اس جواز مین یہ قید لگائی ہی کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ نفع نہ [illegible]
واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہی وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا [illegible]
کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے [illegible]
اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اسپر دین ثابت ہوگا [illegible]
اسواسطے کہ وہ بتجہیل یعنے بیان نکردینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم [illegible]
نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر [illegible]
صرح فی مجمع الفتاوی بعدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجئ آخر الودیعۃ اور اختیار مین ہی کہ مضارب [illegible]
مال دیا بطریق رشوت کے عاشر کو یعنے پرمٹ والے کو تا وہ اس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اس طرح [illegible] تجارت
کے امور سے نہین ہی لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان مصرح ہی ہمارے زمانے مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی [illegible]
اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو اصلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر مین [illegible]
فقال انا امسکہ حتی یجد ربحا کثیرا واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعلمہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک
من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خریدا [illegible]
مین اسکو رکھ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکے بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر [illegible]
مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور تیقن ہی چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجکو راس المال اور تیرے حصہ کی منفعت
دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ہبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت یضمن حصۃ الہبۃ انتہی اور بزازیہ مین ہی
کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیے بالنصف بطریق ہبہ کے اور بالنصف بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان
لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ ہم حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہی اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہی کہ ہبہ
فاسد ہی اسواسطے کہ ہبہ متاع ہی محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا لانہ فی المضاربۃ

لانہا امانۃ ولا فی الہبۃ لانہا فاسدۃ وہی تملک بالقبض علی المعتمد المفتی بہ کما سیجی فلا ضمان فیہما وبہ ینضعف قول الوہبانیۃ شعر واودعہ عشرا علی ان خمسۃ لہ ہبۃ فاستہلک الخمس بکسرہ مین کہتا ہون قول مفتی بہ یہ ہی کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقاً تاوان نہین نہ مضاربت مین اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور نہ ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسد ہی اور وہ مملوک ہوجاتی ہی قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور بموجب اسی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہی وہبانیہ کا یہ قول اور ودلیعت رکھے ایک شخص کے پاس دس درم اس طرح پر کہ پانچ انمین سے ہبہ ہین سو اسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دے ہم تمر نبلالی نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ غیر شخص کو دس درم دیے اور کہا انمین سے پانچ تجکو ہبہ ہین اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہین سو قابض نے انمین سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہوگئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل بالقسمۃ مین اور وہ فاسد ہی اور جو پانچ درم اسنے تلف کر ڈالے انمین سے نصف ہبہ ہین اور نصف امانت اور یہ مسئلہ مبنی ہی قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصراً واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہی ودیعت رکھنے کے مسائل مین لا اخفار فی انسترا کہ مع ماقبلہ فی الحکم وہو الامانۃ پوشیدگی نہین ایداع کے مشترک ہونے مین اسکے ماقبل کی کتاب کے ساتھ حکم مین یعنی امانت ہونے مین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف نے ایداع کو لایا ہو لغۃ من الودع ای الترک ایداع لغت مین ودع بمعنی ترک کے ہی وہم ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال او دایداع اور استیداع بمعنی واحد ہی مثلاً زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہی بفتح دال اور منتقی مین ہی کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہی اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین وارد ہی کہ امانت داری مالداری کو کھینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہوگئی یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے غم مین تو ایک روز راہ مین کھڑی ہو کر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہوگئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجاے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجاے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہی حضرت نے ازراہ ترحم اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطاً وشرعاً التسلیط الغیر علی حفظ مالہ صریحاً او دلالۃ کان انفتق زق رجل فاخذہ رجل بغیبۃ مالکہ ثم ترکہ ضمن لانہ بہذا الاخذ التزم حفظہ دلالۃ بحر اور اصطلاح شرع مین ایداع تسلیط غیر کو کہتے ہین یعنی مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحاً تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اسکے مالک کی غیبت مین اسکو لیلیا پھر اسکو چھوڑ دیا تو سپرد تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت پکڑ لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اس صورت مین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہی کہ مالک اپنے مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اسکی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا منح لغفار مین ہی کہ جبکہ لے اور اگر وہ سردشتہ کے نہ لیگا اور اسکے قریب نہ جائیگا تو اسپر تاوان نہین اور اگر مالک موجود ہوگا تو بھی دونون صورتون مین تاوان نہین یعنی اخذ اور عدم اخذ مین والودیعۃ ما تترک عند الامین اور ودیعت وہ چیز ہی جو امین کے پاس چھوڑ دی جاوے یعنی فقط حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین کذا فی البرجندی وہی اخص من الامانۃ کما حققہ المصنف وغیرہ اور ودیعت خاص تر ہی امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہی جس وجہ عموم امانت اور خصوص ودیعت کی یہ ہی کہ امانت اسکا نام ہی جو غیر مضمون ہو یعنی اسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہی ان سب صورتون کو جنمین تاوان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارے کی چیز اور وہ غلام یا لونڈی جو خدمت کے واسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیر ذالک اور ودیعت وہ ہی جو ایجاب و قبول سے حفاظت کے واسطے رکھی جاوے تو دونون مین تغایر ہوا عموم امانت اور خصوص ودیعت کا عموم اور خصوص کی وجہ یہی ہی کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اسکے مالک کی استحفاظ سے غیر کے پاس قصداً اور امانت گاہے بلا قصد بھی ہوتی ہی اور ودیعت عقد سے ہوتی ہی اور امانت عام ہی تو امانت منفرد ہی اس صورت مین کہ ہوا نے کپڑا اڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہی کہ اعادہ الی الوفاق سے ضمان لازم نہین ہوتا بر خلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وذکرنہا الایجاب صریحاً او دلالۃ او کنایۃ کقولہ لرجل اعطنی الف درہم او اعطنی ہذا

الثوب مثلاً فقال اعطیتک کان ودیعة بحر لان الاعطاء یحتمل الهبة لکن الودیعة ادنی وهو یتیقن فصار کنایة اور ودیعت کا رکن ایجاب ہے خواہ صریحاً ایجاب ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے
تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایةً ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یوں کہنا کہ مجھکو ہزار روپے یا یہ کپڑا دیدے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے تجھکو دیے تو یہ ودیعت
ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونوں کا احتمال رکھتا ہے لیکن ودیعت کمتر چیز ہے اور وہ یقینی ہے تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا ہم کنایہ سے یہاں یہ مراد نہیں کہ لازم سے
ملزوم کی طرف انتقال ہو بلکہ یہاں کنایہ سے یہ مراد ہے کہ جو ایک شے اور غیر شے دونوں کا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی او فعلاً کما لو وضع ثوبه بین یدی رجل ولم
ذہن کا جانا ۱۲
یقل شیئاً فهو ایداع یا ایجاب قولی نہیں بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ بولا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہے ہم خلاصہ میں ہے کہ اپنی کتاب
ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑکر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا درصورت تلف ہوجانے کے اور اگر ایک ایک آدمی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت
کے واسطے متعین ہوگیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہوگیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونوں فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحاً کقبلت اور رکن ودیعت
قبول کرنا ہے مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے ودیعت کو قبول کیا او دلالة کما لو سکت عند وضعه فانه قبول دلالة کوضع ثیابه فی حمام
بمرأی من الثیابی وکقوله لرب الخان این اربطها فقال هناک ایداع خانیه یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کے وقت تو یہ قبول کرنا
ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا چنانچہ اپنے کپڑے رکھنا حمام میں کپڑوں کے نگہبان کے سامنے اور چنانچہ مسافر کا کہنا مسافرخانے کے مالک اور مہتمم سے کہ کہاں
اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھوں سو اسنے کہا وہاں تو یہ ایداع ہے کذا فی الخانیہ ہم اس صورت میں ایجاب اور قبول دونوں دلالت ہیں وهذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانة
فیتم بالایجاب وحده حتی لو قال للغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم تقبل اختیار اور یہ یعنے ایجاب اور قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق میں ہے
اور امانت کے حق میں تو فقط ایجاب پر تمامی ہوجاتی ہے تو اگر غاصب سے مغصوب منہ نے کہا کہ میں نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے
بری ہوگیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نہ کرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہ ہے کہ تاوان نہ آوے اور عدم قبول غاصب سکوت اور رد دونوں کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی
وشرطها کون المال قابلا لاثبات الید علیه فلو اودع الآبق او الطیر فی الهواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط ہے ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر
غلام گریختہ کو یا پرندے کو ہوا میں ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنے اسواسطے کہ یہ ایداع صحیح نہیں اور اسیطرح حکم ہے ساقط فی البحر کا وکون المودع مکلفا
شرط لوجوب الحفظ علیه فلو اودع صبیا فاستهلکها لم یضمن ولو عبداً محجوراً ضمن بعد عتقه اور مودع کا مکلف یعنے بالغ ہونا یہ شرط ہے اسپر نگہبانی واجب
ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کر ڈالی تو اسپر تاوان نہیں اور اگر غلام محجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا
منع ۱۲
اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اسکے بالغ ہونے کے وهی امانة هذا حکمها مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولها اور ودیعت امانت ہے یہ حکم ہے
ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا کے ودیعت کے مالک کے مانگنے کے وقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے
ہم اداے ودیعت عند الطلب واجب ہے لیکن اگر تلوار ودیعت ہوا اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہے چنانچہ در المنتقی میں ہے فلا
تضمن بالهلاک الا اذا کانت الودیعة باجر اشباه معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہوجانے سے تاوان نہیں مگر جبکہ ودیعت اجرت
سے ہو چنانچہ اشباہ میں ہے زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر میں وجہ اسکی یوں بیان کی ہے کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہے کذا فی
الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنه ام لا هلک معها شیء او لا بحدیث الدارقطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقاً ضمان نہیں
خواہ ہلاکی سے بچاؤ ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہوا یا نہو بدلیل حدیث دارقطنی کہ ودیعت قبول کرنے والے غیر خائن پر
تاوان نہیں واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل به یفتی خلاصه وصدر الشریعة اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ
حمامی اور مسافرخانے والے پر باطل ہے اسیکا فتوی ہے کذا فی الخلاصة وصدر الشریعة وللمودع حفظها بنفسه وعیاله کمالها اور ودیعت قبول کرنے والے کو

یعنے وجوب حفظ اور وجوب ادا طلب کے وقت اور مستحب ہونا قبول ودیعت کا بھی اسکے احکام میں ہے ۱۲

جائز ہی حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کی طرح وہم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یموتہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ
لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃ یا حکما نہ وہ لوگ جو اسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ھم یعنے عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین
شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہی تو اسپر تاوان
لازم نہوگا خلاصہ مین ہی کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے
ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز وزوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو
ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص دونون کے ساتھ نہین رہتا اور انکو نفقہ نہین دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ھم یہ تفریع ہی سکونت حکمی پر اسواسطے کہ ولد صغیر
اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون اگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہی غلام کا لیکن ولد مین یہ شرط ہی کہ حفاظت ودیعت پر قادر
ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتہا الزوجۃ الی زوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معا عینی اور اسیطرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی
دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہی نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہی کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ
ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصہ اور اسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہی دفع ودیعت مین تو اگر امین سے کسیکی خیانت اور دغا بازی معلوم ہوا اور کہیر
اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنے در صورت ہلاکی کذا فے الخلاصہ ھم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانت داری معلوم ہوا اور جبکہ
مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فے عیالہ الدفع لمن فے عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہی اسکو جائز ہی دینا ودیعت کا اپنی عیال کو
ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فے عیالہ فدفع ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع
کو اسکے بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اسکی عیال مین سوا اس
شخص کے اور شخص بھی ہی کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا
وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال
وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوا اپنے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد رح سے روایت ہی کہ
اگر حفاظت کروائی ان لوگون سے جنسے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہی چنانچہ اسکا وکیل اور غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو
جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہی کذا صحح بہ ابن مالک اور اعتماد کیا ہی اسپر ابن کمال نے ایضاح و اصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہی اور
مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکہا ہی ھم نہایہ مین یہ فتوی شمس الائمہ سرخسی کی طرف منسوب ہی اور شمس الائمہ نے اسکی نسبت حلوائی کی طرف کی ہی ولہذا تحفہ
مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہی کہ مودع ودیعت کی اس طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہی کذا فے الطحطاوی الا
اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فیسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہی مگر جبکہ مستودع آگ سے
جلانے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون سو اس حالت مین وہ اپنے
پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والون کو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ھم حموی نے کہا یہ ضرور ہی کہ
حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا وہ آتش زنی مراد ہی جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا الی من فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء
او بالتدحرج ضمن زیلعی خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اسنے ناو پر سے
پھینکدیا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنے اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا فان ادعاہ

ای الذی نجارہ او فلک آخر صدق ان علم وقوعہ ای الحرق بیتہ ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے پڑوسی کو یا دوسری کشتی مین رکھدینے کا دعوی کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہوا اور اسیطرح وقوع غرق دریافت ہو والا یعلم وقوع الحرق ونحوہ لا یصدق الا ببینۃ مخلص بین کلامی الخلاصۃ والہدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق اور اگر اسی کے گھر مین وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہو گی مگر گواہون سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام مین توفیق حاصل ہو گئی یعنے اختلاف زائل ہو گیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہی خیر کی ہم خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہی کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر مین معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہی کہ اسکی تصدیق نہو گی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونون عبارتون کا اختلاف رفع ہوتا ہی اور یہ توفیق ذخیرہ مین منقول ہی منتقی سے

ولو منعہ الودیعۃ ظلماً بعد طلبہ لرد ودیعتہ فلو بحملہا الیہ لم یضمن ابن ملک بنفسہ ولو حکما کوکیلہ بخلاف رسولہ ولو بعلامۃ منہ علی الظاہر قادرا علی تسلیمہا ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی از راہ ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذاتہ خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو چنانچہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر رہی تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہین اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے والا بان کان عاجزا وخاف علی نفسہ او مالہ بان کان مدفونا معہا ابن ملک لا الیمین کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اس طرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اس طرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے نہ دینے مین تاوان نہین ہم محیط مین ہی کہ اگر ایام فتنہ وفساد مین ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ مین اسوقت مین اسپر قادر نہین ہون اسواسطیکہ دور رکھی ہی یا وقت تنگ ہی پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہین اور اسکا قول مقبول ہی انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہی کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے مین تاوان نہین یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہین اور اسیطرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہین اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولے کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا فاراد صاحبہ ان یاخذہ لیضرب بہ رجلا فلہ المنع من الدفع الیہ الی ان یعلم انہ ترک الرای الاول وانہ ینتفع بہ علی وجہ مباح جواہر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہی یہان تک کہ اسکو معلوم ہو جائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواہر کما لو اودعت امراۃ کتابا فیہ اقرار منہا للزوج بمال او بقبض مہرہا منہ فلہ منعہا لئلا یذہب حق الزوج خانیہ جیسا کہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمین عورت کا اقرار ہی زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہی کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنہ ای من المنع ظلما موتہ ای موت المودع مجہلا فانہ یضمن بتعمیرہ دینا فی ترکتہ اور منجملہ منع ناحق سے ہی مرجانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے متروکہ مین ہم جب اسنے بیان نکردیا کہ یہ چیز میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہی تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثہ یعلمہا فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہی تو عدم بیان سے تاوان نہین ولو قال الوارث انا علمتہا وانکر الطالب ان فسرہا وقال ہی کذا وانا علمتہا وہلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ مین ودیعت کو جانتا ہون اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہی

اوارث اذا دل السارق وہی ان مسئلۃ الا فی سواء عندہ کانت لو مانداؤ آویگا نہ تاوان پر مورث یعنی ہوگی تصدیق کی وارث تو ہوگئی ملت وہ اور تھا جانتا اُسکو ورین
علی الودیعۃ الضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یہ یعنی ودلیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہین عدم ضمان مین در صورت عدم
تعدی مگر ایک مسئلے مین برابر نہین وہ مسئلہ یہ ہی کہ وارث جب سارق کو ودلیعت بتادے تو اُسپر تاوان نہین اور رودلیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو
بتادیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جبکہ مستودع سارق کو روک دے ودلیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے ودلیعت
سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اُسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اُسپر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات
فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودلیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنی اُنکا تاوان لازم ہوجاتا ہی امین
کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند وہم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہی عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین
موت بلا بیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا ضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہی کہ ناظر نے غلات یعنے
حاصلات وقف کو ودلیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودلیعت مرگیا تو اُسپر تاوان نہین قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ

اشباہ ای الثمن الارض المستبدلۃ قلت فلتعین الوقف بالاولے کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بغتۃ
بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان مانعا لہا ظلما فیضمن درر ماجنشہ فی انفع الوسائل فتنبہ مصنف رح نے حاصلات وقف کی قید لگائی
اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاسے بلا بیان بدل وقف کے تو اُسپر اُسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنے وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون
تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولے اُسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا ہی کہا ہی مصنف رح نے اپنی شرح مین
اور ثابت رکھا ہی اُسکو مصنف رح کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے
نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اُسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودلیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودلیعت کا
ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اُسکو رد کیا ہی جسکی انفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہی تو خبردار رہیوم مصنف رح کا کلام عام ہی غلات مسجد اور غلات
مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہی اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث
البحث یہ تفصیل کی ہی کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اُسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اُسپر تاوان ہی اور نہین تو یون کہنا لائق ہی کہ اگر ناظر محمود
بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اُسپر تاوان ہی
اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبیل موت اپنی گلوخلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہی جسپر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی

الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانہ لو ضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر
فلیحفظ اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہی کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اُسنے ودلیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہی
اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلا بیان مرجاسے تو اُسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہی بخلاف اس صورت کے کہ اُسنے غیر شخص کے پاس ودلیعت سپرد کی اسواسطے کہ
قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہی بر قول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ سلطان
نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودلیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین جم اور ازانجملہ وصی ہی جبکہ بلا بیان مرجاسے اور ازانجملہ باپ ہی جبکہ بلا بیان
مال صغیر مرجاسے اور ازانجملہ وارث ہی جبکہ بلا بیان مرجاسے کہ اُسنے مورث کے پاس کیا ودلیعت رکھا تھا اور ازانجملہ اُس شخص کی موت بلا بیان ہی جسکے گھر مین آندھی سے اڑکر کوئی
چیز گر پڑی اور ازانجملہ موت غلام ہی بلا بیان یعنی اُسکے مولے نے اُسکے گھر مین کوئی چیز بدون اُسکے امر کے رکھی اور ازانجملہ موت صغیر ہی بلا بیان ودلیعت غیر کے سوا اُنکے تاوان نہین

امین ہو کذا فی الطحطاوی من الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد متفاوضین وعلی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ
ہو بمہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنی سبعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہیں ہی مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ
مصنف رح نے اپنی شرح مین یہان یعنے کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہی کہ حق یہ ہی کہ شریک مفاوض تاوان دیگا
اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہی مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہی تو مستثنے نو مسئلے
باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے جنمین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہیں آتا اور منجملہ مسائل عشرہ
شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ و
وصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یشتمل سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہی کیونکہ حجر بسبب
طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہی ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہی تو محجورین سے چھ شخص باقی رہگئے والمعتوہ
کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہی اور اگر صغیر بالغ ہو
پھر بلابیان مرجاسے تو اسپر ضمان نہیں مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اسکے ہاتھ مین تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے
یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ
ماذون ہون یعنی ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مرجائین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے
تو انپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہی اور وجیز نام ہی اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظمہا عاطفا علی بیتی
الوہبانیۃ بیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنے مسئلے اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ الاشعار
وکل امین مات والعین یجہل + وما وجد عینا فدینا تصیر + سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم ہو المؤمر + اور وہ چارون بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا
وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہی اسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد میر لشکر ہی ہم مذکور ہوچکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہی + وصاحب
دار القت الریح مثل ما + لو القاہ ملاک بہا لیس یشعر + کذا والد جد وقاضی ووصیہم + جمیعا ومحجور فوارث یسطر + اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر مین ہوانے
کچھ ڈالدیا مانند اس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈالدیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہین اور اسیطرح والد اور دادا اور قاضی
اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے وارث مرقوم ہی ہم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہی تو یہ سب اٹھارہ امین ہوئے جنکی
موت بلابیان سے تاوان نہیں آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ
کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبی ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہمجنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ
اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کہ ودیعت جدا نہیں ہوسکتی مگر مشقت سے چنانچہ
گیہون کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے
مودع کے ملادینے سے ہم امام رح کے نزدیک خلط استہلاک ہی لہذا اسپر ضمان لازم ہی خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون
کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت سے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان نہایۃ ودیعت

مخلوط کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء و صحیح ہے معاف کر دینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کر دے تو صحیح ہے اور اسکا حق
یعنی اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذا فی البحر و لو خلطہ ردی فضمنہ لانہ علیہ ولعیبہ شریک لعدمہ مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے
سواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اسکے بالعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب ہونے عیب کے
کذا فی المجتبی و ان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو
تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت مل جاے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمیان کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے
درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا ولا یضمن
ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو سواے مودع کے کسی اور شخص نے ملا دیا تو ملانیوالے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی
الخلاصہ ولو انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز معہ ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اسکے پھیر دے پھر
اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے
مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہوا بالاتفاق
سے اور جو اسنے پھیر دیا وہ اسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو تاتی التمییز او انفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت
کی تمیز اور جدائی حاصل ہوسکتی ہو یا اسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اسمین داخل نہیں کی یا اسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط
اتنا تاوان دے جتنا اسنے خرچ کر ڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ یعنے ضمان بقدر اتفاق اسوقت ہے کہ جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو ہم
یہ مربوط ہے اتفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نہ کریگا تو فقط اسیقدر کا ضامن ہوگا جتنا اسنے صرف کیا اسواسطے کہ
وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت
دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور مین نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور
نقصان مابقی کا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبہا او رکب دابتہا او اخذ بعضہا ثم ردعینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال
مایودی الیہ الضمان اور جبکہ اسنے ودیعت پر تعدی کی اس ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہانتک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی ان لم
یکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شروط النیۃ رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت مین اسکی طرف عود کرنے کا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شرط
نیت کے بیان مین ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتارا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اسکو دن مین پھر پہنونگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی
الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاہ لم یبرا لعملہما لانفسہما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استیجار ومضارب ومستبضع
وشریک عنان او مفاوضۃ ومستعیر رہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کر دین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ
مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک
مفاوض کے اور اس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان
سے آگے بڑھ گیا پھر اسی مکان مین پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کپڑے
کی بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اسپر تاوان نہین اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ

ایک گھر اسکو کرایہ لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین دراہم دیلے پھر پھیر لیے اعینہا اسو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہے کہ غلام یا جانور کو
عاریت لیا تا اسکو گرو رکہوے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اُسنے مال ادا کیا اور
غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہے کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے
تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو متن مین مذکور ہے اور یہ مسئلہ مستثنے ہے مسئلہ مستعیر سے
جو متن مین مذکور ہے چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ
اور حاصل مقام یہ ہے کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اُسکو زائل کرے تو اُسپر سے تاوان زائل نہین مگران دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہے لان یدہ
کید المالک موسوع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مسئلہ ودیعت کی جو متن مین
مذکور ہے انتہی اور ایک نسخے مین یون ہے (لان یدہم کید المالک) یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہے اور یہی مصلحت مناسب
مقام ہے واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اُسی کا قول یعنے مالک ہی کا
مقبول ہے اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہے کذا فی العمادیۃ بخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع
کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا کہ اُسپر تاوان
لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوے کریگا تو تاوان
نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنے درصورت تلف ودیعت اُسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سالہ عن
حالہا فجحد ہا فہلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے
مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہے سو اُسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید
بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف رح نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی
اُسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اٹھالیجائیگا پھر وہ تلف ہوگی تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فی
الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اُسپر صادق ہے کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہے کہ انکار
کے زمانے مین اُسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہے وقید بقولہ وکانت
الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ
غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی
ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ
من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر
انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہے وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد
جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ
ودیعت کو بعد اُسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اُسکو حاضر کرے سو اُسکا مالک اُس سے
کہے کہ اُسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کردیا تو اُسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

ہوا ایداع جدید ہوا اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نکیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذف الاختیار وقید بقولہ الا لکھا

لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنف رحمہ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرکے اقرار کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص مودع

ودیعت کا اقرار کریگا تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے ہم حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطون سے

تاوان لازم آتا ہے اسشرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہ کہ تانہ انکار مین نقل ہوا ہو ۴ یہ کہ ودایعت منقولات سے ہو

۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کرڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نلاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے

فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرا باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد یعنی جبکہ یہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہوگا اپنے اقرار کرنے سے

مگر ایداع کا عقد جدید ہوا اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا

پھر دعوے کیا کہ اسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فی

الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ

غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہ حلف المالک ما یعلم ذلک

فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجائے کہ

وہ اسکو یعنے ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا

اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ہم قاضی مالک سے اسوقت قسم لیگا جبکہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر

گواہ نلاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوے کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی ویضمن

قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو

تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو

اسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ہم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے

مجکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال

مین ضامن ہوا اور استحسان مین جبکہ اسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے

اور متاع اسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا (بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل ذکرہ عند عدم

نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر

نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین باربرداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی

حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ مین

خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہوا اور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر

اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ

اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ ان مین سے ایک

شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اسکا حصہ دینا جائز ہے

۵ بخلاف مضارب کے اسلئے کہ اسنے انکار کیا پھر خرید کی تو تاوان نہ دیگا ۱۲

ولو دفعہ الی نفسہ فی الدر نعم وفی البحر الاستحسان انہ کان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اُسپر تاوان آویگا یا نہیں در زمین ہی کہ
ان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اُسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا مُحطاوی نے
علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین مالا یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ
کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شرا اسواگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اسکو
بانٹ لین اور ہر مرد اُسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے
دو وکیلون کے حکم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہی کہ انکو مثلاً ہزار درم
دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اُسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور دینیر
اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنے دوسرے
مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف مالا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اُس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اُسمین دافع پر تاوان
نہین بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے حکم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہی جو تقسیم سے معیوب ہو جاے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع
الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فی بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ
واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اُس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت
اس شخص کی اپنے عیال مین سے دی جس سے اسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اُس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین
برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اُسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہو جانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکورہ مفید
نہین لہذا معتبر نہین ہم عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اُسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا
یہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا
نہین تو تاوان نہین اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی ہم یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جسکے
دینے سے مالک نے منع کر دیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہی یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اُسکی پشت راہ کی
طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہت متفاوت
ہوتے ہین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اُسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہی اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید
بھی نہو وہ لغو اور باطل ہی کذا فی الطحطاوی والضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان دے مودع کا مودع
مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنے فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہو گئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد
اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین ہم یہ امام رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال
المالک ہلکت عند الثانی وقال بل رد ہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجکو پھیر دی
تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہو گی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے مین اسکی تصدیق ہو گی
اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ ہم یعنے اگر ودیعت غصب ہو گئی مودع کے پاس سے اور تلف ہو گئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے
کہا کہ غاصب نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہو گئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی کذا فی المنح وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل

لغیرہ فقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبے مین ہے کہ جب دھوبی چوک جائے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کرڈالے تو دونون شخص یعنے
دھوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی
سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہین کذا فی الطحطاوی یعنے یہ تفصیل بحث ہے نہ روایت مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا لیعالجہا فعطبت
من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے
جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج
سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنے مودع سے پھر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نہ کریگا انتہی ما فی المجتبے
بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایا شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے
تاوان لینا تو صریح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر وان ضمن المودع رجع علے الغاصب
وان علم علے الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھر لے اگرچہ
مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہے بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ درصورت
علم کے رجوع نہین تو خبردار رہو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک
شخص کے پاس ہزار درم ہین اسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکے ہین اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنی دونون کے
گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونون کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور
واجب الادا ہونگے جو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہون ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونون دعوون کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل
للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے
اسنے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار
درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچادے سو اسنے اسکو نہین پہونچائے یہان تک کہ وہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ فعل اسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عمادیۃ
چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ مین یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہان تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک
ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العمادیۃ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہین ہے جسکے نہ کرنے
سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ
فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیۃ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے
سو اسنے کہا کہ مین نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے مین اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ
وہ امین ہے کذا فی السراجیۃ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع
نے شروع سے کہا نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہین بر قول صحیح تر چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا
ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن
بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکھدی یا دفن کردی اپنے گھر مین

یا کسی اور جگہ مین تو اُسپر تاوان آویگا کہ طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہی اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی تو اُسپر تاوان نہین ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لا یضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان نکیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جسمین دفن تھی تو اُسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہی فروع مسائل ملتقطہ شتی کے ہر دو المودع

والوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اُسپر تاوان نہین وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے مال دیدیا تو اُسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فھو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہی ہم فتاوے عالمگیری مین ہی کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اُسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اُسپر تاوان آویگا اگر اُسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور رہی اور اُسپر تاوان نہین کما لو کان الجابر ھو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین کذا فی العمادیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہی کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اُسکو بیچڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہان تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اُسپر تاوان نہین ہم حاکم سے کہنا بہتر ہی واجب نہین فتاوے عالمگیری مین ہی کہ اگر اُس شہر مین حاکم نہو تو خود مودع اُسکو بیچڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیھا بلا امر فھو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہی یعنے مالک سے وہ خرچ نہین لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فھلک حالۃ القراءۃ لا ضمان بلان لہ ولایۃ بھذا التصرف صیرفیہ مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت مین تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنے پڑھنے کی ولایت ہی کذا فی الصیرفیہ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہی اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق مین ضرر نہوا اور یہ اس طرح ہی جیسے کسی کی دیوار کے سایے مین بیٹھنا اور احتیاط یہ ہی کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے اور فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو اُسنے خم یعنے مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہی اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہی تو تاوان نہین اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہی کہ اگر مٹکے مین پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہی اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال کذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیہ کے مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہین درصورت تلف ہو جانے کے ہم منارے سے مراد محل نور ہی یعنے چراغدان [illegible] وفیھا اودع صکا وعرف اداء بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا اور صیرفیہ مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور اداے بعض حق معلوم ہی اور طالب مرگیا اور طالب کا وارث منکر ادائے بعض حق کا ہی تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اُسکی یہ ہی کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہین سو محمود نے زید کو سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہی بعد اسکے زید مرگیا اور اُسکا وارث پچیس درم کے دینے کو نہین مانتا ہی تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو نہ دے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہی اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہی جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر والا مجرد مثبت حق نہین انتہی وفی الاشباہ لا یبرا مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ مین ہی کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہی اور لوگون کا ظاہر عدم برات اُس صورت مین ہی جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث امین نہو چنانچہ ودیعت مین یہی شرط ہی جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للامیر اخذ ودیعۃ العبد میان کو جائز نہین غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جبکہ مولے گواہ لاوے کہ یہ میرا مال ہی العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عملا جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہی بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہین مگر

اور مین اسکو جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آویگا ہذا ولو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وہی ان وارث المودع اذا دل السارق

علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونون برابر ہین عدم ضمان مین درصورت عدم

تعدی مگر ایک مسئلے مین برابر نہین وہ مسئلہ یہ ہو کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اوسپر تاوان نہین اور ودیعت کا قبول کرنیوالا جب سارق کو

بتا دیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ یعنی جبکہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے ودیعت

سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اوسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اوسپر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات

فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہین یعنی انکا تاوان لازم ہوجاتا ہی امین

کی موت بلابیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ہو عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہی عام پر الا فی عشر علی ما فی الاشباہ مگر دس مسئلون مین

موت بلابیان سے تاوان نہین کذا فی الاشباہ منہا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا ضمن منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہی کہ ناظر نے غلات یعنے

حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلابیان ودیعت مرگیا تو اوسپر تاوان نہین قید بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ

اشباہ ای الثمن الارض المستبدلۃ قلت فلتعین الوقف بالاولی کالدراہم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواہر وقید موتہ بحثا

بالفجاۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فکان مانعا لہا ظلما فیضمن درر ما بحثہ فی انفع الوسائل فتنبہ مصنف رح نے حاصلات وقف کی قید لگائی

اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاوے بلابیان بدل وقف کے تو اوسپر اوسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل لینے وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن مین کہتا ہون

تو عین وقت کی تجہیل سے بطریق اولے اوسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر ایسا کچھ کہا ہی مصنف رح نے اپنی شرح مین

اور ثابت رکھا ہی اوسکو مصنف رح کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ مین اور صاحب زواہر نے موت ناظر مین ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے

نہ روایت کے بموجب تو اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اوسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا

ٹھہرا تو تاوان دے اور صاحب زواہر نے اوسکو رد کیا ہی جسکی انفع الوسائل مین طرسوسی نے بحث کی ہی تو خبردار رہیو مصنف رح کا کلام عام ہی غلات مسجد اور غلات

مستحقین وقف مین اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل مین تاوان نہین اور غلات مستحقین کی تجہیل مین تاوان ہی اور طرسوسی نے غلات مستحقین مین من حیث

البحث یہ تفصیل کی ہی کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اوسنے تاخیر کی ہو اور بلابیان مرگیا ہو تو اوسپر تاوان ہی ورنہین تو یون کہتا لائق ہی کہ اگر ناظر محمود

بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہین شیخ صالح نے کہا کہ جب بلابیان مرگیا تو ظالم تقصیر وار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اوسپر تاوان ہی

اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہی جسپر مشائخ اعلام ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زادنے

الاشباہ عند من اودعہا ولا بد منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر

فلیحفظ اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ قاضی بلابیان اموال یتامی مرگیا اشباہ مین اسقدر زیادہ ہی کہ قاضی اسکے بلابیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اوسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہی

اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر رکھے اور بلابیان مرجاوے تو اوسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہی بخلاف اس صورت کے کہ اوسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی ہو اسلئے کہ

قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہی برقول معتمد کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ سلطان

نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلابیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہین ہم اور ازانجملہ وصی ہی جبکہ بلابیان مرجاوے اور ازانجملہ باپ ہی جبکہ بلابیان

مال صغیر مرجاوے اور ازانجملہ وارث ہی جبکہ بلابیان مرجاوے کہ اوسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور ازانجملہ اوس شخص کی موت بلابیان ہی جسکے گھر مین آندھی سے اگر کوئی

چیز گر پڑی اور ازانجملہ موت غلام ہی بلابیان یعنی اوسکے مولے نے اوسکے گھر مین کوئی چیز بدون اوسکے امر کے رکھی اور ازانجملہ موت صغیر ہی بلابیان ودیعت غیر کے سوا نہین تاوان نہین

امین ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ولیس منہا مسئلۃ احد متفاوضین وعلی المعتمد لما نقلہ المصنف ہنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انہ یضمن نصیب شریکہ
بموتہ مجہلا وخلافہ غلط قلت واقرہ محشوہا فبقی المستثنے تسعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل مذکورہ کے نہین ہے مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ
مصنف رح نے اپنی شرح مین یہان یعنے کتاب الودیعۃ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا
اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہے مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے تو مستثنے نو مسئلے
باقی رہگئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے جنمین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ
شریک مفاوض بھی لکھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ علی العشرۃ تسعۃ الجد ووصیہ و
وصی القاضی وستۃ من المحجورین لان الحجر یتناول سبعۃ فانہ لصغر ورق وجنون وغفلۃ ودین وسفہ وعتہ اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر
نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب
طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے ہم چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین سے چھ شخص باقی رہگئے والمعتوہ
کالصبی وان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشہدوا انہا کانت فی یدہ بعد بلوغہ لزوال المانع وہو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر بالغ ہو
پھر بلابیان مرجاسے تو اسپر ضمان نہین مگر جبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اُسکے ہاتھ مین تھی بعد اسکے بالغ ہوجانے کے بسبب دور ہوجانے مانع ضمان کے
یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لہما ثم ماتا قبل البلوغ والافاقۃ ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سو اگر صغیر اور معتوہ
ماذون ہون یعنی ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مرجائین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے
تو انپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فبلغ تسعۃ عشر ونظم ما زاد علی بیتی
الوہبانیۃ ببیتین شرنبلالی نے کہا تو مستثنے مسئلے اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون پر عطف کرکے وہی ہذہ الاشعار
وکل امین مات والعین یجہر + وما وجد عینا فدینا تصیر + سوی متولی الوقف ثم مفاوض + ومودع مال الغنم ہو المؤمر ۱۲ اور وہ چارون بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا
وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اُسکے پاس معین اور مشخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہوجاتی ہے اُسکے متروکے مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے
اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم مذکور ہو چکا کہ شریک مفاوض کو ان مسائل مین شمار کرنا غلط ہے + وصاحب
دار القت الریح مثل مالہ لو القاہ ملاک مہا لیس یشعر + کذا والد جد وقاضی ووصیہم + جمیعا ومحجور فوارث یسطر ۱۲ اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر مین ہوا نے
کچھ ڈالدیا مانند اُس صورت کے کہ مالکان مال نے اپنا مال گھر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے خبر نہین اور اسیطرح والد اور دادا اور قاضی
اور ان سب تینون کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر بعد اسکے وارث مرقوم ہے ہم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب اٹھارہ امین ہوسے جنکی
موت بلابیان سے تاوان نہین آتا وکذا لو خلطہا المودع بجنسہا او بغیرہ بمالہ او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالک بحیث لا تتمیز الا بکلفۃ
کحنطۃ بشعیر ودراہم جیاد بزیوف مجتبے ضمنہا لاستہلاکہ بالخلط اور اسیطرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہمجنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ
اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طرح پر کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے چنانچہ
گیہون کا ملانا جَو کے ساتھ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھ کذا فی المجتبے تو مودع اس ودیعت کا تاوان دے بسبب تلف کردینے
مودع کے ملادینے سے ہم امام رح کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اسپر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو چنانچہ گیہون کا خلط گیہون
کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت سے ہو چنانچہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تیل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولہا قبل اداء الضمان لیکن ودیعت

مخلوط کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادا کرنے تاوان کے وصح الابراء وصحیح ہے معاف کردینا یعنے اگر مالک مودع کو معاف کردے تو صحیح ہے اور اسکا حق
عین اور دین سے ساقط ہوگا ابرا سے کذا فی البحر ولو خلط بردی ضمنه الا نہ عیبه وبعکسه شریک لعدمه مجتبی اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو جید کا تاوان دے
اسواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کردیا اور اُسکے بالعکس مین یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہے مالک کا بسبب نہونے عیب کے
کذا فی المجتبے وان باذنه اشترکا شرکة املاک کما لو اختلطت بغیر صنعه کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملانا ودیعت کے ساتھ مالک کے اذن سے ہو
تو مالک اور مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت ملجاسے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درمون کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درم مودع کے
درمون کے ساتھ مل گئے تو دونون شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم نہوگا عدم تعدی کے سبب سے ولو خلطها غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا ولا یضمن
ابوہ خلاصہ اور اگر ودیعت کو سوا مودع کے کسی اور شخص نے ملادیا تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی
الخلاصہ ولو انفق بعضها فرد مثله فخلطه بالباقی خلطا لا تمیز معه ضمن الکل لخلطه ماله بها اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کرڈالی سو برابر اسکے پھیر دے پھر
اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اس طرح ملایا کہ باقی علیحدہ نہیں ہوسکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے
مال کے ودیعت کے ساتھ ہم ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب سے اور بعض باقی کا خلط کرنے سے تو وہ متعدی ہے بالاتفاق
سے اور جو اسنے پھیر دیا وہ اُسکی ملک پر باقی ہے کذا فی البحر فلو تاتی التمییز او انفق ولم یرد او اودع ودیعتین فانفق احدهما ضمن ما انفق فقط مجتبی اور اگر باقی ودیعت
کی تمیز اور جدائی حاصل ہوسکتی ہو یا اسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اُسمین داخل نہیں کی یا اُسکے پاس دو ودیعتین رکھی ہین سو اُسنے ایک ودیعت خرچ کرڈالی تو فقط
اتنا تاوان دے جتنا اسنے خرچ کرڈالا کذا فی المجتبی وہذا اذا لم یضره التبعیض اور یہ یعنے ضمان بقدر انفاق اُسوقت ہے کہ جب کہ بعض کا خرچ کرنا ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو ہم
یہ مربطہ ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق مین ہے رد مثل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نہ کریگا تو فقط اُسیقدر کا ضامن ہوگا جتنا اُسنے صرف کیا اسواسطے کہ
وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اسمین کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اسمین ہے جبکہ ودیعت
دراہم یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور مین نے یہ مصرح نہیں دیکھا کہ جب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمین تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور
نقصان مابقی کا تو اُسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیها فلبس ثوبها او رکب دابتها او اخذ بعضها ثم ردعینه الی یده حتی زال التعدی زال
ما یودی الیه الضمان اور جبکہ اُسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اُسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر عینہ ودیعت پھیر دی
اپنے قبض اور حفظ کی طرف یہان تک کہ تعدی زائل ہوگئی تو وہ چیز دور ہوگئی جو تاوان کی طرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہوگئی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم
یکن من نیته العود الیه اشباہ من شروط النیة رد ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اُسکی نیت مین اسکی طرف عود کرنے کا ارادہ نہو چنانچہ اشباہ مین ہے شروط
نیت کے بیان مین ہم تو اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتارا اور اسکا ارادہ یہ ہے کہ اسکو دن مین پھر پہنونگا پھر وہ رات مین چوری گیا تو وہ تاوان سے بری نہوگا کذا فی
الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالاه لم یبرا لعملهما لانفسهما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارة او استیجار ومضارب ومستبضع
وشریک عنان او مفاوضة ومستعیر رہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونون تعدی زائل کردین تو بھی تاوان سے بری الذمہ نہونگے اسواسطے کہ
مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کے واسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استیجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک عنان یا شریک
مفاوض کے اور اُس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کے واسطے کذا فی الاشباہ ہم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک پھر وہان
سے آگے بڑھ گیا پھر اُسی مکان مین پلٹ آیا اور اگر جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع تعدی کی یہ صورت ہے کہ جس کپڑے
کی بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہوگیا تو اسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو دراہم دیے کہ

ایک گھر اسکو کرایہ لے دے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین درہم دیدیے پھر پھیر لیے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہی کہ غلام یا جانور کو
عاریت لیا تا اسکو گرو رکہوے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اسکو اتنے مال پر جو اسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اسنے مال ادا کیا اور
غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین ہو اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے
تو اگر تعدی کے بعد رہن نہ رکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو متن مین مذکور ہی اور یہ مسئلہ مستثنے ہی مسئلہ مستعیر سے
جو متن مین مذکور ہی چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح مین بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لایزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ
اور حاصل مقام یہ ہی کہ امانت دار جبکہ تعدی کرے پھر اسکو زائل کرے تو اسپر سے تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہی لان یدہ
کید المالک موجع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضہ کے مانند ہی ثم طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مسئلہ ودیعت کی جو متن مین
مذکور ہی انتہی اور ایک نسخے مین یون ہی لان یدہ کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبض بمنزلہ مالک کے قبض کے ہی اور یہی مصلحت مناسب
مقام ہی واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اسی کا قول یعنے مالک ہی کا
مقبول ہی اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہی کذا فی العمادیہ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع
کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اس طرح کہ مالک سے کہا کہ تو نے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا کہ اسپر تاوان
لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصۃ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوے کریگا تو تاوان
نہ دیگا کذا فی الخلاصہ یعنے درصورت تلف ودیعت اسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوے سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سالہ عن
حالہا فجحدہا فہلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے
مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کس طرح ہی سو اسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اسپر تاوان نہین کذا فی البحر وقید
بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف رح نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی
اسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اٹھالیجائیگا پھر وہ تلف ہوگی تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی
الخلاصۃ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہی کہ مطلقا نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہی کہ انکار
کے زمانے مین اسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقولہ وکانت
الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ
غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی
ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نہ تھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ
من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جسکا خوف ہو ودیعت کے تلف کرڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر
انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد
جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ
ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نہ کرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اسکو حاضر کرے سو اسکا مالک اس سے
کہے کہ اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کردیا تو اسپر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ

ہ ایداع جدید ہو گا اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا نہوا کذا فی الاختیار وقید بقولہ لمالکہا
لانہ لو جحدہا لغیرہ لم یضمن لانہ من الحفظ اور قید لگائی مصنف رحمہ نے کہ مالک سے انکار ودیعت کر کے اقرار کیے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا دوسرے شخص سے مودع
ودیعت کا اقرار کریگا تو اُسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا بجملہ حفظ ودیعت ہے حاصل متن یہ ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہین مگر سات شرطوں سے
تاوان لازم آتا ہے ا شرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کر چکا ہو ۳ یہ کہنا انکار مین نقل ہوا ہو ۴ یہ کہ ودایعت منقولات سے ہو
۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہوا ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے
فاذا تمت ہذہ الشروط لم یبرا باقرارہ الا بعقد جدید ولم یوجد پھر جبکہ یہ شروط سبعہ پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ نہو گا اپنے اقرار کرنے سے
مگر ایداع کا عقد جدید ہوا اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین ولو جحدہا ثم ادعی ردہا بعد ذلک وبرہن علیہ قبل وبری اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا
پھر دعوے کیا کہ اُسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہوا اور تاوان سے بری ہوگا کما لو برہن انہ ردہا قبل الجحود وقال غلطت فے
الجحود او نسیت او ظننت انی دفعتہا قبل برہانہ چنانچہ اگر گواہی لایا کہ اُسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ
غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دیچکا ہون تو برہان اُسکی مقبول ہوگی ولو ادعی ہلاکہا قبل جحودہ حلف المالک ما یعلم ذلک
فان حلف ضمنہ وان نکل بری وکذا العاریۃ منہاج اور اگر دعوے کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجائے کہ
وہ اُسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک یہ قسم کھائے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نہ کھائے تو مودع تاوان سے بری ہوگا
اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج مصنف قاضی مالک سے اُسوقت قسم لیگا جبکہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کے تلف ہوجانے پر
گواہ نہ لاسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوے کیا قبل انکار کے تو قاضی معیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحاوی ویضمن
قیمتہا یوم الجحود ان علم والا فیوم الایداع عمادیہ اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اُسکا تاوان لیا جاویگا اگر اس دن کی قیمت معلوم ہوا اور اگر معلوم نہو
تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جائیگا کذا فی العمادیہ بخلاف مضارب جحد ثم اشتری لم یضمن خانیہ بخلاف اُس مضارب کے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو
اُسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ مصنف منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے
مجکو پھر مال سے کچھ خرید کی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اُسکے پاس انکار کے بعد قبل خرید کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال
مین ضامن ہوا اور استحسان مین جبکہ اُسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خرید کی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے
اور متاع اُسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا (بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن) ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی والمودع لہ السفر بہا ولو لہا حمل درر عند عدم
نہی المالک وعدم الخوف علیہا بالاخراج اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا در صورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر
نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین باربرداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر مصنف جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اُٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی
حاجت ہو فلو نہاہ او خاف فان لہ بد من السفر ضمن والا فان سافر بنفسہ ضمن وباہلہ لا اختیار تو اگر مالک نے مودع کو سفر مین لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ مین
خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہوا اور باوجود اسکے سفر مین لیجائے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر
اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر مین لیگیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار ولو اودعا شیئا مثلیا او قیمیا لم یجز ان یدفع المودع الی احدہما حظہ فی غیبۃ صاحبہ
اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو چنانچہ وزنی اور کیلی یا قیمت والی ہو چنانچہ کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین یہ کہ اُنمین سے ایک
شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے دیوے مصنف قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے یعنی انکے نزدیک اُسکا حصہ دینا جائز ہے

ولو دفعہ الی الغیر ضمن فے الدر نعم وفے البحر الاستحسان انہ کان ہو المختار اور اگر دوسرے کی غیبت مین ایک کا حصہ دیگا تو اسپر تاوان آویگا یا نہین در رمین ہی کہ
ان تاوان آویگا اور بحر الرائق مین ہی کہ استحسان مین اسپر تاوان نہین پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا طحطاوی نے
علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہین فان اودع رجل عند رجلین ما یقسم اقتسماہ وحفظ کل نصفہ
کمرتہنین ومستبضعین ووصیین وعدلی رہن ووکیلی شراء سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردون کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہی تو دونون مرد اسکو
بانٹ لین اور ہر مرد اُسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنون اور دو مستبضعون اور دو وصیون اور رہن کے دو عادل شخصون اور خرید کے
دو وکیلون کے هم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہین اور جو چیز عیب دار ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلون کی یہ صورت ہی کہ انکو مثلاً ہزار درم
دیے غلام کے خرید کرنے کو تو دونون ہزار کو قسمت کرلین پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنی درصورت ہلاکی اور اسپر
اجماع ہی کہ مدفوع الیہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفعہ احدہما الی صاحبہ ضمن الدافع اور اگر ایک مرد مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنے دوسرے
مودع کو دے تو دینے والا تاوان دیگا بخلاف ما لا یقسم لجواز حفظ احدہما باذن الآخر بخلاف اُس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہین کہ اسمین دافع پر تاوان
نہین بسبب جائز ہوجانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے هم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہی جو تقسیم سے معیوب ہوجاے کذا فی الطحطاوی ولو قال لا تدفع
الی عیالک او احفظ فی ہذا البیت فدفعہا الی من لا بد منہ او حفظہا فے بیت آخر من الدار فان کانت بیوت الدار مستویۃ فی الحفظ
واحرز لم یضمن اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت نہ دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اُس کوٹھری مین سو مودع نے ودیعت
اس شخص کی اپنے عیال مین سے دی جس سے اسکو چارہ نہین یا ودیعت کی حفاظت کی اُس گھر کی دوسری کوٹھری مین تو اگر اُس گھر کی کوٹھریان محفوظ ہونے مین
برابر ہون یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنے درصورت تلف ہوجانے ودیعت کے اسواسطے کہ شرط مذکورہ مفید
نہین لہذا معتبر نہین هم عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتون کی حفاظت کے لائق ہی اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا
یہ اُس صورت مین ظاہر ہوتا ہی کہ عیال مین سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کر دیا نہ کہ مطلق عیال سے منع کیا والا ضمن لان التقیید مفید اور اگر ویسا
نہین تو تاوان نہین اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہی هم یعنے اگر مودع غیر لابدی عیال کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اُس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جسکے
دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہی یا دوسری کوٹھری مین حفاظت قلیل ہو اس طرح پر کہ اُسکی پشت راہ کی
طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہین ہوتا اور حفاظت مین بہوت متفاوت
ہونے مین بدائع مین ہی کہ قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہی کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہی اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید
بھی نہو وہ لغو اور باطل ہی کذا فی الطحطاوی والضمن مودع المودع فیضمن الاول فقط ان ہلکت بعد مفارقتہ وان قبلہا لا ضمان اور تاوان دے مودع کا مودع
مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنے فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد
اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہین هم یہ امام رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہی چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے ولو قال
المالک ہلکت عند الثانی وقال بل ردہا وہلکت عندی لم یصدق اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجکو پھیر دی
تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہوگی وفی الغصب منہ یصدق لانہ امین سراجیہ اور مودع کے پاس سے غصب ہوجانے مین اسکی تصدیق ہوگی
اسواسطے کہ وہ امین ہی کذا فی السراجیہ هم یعنے اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے
کہا کہ غاصب نے مجکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہی کذا فی المنح وفی المجتبی القصار اذا غلط فدفع ثوب رجل

وغیرہ فتقطعہ فکلاہما ضامن اور مجتبےٰ مین ہی کہ جب دھوبی جو کہ جانے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دیدے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونون شخص یعنے
دھوبی اور قاطع ضامن ہین ہم یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھیر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی
سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضے ہین کذا فی الطحطاوی یعنے پر تفصیل بحث ہی نہ روایت مذہب وعن محمد اصاب الودیعۃ شئ فامر المودع رجلا الیعالجہا فعطبت
من ذلک فلربہا تضمین من شاء لکن ان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انہا لغیرہ والا لم یرجع انتہی اور محمد بن حسن سے روایت ہی کہ ودیعت کے
جانور کو کچھ بیماری ہوگئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہوگیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج
سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنے مودع سے پھیر لے اگر معالج نہ جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہی اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہی تو رجوع نہ کریگا انتہی ما فی المجتبےٰ
بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایاشاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب سے خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے
تاوان لینا تو صریح ہی اور مودع سے اسواسطے کہ اسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر وان ضمن المودع رجع علے الغاصب
وان علم علے الظاہر درر خلافا لما نقلہ القہستانی والباقانی والبرجندی وغیرہم فتنبہ اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھیر لے اگرچہ
مودع جانتا ہو کہ وہ چیز مغصوب ہی بر قول ظاہر کذا فی الدرر برخلاف اس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ در صورت
علم کے رجوع نہین تو خبردار رہیو اس اختلاف سے معہ الف ادعی رجلان کل منہما انہ لہ اودعہ ایاہ فنکل عن الحلف لہما فہو لہما وعلیہ الف آخر بینہما ایک
شخص کے پاس ہزار درم ہین اسپر دو شخص مدعی ہین ہر شخص دعوی کرتا ہی کہ وہ ہزار اسکے ہین اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہی یعنی دونون کے
گواہ نہین سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونون کے واسطے قسم نہ کھائی تو وہ ہزار دونون مدعیون کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ایک ہزار درم اور
واجب الادا ہونگے جو دونون مدعیون مین نصف نصف ہون ہم قسم نہ کھانا اقرار ہوا دونون دعوون کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدہما ونکل
للآخر فالالف لمن نکل لہ اور اگر مودع نے ایک مدعی کے واسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درم اس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے
اسنے قسم نہ کھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعہا الیوم الی فلان فلم یدفعہا حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمہ ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار
درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم آج کے دن فلانے شخص کو پہونچا دے سو اسنے اسکو نہین پہونچائے یہانتک کہ وہ تلف ہوگئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ فعل اسپر کرنا لازم نہین کما لو قال لہ احمل الی الودیعۃ فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وہلکت لم یضمن لان الواجب علیہ التخلیۃ عما دینہ
چنانچہ اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ مین یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھالایا یہانتک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک
ہوئی تو اسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہی کذا فی العمادیہ یعنے فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھالانا اسپر واجب نہین ہی جسکے نہ کرنے
سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت مین تخلیہ البتہ اسپر واجب ہی قال رب الودیعۃ للمودع ادفع الودیعۃ الی فلان فقال دفعت وکذبہ
فی الدفع فلان وضاعت الودیعۃ صدق المودع مع یمینہ لانہ امین سراجیہ صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دے
سو اسنے کہا کہ مین نے اسکو دی اور فلانے شخص نے دینے مین اسکے تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ
وہ امین ہی کذا فی السراجیہ قال المودع ابتداء لا ادری کیف ذہبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذہبت ولا ادری کیف ذہبت فالقول قولہ مودع
نے شروع سے کہا نہین جانتا ہون کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہین بر قول صحیح چنانچہ اگر یون بولا کہ ودیعت جاتی رہی اور مین نہین جانتا
ہون کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قولہ لا ادری اضاعت ام لم تضع او لا ادری وضعتہا او دفنتہا فی داری او موضع آخر فانہ یضمن
بخلاف قول مودع کہ مین نہین جانتا کہ ودیعت ضائع ہوگئی یا ضائع نہین ہوئی یا مین نہین جانتا کہ مین نے ودیعت رکھدی یا دفن کر دی اپنے گھر مین

یا کسی اور جگہ مین تو اُسپر تاوان آویگا ہم طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری مین عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر بولا کہ مین نہین جانتا کہ ضایع ہوگئی
یا ضایع نہین ہوئی تو اُسپر تاوان نہین ولو لم یبین مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان المدفون فیہ لایضمن وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا
مکان بیان نکیا لیکن اُسنے کہا کہ وہ چوری ہوگئی اُس مکان سے جسمین دفن تھی تو اُسپر تاوان نہین اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے فروع مسائل ملتقطہ شتی کے ہو دا لمودع
والوصی علے دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ فدفع لم یضمن مودع یا وصی دھمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی
جان پر یا اپنے عضو پر سو اُسنے بعض مال دیا تو اُسپر تاوان نہین وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر محبوس ہونے سے یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اُسنے
مال دیدیا تو اُسپر تاوان ہوگا وان خشی اخذ مالہ کلہ فہو عذر اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ عذر ہے ہم فتاوے عالمگیری مین ہے
کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا اسکے مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو ندے تو اُسپر تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور
اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اُسپر تاوان نہین کما لو کان الجابر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر وہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہین
کذا فی العمادیہ ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور اسمین نہین خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم
لیبیعہ ولو لم یرفع حتے فسد فلا ضمان ودیعت پر خوف ہوا سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اُسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم
سے نکہے یہان تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اُسپر تاوان نہین ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہین فتاوے عالمگیری مین ہے کہ اگر اُس شہر مین حاکم نہو تو
خود مودع اُسکو بیچ ڈالے اور اُسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ
احسان کرنے والا ہے یعنے مالک سے وہ خرچ نہین لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان بلا لہ ولایۃ ہذا التصرف صیرفیہ
مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف مین پڑھا سو مصحف تلف ہوگیا پڑھنے کی حالت مین تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ مودع کو اس تصرف کی یعنے
پڑھنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ ہم کتاب العاریۃ کے اخیر مین مذکور ہوگا کہ کتب علم مین نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے اور تقلیب اوراق مین ضرر نہوا اور یہ
اس طرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایے مین بیٹھنا اور اعتماد یہ ہے کہ بلا اجازت مالک نظر نکرے (ورق گردانی ۱۲) اور فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس
طبق ودیعت رکھا سو اُسنے خم یعنے مٹکے کے سر پر رکھا سو تلف ہوگیا اور اگر رکھنا بروجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہین ہے تو تاوان نہین اور اسکی
معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے مین پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہین کذا فی الطحطاوی قال کذا لو وضع السراج علی المنارۃ صیرفیہ کے
مصنف نے کہا اور اسیطرح اگر ودیعت کا چراغ منارے پر رکھے تو تاوان نہین درصورت تلف ہوجانے کے ہم منارے سے مراد محل نور ہے وفیہا اودع صکا وعرف اداء
بعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا (یعنے ہمیشہ ۱۲) اور صیرفیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس تمسک ودیعت رکھا اور ادا سے بعض حق
معلوم ہے اور طالب مر گیا اور طالب کا وارث منکر ادا سے بعض حق کا ہے تو مودع تمسک کو ہمیشہ بند رکھے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درم ہین سو محمود نے زید کو
سو درم کا تمسک لکھدیا اور زید نے وہ تمسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درم مثلاً زید کو ادا کیے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مر گیا اور اُسکا وارث
پچیس درم کے دینے کو نہین مانتا ہے تو حامد کو چاہیے کہ تمسک محمود کے وارث کو ندے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمین محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ یہ اُس صورت پر محمول ہے
جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے تمسک دیکھکر والا مجرد مثبت حق نہین انتہی وفی الاشباہ لا یبرا مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ مین ہے کہ
میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگون کا م ظاہر اعدم برأت اس صورت مین ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث موتمن نہو چنانچہ
ودیعت مین یہی شرط ہے جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے وکذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للامیر اخذ ودیعۃ العبد میان کو جائز نہین غلام کی ودیعت لینا یعنی اسواسطے کہ شاید وہ
غیر کا مال ہو جبکہ مولے گواہ لادے کہ یہ میرا مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عمل اخو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہین مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہے جبکہ دونون عمل کرین ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہین کذا فی الاشباہ قلت فعلم منہ ان لا اجر للناظر فی المستفیض اذا جعل علیہ المستحقون فلیحفظ مین کہتا ہون تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کے واسطے اجرت نہین بیٹھے ہوئے مکان مین جبکہ مستحقین وقف کو اسکے بانٹنے کا حوالہ کردیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنیوالے کی طرف سے اجرت مشروط ہوگی تو ناظر کو ملے گی وفی الوہبانیہ شعر ودافع الف مقرضا ومقارضا ۰ وربح القراض الشرط جاز ویحذر ۰ اور وہبانیہ مین ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت مین دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور کہا کہ نصف قرض مین اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہے تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تو تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کے واسطے تو مضاربت منقلب بہ بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث مین قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونون کے واسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونون پر ہے اسواسطے کہ دونون ہزار مین شریک ہین کذا فی الطحطاوی شعر وان یدعی ذوالمال قرضا وخصمہ ۰ قراضا فرب المال قد قیل اجدر ۰ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضون نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر بقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے شعر وفی العکس بعد الربح فالقول قولہ ۰ کذلک فی الابضاع ما یتغیر ۰ اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت دینے کے اختلاف مین حکم معتبر نہین ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنے کے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ مین نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی شعر وان قال قد ضاعت من البیت وحدہا ۰ یصح ویحلف فقد یتصور ۰ اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت کوٹھری سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنی صادق ہے اور اسسے قسم لیجاے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنی سوائے ودیعت کے مکان سے اور کسی چیز کا ضائع نہونا متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب سے ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نسکا یا کہ وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وتارکہ فی قوم الا مر صحیفہ ۰ فراحوا واحت یضمن المتاخر ۰ اور ایک قوم مین ودیعت کا چھوڑنے والا بواسطہ امر مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہان سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانے والا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ ہی اٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی شعر وتارک نشر الصوف صیفا فعث لم ۰ یضمن وقرض الفار بالعکس یوثر ۰ اذا لم السید ثقب من بعد علمہ ۰ ولم یعلم الملاک اہی تتقرم ۰ اور گرمی کے موسم مین صوف پھیلانے کا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک سے تاوان نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ اسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المحیط اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلہ کے مروی ہے جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونے کے یا کہ مالک ودیعت کو خبر نکردے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنی جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اس مکان مین رکھی جسمین سوراخ نہین پھر اسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اسپر تاوان نہین اور اگر اس مکان مین سوراخ ہے اور مودع اسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اسپر تاوان نہین اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نہ کیا تو اسپر تاوان ہے خلاصہ یہ ہے کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اس مکان مین رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونے کے تو معلوم ہوا کہ واو قولہ لم یعلم کا بمعنی او ہے کذا فی الطحطاوی قلت بقی لو سدہا مرۃ ففتحہا الفار وافسدہ لم یذکر وینبغی تفصیلہ کما مر فتدبر مین کہتا ہون باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کردیا سو چوہے نے اسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہین اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے سو اسکو غور کر ہم تفصیل مذکور یہ ہے بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنی علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ مترجم کہتا ہے کہ ودیعت پھیرنے کی مؤنت

مالک پر ہی نہ مودع پر انتہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہی عاریت کے احکام مین ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہی حق تعالی نے فرمایا (ویمنعون الماعون) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین ماعون اُس چیز سے عبارت ہی جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہی کہ آن حضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اسمین اختلاف ہی کہ عاریت دینا مستحب ہی یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہی کذا ذکرہ ابو السعود آخرہا عن الودیعۃ لان فیہما تملیکا وان اشترکا فی الامانۃ مصنف پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہی اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک اور ایداع بھی ہی تو عاریت ودیعت سے بمنزلہ مفرد کے ہی مرکب ہم اور مرکب موخر ہی مفرد سے ومحاسنہا النیابۃ عن اللہ تعالی فی اجابۃ المضطر لانہا لاتکون الا لمحتاج کالقرض اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حق تعالی کی نیابت ہی عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کے واسطے قرض کے مانند ہم یعنے مستعیر مضطر ہوتا ہی بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالی (امن یجیب المضطر اذا دعاہ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالی کا وہ نائب ہوا فریادرسی مین تو رعایت دینے والا متخلق ہوا بخلق فریادرسی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ یعنی ای مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فلذا کانت الصدقۃ بعشرۃ والقرض بثمانیۃ عشر سواسی واسطے یعنے بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہی ثواب مین اور قرض کا ایک درم اٹھارہ درم کے برابر ہی ہم یعنی قرض نہین لیتا غالبا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہی اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہی صدقے کا ثواب دہ چند ہوا اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقہ کے دو درم کے برابر ہی تو جب صدقہ کا ایک درم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایکدرم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن صدقہ مین صدقہ کرنے والے کی طرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کی طرف عود کرتا ہی تو مقابل اُسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہگئے واہذا اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ہی لغۃ مشددۃ وتخفف اعارۃ الشیء قاموس عاریت اخت عرب مین عبارت ہی چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یائے تحتانیہ مشددہ ہی اور اُسکی تخفیف بھی جائز ہی کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وشرعا تملیک المنافع مجانا اور شرع مین عاریت عبارت ہی منافع کے مالک کردینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب سے پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت سے اجارہ نکل جاوے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہی منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہی افاد بالتملیک لزوم الایجاب والقبول ولو فعلا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہی ولہذا فتاوی عالمگیری مین کہا ہی کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہی معیر کیجانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک از روے استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہی کہ اگر معیر نے بلا استعارہ مستعیر سے کہا کہ یہ غلام لے اور اُس سے اپنی خدمت کرا تو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہی من الخلاصۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت نہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی نہین ہوتا ہان قبول گاہے فعلی ہوتا ہی چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے سو اُسنے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اُس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلا فقط قبول کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی وحکمہا کونہا امانۃ اور عاریت کا حکم یعنی اثر مترتب ہوتا ہی عاریت امانت پر یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہی وشرطہا قابلیۃ المستعار للانتفاع وخلوہا عن شرط العوض لانہا تصیر اجارۃ اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہی مستعار کا فائدہ لینے کے واسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض کے مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت شرط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہی ہم قابلیت انتفاع سے اور خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور ضرور ہی کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور مکیلات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور ریشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہی اور اگر روپیہ یا پیسا کسی چیز کے تولنے کے واسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لیے تو یہ قرض نہین بلکہ عاریت ہی لیکن سکو سوا

وجہ مذکور کے اُسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان وصرح فی العمادیۃ بجواز اعارۃ المشاع وایداعہ وبیعہ یعنی لان جہالۃ العین لا تفضی الی المنازعۃ لعدم لزومہا اور تصریح کی ہی
عماد یہ مین مشاع کی عاریت دینے اور اُسکے ودیعت رکھنے اور اُسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم ہونے عقد عاریت کے وتاوا علف الدابۃ علی المستعیر
وکذا نفقۃ العبد اما الکسوۃ فعلی المعیر اور عمادیہ نے کہا ہی کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہی اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اُسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہی وہذا اذا
طلب الاستعارۃ فلو قال المولی خذہ واستخدمہ من غیر ان یستعیرہ فنفقتہ علی المولی الیضا لانہ ودیعۃ اور یہ یعنے غلام کا نفقہ مستعیر پر ہونا اُسوقت ہی جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش
کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلاخواہش مستعیر تو اُسکا کھانا پینا بھی مولی پر ہی اسواسطے کہ یہ ودیعت ہی نہ عاریت ہم ظاہر یہ اباحت انتفاع ہی اسواسطے
کہ اگر ودیعت ہوتی تو اُسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیے کہ یہ ویسی ودیعت ہی جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کردیا **وتصح باعرتک** لانہ صریح اور عاریت صحیح ہی اعرتک کے لفظ
سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح اور کھلا ہوا ہی **واطعمتک ارضی** ای غلتہا لانہ صریح مجاز من اطلاق اسم المحل علی الحال اور عاریت صحیح ہی
اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کھانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہی از قبیل بولنے اسم
محل کے حال پر ہم غلہ پیدا ہوتا ہی زمین مین تو غلہ حال ہی اور زمین اُسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجازاً متعارف ہی بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب اطعام غیر مطعوم مثلاً
زمین کی طرف مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہی **ومنحتک** بمعنی اعطیتک **ثوبی او جاریتی ہذہ وحملتک علی دابتی ہذہ** اذا لم یرد بہ منحتک وحملتک الہبۃ لانہ صریح فیفید العاریۃ
بلانیۃ والہبۃ بہا ای مجازاً اور عاریت صحیح ہی اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہی اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور
پر جبکہ تکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہی تو عاریت کو مفید ہی بلانیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہی بطریق مجاز کے نیت ہبہ سے
ہم یعنی لفظین مذکورین سے درصورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور درصورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا **واخدمتک عبدی** اما اجرتک داری شہراً مجاناً اور اس لفظ
سے عاریت صحیح ہی کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کے واسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ بھر تجھکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلاعوض درحقیقت عاریت ہی اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا
تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی **وداری** مبتدا **لک** خبر **سکنی** تمییز ای بطریق السکنی اور اس قول سے
عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہی اور لک خبر ہی اور سکنی تمییز ہی ہم سکنی مصدر ہی بمعنی اقامت یا اسم ہی بمعنی اسکان صاحب درر نے
کہا سکنی محکم ہی ارادہ نفع مین لہذا لام بمعنی ملک مراد نہوا **وداری لک عمری** مفعول مطلق ای اعمرتہا لک عمری **سکنی** تمییزہ یعنی جعلت سکنیہا لک مدۃ عمرک اور اس لفظ سے عاریت
صحیح ہی کہ داری لک عمری سکنی یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہی فعل محذوف کا یعنی اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہی ہم
اور یہ بھی احتمال ہی کہ عمری ظرف ہو یعنی مدۃ عمرک اسی کی طرف شارح نے تفسیر ثانی مین اشارہ کیا لیکن اُسنے ایک احتمال کو دوسرے احتمال کے ساتھ ملادیا زیلعی نے کہا داری
لک اسکا محتمل ہی کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہی کہ اُسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہی بلا احتمال لہذا محتمل کو ارادہ منفعت پر
محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنی ملک مراد نہوا **ولعدم لزومہا یرجع المعیر متی شاء** اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہی جب چاہے اپنی چیز پھیر لے
ولو موقتہ معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہی اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کردیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہی ایک یہ کہ عاریت مطلق ہو یعنی مدت اور
انتفاع مذکور نہو اسکا حکم یہ ہی کہ مستعیر کو اُس سے فائدہ لینا جائز ہی جس طرح چاہے اور جبتک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا
حکم یہ ہی کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر درصورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی
قید نہو بلکہ انتفاع کی قید ہو تو دونون کا حکم یہ ہی کہ تعیین معیر سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی السراج او فیہ ضرر فتبطل وتبقی العین باجر المثل کمن استعار امۃ لترضع ولدہ وصار لایأخذ
الا ثدیہا فلہا اجر المثل الی الفطام وتمامہ فی الاشباہ یا کہ عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز باجرت مثل باقی رہیگی یعنے اس صورت
مین عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی چنانچہ مستعیر نے لونڈی عاریت لی اپنے ولد صغیر کے دودھ پلانے کے واسطے اور لڑکا ایسا لونڈی سے ہل گیا کہ کسی کی چھاتی

منھ مین نہین لیتا سواے اُس لونڈی کے تو اس لونڈی کے واسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھڑانے تک اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم

العاریۃ فیما اذا استعار جدار غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری رفعہا وقیل نعم الا اذا شرط وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہا واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف وکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ مین قنیہ سے منقول ہی کہ عاریت لازم ہو جاتی ہی اُس صورت مین جبکہ ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیان رکھنے کے واسطے پھر دھنیان اُسپر نصب کین پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیون کا دفع کرنا جائز نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہان دفع کرنا جائز ہی مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرے بیع کے وقت مین کہتا ہون اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہی خلاصہ و بزازیہ وغیرہا مین اور اُسی پر اعتماد کیا ہی اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر مین اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہین کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہو جانے سے تاوان اُسکا لازم نہین آتا یعنے اسواسطے کہ عاریت امانت ہی اور امانت مین تاوان نہین اگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہم تعدی کی صورتین یہ ہین کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہو گیا یا مستعیر مسجد مین گیا اور اُسکو کوچہ مین چھوڑ گیا یا سواری کے واسطے عاریت رکھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کے واسطے اسکو غیر جہت معینہ سے لیگیا سو وہ ہلاک ہو گیا یا زمین جوتنے کے واسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُسکو اور بیل کے ساتھ لایا اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہو گیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہی اور اگر اُسکو چراگاہ مین چرانے کے واسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہو گیا اگر وہان اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہین اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترک نہو تو تاوان ہی اور اگر جنگل مین سو گیا اور باگ ڈور جانور کی ہاتھ مین ہی سو وہ چھڑا لیا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہو گا تو تاوان ہی اور اگر بیٹھا ہو گا تو تاوان نہین اور یہ حکم ہی غیر سفر کا اور سفر مین سو جانے سے تاوان مطلقا نہین جبکہ مستعار چیز اُسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح پر کہ عادت مین اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی الجوہرۃ وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت مین باطل ہی جیسے عدم تاوان کی شرط رہن مین باطل ہی برخلاف روایت جوہرہ کہ جوہرہ مین ہی کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت مین تاوان لازم ہو جاتا ہی ولا توجر ولا ترہن لان الشی لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہین اسواسطے کہ شے متضمن نہین ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہی بخلاف عاریت کا لودیعۃ فانہا لا توجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہین ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہین رکھی جاتی ورنہ ودیعت عاریت دیجاتی ہی بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عند الاطلاق جائز ہی اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہین مگر اُس صورت مین جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہی کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فیواجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنے جس چیز کو اجارہ کیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہی اور رہن رکھنا اُسکا جائز نہین واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہی یعنے اُسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہین وفی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواہ قبض اولا اور وہبانیہ مین نو مسائل نظم کیے ہین جنمین اپنے غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہین خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال اشعار و مالک امر لا یملکہ بدو ٭ ان امر وکیل مستعیر و موجر ٭ رکوبا ولبسا فیہما ومضارب ٭ ومرتہن ایضا وقال اودم ٭ سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہین دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک اصلی کے وکیل ہی اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنے مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر سے رکوب اور لبس کا مالک نہین اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی مامور ہم مالک کا لفظ مبتدا ہی اور جملہ لا یملکہ کا اُسکی صفت ہی اور وکیل وغیرہ اُسکی خبر ہی وکیل کو جائز نہین کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہین جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعلین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہی اور اسیطرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کے واسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرنا یا دوسرے کو اُس قمیص کا پہنانا جائز نہین اور اسیطرح مضارب دوسرے کے ساتھ مضاربت کرنے کا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھنے کا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کرنے کا بلا اذن امام مالک نہین کذا فی الطحطاوی شعر و مستودع مستبضع و مزارع ٭ اذا لم یکن من عندہ البذر یبذر ٭

اور مستودع بفتح دال یعنی ودیعت رکھنے والا اور مستبضع دوسرے کو بضاعت دینے کا اور جسنے زمین بعقد مزارعت لی جبکہ مزارع کے پاس بیج نہو کہ کھیت مین بیج ڈالا جاے تو غیر شخص کو وہ زمین بطور
مزارعت کے نہین دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر مزارع کا بیج ہو تو وہ مالک ہی کہ دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دے کذا فی الطحطاوی قلت والعاشر شعرو المساقی ان یساقی غیرہ وان اذن
المولی لہ لیس بنکرہ مین کہتا ہون اور دسوان مسئلہ وہبانیہ کی مساقات اور مزارعت کی فصل مین یون مذکور ہی اور جائز نہین عقد مساقات والیکو کہ غیر کو زمین بطور مساقات دے
اور اگر مولی یعنی مالک زمین اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہین فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ مین دے یا اسکو رہن رکھے
پھر وہ تلف ہو جاے تو معیر اُس سے تاوان لے بسبب اُسکی تعدی کے ولا رجوع لہ المستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ ویتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان
پھیر لینا کسی سے جائز نہین اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کر دے برخلاف ابو یوسف رح کے ہم
اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہو گیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہی اجرت کا اور خیرات کرنے کی وجہ یہ ہی کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے
یعنے مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا بعیر تاوان لے مستاجر سے سکت المرتہن وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فیضمن
وللمالک الخیار ویرجع الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح مین ہی اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہی کہ مرتہن
مالک نہین مرہون کے رہن رکھنے کا تو اسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہی چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی سے تاوان لے
تو وہ مرتہن اول سے بھر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر الغرر اور جب مستعیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے اپنا
مال بھر لے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہی اسکے ہاتھ مین فریب کے دفع ضرر کے واسطے یعنے اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہین بسبب عدم فریب ولہ ان یعیر ما
اختلف استعمالہ او لا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہی عاریت کا عاریت دینا خواہ اُسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے
نفع لینے والے کو معین نہ کر دیا ہو ہم اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کر دیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہی جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہی کذا فی
الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ولیعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت
وعزاہ فی زواہر الجواہر للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کر دیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہین ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے
بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو زواہر الجواہر مین اختیار کی طرف نسبت کیا ہی ومثلہ ای کالمعار الموجر وہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصہ
اور عاریت کی چیز کے مانند ہی اجارے کی چیز یعنے مستاجر کو اجارے کی چیز عاریت دینا جائز ہی خواہ اُسکا استعمال مختلف ہو یا نہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز
نہین اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم نہی کے ہی تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو سو معیر نے دی پھر عاریت تلف ہو گئی تو ہر طرح سے تاوان اسپر آویگا کذا فی
الخلاصہ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجر ہا مطلقا بلا تقیید یحمل ما شاء ویعیر لہ للحمل ویرکب عملا بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت لے جانور کو
بطرح کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اُسپر جو چاہے اور لادنے کے واسطے عاریت دے اور اُسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل
کہ اول کریگا وہی متعین ہو جائیگا مراد ہونے مین ہم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہی اور تعیین انتفاع مین مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول سواری کی تو اب اُسپر بوجھ لاد
نہین سکتا اسواسطے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی
اور تاوان دے اُسکے غیر مین اگر جانور ہلاک ہو جاے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ سوار نہو یہی قول صحیح ہی کذا فی الکافی وان اطلق المعیر
او الموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء المامر اور اگر معیر او موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع مین مطلق بلا قید کہا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت
چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عمل باطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثل او خیر اور اگر انتفاع مین وقت یا نوع یا دونون کی قید لگائی
تو تاوان دے برخلاف کرنے مین ما نند یا بہتر خلاف مین ہم خلاف شر کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلا دو من گیہون لادنے کے واسطے پھر اسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ زیادہ

بھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر گیہوں سے اور خلاف مثل کے مثال یہ ہی کہ معین گیہوں کے عوض اور گیہوں اسقدر لادے یا اتنے گیہوں کے عوض غیر کے گیہوں اسقدر لادے اور بعبر خلاف کی یہ صورت ہی
کہ جو کے واسطے عاریت لے اور اسپر گیہوں لادے وکذا التقیید الاجارۃ نوع او قدرا مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہو اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کے مانند عاریۃ
الثمین و المکیل و الموزون و العدد و المتقارب عند الاطلاق قرض ضرورۃ استہلاک عینہا روپیہ اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود و متقارب کی عاریت اطلاق کیوقت قرض
ہی بضرورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ ہم یعنی عاریت عبارت ہی اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیا کے لہذا ایسا عاریت بمعنی قرض
ٹھہری معدود و متقارب چنانچہ اخروٹ اور انڈا اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہی فیضمن المستعیر ہلاکہا قبل
الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارہا لیعیر المیزان اویزین الدکان عاریۃ تو تاوان دے عاریت دینے والا اشیاء مذکورہ کے تلف ہوجانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہی نہ عاریت تو اگر دراہم اشرفی
کو عاریت لیا تاکہ انسے تول کر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھکے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہی نہ قرض یعنی اسواسطے کہ اسمیں استہلاک عین نہیں ولو اعارہ قصعۃ
ثرید فہو قرض ولو بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہی اور اگر معیر اور مستعیر میں کشادہ چشمی اور بے تکلفی ہی تو یہ اباحت ہی ہم ثرید وہ کھانا ہی جو شوربے میں روٹی
ترکرنے سے مرتب ہوتا ہی جب قرض ہوا تو رد مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہی اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السہم ولا القبض لان الرمی یجری مجری الہلاک صیرفیۃ اور تیر کی
عاریت صحیح ہی اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاکی کے ہی کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہی مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں
ولو اعار ارضا للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہی منفعت کے معلوم ہونے سے وللہ ان یرجع متی شاء لما تقرر
انہا غیر لازمۃ اور معیر کو جائز ہی کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان
بالقیمۃ مقلوعین لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہی کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے مگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے عمارت اور کھودے درخت کی قیمت دیکر
دونوں چیزیں قائم رکھی جاوین تاکہ اسکی زمین ضائع نہو یعنی صاحب زمین قیمت دے وان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کلفہ قلعہما وضمن المعیر للمستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان
یقوم قائما الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرالی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر سے عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر مستعیر کو
تاوان دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہوگیا کھودڈالنے سے اس طرح پر کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاوے اور پھیر دینے کے دن کی قیمت کا
اعتبار ہی کذا فی البحر مثلا درخت کی قیمت کھودنے کے وقت ایک روپیہ ہی اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دیوے ولو استعارہا
لیزرعہا لم توخذ منہ قبل ان یحصد الزرع وقتہا اولا ویترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کے واسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین نہ لیجاوے
خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑی جاویگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کے واسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان
کان لم تنبت لم یجز لان بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ کلام اشار الی الجواز فی المغنی نہایۃ پھر اگر معیر نے کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری مشقت کا خرچ
دیتا ہوں اگر کھیت نہ جما ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کھیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہی اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہی مغنی میں اسکے جائز ہونے کی طرف اشارہ کیا ہی کذا فی
النہایۃ ثم قول مغنی یہی مختار ہی کذا فی الطحطاوی عن الغایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی یعنی اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا
اسپر واجب ہی فلو کانت موقتۃ فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایۃ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت رکھ چھوڑی بعد اسوقت کے پھر عاریت
ضائع ہوگئی تو مستعیر تاوان دے اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایۃ یعنی تو نہ پھیر دینے سے وہ متعدی ٹھہرا ہم اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہی اور
عدم ضمان کافی اور مجتبی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا استعارہا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ رہن الخانیۃ عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہی مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کے
واسطے عاریت لی تو اب عاریت اجارے کے مانند ہی کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہی کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ مؤنۃ الرد علیہ
اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہی وکذا الموجر والغاصب والمرتہن مؤنتہا رد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب

اور مرتہن پر پھیر دینے کا خرچ ہی بسبب حاصل ہونے منفعت کے انہین کے واسطے ہذا لو الاخراج باذن رب المال والا فمؤنۃ رد مستاجر و مستعار علی الذی اخرجہ اجارۃ البزازیۃ یعنی موجر پر خرچ

لازم ہوتا سو وقت ہی جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت والی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اُسپر ہی جسنے اسکو اخراج

کیا یعنی مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ و مضاربۃ و ہبۃ فتنبی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کے کہ رجوع کا حکم ہوگا کذا فی المجتبی یعنی شرکت مین

رد راس المال کا خرچ اور مضاربت مین صاحب مال پر ہی اور ہبہ مین واہب پر کذا فی المنح و ان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاہرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا

مطلقا یقوم علیہا و لا فی الاصح او اجیرہ ای مشاہرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر

مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ دار چاکر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اُسکا غلام جانور کی خدمت پر معین ہو یا نہو قول اصح مین یا مالک کے چاکر

مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا تاوان سے اسواسطے کہ وہ تسلیم مشہور ادا کر چکا

ہر یومیہ دار کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال مین داخل نہین ہوتا بخلاف نفیس کجوہرۃ بخلاف عمدہ چیز کے چنانچہ عمدہ چیز کے جواہر یعنی اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک کے

پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ نہوگا و بخلاف الرد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ

اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیر دینے کے یعنی اس طرح پر کہ عاریت کی مدت معین تھی پھر اُسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہوگا بسبب

تعدی کرنے مستعیر کے بعد عاریت کے رکھ چھوڑنے سے و الا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بہ یفتی زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ہذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے

دینے مین انقضاے مدت کی قید نہ لگائیے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہین اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہی جسمین عاریت رکھنے کا مالک ہی اجنبی

سے اسی قول کا فتوی ہی کذا فی الزیلعی تو فقہا کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسی صورت پر ہی جبکہ بعد انقضاے مدت از

ہو نہ مطلقا و بخلاف رد ودیعۃ مغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت اور مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہین یعنی جب خود مالک کو پہونچاویگا تو تسلیم

ثابت ہوگی و اذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخصص لئلا یعم البناء و نحوہ اور جبکہ سفید خالی زمین زراعت کیواسطے

عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھے اس طرح پر کہ تو نے اپنی زمین میرے کھانے کو دی تا اُسمین زراعت کرون تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نہوے

ہم عاریت نامہ لکھنا افضل ہی نہ واجب اور فائدہ لکھنے کا یہی تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نکرے العبد و ن المعاذ و ن یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا

مالک ہی یعنی اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگرون کا دستور ہی کذا فی المنح و المحجور اذا استعار و استہلکہا یضمن بعد العتق غلام مجحور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دے

آزاد ہونے کے بعد و لو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہا ضمن الثانی للحال اور اگر غلام مجحور اپنے مانند دوسرے غلام مجحور کو عاریت دے سو وہ اُسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنی مستعیر فی الحال

تاوان دے و لو استعار ذہبا فقلدہ صبیا فسرق الذہب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن و الا ضمن لانہ اعارۃ

و المستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے مین ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اُسکی جو اسکے

بدن پر ہی لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہین اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہی اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہی اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر

ضمان ہی یعنی اسواسطے کہ اُسنے مال برباد ضائع کیا تاوان کو و یکرو ضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نام جالسا لانہ لا یعد مضیعا لہا عاریت کو اپنے سامنے

رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہو گئی تو اُسپر تاوان نہین اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہین گنا جاتا و ضمن لو نام مضطجعا لترک الحفظ

اور تاوان دے اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑنے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل و کذا القاضی و الوصی باپ کو جائز نہین اپنے ولد صغیر کا مال عاریت دینا بسبب

نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہین ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہی اسواسطے کہ اُسمین بیوع طحاوی سے منقول ہی کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت

دینا جائز ہی کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذہب الطالب و اخذہ بغیر اذنہ و استعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبی وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے مرد سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا مین کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو طالب گیا اور بیل لیا بدون
اسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مرگیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الخانیۃ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبی وغیرہ مین یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ھم تو اسمین دو قول
ثابت ہوے جہز ابنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر بین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا
یقبل قولہ انہ اعارۃ لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتی کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقا باپ نے
اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ مین نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ ملک کی طور پر اگر لوگون مین رواج دائمی ہو کہ باپ ایسا جہیز
دیا کرتا ہو مالک کردینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اس طرح کا
رواج نہوگا ہے بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور گاہے بطور رعایت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتوی ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت
کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور مان اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور مین ھم یعنی اگر مان یا ولی
صغیرہ کا نکاح کردے جہیز دیکر پھر دعوی عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم مان اور ولی مین ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما یدعیہ
الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیہ وتقدم فی باب المہر اور جسمین اجنبی دعوی کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعوی کرے کہ مین نے اُسکو فلانی چیز عاریت
دی تو اُسکا قول مقبول نہین بدون شہادت کے کذا فی الشرح الوہبانیۃ اور باب المہر مین پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعی ایصال الامانۃ
الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء اشباہ مین
ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعوی کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعوی
کرے اور وکیل اور ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعوی کرے تو موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہے اور محتاجین اور مانند انکے یعنی علماء و
اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکرہ لہ بل یدفعہ ثانیا من مال الوقف
کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمر فی الوقف عن مولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعوی کرے کہ مین نے روزی
لینے والون کے وظایف مین صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہین ارباب وظائف کے حق مین لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہین بلکہ ناظر اُنکو دوبارہ دیگا وقف کے
مال سے چنانچہ حاشیۂ اخی زادہ مین مشرح ہے مین کہتا ہون اور کتاب الوقف مین یہ مذکور ہو چکا مفتی ابو سعود رح سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے
اسکو ثابت رکھا ہے حاشیۂ اشباہ مین تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعد موتہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل
انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعا ایصال مستحق امانت کی زندگی مین ہو یا بعد اسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل مین جبکہ وہ بعد موت
موکل کے یہ دعوی کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی مین تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال
قبضتہا فی حیاتہ وہلکت وانکرت الورثۃ او قال دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ مین نے عین پر قبضہ کیا موکل کی
حیات مین اور وہ ہلاک ہوگئی اور موکل کے وارثون نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ مین نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے
تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہین کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان
علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ بخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہین اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعوی مین تاوان واجب
کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان ہے مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ ھم ایصال دین کے دعوی مین میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ قرضے ادا دیون امثال
سے ہوتا ہے تو ادعائے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلہ ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان لازم جائز نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت وظاہرہ

انہ لایصدق لافی حق نفسہ ولافی حق الموکل وقد افتی بعضہم انہ یصدق فی حق نفسہ لافی الموکل وحمل علیہ کلام الولوالجیہ فلیتامل عند الفتوے مین کہتا ہون اور
ظاہر کلام ولوالجیہ اسپر دلالت کرتا ہی کہ وکیل کی تصدیق نہوگی نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہانے فتوی دیا ہی کہ وکیل کی
تصدیق اسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہی تو تامل کرنا چاہیے فتوے دینے کے وقت ہم ظاہر
کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پہ دلالت نہین کرتا بلکہ اسکی عبارت سے یہ ظاہر ہی کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان
علی المیت تو افتاے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہی کذا فی الطحطاوی **شروع** مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بالعاریۃ لیس للورثۃ
الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور
مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہی کذا فی الطحطاوی العاریۃ کالاجارۃ تنفسخ بموت احدہما
عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہو جاتی ہی معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعلیہ دین وعندہ ودیعۃ بغیر عینہا فالترکۃ بینہم بالحصص ایک شخص مرگیا اور
اسپر دین ہی اور اسکے پاس ودیعت ہی غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر انکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہی کہ
میت مرگیا اور یہ بیان نہ کرگیا کہ فلانی چیز ودیعت ہی تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اداے
کل دیون مین کفایت نہ کرے استاجر بعیرا الی مکۃ فعلی الذہاب وفی العاریۃ علی الذہاب والمجی لان ردہا علیہ اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے
پر ہی نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہی اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہی یعنی اور پہونچانا بدون آنے کے نہین ہوسکتا
بخلاف اجارہ کے کہ اسکے آنے کا خرچ موجر پر ہی نہ مستاجر پر استعار دابۃ للذہاب فامسکہا فی بیتہ فہلکت ضمن لانہ اعارہا للذہاب لا للامساک جانور
عاریت لیا جانے کے واسطے پھر اسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اسنے اسکو جانے کے واسطے عاریت دیا تھا
نہ باندھ رکھنے کے واسطے استقرض ثورا فاغار علیہ الاتراک لم یضمن لانہ عاریۃ عرفا بیل قرض لیا سو اسپر ترکون نے مثلاً غارتگری کی تو اسپر تاوان نہین
اسواسطے کہ وہ عاریت ہی رواج مین یعنی اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا لیبنی ولیسکن واذا خرج فی البناء للمالک اجر مثلہا مقدار
السکنی والبناء للمستعیر لان الاعارۃ تملیک بلا عوض فکانت اجارۃ معنی وفسدت بجہالۃ المدۃ زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کے واسطے اور
جب وہ اس مکان سے نکلجاے تو عمارت مالک زمین کی ہی تو مالک کو کرایہ ملیگا ویسی زمین کا بقدر اسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہی اسواسطے
کہ اعارہ عبارت ہی تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنی تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہی جو
مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارہ فاسد ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسد ٹھہرتا جہالت
بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کے وقت وکذا لو شرط الخراج علی المستعیر بجہالۃ البدل اور اسیطرح عاریت اجارہ فاسد ٹھہرے گی
اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو منافع کا عوض ٹھہرا اور حقیقت
میں اجارے کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہی نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہی کہ قدر خراج مجہول ہی والحیلۃ ان یوجرہا الارض سنین معلومۃ ببدل
معلوم ثم یامرہ باداء الخراج منہ اور مستعیر پر خراج صحیح ہونے کا حیلہ یہ ہی کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض بدل معین کے پھر مستعیر سے اداے خراج
کا عوض معلوم سے امر کرے استعار کتابا فوجد فیہ خطا اصلحہ ان علم رضی صاحبہ قلت لا یاثم بترکہ الا فی القرآن لان اصلاحہ واجب بخط مناسب ایک کتاب مانگ
لی سو اسمین غلطی پائی تو اسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم اصلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک
اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہی بخط مناسب قرآن ہم اصلاح مین رضاے مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہی

ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہوا اور اُسکو بالیقین خطا معلوم ہو تو بشرط رضائے صاحب کتاب اصلاح کردے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک
کاغذ علحدہ پر لکھکر وہان رکھدے اور بحل خطا پر نشان کردے تا مالک اُسکا مطلع ہو کر درست کرلے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی و فی الوہبانیۃ
شعر و سفر ای اصلاحہ مستعیرہ یجوز اذا مولاہ لا یتاثر ۞ اور وہبانیہ مین ہے کہ ایک کتاب مین اُسکے مستعیر نے اصلاح کر نا مادم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک
آزردہ نہو و فی معایا تہا اور وہبانیہ کی معایات مین اگلی بیت ہے معایات وہ کلام ہے جسکے فہم اور جواب مین مخاطب عاجز ہو جیسے لغز اور پہیلیان اور پہیلی
سن وای معیر لیس یملک اخذ ما ۞ اعارہ و فی نیر الرہان التصور ۞ اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کے لینے کا مالک نہین اور رہن کے سوا اسمین یہ مسئلہ
متصور ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کو اُسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہین ۞ و ہل شاہ ہب البن یجوز رجوعہ ۞
اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام
مالک نہین ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کے واسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا ۞ و ہل مودع ما ضیع المال یخسر ۞ اور ایسا کوئی
مودع ہے جسنے مال ضائع نہین کیا اُسپر تاوان پڑتا ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے ایک شخص کے پاس ہزار درم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درم
میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اُسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اُس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی و اللہ اعلم و استغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبۃ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاہر وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبۃ کے ظاہر ہے ہم اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے
تملیک منافع بلاعوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلاعوض سے ہو لغۃ التفضل علی الغیر و لو غیر مال ہبۃ لغت مین عبارت ہے فضیلت حاصل
کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضیل بغیر مال کے ہو و شرعاً تملیک العین مجاناً ای بلاعوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع مین ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کردینے سے
مفت یعنی بدون عوض کے نہ یہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ مین ہم تملیک عین سے اباحت و عاریت ہبہ سے خارج ہو گئی اور بلاعوض سے اجارہ اور بیع نکلگئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہین لہذا
ابن کمال نے تملیک حال کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلاشرط عوض کہتا جیسے مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلاشرط عوض سے اور یہ مطلب
نہین کہ عدم عوض شرط ہے اسمین تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جائے و اما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعہا الی ہبۃ العین اور
دین کی تملیک تو غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اُسکو دین قبض کرنے کا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کی طرف ہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ ہبہ
کی تعریف مین تملیک عین داخل ہے تو چاہیے کہ دین ندکو کی تملیک کو ہبہ نہ کہیے اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اُسنے دین پر قبضہ کیا
تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی و سببہا ارادۃ الخیر للواہب دنیوی کعوض و محبۃ و حسن ثناء و اخروی اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر
دنیوی ہو چنانچہ عوض و محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو چنانچہ صواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المومن ان یعلم ولدہ الجود و الاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید
و الایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھائے جس طرح اُسپر یہ واجب ہے کہ اُسکو
توحید اور ایمان بتادے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی چوٹی ہے کذا فی النہایۃ فیجب بالتعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جائے اور وہ نہایت مذموم ہے
اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی و ہی مندوبۃ و قبولہا سنۃ
قال صلی اللہ علیہ وسلم تہادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تا کہ باہم دوست
ہو جاؤ ہم اور کا ہے بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہین ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جائے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا و شرائط صحتہا
فی الواہب العقل و البلوغ و الملک فلا تصح ہبۃ صغیر و رقیق و لو مکاتباً اور صحت ہبہ کی شرطین ہبہ کرنے والے مین عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہین اگرچہ مملوک کاتب ہو (وشرائط صحتہا فی الموہوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول) کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطین موہوب یعنی بخشی ہوئی چیز مین
ہونا اسکا مقبوض غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا ہم نے کہا یہ ہین کہ قبض تو صرف واسطے ثبوت ملک کے واسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہی قبل قبض کے
بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہو صحت ہبہ کی اور مصنف رحمہ کے کلام سے نکلتا ہو کہ قبض صحت کی شرط ہی اور باقی شرط موہوب
کی فتاوی عالمگیری مین یون مذکور ہی کہ موہوب موجود ہو ہبہ کے وقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو امسال پیدا ہونگے تو جائز نہین اسواسطے کہ فی الحال
معدوم ہین اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور صید حرم کا ہبہ صحیح نہین اور ازانجملہ یہ شرط ہو کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہین کذا فی
الطحطاوی (ورکنہا ہو الایجاب والقبول) کما سیجی اور ہبہ کا رکن ایجاب اور قبول ہی چنانچہ آگے آویگا (وحکمہا ثبوت الملک للموہوب لہ غیر لازم فلہ الرجوع
والفسخ) اور حکم یعنی اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کے واسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کردینا جائز ہی یعنی سوا ان سات صورتون کے
جو مذکور ہونگی (وعدم صحۃ خیار الشرط فیہا فلو شرطہ صحت ان اختار قبل تفرقہما) اور حکم ہبہ صحیح ہونا شرط اختیار کا ہی ہبہ مین تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ ہبہ کو
اختیار کریگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف رحمہ یون کہتا (وعدم صحتہا بخیار الشرط) بقرینہ تفریع کے والاحاصل اسکا یہ ہی کہ ہبہ بالفاق صحیح ہی اور شرط باطل ہی (وکذا الابراء)
صح الابراء وبطل الشرط خلاصۃ اور اسیطرح اگر واہب شرط خیار سے ابراء کرے تو ابراء صحیح ہی اور شرط باطل ہی کذا فی البحر ہم حلبی نے کہا اسقاط لفظ کذا اصوب ہی چنانچہ منح الغفار مین واقع ہی والاشبہہ
غیر صحیح ہی (وحکمہا انہا تبطل بالشروط الفاسدۃ فہبۃ عبد علی ان یعتقہ تصح ویبطل الشرط) اور ایک حکم ہبہ کا یہ ہی کہ باطل نہین ہوتا ہی شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ
آزاد کردے صحیح ہی اور شرط باطل ہو (وتصح بایجاب کوہبت ونحلت) اور ہبہ صحیح ہی ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی مین نے ہبہ کیا ونحلت یعنی مین نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ (واطعمتک
ہذا الطعام ولو ذلک علی وجہ المزاح) اور مین نے یہ کھانا تیرے کھانے کو دیا اگرچہ یہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو ہم خلاصہ مین ہی کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق فرح اور خوش طبعی کے سو واہب نے
بلا مزاح ہبہ تسلیم کی تو ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ واہب خوش طبعی کرنے والا نہ تھا اور موہوب لہ نے اسکو قبول کرلیا انتہی اور اسیطرح خلاصہ کے مانند خزانے کی عبارت ہی جسکو
مصنف نے متن کی دلیل سمجھا ہی اور حالانکہ اس سے مصنف کا مطلب ثابت نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہین (بخلاف
اطعمتک ارضی فانہ عاریۃ لرقبتہا واطعام لغلتہا) بحر بخلاف اس قول کے کہ مین نے اپنی زمین تیرے کہانے کو دی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہی رقبہ زمین کی اور اطعام
ہی اسکے غلہ کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ جسکو مستعیر بووے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا (او الاضافۃ الی ما یعبر بہ عن الکل کوہبت لک فرجہا
وجعلتہ لک لان اللام للتملیک) یا ایجاب مین اضافت ہو اس جزو کی طرف جس سے کل کی تعبیر کیا جاتا ہی چنانچہ مین نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو مین نے تیرے لیے
مقرر کردیا ٹھہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کے لفظ مین تملیک کے واسطے ہی ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا او بالاضافۃ یعنی اگرچہ ایجاب اضافت سے ہو (بخلاف جعلتہ باسمک
فانہ لیس بہبۃ) بخلاف اس قول کے کہ اسکو مین نے تیرے نام کے ساتھ ٹھہرایا مقرر کردیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہین ہم یہ قول غیر اظہر ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین
خلاصہ سے منقول ہی کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلتہ باسم ابنی یعنی مین نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہی یہی قول اظہر ہی اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہین
کذا فی الطحطاوی (وکذا ہی لک حلال الا ان یکون قبلہ کلام یفیدہا) ابتہ خلاصۃ اور اسیطرح یہ قول ہبہ نہین کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہی مگر اس صورت مین ہبہ ہو جبکہ اسکے پہلے ایسا
کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصۃ ہم قول مذکور اسواسطے ہبہ نہین کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہی یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہین اور اباحت
فروج مین جائز نہین کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا مجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہی یا میرا دل راغب ہی
اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہین ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھپر یہ حلال ہی تو البتہ یہ قول اب ہبہ ٹھہریگا (واعمرتک ہذا الشیء)
اور مین نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی ہم عمری یہ ہی کہ اپنے مال کا مالک کردے اور بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے سو تملیک صحیح ہی
اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا فاسد شرط سے حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز موہوب لہ

کی مملوک ہی اور اُسکے وارثون کی ہی بعد اُسکے کذا فی الزیلعی **وحملتک علی ہذہ الدابۃ** نادیا با حمل الہبۃ کا مراد ہی مینے تجھکو اس جانور پر محمول کردیا جب ہبہ کی
نیت کرے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا ہم حمل گاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہی لہذا ثبوت ہبہ کے واسطے نیت ہبہ شرط ہوئی **وکسوتک ہذا الثوب**
اور مینے تجھکو یہ کپڑا پہنایا م پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہی بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا یعنی جبکہ اُسکو کپڑے کا مالک کردیا اور عاریت مین اس طرح
نہین بولتے **وداری لک ہبۃ** اور میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر م لفظ ہبۃ منصوب ہی حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہی کذا فی الدرر **او عمری تسکنہا لان قولہ**
تسکنہا مشورۃ لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیر الاسم فقد اشار علیہ فی ملکہ بان یسکنہ فان شاء قبل مشورتہ وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہی بطور
عمری کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہی اسواسطے کہ تسکنہا کا لفظ مشورہ ہی واہب کا نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر پڑنے کی لیاقت نہین رکھتا
تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اسطرح کہ اُسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے
لا لو قال ہبۃ سکنی او سکنی ہبۃ بل تکون عاریۃ اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح نہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہی موہوب ہو کر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے
موہوب ہو کر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا امر متیقن کو لیکر م لفظ ہبۃ حال ہی اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہی کہ لفظ سکنی محکم ہی تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا
خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا مؤخر کذا فی الطحطاوی عن البحر **وحاصلہ ان اللفظ ان انبأ عن تملیک الرقبۃ فہبۃ او المنافع فعاریۃ او احتمل اعتبر النیۃ** نوازل اور حاصل کلام یہ ہی
کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنے دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہی یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہی یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہی کذا
فی النوازل **وفی البحر** غرسہ باسم ابنی الاقرب الصحۃ اور بحر الرائق مین ہی کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو جاتا ہون اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہی
م صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہی اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے لبصیغہ جزم مذکور ہی کہ یہ قول ہبہ نہین ہی تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی
الطحطاوی **وتصح بقبول ای فی حق الموہوب لہ اما فی حق الواہب فتصح بالایجاب وحدہ لانہ متبرع حتی لو حلف ان یہب عبدہ لفلان فوہب ولم یقبل لا یحنث**
برد لیکنہ حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہی قبول کرنے سے یعنے موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہی فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر
واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اُسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنے
اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے م یعنے اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ
بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نہ کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہی تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول
نہ پایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی **وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانہ ہنا کالقبول فاختص بالمجلس** اور صحیح ہی ہبہ موہوب لہ کے قبض
کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنی ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہی لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا م قبض بجائے قبول کے اسواسطے
ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہی تو ایجاب مسلط کرتا ہی قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض مفید مجلسی
ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہی اور یہ استحسان ہی اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی **وبعدہ**
ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے **وفی المحیط لو کان امرہ بالقبض حین وہبہ لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض**
بعدہ اور محیط مین ہی کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بہ مجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اُسکے بھی
والتمکن من القبض کالقبض فلو وہب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیہ الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنہ من القبض اور قادر ہونا
قبض پر قبض کے مانند ہی تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کیے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اُسکی طرف بالمعلم باندکیا یعنے سامنے کیا تو قبض نہوگا بسبب
اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر **وان مفتوحا کان قبضا لتمکنہ منہ فانہ کالتخلیۃ فی البیع اختیار** اور اگر صندوق کھلا ہو تو قبض ثابت ہوگا

سامنے کردینے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہے بیع مین وفی الدرر والمختار صحتہ بالتخلیۃ فی صحیح الہبۃ لا فاسدہ
یاحوالہ کرنے سے ۱۱

اور درر مین ہے اور قول مختار یہ ہے کہ صحیح ہونا قبض کا ہبہ تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کردیا تو قبض صحیح ہوگیا بشرطیکہ
ہبہ فاسد نہو وفی التسف ثلثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور تسف مین ہے کہ تیرہ عقد صحیح نہین ہین بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہین ۱ ہبہ ہے ۲ صدقہ ۳
رہن ۴ وقف بقول محمد رح و اوزاعی و ابن شبرمہ و حسن بن صالح ۵ عمریٰ ۶ نحلہ یعنی عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین ۱۰ بدل سلم مین جبکہ بعض بدل کچھ مثلا
ہو تو اگر کچھ ستے درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصہ کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا کہ گیہون کی
بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہے نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہے نہ نسیہ کذا فی النحلاوی عن الحلبی عن المنح

ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کردیا قبض سے تو اُسکا قبضہ کرنا مطلقاً صحیح
نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہے مجلس مین اور بعد مجلس کے بھی اور
اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین نہ مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہے دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب سے باعتبار دلالت کے اور نہی عن القبض
صریح ہے اور صریح قوی تر ہے دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہے نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہو اور موہوب لہ وہان
جاکر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہے تو صحیح ہے اور نہین تو نہین **وتتم الہبۃ بالقبض الکامل** اور ہبہ تمام ہوتا ہے قبض کامل سے ہم قبض کامل متقوم مین وہ ہے جو
منقول کے مناسب ہے اور عقار مین وہ ہے جو عقار کے مناسب ہے تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہے اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل قسمت کرنے سے ہوتا ہے تاکہ موہوب
پر قبض بالاصالۃ واقع ہو بلا تبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل بہ تبعیت کل ہوتا ہے کذا فی الدرر **ولو الموہوب شاغلا لملک الواہب**
لا مشغولا بہ ہبہ کامل قبض سے پورا ہو جاتا ہے اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب **والاصل ان الموہوب ان مشغولا بملک الواہب منع**
تمامہا وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل بملک واہب ہوگا تو ہبہ
تام ہونے کا مانع نہوگا یعنے درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو ہبہ بھی صحیح ہوگا
کذا فی الدرر **فلو وہب جرابا فیہ طعام الواہب او دارا فیہا متاعہ او دابۃ علیہا سرجہ وسلمہا کذلک لا تصح** تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہے یا وہ گھر
جسمین واہب کا اسباب ہے یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہے اور تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا ہم اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے
مشغول ہے کیونکہ ظرف کو مظروف مشغول کردیتا ہے اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر **وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع والسرج فقط لان کلا منہا شاغل**
الملک الواہب لا مشغول بہ اور اُسکے بالعکس مین ہبہ صحیح ہے طعام اور متاع اور زین مین فقط اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے ملک واہب سے شاغل ہے نہ مشغول
ہم خلاصہ یہ ہے کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہے کیونکہ اول مشغول ہے اور ثانی شاغل **لان شغلہ بغیر ملک واہبہ لا یمنع تمامہا**
عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم منجملہ اسکی صورتون کے
ایک صورت یہ ہے کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اُس متاع کے ساتھ جو اُس گھر مین ہے اور گھر تسلیم بھی کردیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ پورا ہے
گھر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تھا حقیقۃً تو اُسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہو گیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور غیر واہب کی
ملک ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی **کرہن وصدقۃ لان القبض شرط تمامہا وتمامہ فی العمادیۃ** تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہے رہن اور صدقہ کے مانند اسواسطے
کہ قبض شرط ہے رہن اور صدقہ کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہے اور دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ راجع متن سے ہے کذا فی الطحطاوی **وفی الاشباہ ہبۃ المشغول لا یجوز**

الا اذا وہب الاب لطفلہ اور اشباہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین لیکن جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی قلت وکذا الدار المعارۃ مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا
گھر ہی صورت اُسکی یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اُس گھر مین رکھا پھر مستعیر نے معیر کو وہ گھر ہبہ کردیا تو اس گھر کا ہبہ
صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وہبتہا لزوجہا لزوجہا علی المذہب لان المرأۃ ومتاعہا فی ید الزوج فیصح التسلیم اور ہبہ مشغول اُس گھر
مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اُسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہوگئی صورت اُسکی یہ ہی کہ زوجہ
نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اُسمین رہتی ہی اور اُسکا اسباب اُسمین ہی اور زوج بھی اُسکے ساتھ اُسکے گھر مین رہتا ہی تو یہ ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ زوجہ گھر
اور اسباب کے زوج کے ہاتھ مین ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ومن وہبت
للزوج دارا لہا بہا ٭ متاع وہم فیہا فصح المحرر ٭ اور مقررین نے بدل ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا
جسمین زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی (ومن وہبت للزوج
دارا لہا بہا ٭ متاع وہم فیہا فقولان یزبر ٭) یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اُسمین رہتے ہین تو دو قول
اسمین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کردیا وفی الجوہرۃ وحیلۃ ہبۃ المشغول ان یودع
الشاغل اولا عند الموہوب لہ ثم یسلمہ الدار مثلا فتصح لشغلہا بمتاع فی یدہ اور جوہرہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت
رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنی جب شاغل بطریق ودیعت
موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول پر تسلیم واہب اُسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہوگیا لہذا ہبہ صحیح ہوگیا فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی
قبض کامل سے موہوب مفرغ مین ہم یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق ملک سے تو احتراز ہوگیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر
اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہوگئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لایبقی منتفعا بہ بعد ان تقسیم کبیت وحمام
صغیرین اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اُس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد چنانچہ چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر
ہم مشاع لایقسم یعنی جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا بایمعنی کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع بہ نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع بہ نہین
رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانہا لا تتم بالقبض فیما یقسم مشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے
لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اُس مشاع مین جو قسمت پذیر ہی ہم قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اُسکے کذا فی الدر قہستانی نے کہا جسکی
قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمۃ نہین اور نہین تو قسمت پذیر ہی انتہی بحر الرائق مین ہی کہ حد فاصل محتمل القسمۃ اور غیر محتمل القسمۃ مین یہ ہی کہ جو
چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت نمانے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کرسکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمۃ ہی چنانچہ
گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نہ کرسکے تو وہ محتمل القسمۃ نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وہبہ لشریکہ او لاجنبی لعدم تصور القبض الکامل کما فی
عامۃ الکتب فکان ہو المذہب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اُسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بجہت عدم تصور قبض کامل چنانچہ
اکثر کتب فقہ مین ہی تو وہی یعنی شریک کو بھی ہبہ مشاع کا ناجائز ہونا مذہب ٹھہرا ہم درر سے مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصیرفیۃ
عن العتابی وقیل یجوز لشریکہ وہو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہی ہم فقہا کی ظاہر
عبارت سے عدم جواز معتمد ہی یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلے کی طرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب سے کذا فی الطحطاوی
فان قسمہ وسلمہ صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کرڈالا اور موہوب لہ کو تسلیم کردیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع یعنے مانع قبض کامل

اشاعت تھی سو قسمت اور تسلیم سے زائل ہو گئی ولو سلمہ شائعا لا یملکہ فلا ینفذ تصرفہ فیہ فیضمنہ وینفذ تصرف الواہب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اُسکا تصرف اسمین نافذ نہوگا تو موہوب لہ اُسکا تاوان دیگا

درصورت تصرف اور واہب کا تصرف اُسمین نافذ ہوگا کذا فی الدرر لکن فیہا عن الفصول الہبۃ الفاسدۃ تفید الملک بالقبض وبہ یفتی ومثلہ فی البزازیۃ علی خلاف ما صححہ فی العمادیۃ لکن لفظ الفتوی اکد من لفظ الصحیح کما بسطہ المصنف مع بقیۃ احکام المشاع لکن درر مین ہی فصول سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اُسکے بزازیہ مین ہی برخلاف اُس قول کے جسکو صحیح کہا ہی عمادیہ مین لیکن فتوی کا لفظ موکد تر ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح مین مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ سلبی مین ہو القانی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر مین اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے نہ اجنبی سے وعلیہ الفتوی اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعارہ ہے نفعا ہی والا جائز نہین اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم مین شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی نہ محمد رح کے نزدیک اور ا

خلاف محتمل القسمۃ مین اور غیر محتمل القسمۃ مین بالاتفاق جائز نہین اور ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وہل للقریب الرجوع فی الہبۃ الفاسدۃ قال فی الدرر نعم وتعقبہ فی الشرنبلالیۃ بانہ غیر ظاہر علی القول المفتی بہ من افادتہا الملک بالقبض فلیحفظ اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ مین درر مین کہا کہ ہان جائز ہی اور شرنبلالیہ مین ہی اُسپر اعتراض کیا ہی کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مقید ہوجاتا ہی قبض کرنے سے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لا طاری کان یرجع فی بعضہا شائعا فانہ لا یفسدہا اتفاقا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد ہبہ کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہین جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع مین رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہین بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب اپنا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع مین ہبہ

کو باطل کردے والاستحقاق شیوع مقارن لا طاری فیفسد الکل حتی لو وہب ارضا وزرعہا وسلمہا فاستحق الزرع بطلت فی الارض لاستحقاق البعض الشائع فیما یحتمل القسمۃ اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونون کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین مین باطل ہو گیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمۃ مین ہم زراعت کے بعض شائع ہونے مین کلام ہی اور صاحب درر نے یون وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شیٔ واحد کے مانند ہی پھر جب احد ہما مستحق ٹھہرا تو یون ہو گیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمۃ مین تو

ہبہ باطل ہوگا باقی مین اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنے لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی ولان الاستحقاق اذا ظہر بالبینۃ کان مستندا الی ما قبل الہبۃ فیکون مقارنا لہا لا طاریا کما زعمہ صدر الشریعۃ وان تبعہ ابن الکمال فتنبہ اور استحقاق جبکہ گواہون سے ثابت ہوا تو استحقاق ما قبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعۃ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعۃ کا اتباع کیا ہی اس قول مین سو آگاہ ہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ مین شیوع مقارن کہا ہی اور نہایۃ اور کرمانی مین اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ مین دو روایتین ہین اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعۃ اور ابن کمال اس قول مین متفرد نہین کذا فی الطحطاوی ولا تصح ہبۃ لبن فی ضرع وصوف علی غنم ونخل فی ارض وتمر فی نخل لانہ کمشاع اور صحیح نہین ہبہ دودھ کا تھن مین اور روئین کا بھیڑ پر اور کھجور کے درخت کا زمین مین اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت مین سو واسطے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہی ولو فصلہ وسلمہ جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنے مثلاً دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہی بسبب دور ہو جانے مانع کے وہل یکفی فصل الموہوب لہ باذن الواہب ظاہر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے قبضہ کا ظاہر یہ ہی کہ ہان کفایت کرتا ہی بخلاف دقیق فی برودہن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا یملک الا بعقد جدید برخلاف
اُس آٹے کے جو گیہون مین بالقوۃ ہی اور اُس تیل کے جو تلون مین ہی اور اُس گھی کے جو دودھ مین ہی کیونکہ ہبہ اصلا صحیح نہین ہو اسلیئے کہ وہ بالفعل معدوم ہی تو مملوک
نہو گا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہی کہ گیہون مستحیل ہوکر آٹا ہو جاتے ہین اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتے ہین کذا فی الدرر
وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور شی موہوب مملوکہ ہو جاتا ہی قبول کیلیئے بے بلا قبض
جدید اگر شی موہوب موہوب لہ کے ہاتھ مین موہبہ کے وقت اگر اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جبکہ موہوب لہ قابض ہے
ہبہ قبول کیا وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرنے والا ہی یعنی بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدہما عن الآخر اور قاعدہ کلیہ
یہ ہی جبکہ دو قبض ہمجنس ہون تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہی ہم چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو قبض ودیعت
قائم مقام قبض عاریت کے ہو گا اسواسطے کہ دونون قبض امانت کے قبض ہین تو صحیح ہو گا بلا قبض مستانف جدید واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ اور جبکہ
دونون قبض ہم جنس نہون متغایر ہون تو قبض اعلی قائم مقام ہوتا ہی قبض ادنے کے اور ادنے اعلی کا نائب نہین ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہ ہی کہ غصب سے
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کردیا تو صحیح ہی اور قبض جدید کی حاجت نہین اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی پھر مالک نے
اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وہبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وہو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم اور ہبہ اُس شخص کا جسکی نے الجملہ
ولایت صغیر پر ثابت ہی اور ولی فی الجملہ وہ ہی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ مین داخل ہوا باپ کے نہونے کے وقت بشرطیکہ صغیر
اُنکے عیال مین ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہی کہ وہ صغیر کے مال مین تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال مین تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت منقطعہ
اور موت کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا ہبہ پورا ہو جاتا ہی
عقد سے یعنے فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہی اور موہوب ولی کے ہاتھ مین ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ مین اسواسطے ہبہ مذکور پورا ہی
کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہی والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہی کہ جس عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے
تو اُسمین فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہی بلا اشتراط قبول وان وہب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وہو احد اربعۃ الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن
فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہوتا ہی اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصون مین سے
ایک شخص ہی اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنے اُنکی پرورش اور حمایت مین نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام
ہوتا ہی اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش مین صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا لو فی حجرہما والا لا لفوات الولایۃ اور ہبہ
اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہی اسکی مان کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ صغیر مان اور اجنبی کی پرورش مین ہو لہذا اگر
پرورش مین نہو تو مان اور اجنبی کا قبض کافی نہین بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل
اور ہبہ تمام ہوتا ہی خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ الیسا تمیز دار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو ولو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ
حتے لو وہب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہی صغیر ممیز کے قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے
کہ نابالغ نافع محض مین بالغ کے برابر ہی تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ فائدہ نہین ہبہ کیا گیا اور غلام مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا
قبول کرنا صحیح نہین کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلف فیما لو قبض من یعولہ والاب حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ہو الجواز انتہی مین کہتا
ہون لیکن برجندی مین ہی کہ اسمین اختلاف ہی کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہی اور حالانکہ باپ موجود ہے

تو بعضون نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہین اور صحیح قول یہ ہو کہ قبض مذکور جائز ہو انتہی ہم یہ استدراک ہو عند عدمہم کے قول پر و ظاہر القہستانی ترجیحہ و عزاہ لفخر الاسلام
وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ و عزاہ للخلاصۃ اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہو اور قہستانی نے اسکو فخر الاسلام کی طرف منسوب کیا ہو برخلاف اُس قول
کے جسپر مصنف نے اپنی شرح مین اعتماد کیا ہو اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کی طرف منسوب کیا ہو ہم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل باوجود حاضر ہونے باپ
کے مضمرات سے نقل کیا ہو بتصریح لفظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہو کہ یہی قول صحیح ہو اور فتاوی صغرا سے نقل کیا ہو کہ یہی قول یفتی بہ ہو کذا فی الطحطاوی

لکن عنہ تحیلہ لوصل ولو بامہ والاجنبی ایضاً فتامل لیکن مصنف رح کا متن احتمال رکھتا ہو جواز کا بہ سبب وصل کرنے ولو مع وجود ابیہ کے امہ والاجنبی کے ساتھ بھی سو
اُسمین تامل کر ہم یعنی جسطرح مصنف رح کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہو اس قول سے وبقبضہ ولو ممیز اسیطرح اگر اُسکو امہ والاجنبی سے وصل کیجیے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہو
کہ مان اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تام ہو جاتا ہو کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ رد کرنا صحیح ہو جیسا قبول کرنا اسکا صحیح
ہو کذا فی السراجیہ وفیہا حسنات الصبی لہ وللابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ مین ہو صغیر کی نیکیان اُسکے واسطے ہین یعنی اُسی کو ثواب ہو اُنکا اور اُسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ
کا ثواب ہو ہم بعضون کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اُسکے والدین کو ہو اور قول معتمد یہ ہو صغیر ہی کو ثواب ہو چونکہ گناہ صغیر پر نہین کہ حسنات اُسکا کفارہ ہون لہذا
اُسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وہب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اُس
مال کا کھانا مباح ہو جو اُسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہو کہ کھانا مباح نہین انتہی ما فی السراجیۃ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ موہوب غیر ماکول والدین کو مباح نہین مگر بضرورت

چنانچہ افلاحق والدین وضعوا ہدایا الختان بین یدی الصبی مما یصلح کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب ومن معارف
الام فللام قال ہذا للصبی او لا لوگون نے ختنے کے وقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہو جیسا لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا مملوک ہو اور اگر ایسا
نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریۃ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت دارون یا اُسکے دوستون سے ہو تو تحفہ باپ کے واسطے ہو یا ماں کے اقارب اور دوستون سے ہو تو
تحفہ اُسکی ماں کے واسطے ہو تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کے واسطے ہو یا نہ کہا ہو ولو قال اہدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ مین نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہو
تو اُسی کا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصۃ اور اسیطرح کا حکم ہو لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصۃ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ

لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہو کہ اپنے فرزند یا شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو یہ اُسکو جائز نہین جبتک
کپڑے بنانے کے وقت یون بیان نہ کرے کہ کپڑے عاریت ہین ہم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہو لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اُسکے
حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجیے بزازیہ مین ہو کہ شاگرد کے واسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہو کہ بنالے کے وقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہو تا غیر کو دینا

ممکن ہو انتہی تو لفظ عاریت مفید تسلیم ہو اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المبتغی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ
اور مبتغی مین ہو کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہو اُنکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ہم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ
تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت مین مفروض ہو جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہو تو دونون مین فرق ظاہر ہو گیا

کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی
وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہو کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہو یعنی اُسمین اختیار نہین اور اسیطرح بعض اولاد کے
زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُنمین برابری رکھے یعنی بیٹی کو دے بیٹے کے برابر
ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو ہم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہو جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہو
اُسکو زیادہ دیوے تو جائز ہو بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اُسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہو کہ اگر

بیٹا فاسق ہو اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہ بہتر ہے اُسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہی اور محمدؒ کا قول غیر مختار ہے اور کہ عطا یا کہ بیٹی کا دو بیٹے کے
دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی ولو وہب فی صحتہ کل المال للولد جاز و اثم اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار
ہوگا ہم یعنی ایک ولد کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنی ہبہ بعد موت کے منقوض نہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو کرنا چاہیے اور بعض نے یہ ہبہ
ہبہ کو منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب وارث اسمین میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر میراث تا موت قول ضعیف ہے واللہ اعلم و فیہا لا یجوز ان یہب
شیئا من مال طفلہ ولو بعوض لانہا تبرع ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ باپ کو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدل لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتداء مین احسان ہے
یعنی اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے و فیہا یبیع القاضی ما وہب للصغیر حتے لا یرجع الواہب فی ہبتہ اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تا کہ واہب
اپنا ہبہ نہ پھیرے و لو قبض زوج الصغیرۃ اما البالغۃ فالقبض لہا ما وہب لہا بعد الزفاف صح قبضہ و لو بحضرۃ الاب فی الصحیح لنیابتہ عنہ صح بقبض الاب
کقبضہا ممیزۃ اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح
مین بسبب نائب ہونے زوج کے اُسکے باپ کی طرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولیٰ صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا
شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اُسی کا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا ہم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین نکاح کے بعد و قبلہ ای الزفاف لا یصح
لعدم الولایۃ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے ولایت کے و وہب اثنان دارا لواحد صح لعدم الشیوع دو شخصون
یعنی دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع ہم اسواسطے کہ دونون شخصون نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب نے تمام پر قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا
کذا فی الدرر والمنح و بعکسہ لکبیرین لا عندہ للشیوع فیما یحتمل القسمۃ اور بالعکس اُسکے یعنی ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک ہبہ صحیح نہین بسبب
شیوع کے محتمل القسمۃ مین ہم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور [illegible]
ہے اما ما لا یحتملہا کالبیت فیصح اتفاقا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو چنانچہ بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے صحیح ہے قید بکبیرین
لانہ لو وہب لکبیر و صغیر فی عیال کبیر او لابنیہ صغیر و کبیر لم یجز اتفاقا ہمنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ
کی عیال مین داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق ہم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لو وہب لکبیر و صغیر و الصغیر فی عیالہ
اور دونون کتابون مین محیط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کے وقت حصہ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہی اور یہ دلالت کرتا ہے کہ
عیالہ کی ضمیر واہب کی طرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی و قیدنا بالہبۃ لجواز الرہن والاجارۃ من اثنین اتفاقا
اور عدم جواز مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنی اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے
یا اجارہ دے تو جائز ہے و اذا تصدق بعشرۃ دراہم او وہبہا لفقیرین صح لان الہبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ یراد بہا وجہ اللہ تعالی وہو واحد فلا شیوع
اور جبکہ دس درم دو فقیرون کو خیرات دیے یا ہبہ کیے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضاے ذات اقدس الہی
ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا ہم زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہے خداے تعالی کا لا لغنیین لان الصدقۃ علی الغنی ہبۃ فلا تصح للشیوع ای لا تملک حتے لو قسمہا
و سلمہا صح نہین صدقہ دینا دو مالدار شخصون کو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنی مملوک نہوگا تو اگر دراہم
مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی ہم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے فروع مسائل ملحقۃ شارح کے وہب لرجلین درہما صحیحا صح ایک
شخص نے دو مردون کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنی جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وان مغشوشا
لا لانہ مما یقسم لکونہ فی حکم العروض اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہین کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے کہ

وہ در حکم اسباب کے ہی معدر ہمان نقال لرجل وہبت لک احدہما فنصفہما ان استویا لم یجز ایک شخص کے پاس دو درم ہین سواسنے دوسرے مرد سے کہا کہ مین نے اُن دو درمون سے ایک درم تجکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونون درم برابر ہین یعنی وزن اور جودت مین تو ہبہ جائز نہین ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت مین برابر ہوئے تو ہبہ مشاع کا ٹھہرا محتمل القسمۃ مین کیونکہ اسمین جبر علی القسمۃ جائز ہی کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقاً اور اگر دونون درم مختلف ہون اسطرح پر کہ ایکدرم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہی اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہی اور اسیواسطے اگر دونون درمون کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہی مطلقاً خواہ دونون مستوی ہون یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ لجارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی کون سقف الواحد علے الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہی ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہی اور جائز ہی ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر مین سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہی واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاط بیت گھر کی دیوارون سے صحت ہبہ کا مانع نہین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہی والا اُسکی صراحت نہین کلام مین فتاوی عالمگیریا مین ہی کہ جب دیوار یا راہ یا حمام مین اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہی اسی طرح ہی ہبہ بیت کا مع جمیع حدود وحقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک رہے اسمین اور دوسرے مین جائز ہی انتہی

باب الرجوع فی الہبۃ

یہ باب ہی رجوع فی الہبۃ مین یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہی اسواسطے کہ رجوع یعنی پھیر لینا اعیان مین ہوتا ہی نہ اقوال مین کذا فی الطحطاوی صح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہی بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہین ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب نے موہوب کو ندیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اُسکو رجوع فی الہبۃ نہین کہتے مع انتفاء مانعہ الآتی وان کرہ الرجوع تحریماً وقیل تنزیہا نہایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہی ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی النہایۃ ہم حدیث مین وارد ہی اسکے مثل جو دیتا ہی پھیر لیتا ہی اُس کتے کی سی مثل ہی جو کھاتا ہی پھر جب آسودہ ہوتا ہی تو قی کرتا ہی پھر اپنی قی کو نگل لیتا ہی اور دوسری حدیث یہ ہی کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہی جب تک اُسکا عوض نہ لے انتہی تو رجوع فی الہبۃ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے مین جمع بین الحدیثین ہو گیا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہی اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہین ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیہ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضا عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر مین ہی کہ صحیح نہین ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد مین یعنی مجتبی سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الآتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہین حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہین ہم موانع سبع کو تسہیل ضبط کے واسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ مین جمع کیا ہی اور معنی ترکیب یہ ہی کہ آنسو نے اُسکو زخمی کر ڈالا خزق بمعنی طعن ہی تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ مین دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب مین ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہوجانے کی موجب ہی ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہین اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہوگئی کہ وہ رجوع کی مانع نہین اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہی چنانچہ غلام اور لونڈی مین طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہوگئی ہو قبل رجوع کے چنانچہ غلام جوان ہوا پھر بڈھا ہو گیا لیکن خانیہ مین

اُسکے مخالف ہی اور اعتماد کیا ہی اُسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور فیہ ہی اسواسطے کہ جو چیز ساقط ہوگئی وہ عود نہین کرتی ہم زیادت زائلہ کے اعتبار مین دو قول مین محیط مین ہی کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہین اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب اور ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہی اور اسی طرح جمیع حیوانات مین اور اسی طرح فتاوی عالمگیری مین ہی اور یہ جو شارح نے عود ساقط مذکور کیا سو مسلم نہین بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہی کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عدا زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا جمانا زمین موہوبہ مین اسشرط سے کہ عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت مین شمار ہو اور اگر کل زمین کی زیادت مین معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہی ولو عدا فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ مین شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اسی قطع مین کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین کل مین نہ بعض مین اور اگر یہ زیادت مین معدود نہو یا نقصان زمین مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین تو اگر دکان نہایت صغیر بنا دے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر مین رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم والبصار اعمی واسلام عبد ومداواتہ وعفو جنایتہ وتعلیم قرآن وکتابۃ وقراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہو جانے صغیر اور سماعت بہرے اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہونے غلام کے اور اُسکے معالجے کے اور معاف ہو جانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت کے یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کی طرف مثلا اور مانند امثلہ مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُسوقت زیادت متصلہ مین شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب لہ کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہین اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہی جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسی کا عمدا خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف زیادت قیمت کی موجب ہی لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثال قرار دیا و فی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ مین ہی اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہین ہم عورتون کا حال حاملہ ہونے مین مختلف ہوتا ہی یعنی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہو جاتی ہی اور بعض دُبلی اور بدصورت تو در صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ ککبر القول للواہب وفی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے مین اختلاف کیا تو زیادت متولدہ مین جیسے جوان ہو جانے مین واہب کا قول معتبر ہی اور مانند عمارت اور درخت اور رنگت کے موہوب لہ کا قول مقبول ہی کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اُسکے محیط مین ہی لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنی کیا ہی جو بن نہین سکتی اسقدر مدت مین ہم توضیح اختلاف یہ ہی کہ مثلا موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہو گئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہین مین نے اسی طرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف مین در صورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہین ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل مین رجوع کرے نہ زیادت مین ہم مثلا زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہی موہوب سے جدا اور زیادت

منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہین لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب نہ پھیرے جب تک کہ اُسکا بچہ اُس سے مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف رح کا قول ہے نہ امام رح کا تو اُس سے خبردار رہنا چاہیے ولو حبلت ولم تلد ہل للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہوگئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس نہین جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج مین کہا کہ رجوع جائز نہین اور زیلعی نے کہا کہ ہان رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ مریض مدیون بمستغرق وہب امۃ فماتت وقد وطیت رد ہا مع عقرہا ہو المختار اور جوہرہ مین ہے مریض مدیون ہے جو سراپا مستغرق بدین ہے اسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگیا اور حالانکہ موطوبہ ہوگئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیر دے اُسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے م رد ہبہ بلحاظ حق غربا ہے والمیم موت احد العاقدین بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مرگیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث فالقول للوارث اور اگر دو شخصون مین اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ مین ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے م اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ سے کہ تو نے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی مین نہین کیا بلکہ اُسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اُسکی حیات مین مین نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول مقبول ہوگا فتاوی عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال اشعار کفارۃ دیۃ خراج ورابع ٭ ضمان لعتق ہکذا النفقات ٭ کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا ٭ بموت لما ان الجمیع صلات ٭ اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو جو ساقط ہوجاتے ہین موت سے تو یون کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسی طرح نفقات اور اسی طرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہوجاتا ہے موت سے اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ صلات ہین م سقوط کفارہ درصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام سے آزاد کردیا اور اُسپر تاوان لازم آیا بسبب اُسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنے والا مرگیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظاً یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب یہ جانے کہ وہ اُسکے تمام ہبہ کا عوض ہے م طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دانست کافی ہے یعنی بلا ذکر موہوب لہ فان قال خذہ عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اُسکا بدلا یا اپنے ہبہ کے مقابل لے اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہوگیا م اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل بہبتہ اور اگر موہوب لہ یون ذکر نہ کرے کہ وہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے وکذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع ولو العوض مجانسا او یسیرا وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد وہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونے کے ہبہ ہے اسواسطے عوض مین ہبہ کی شرطین مشروط ہین چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہمجنس ہبہ کے ہو یا کمتر ہو ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخون مین بجا بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبون کی م مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہین اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت مین جائز نہین ہوتا بسبب لازم آنے بیاج کی دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ مالک ہے ہبہ کا اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہین دیتا اور عوض تو اُسنے اسواسطے دیا تا واہب کا حق رجوع ساقط ہوجائے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للاب ان یعوض عما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہین کہ عوض دے اُسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے م تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے ولو وہبا لعبد التاجر ثم عوض فلکل منہا الرجوع بحر اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اُسکا عوض دیا تو دونون مین سے ہر شخص کو پھیر لینا درست ہے کذا فی البحر م وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہین ہے پھر جب بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسی طرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بحر اور جائز نہین مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ سے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہین کذا فی البحر یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا ویشترط ان لایکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ ببعض عن الباقی لایصح فلہ الرجوع فی الباقی اور یہ شرط ہے کہ عوض ہبہ کا بعض موہوب لہ نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر ان کانا فی عقدین صح والالا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقدمیں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف عین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی الہبۃ والرجوع مجتبی اور دراہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ھم تو جب دراہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر دراہم کا بدل جنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز رہا اور رجوع اسی وقت تک جائز ہوگا جبتک دراہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب پیدا ہونے آٹے کے پیسنے سے ھم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب اولت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ھم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کیے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب سیر بھر ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نرہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی جاریتین موہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اھ اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کی طرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کی طرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب سے ہے بخلاف ادائے دین ھم یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کی طرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب اسنے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے اتنا دین اسنے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر بادائہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا اشترط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جائے حبس اور ملازمت سے تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ بحبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ھم حبس اور ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت سے نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بالقضاء ویرجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنے کے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے پھر لیگا اگرچہ وہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بنائہ داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیہ مع انہ لا یطالب بہما لا بالحبس ولا بالملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہوئی جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کرے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بنا بر دار اور استخلاص کا حبس سے نہ ملازمت سے سو انہیں تامل کرو شاید وجہ رجوع یہ ہے کہ عرف میں اسکا ضمان لازم ہوتا ہے اور شارح نے بلفظ فتامل
اشارہ کیا کہ وجہ استثنا میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی **وان استحق نصف الہبۃ رجع بنصف العوض** اور اگر نصف ہبہ مستحق مالک نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے م جوہرہ میں
ہے کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہے جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمۃ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی میں ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی
وبعکسہ لا الا ان یرد ما بقی لانہ یصلح عوضا ابتداء فکذا بقاء لکنہ یتخیر لیسلم العوض اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ میں رجوع نہیں جب تک کہ
باقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی صلاحیت عوض ہونے کی رکھتا ہے ابتداءً تو بعض میں سو اسی طرح اسکی صلاحیت بقا میں بھی رکھتا ہے لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت رہے
م طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول اور عدم قبول عوض میں بسبب نہ سلامت ہونے عوض
کے **ومرادہ العوض الغیر المشروط فان المشروط مبادلۃ کما سیجئ فیوزع البدل علی المبدل نہایہ** اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہے جو غیر مشروط ہے عقد ہبہ میں سو اگر عوض
مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہے یعنی درحقیقت وہ بیع ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق میں بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایۃ **کما لو استحق کل العوض حیث
یرجع فی کلہا اذا کانت قائمۃ لا ان کانت ہالکۃ** چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ میں رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں
یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہے **کما لو استحق العوض وقد ازدادت الہبۃ لم یرجع خلاصہ** چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ میں زیادت ہوگئی تو رجوع نہ کرے
کذا فی الخلاصۃ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہے **وان استحق جمیع الہبۃ کان لہ ان یرجع فی جمیع العوض ان کان قائما وبمثلہ ان العوض ہالکا وہو مثلی و
بقیمتہ ان قیمیا غایۃ** اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہے کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی
ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ **ولو عوض النصف رجع بما لم یعوض ولا یضر الشیوع لانہ طاری** اور اگر نصف
ہبہ کا عوض دے تو واہب نصف غیر معوض میں رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہے وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہے

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہے شارح کی جانب سے مضمون آئندہ پر **نقل فی المجتبی انہ یشترط فی العوض ان یکون مشروطا فی عقد الہبۃ اما اذا عوضہ بعدہ فلا ولم ار من صرح بہ غیرہ
وفروع المذہب مطلقۃ کما مر فتدبر** مجتبی میں منقول ہے کہ عوض ہبہ میں یہ شرط ہے کہ عقد ہبہ میں عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں
ہے انتہی اور میں نے وہ شخص نہیں دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوائے صاحب مجتبی کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور کئے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے
م منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہے کہ گیہوں کا آٹا گیہوں کا عوض ہو سکتا ہے یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہوں کے اور ازانجملہ دو موہوب لونڈیاں ان سے ایک لونڈی کا
وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہے کذا فی البحر **والخاء خروج الہبۃ عن ملک الموہوب لہ** اور خائے معجمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہے موہوب لہ کی ملک
سے یعنی خروج بھی مانع ہے رجوع کا **ولو بہبۃ الا اذا رجع الثانی فللاول الرجوع سواء کان بقضاء او رضی کما یجئ ان الرجوع فسخ حتی لو عاد بسبب جدید بان تصدق بہا
الثالث علی الثانی او باعہا منہ لم یرجع الاول** خروج عن الملک مانع ہے رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہے خواہ رجوع
حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہے فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح پر کہ
واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نکریگا **ولو باع نصفہ رجع فی الباقی لعدم المانع** اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی
بیع کی تو واہب نصف باقی میں رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف بیع میں حاصل ہوا ہے نہ نصف باقی میں **وقید الخروج بقولہ بالکلیۃ بان یکون خروجا
عن ملکہ من کل وجہ ثم فرع علیہ بقولہ** اور مصنف رح نے خروج میں بالکلیہ کی قید لگائی با این معنی کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اسپر تفریع
کی بقول آئندہ **فلو ضحی الموہوب لہ بالشاۃ الموہوبۃ او نذر التصدق بہا وصارت لحما لا یمنع الرجوع** تو اگر موہوب لہ نے
دنبہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور دنبہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں م اسواسطے کہ قربانی کا

گوشت ملک مین داخل رہتا ہی تو خروج عن الملک ثابت ہنوا کہ مانع ہوتا رجوع سے فتاوی عالمگیری مین محیط سے منقول ہی کہ قربانی مذکورہ اور متعہ ادا ہو جاتا ہی محمد رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہین اور صحیح یہ ہی کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہی ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبی اور قربانی کے مانند متعہ[۱] اور قران اور نذر ہی کذا فی المجتبی م طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام مین نذر مطلق مراد ہی تو متن سے تکرار ثابت ہنوئی و فی المنہاج وان وہب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ للہ تعالی فلہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج مین ہی کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالی کے واسطے تو واہب کو رجوع جائز ہی بخلاف مذہب ابو یوسف رح م جب تک فقیر نے خیرات نہین پائی تب تک رجوع درست ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا من غیر تضحیۃ فلہ الرجوع اتفاقا چنانچہ اگر دنبہ موہوبہ کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب کو رجوع جائز ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطاء فوہبہ مولاہ لغریمہ او لولی الجنایۃ سقط الدین والجنایۃ ثم لو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد وروایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وہبہا لزوجہا ثم رجع خانیہ ایک غلام ہی جسپر دین یا جنایت خطا ہی پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کر دیا تو دین اور جنایت ساقط ہو گئی پھر اگر واہب رجوع فی الہبۃ کرے تو استحسان کی راہ سے صحیح ہوگا اور دین او جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکریگی اور امام رح کی ایک روایت مین جیسے نکاح عود نہین کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کر دی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا کذا فی الخانیۃ والزاء الزوجیۃ وقت الہبۃ اور زاء سے مجیے زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہی فلو وہب لامرأۃ ثم نکحہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کے وقت زوجیت نہ تھی ولو وہب لامرأتہ لا لعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر واہب عورت ہو اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہی اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہین فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا تصح ہبۃ المولی لام ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ اولا ید للمحجور اما لو اوصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح نہین ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو اگرچہ ہبہ اسکی مرض الموت مین ہو اور یہ ہبہ بدل کر وصیت ہنو جائیگا اسواسطے کہ مجور کو کچھ تصرف نہین اور اگر ام ولد کے واسطے وصیت کر جاے اپنی موت کے بعد یعنی یون کہے کہ میری موت کے بعد ام ولد کو اتنا دینا تو وصیت صحیح ہو گی بسبب اسکے آزاد ہو جانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبض[۲] کرا دیا جاویگا کذا فی الکافی م ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح ہنوا کہ شرط ہبہ سے قبض موہوب ہی اور وہ قبض کی لیاقت نہین رکھتی بسبب مجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہی تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی م محرم وہ ہی جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہو گیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیۃ ہی نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وہب لمحرم بلا رحم کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاہرۃ کامہات النساء والربائب واخیہ وہو عبد لاجنبی او لعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے قرابت نہین چنانچہ اپنی رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربیبہ[۳] کو اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا غلام ہی یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا م ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہی تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر تھا اور صاحبین رح کا یہ مذہب ہی کہ غلام بھائی کے ہبہ مین رجوع جائز ہی اور بھائی کے غلام کے ہبہ مین رجوع جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہا اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونون یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے محرم قرابت دار ہون تو رجوع جائز نہین باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونون شخصون مین سے جس شخص کے واسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہی رجوع فی الہبۃ کا کذا فی البحر م غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیۃ کی یہ صورت ہی کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا وہب لاخیہ واجنبی مالا یقسم وقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع در اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو قسمت پذیر نہین چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونون نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے مین رجوع جائز ہی بسبب ہنونے مانع کے کذا فی الدرر والہاء ہلاک العین

[۱] یعنی تمتع کہ اول عمرہ حج کے مہینون مین کرکے حلال ہو چکے پھر آٹھوین ذی الحجہ یا اس سے پیشتر احرام حج کا باندھے اور قران یہ کہ حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ کرے اور بیچ مین حلال نہو ۱۲

[۲] یعنی مال وصیت ام ولد کو حوالہ کیا جائیگا [illegible] ۱۲

[۳] یعنی وہ اولاد جو دوسرے شوہر سے ہو [illegible]

الموہوبۃ اور واسطے ہونے عین شی موہبہ کا ہلاک ہونا مراد ہو ہم ذک سے تلف ہوجانا عین کا یا اُسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہی باوجود بقاے ملک تو یہ گمان کرنا چاہیئے کہ
خروج عن الملک معنی ہلاکت سے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اُسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاۃ مذبوحۃ کذا فی الطحطاوی عن المکی
ولو ادعاہ ای الہلاک صدق بلا حلف لانہ ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعوی کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ
پھیر دینے کا فان قال الواہب ہی ہذہ اُعین حلف المنکر انہا لیست ہذہ خلاصہ پھر اگر واہب کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یون قسم کھائے کہ ہبہ یہ چیز
نہیں ہے کذا فی الخلاصہ کما یحلف الواہب ان الموہوب لہ لیس باخیہ اذا ادعی الاخ ذلک لانہ یدعی سبب النسب لا النسب خانیہ جیسے واہب یون
قسم کھائے کہ موہوب لہ اُسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعوے کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے سبب نسب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ ہم یعنے جب واہب
رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ مین تیرا بھائی ہون تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب
پر تو یہان مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو اسمین قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی ملخصا بتصرف ولا یصح الرجوع الا
بتراضیہما او بحکم الحاکم للاختلاف فیہ اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا اگر دونون کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونے کے رجوع مین ہم بعض
مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہین پھر جب اسمین اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کر کے پھیر لیگا بلا رضاے
موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اُسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعہ بعد القضاء لا قبلہ تو موہوب لہ بعد
حکم حاکم موہوب کو نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم ہم جبتک حاکم حکم نہ کرے استرداد کا یا فسخ ہبہ تراضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب مین ثابت ہے تو اُسکا تصرف
اُسکی بیع اور عتق مین نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اُسکے پاس تلف ہوجاے تو اُسپر تاوان نہین کیونکہ اُسکی ملک ہنوز قائم
ہے اور اسیطرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہین اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اُسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع باحدہما بقضاء او رضی
کان فسخا لعقد الہبۃ من الاصل و اعادۃ لملکہ القدیم لا ہبۃ للواہب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین مین سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ
ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ واسطے واہب کے ہم اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا
بدون قبض کے اور جبکہ قبض کرائیگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلہذا لا یشترط فیہ
قبض الواہب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان ہبۃ لما صح فیہ اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ ہوکا اسیواسطے شرط نہین رجوع مین قبض کرنا واہب کا
اور رجوع صحیح ہے بعض شائع مین اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع مین صحیح نہوتا یعنی اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہین کما تقدم وللواہب ردہ علی بائعہ مطلقا
بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اُسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہم یعنی واہب نے ایک چیز خرید کی پھر وہی چیز دوسرے
شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا بتراضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اُسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد
بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خرید کی پھر اُسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب کے
مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع
ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہین پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامۃ لا فی الفسخ فافترقا رد بالعیب فقط
رضا بلا قضا سے اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف مین ہے نہ فسخ مین تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری سلامت مبیع مین ہے
لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اُسکا حق اُسکو مل گیا اور بصورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لیگا اور اُس سے فسخ بیع ضرورۃً لازم ہوگا
بخلاف عقد ہبہ کہ اسمین فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اُسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جدا گانہ تو افتراق

بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا کذا فی المنح ملخصاً ثم مرادہم بالفسخ من الاصل ان لایترتب علی العقد اثر فی المستقبل لابطلان اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک
الواہب بر جوع فصولین پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل مین نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہبہ کے اثر کا بالکل
یعنی زمان ماضی مین بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی مین تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ھم زوایدِ منفصلہ
جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہین پہونچتا تو معلوم
ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہین اتفقا الواہب والموہوب لہ علی الرجوع فی موضع لایصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالہبۃ لقرابۃ جاز ہذا
الاتفاق منہا جوہرہ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اُس موضع مین جسمین رجوع صحیح نہین منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت مین
تو ان دونون کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجوہرہ وفی المجتبی لایجوز الاقالۃ فی الہبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانہا ہبۃ اور مجتبی مین ہے کہ جائز نہین اقالہ ہبہ
اور محارم کے صدقہ مین بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ یہان ہبہ ہے ثم قال وکل شئ یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فہذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے
عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاوین تو اسکا یہی حکم ہے یعنی درصورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہے اسمین اقالہ کرنا نافع نہین
بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وہب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ دین
غیر مقبوض ہے دنی الدر رقضی ببطلان الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور دُرر مین ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل
ہوگیا تو رجوع عود کریگا ہم زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض مین تو یہ نہین ہوسکتا مگر خروج عن الملک مین ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس
وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموہوبۃ واستحقہا مستحق وضمن المستحق الموہوب لہ لم یرجع علی الواہب بما ضمن لانہا عقد تبرع
فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اُسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہ پھریگا
اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اُسمین سلامت موہوب مستحق نہین ہے ہم ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود مین تاوان دینے سے غرر یعنی
فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسیطرح ودیعت اور اجارے مین جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوگیا
پھر ایک مرد اُسکا مستحق ثابت ہوا اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونون شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی والاعارۃ کالہبۃ ہنا لان
قبض المستعیر کان لنفسہ ولا غرور لعدم العقد وتمامہ فی العمادیۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام مین اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کے واسطے ہے
اور یہان غرور نہین بسبب نہونے عقد کے اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہے ہم عقد نہین یعنی عقد معاوضہ نہین والا عاریت اور ہبہ مین عقد ضرور ہے خلاصۂ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت
تلف ہوجائے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان پھر لے تو مستعیر اُس تاوان کو معیر سے نہین لے سکتا ہے واذا وقعت الہبۃ بشرط
العوض المعین فہی ہبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم وبیع انتہاءً فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ وتوخذ بالشفعۃ
ہذا اذا قال وہبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وہبتک بکذا فہو بیع ابتداءً وانتہاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے
تو دونون عوضون مین تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ مین شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو بسبب عیب اور خیار الرویہ سے
پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اُس صورت مین ہے جبکہ واہب یون کہے کہ مین نے تجکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یون کہیگا کہ
مین نے تجکو ہبہ کیا بمقابلہ اُسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونون مین ہوگا اور اسیطرح
خیار الرویہ اور شفعہ دونون مین ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے ہبہ بیع ہوگا تو دونون کی ملک اپنے حق مین ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم
جائز نہوگا اور قبض شرط رہیگا اور شیوع مفسد نہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معینا لانہ لو کان مجہولا لبطل اشتراطہ فیکون ہبۃ ابتداءً وانتہاءً

اور عوض مین مصنف رح نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونون
اعتبار سے مقبوض ہبہ ہوگا نہ بیع فرع مسئلہ لمحقہ شارح کا وہب الواقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقف نے
اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہین اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے
اسکو ذکر کیا ہی وفی المجمع واجاز محمد ہبة مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہی اور
جائز کہا ہی محمد بن حسن رح نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت مین برابر ہو موہوب کے اور شیخین رح نے اسکو منع کیا ہی مین کہتا ہون تو
شیخین رح کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی ھم یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین رح کے
نزدیک جائز ہی اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہی کہ جب واقف نے
استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہی ہر ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہی واقف کی شرط مین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسواسطے کہ ہبہ تو باعتبار ابتدا کے
تبرع اور احسان ہی اور وہ ممنوع ہی طفل کے مال مین احسان کرنے سے مطلقاً **فصل فى مسائل متفرقة** یہ فصل ہی ہبہ کے مسائل متفرقہ مین **وہب امة الا حملها او على**
ان يعتقها او يستولدها او وہب دارا **على ان يرد عليه شيئاً منها** او لو معينا كثلث الدار او ربعها **على ان يعوض فى الهبة والصدقة شيئاً منها**
صحت الهبة وبطل الاستثناء فى الصورة الاولى **وبطل الشرط** فى الصور الباقية لانه بعض او مجهول والهبة لا تبطل بالشروط لونڈی ہبہ کی سوائے اسکے حمل کے ہبہ کی
اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دے یا موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بنا دے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر مین سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو
چنانچہ تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقے مین سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہی اور پہلی صورت مین استثناء حمل باطل ہی اور باقی صورتون مین شرط
باطل ہی اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہی یا مجہول ہی اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے ھم مجہول ہونا پچھلی دو صورتون مین ظاہر ہی نہ صورت ثانیہ اور ثالثہ او
رابعہ مین تو ہدایہ کی تعلیل بہتر ہی کہ یہ شروط مقتضاے عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومية
العوض اور نہ بھولیو اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا ھم یعنی جہالت عوض کی مفسد ہی سراج مین اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جس عقد کی شرط قبض ہی
تو شرط اسکی مفسد نہین ہوتی چنانچہ ہبہ اور رہن کذا فى الطحطاوى **اعتق حمل امة ثم وهبها صح ولو دبره ثم وهبها لم يصح** لبقاء الحمل على ملكه فكان مشغولا به
بخلاف الاول اپنی لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہی اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی
ملک پر تو موہوب مشغول بحمل ہوا یعنی اور شرط ہبہ یہ ہی کہ موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی در صورت عتق حمل واہب کی
ملک پر جنین باقی نرہا تو موہوب مشغول بملک واہب نرہا **كما لا يصح تعليق الابراء عن الدين** بشرط محض كقوله لمديونه اذا جاء غد او ان مت بالفتح التاء
فانت برى من الدين او ان مت من مرضك هذا او ان مت من مرضى هذا فانت فى حل من مهرى فهو باطل لانه مخاطرة وتعليق جیسے صحیح نہین تعلیق ابراء دین
کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مرجاوے تو تو بری الذمہ ہی دین سے یا زوجہ کا یون کہنا
اپنے زوج سے اگر تو مرجاوے اپنے اس مرض سے یا مین مرجاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہی ماخوذ نہین تو وہ باطل ہی کیونکہ وہ مخاطرہ اور
تعلیق ہی ھم مجی غد مین مخاطرہ نہین مگر جب مجی غد کو بقاے دین کے ساتھ ملاحظہ کیجیے کذا فى الطحطاوى **الا بشرط كائن** ليكون تنجيزا كقوله لمديونه ان كان
لى عليك دين ابراتك عنه صح تعليق ابرا کی بشرط محض صحیح نہین مگر بشرط موجود تعلیق صحیح ہی تاکہ تعلیق تنجیز ہو جاوے چنانچہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر
میرا دین تجھپر ہو تو مین نے تجکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہی ولذا ان مت بضم التاء فانت برى منه او فى حل جاز وكان وصية خانية اور اسیطرح تعلیق کہ
اگر مین مرجاؤن تو تو اس سے بری الذمہ ہی یا تو دین سے پاک ہی ماخوذ نہین اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فى الخانية ھم مرض مخصوص مشار الیہ سے مرنا

یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو وہان مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہو لہذا اسکو یہان ذمیت کہا **جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط** ہبہ بطریق
عمری جائز ہو اور موہوب اسکا مملوک ہو جسکو مدت العمر کے واسطے اور بعد اسکے اسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے عمری کی صورت یہ ہو کہ
ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اسمین رہے پھر جب موہوب له مرجاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب له
اور اسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہو **لا تجوز الرقبی لانہا تعلیق بالخطر** رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہے خطر پر رقبی بضم یہ کہ میرا گھر تیرا ہو
بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہو اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہو امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہو کہ یہ ہبہ نہیں بسبب تعلیق بالخطر
کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہو کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہو کیونکہ فی الحال تملیک ہو اور شرط باطل ہو اور پہلا قول صحیح ہو کذا فی الطحطاوی عن المضمرات **واذا لم تصح کونہا**
عاریۃ تمسکا لحدیث احمد وغیرہ من اعمر عمری فہی للمعمر فی حیاتہ وموتہ لاترقبوا فمن ارقب شیئا فہو سبیل المیراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اسطرح کا دینا عاریۃ
ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہو کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مال اسکی زندگی اور
موت مین وہی شخص ہو جسکو عمر بھر کے واسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہو یعنی رقبی لینے والے
کی میراث ہو **بعث الی امراتہ متاعا ہدایا الیہا وبعثت ہی له ایضا ہدایا عوضا للہبۃ صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعی الزوج**
انہ عاریۃ لا ہبۃ وحلف واراد الاسترداد وارادت ہی الاسترداد ایضا یسترد کل منہما اعطی اذلا ہبۃ فلا عوض زوج نے زوجہ کی طرف اسباب تحفہ
بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کے واسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی
کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے
جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہین سو بدلہ بھی نہین یعنی اسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا **ولو استہلکہ**
احدہما ضمنہ الاخر لانہ من استہلاک العاریۃ ضمنہا خاینہ اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اسکا تاوان دیگا
اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اسکا ضامن ہے کذا فی الخانیۃ ھ استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجائیگی تو تاوان لازم نہ
ہوگا کذا فی الطحطاوی **ہبۃ الدین ممن علیہ الدین وابراءہ عنہ یتم من غیر قبول اذا لم یوجب انفساخ عقد صرف او سلم** ہبہ کرنا دین کا اس شخص کو
جسپر دین ہو اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہو بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہوجانے کا موجب نہو
ھ قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا بمعنی اسقاط ہو اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد سلم یا عقد صرف کے فسخ کا
موجب ہو چنانچہ رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا
بسبب فوت ہونے اسی قبض کے جو مستحق بالعقد ہو اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین **لکن یرتد بالرد فی المجلس وغیرہ لما فیہ من معنی الاسقاط**
وقیل یتقید بالمجلس کذا فی العنایۃ ہبہ اور ابرا تمام ہوتا ہو بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہو مجلس اور غیر مجلس مین رد کردینے سے اسواسطے کہ اسمین
معنی اسقاط ہو اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہو کذا فی العنایۃ ھ معنی اسقاط تعمیم کی تعلیل ہو یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین
معنی اسقاط ہو اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہو **لکن فی الصیرفیۃ لو لم یقبل ولم یرد حتی افترقا ثم بعد ایام رد لا یرتد فی الصحیح**
لیکن صیرفیہ مین ہو کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور نہ رد کرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے
تو قول صحیح مین رد نہ ہوگا ھ صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہو اسپر یہ استدراک ہو بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہو کہ اگرچہ یہ قول
صحیح ہو لیکن دوسرا قول اصح ہو تو دو قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی **ولکن فی المجتبی الاصح ان الہبۃ تملیک والابراء اسقاط** لیکن مجتبی مین ہو

صحیح تر یہ قول ہی کہ ہبہ تو تملیک ہی اور ابرا اسقاط ہی ہم یہ استدراک ہی فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہی اور ایک وجہ سے تملیک
لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہی کذا فی الحلبی **تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ ووصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک**
غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اُس شخص کو جسپر دین نہیں ہی باطل ہی مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں
اور جبکہ مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہو گی ہم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل یعنی ہبہ کرنیوالے کے واسطے
واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہی کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہو گا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے
پر اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ ثلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہو گا یعنی مطالبہ کا مالک ہو گا کذا فی الطحطاوی
ومنہ ما لو وہبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہی کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر
ہی تو معتمد صحت ہبہ ہی بسبب مسلط کرنے کے ہم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہی اور ظاہر کلام یہ ہی کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہی کہ صحیح
قول یہ ہی کہ یہ ہبہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو ہبہ جائز ہی اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہو گی اور اسیطرح اشباہ میں ہی
کذا فی الطحطاوی **ویتفرع علی ہذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فضولیین** اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہی یہ حکم متفرع ہوتا ہی
کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اُسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین ہم یعنی وکیل بیع
موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تا کہ جو دین کہ مشتری کے ذمے پر ہی وکیل کا ہو تو صحیح نہیں **ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب**
الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ دائن
یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہی اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہی کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہی بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ
تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہی کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی دین کے احکام سے ہم تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ
ہو جائیگا اور اسیطرح اگر مقر کو دیگا کذا فی المنح **وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرہا قلت وہو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک**
الدین ممن لیس علیہ باطل فتاملہ اور اسیطرح اقرار صحیح ہی اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہی وہ فلانے شخص کا ہی کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں
کہتا ہوں اور یہ اقرار مشکل ہی اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہو گی اور دین کی تملیک غیر مدیون کے واسطے باطل ہی تو اسکو تامل کر لے
ہم جواب اشکال کا یوں ممکن ہی کہ مراد یہ ہی کہ میرا دین بسبب ظاہر فلانے پر ہی وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہی تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی **وفی الاشباہ**
فی قاعدۃ تصرف الامام منوط بالمصلحۃ البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدہما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہی تصرف امام کے قاعدے میں
بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جائے تو عطا سلطانی اسی شخص کے
واسطے ہو گی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ہم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہی جس شخص کی عطا دفتر میں ہی وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق
کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہی اور بدل صلح اور عطا
اسکو دیا جاوے جسکے واسطے نام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہی رضا غیر کو اسمین دخل نہیں کذا فی الطحطاوی **والصدقۃ کالہبۃ**
بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہی بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جسطرح ہبہ عطائے غیر واجب ہی اسیطرح صدقہ ہی لہذا دونوں احکام میں یکسان ہیں **وحینئذ لا تصح**
غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہوا تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ صحیح ہی **ولا رجوع**
فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہی

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے خلاف کیا واہب نے تو کہا ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو مجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنی پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھ کہ تملیک بمعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہو جاتی ہی اور جب تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے کہا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسپر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دونون باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی نام کی مغائرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق چنانچہ مفتاح مین ہی انتہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل لمحقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان لیسأله تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع فکتب الکاتب جعلتہا لہ
ہل یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن لما تعذر الوصول اقیم السوال بالقصۃ مقام حضورہ ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے ایک زمین محدود کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اُسکے منشی نے لکھدیا کہ اُس زمین کا مین نے اُسکو مالک کر دیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی کہ ہان قیاس یہ ہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہی کہ تملیک محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسوالہ لیتوسع فظفر بہ بعض غرمائہ ان
کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لا لہ زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تا کہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پا گیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تا کہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو دفع لانہ بالقیام بہ
فیہ فعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اُسمین تصرف کرے سو اُسنے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہو گیا پھر باپ مر گیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء آخر ذہبت
لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا لینا برتن مین مباح ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر اُسکو دوسرے برتن مین کیجیے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو اُسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالے اور تھیلے وغیر ذلک تو وہ شخص اُسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھولون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا دعا قوما
الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان آخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق بلا اذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا نہین جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور نہ کتے کو دینا جائز ہی اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ قیاس تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہو اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

جو دستارخوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہی پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولی دینا جائز نہوگا تتمہ دین
ہو کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمین تصرف کرنا درست نہوگا اور
اگر جواب پشت خط پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ مین ہی کہ جبر نہین صلون پر ہم صلات جمع ہی صلہ
کی اور صلہ عبارت ہی ادا کرنے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الافی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ وعین موصی بہا ومال
وقف صلون پر زبردستی نہین مگر چار صلون پر زبردستی ہی شفعہ مین اور زوجہ کے نفقہ مین اور اس چیز مین جسکی وصیت کی گئی اور وقف کے مال مین ہم تو مشتری پر
تسلیم عقار واجب ہی شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہی و لہذا اگر شفیع مرجاے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہی اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہوا ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے
عوض ہی کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہی اور اسیطرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہی اگرچہ وہ صلہ محض ہی اگر مقابلہ عمل کے نہو اور پانچوین صورت نفقہ اقارب کی ہی اور چھٹی
صورت اداے دیت ہی عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہی کذا فی الطحطاوی وقد حررت ابیاتہا الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت شعر وواہب
دین لیس یرجع مطلقاً ٭ وابراء ذی نصف یصح المحرر ٭ اور البتہ مین نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہی شرنبلالی کی شرح کے موافق تو مین نے یون کہا
اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرتا ہر طرح یعنی خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہی اور یہی قول ہرا محقق ہی ہم ابراے
نصف دین کی یہ صورت ہی کہ دو شخصون کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ مین نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق
صحیح ہی اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ مین نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف
یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی شعر علی حجہا او ترکہ ظلمۃ لہا ٭ اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر ٭ جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر
یا زوج کے ظلم نہ کرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے
مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی نہ تھی مگر شرط
مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہی ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو ماریگا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ
جو حق زوج ہی وہ ظلم نہین کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر معلق تطلیق بابراء مہرہا ٭ بہ النکاح اخری لم یرد یظفر ٭ طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور
دوسری عورت سے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب مین تیرے
اوپر دوسری عورت کا نکاح کرون اور تو اپنا مہر مجکو معاف کردے تو تو طالق ہی پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نہ کیا تو طلاق نہ واقع
ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ مین نہین بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہی شعر وان قبض الانسان مال مبیعہ ٭ فابراؤہ منہ کالدین اظہر ٭ اور اگر آدمی نے اپنے
مبیع کا مال یعنی ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہی ہم ابراء ثمن کی یہ صورت ہی
کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہی اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا
اسکو بائع سے پھیر لیگا اسیطرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھر لیگا شعر ومن دون ارض فی البناء صحیحۃ ٭
وعندی فیہ وقفۃ فیحرر ٭ اور زمین کے سوا فقط عمارت مین ہبہ کرنا صحیح ہی اور میرے نزدیک اسمین توقف اور تامل ہی تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے
قلت وجہ توقفی تصریحہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتاملہ مین کہتا ہون اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ
مذکورہ مین تصریح کرنا فقہا کا ہی کتاب الرہن مین اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے
صحیح نہین اسواسطے کہ یہ شائع کے مانند ہی تو اسمین تامل کرو ہم اصل توقف علامہ عبد البر شارح وہبانیہ سے ہی شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت

بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بایع نے جبکہ عمارت اُسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تو نے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہی اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور من بھر اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اوکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کی وجہ سے گویا اُسے علیحدہ کرنے کے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن ندے اور موہوب لہ ویسا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہی تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحطاوی واشرت باظہر لما فی العمادیۃ عن خواہرزادہ انہ لا یرجع واختارہ بعض المشائخ اور اشارہ کیا مین نے بلفظ اظہر جو چوتھی بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعد قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ یردہ للابرار البطلہ فلا حنث فلیحفظ اور بلفظ یظفر اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرنے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کردیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے **خاتمہ** تاتارخانیہ مین ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا نجیہ کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا نجیہ گوشت اور مانند اُسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُسمین سے کچھ ندے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُسمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل وعیال کے واسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اُسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کے واسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اَور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اُس کے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے

کذا فی الطحطاوی واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علے سیدنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ؁

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمۂ اُردو دُرمختار بار چہارم مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بعلو ہمتی منشی پراگ نراین صاحب مالک مطبع موصوف بماہ محرم الحرام ١٣١٨ھ مطابق ماہ مئی ١٩٠٠ء چھپکر تیار ہوئی۔

نام کتاب	قیمت
نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔	۶ پائی
مائۃ مسائل - سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔	۴ر۳ پا
شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی	۱۴ر۲ پا
مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان۔	عسم
فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔	عنو/۸
قدوری۔	۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی۔	۱۵ر
کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔	۹
مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔	۵ر۳ پا
شرح مختصر وقایہ کو رسیری از مولانا جلال الدین سمرقندی۔	عسم
رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران۔	۹ پائی
رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان ارکان	۳ پائی

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف۔	عکا/ب
مبادی الاصول - مصنفہ مولانا ابی المنصور الحسن بن یوسف۔	۱ر۹ پا
برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ہے۔	غیار/ب
کنز الدقائق۔	
جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول۔	غار/ب
فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم بتفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ۔	عدہ [illegible]
ایضاً - کاغذ حنائی۔	عدہ [illegible]
ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد محشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل۔	عہ۵/ب
۱- جلدین اولین عبادات۔	صہ/ب
۲- جلدین آخرین معاملات۔	جہر/ب
ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدین اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہین کاغذ سفید کامل و بتفصیل ذیل۔	معہ/ب
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح۔	سے/۱۲
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔	سے/۱۲

نام کتاب	قیمت
فتاوائے عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید۔	عہ/ب
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل۔	صہ/ب
شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح کاغذ سفید۔	عکا/ب
ایضاً - کاغذ حنائی۔	عہ/ب
شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔	۸ر۲ پا
ذخیرۃ العقبیٰ - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف۔	عکا/ب
اشباہ و النظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول۔	سے/ب
ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید۔	عہ/ب
کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب۔	۸ر
مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔	عہ
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین	سے/۲
(۱) جلدین اولین عبادات مین۔	عہ/۸
(۲) جلدین آخرین معاملات مین	عہ/۱۰
شرح الیاسی - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کمل یکجائی۔	سہ/ب

نام کتاب	قیمت
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔	۹ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعات مولوی تراب علی مرحوم۔	۶ پائی
قدوری محشی۔ تالیف امام ابوالحسن درسی متداول۔	۴ر
کتب حدیث اُردو	
مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کا چار جلدوں میں حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں کاغذ سفید گندہ۔	عہ
ایضاً۔ کاغذ حنائی و سفید معمولی۔	للعہ
تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ کاغذ سفید و حنائی۔	عہ ۱۲ر
ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری کاغذ سفید و حنائی۔	۸ر
ایضاً۔ جلد دوم کاغذ سفید و حنائی۔	۸ر
کتب حدیث فارسی	
اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ۔ کاغذ سفید و حنائی۔	للعہ
کتب حدیث عربی	
تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول	

نام کتاب	قیمت
از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔	۸ر
جامع ترمذی۔ از امام ابو عیسیٰ رح صحاح ستہ میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی جدید	۸ر
قسطلانی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح صحیح البخاری مسمیٰ بارشاد الساری معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں یہ شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ۔	عہ
سنن ابی داؤد۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع۔	۸ر
دلائل الخیرات۔ باترجمہ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص سمار حسنے معروف	۷ر
زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث از مولانا غلام یحییٰ۔	۴ر
عناصر الخیرات۔ باترجمہ اُردو از حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط درود کا مجموعہ۔	۱۱ر
کتب تفسیر اُردو	
مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمن۔	۸ر
تفسیر مواہب الرحمن۔ پارۂ اول مؤلفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ دوم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ سوم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ چہارم۔	عہ

نام کتاب	قیمت
تفسیر مواہب الرحمن۔ پارۂ پنجم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ ششم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ ہفتم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ ہشتم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ نہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ دہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ یازدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ دوازدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ سیزدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ چہاردہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ پانزدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ شانزدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ ہفدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ ہشتدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ نوزدہم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بستم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و یکم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و دوم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و سوم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و چہارم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و پنجم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و ششم۔	عہ
ایضاً۔ پارۂ بست و ہفتم۔	عہ
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔	۲ر